حیاتِ حضور محدثِ کبیر
از
حضرت مولانا مفتی
محمد ابوالحسن قادری مصباحی
استاذ و مفتی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ
گھوسی، ضلع مئو
دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی مئو (یوپی)

ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت، مظہر علوم مفتی اعظم، آئینۂ حضور صدر الشریعہ، وارث علوم حافظ ملت، ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، محدث کبیر علامہ مفتی شاہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی نائب قاضی القضاۃ فی الہند، سجادہ نشین آستانۂ عالیہ قادریہ رضویہ امجدیہ وسربراہ اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک علمی، فکری، تحقیقی، معلوماتی دستاویز،

"حیات حضور محدث کبیر"

ازقلم

حضرت مولانا مفتی محمد ابوالحسن قادری مصباحی

استاذ ومفتی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو، یوپی

ناشر

دائرۃ المعارف الامجدیہ، کریم الدین پور، گھوسی، مئو

بسم الله الرحمن الرحیم

الصلاة والسلام علیك یارسول الله

الصلاۃ والسلام علیك یاحبیب الله

کتاب: حیات حضور محدث کبیر

ترتیب: مفتی محمد ابوالحسن قادری مصباحی

رابطہ: 07275201520

09450786281

کمپوزنگ: محمد کمیل امجدی (امجدی کمپیوٹرس)

مدھوبن روڈ گھوسی مئو۔

پروف ریڈنگ: مولانا محمد طیب حسین صاحب امجدی

استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو۔

باراشاعت اول:

ناشر: دائرۃ المعارف الامجدیہ کریم الدین پور، گھوسی، مئو

امجدی بک ڈپو مدھوبن روڈ گھوسی، مئو۔

قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف۔

کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی۔

اسلامک پبلیشر مٹیا محل جامع مسجد، دہلی۔

فہرست کتاب

انتساب

عصر حاضر کے ان علمائے اسلام وفقہائے عظام کے نام جو مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سچے حامی ومؤید ہیں، اس کی پاسبانی اپنی زندگی کا لازمہ تصور کرتے اور اسی کو سرمایۂ حیات سمجھتے ہیں۔

فقط

محمد ابوالحسن قادری مصباحی

۱۷ر رجب ۱۴۳۵ھ ۱۷ر مئی ۲۰۱۴ء

کلمات بابرکات

حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

حضرت مولانا مفتی محمد ابوالحسن صاحب نے میری سوانح حیات کے چند گوشے قلم بند فرمائے ہیں اور اس کی طباعت کا انتظام بھی کرلیا ہے میں نے کتاب کا کچھ حصہ سماعت کیا اور کچھ حصے پڑھے، اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس سلسلے میں مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ میں اپنی زندگی میں کوئی لائق ذکر حصہ نہیں پاتا سوائے اس کے کہ شریعت کے احکام جو ہمارے اسلاف سے منقول ہیں ان کو اپنے حال پر قائم رکھا جائے تاوقتے کہ کوئی ایسی صورت نہ پیدا ہو جس میں صورت مسئلہ کی تبدیلی یا علت احکام کے تغیر کی کوئی صورت متبین و متعین نہ ہو جائے، اور یہ کام بھی مشکل ترین مراحل کے عبور پر موقوف ہے۔

اور اس باب میں میں عوام کے تعامل یا ان کے رجحان طبعی کو کسی حیثیت سے پسند نہیں کرتا کہ مسائل شرعیہ میں عوام کی دل جوئی یا ان کی فکر سے ہم آہنگی، احکام شرع سے امان اٹھانے کی موجب ہوتی ہے۔

اسی طرح طلب شہرت کا جذبہ بھی مشائخ فقہ سے آدمی کو بے نیاز و مستغنی بنادیتا ہے، مذہب میں مختلف اقوال وروایات موجود ہیں مگر ان میں سے ہر ایک قابل تقلید نہیں بلکہ ائمہ تصحیح وترجیح ومشائخ افتا نے جن روایات واقوال کو قبول فرمایا ہے اسی پر ہمیں کاربند رہنا ضروری ہے کیوں کہ خداترسی، دیانت، وسعت علم، امعان نظر اور تحقیق

و تنقیح میں وہ پایہ رکھتے تھے کہ ان کی غبار راہ بن کر رہنا ہمارے لیے عزت وافتخار ہے۔

انہیں اسباب کی وجہ سے اپنی تحریر وتقریر اور تدریس وافتا اور مباحث علمیہ میں پورے حزم واحتیاط کے ساتھ میں اپنے اسی موقف پر قائم رہتا ہوں۔

ہمارا دور آزادیٔ طبع اور ہنگامۂ فتن سے بہت متاثر ہو چکا ہے اس لیے ماضی قریب کی سب سے عبقری شخصیت جن کی امامت، وسعت علم، شان اجتہاد، قوت فکر، زہد وتقویٰ میں علمائے حل وحرم کے نزدیک مسلم الثبوت ہے، بے داغ تحقیق و دلائل سے بھرپور تصنیفات وتالیفات اور فتاوی اساطینِ علم کی نظر میں بلا انکار نکیر مقبول ومعتمد ہیں، یعنی امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قدس سرہ العزیز اور ان کی بارگاہ کے تربیت یافتہ اصحاب فقہ وافتا کی اقتدا ہی امان وسلامت روی کی ضمانت ہے۔

میرے استاذ ومربی استاذ العلما حضور حافظ الملۃ والدین ہم تلامذہ کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی توقیر کا چراغ روشن فرماتے تھے اور انھیں کے نقوش قدم کی اتباع وپیروی کی تلقین فرماتے تھے۔

حضور حافظ ملت ایمان وعمل کے تحفظ کا غایت درجہ اہتمام فرماتے اور بد مذہبوں کے معاملے میں حدیث پاک کے فرمان "ایا کم و ایا ھم" کی عملی تفسیر تھے۔

درس نظامیہ پر آپ کو اس درجہ عبور کامل حاصل تھا کہ مشکل ترین مسائل بھی بے تکان حل فرماتے، اعتراضات کے حل میں وہی جواب پسند فرماتے جس میں کوئی سقم نہ ہو۔

حضور حافظ ملت کم سخن تھے مگر آپ کی گفتگو مختصر، پر مغز، معنی خیز ہوتی، درسگاہی تقریر اس قدر جامع ہوتی کہ خود بخود اعتراضات دفع ہو جاتے جو طلبہ گہرائی سے مطالعہ کے بعد حاضر ہوتے حافظ ملت کے درس میں خوب محظوظ ہوتے حضور حافظ ملت طلبہ کی علمی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق وعادات شرعی روش پر گہری نظر رکھتے اور انہیں عالم باعمل بنانے پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے، موقع بموقع جلسوں

میں بھی عالمانہ مدلل تقریر فرماتے ردو مناظرہ پر بھی آپ کو کامل دسترس حاصل تھی اس کام کے لیے بعض باصلاحیت طلبہ کی تربیت فرماتے۔

لوگوں کے خطوط کے جوابات کا انتظام فرماتے، حاجت مندوں کو دعا وتعویذ سے بھی نوازتے، لیکن اس سلسلے میں کبھی کسی کا نذرانہ قبول نہ فرمایا عوام میں دینی بیداری پیدا فرماتے اور مذہب اہل سنت و جماعت پر استقامت وتصلب کے لیے زیادہ تاکید فرماتے۔

حافظ ملت اپنی حاجات ضروریہ کے علاوہ کبھی بے کار نہ بیٹھتے معمولی فرصت ہوتی تو تلاوت قرآن عظیم میں مصروف رہتے۔ آپ ہم لوگوں سے فرماتے تھے کہ ''کامیاب آدمی کی نقل اتارنے ہی میں کامیابی ہے''۔

میں نے حضور حافظ ملت قدس سرہ کی زندگی کے بہت سے گوشوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور توفیق کے مطابق ان کی نقل اتارنے کی کوشش کی اور اس کے بے شمار فوائد سے مالا مال ہوا۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت وحمیت کا رنگ مجھے حافظ ملت سے خاص طور پر حاصل ہوا اس لیے میں نے اپنی زندگی کے بیشتر اوقات مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت واشاعت میں صرف کیے، درس وتدریس میں بھی اسی مقصد حسن کو مرکز توجہ بنائے رکھتا ہوں، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اہم ترین تلامذہ کا بھی یہی انداز تھا۔

میری سوانح کا اگر کوئی حسین صفحہ ہوسکتا ہے تو وہ صرف انہیں مشائخ کرام کے نقوش قدم کی اتباع ہے، اللہ تعالیٰ اخیر دم تک مجھے ثبات قدمی عطا فرمائے اور بزرگوں کے صدقے میں میری مغفرت کا سامان فرمادے۔ آمین۔

ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

۱۰؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ - ۲۰۱۴ء

تقریظ جمیل

شہزادۂ حضور محدث کبیر و خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا الحاج علاء المصطفیٰ قادری مدظلہ
ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

والد ماجد ممتاز الفقہا حضور محدث کبیر مدظلہ العالی اس زمانے میں ایک ہمہ گیر عالمی اور عبقری شخصیت ہیں، وہ اپنے علمی، دینی، سماجی، فقہی، مذہبی، تعلیمی، تقریری کارناموں کی بنیاد پر بساط دہر پر چھائے ہوئے ہیں، دنیائے سنیت میں ان کا شہرہ و غلغلہ ہے، وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ ہمارے جامعہ کے استاذ و مفتی حضرت مولانا محمد ابوالحسن صاحب قبلہ قادری مصباحی بہرائچی نے حضور محدث کبیر کی حیات و خدمات پر ایک نہایت وقیع کتاب مرتب فرمائی ہے جو پیش نگاہ ہے یہ کتاب ان کی عقیدت و محبت و جانفشانی، عرق ریزی، دماغ سوزی، مشقت انگیزی کا روشن آئینہ ہے۔

موصوف نے محض سوانح نگاری، مبالغہ آرائی، یا لفاظی سے کام نہیں لیا ہے بلکہ حق نگاری سے کام لیا ہے ساتھ ہی علمی مباحث، تحقیقی معلوماتی ذخائر اکٹھا کیا ہے، انشاءاللہ یہ کتاب عوام و خواص سبھی کے لیے فائدہ بخش ثابت ہوگی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ والد گرامی کی حیات پر یہ کتاب ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، آئندہ ان کے تعلق سے اٹھنے والے ہر قلم کے لیے انشاءاللہ ماخذ و مصدر بنے گی۔

مجھے اس کتاب کی ترتیب و تہذیب وطباعت و اشاعت پر دلی مسرت ہے، مولائے کریم اپنے حبیب رؤف و رحیم کے صدقے اس کو مقبول انام بنائے اور مصنف کو فیوض محدث کبیر کا وافر حصہ عطا فرمائے، آمین۔

علاء المصطفیٰ قادری

خدام طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو

۱۵ مئی ۲۰۱۴ء

پیش گفتار

باسمہ تعالیٰ

حامدا و مصلیا و مسلما

اپنے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ آسمان جاہ شخصیت ،عبقری فقیہ، محدث بن محدث وسلطان الاساتذہ استاذ الاساتذہ استاذی الکریم محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی کی سوانح حیات میرے ذریعہ منصۂ شہود پر آئے گی کہ کہاں وہ فلک سنیت کے ماہتاب چرخ علم کے درخشاں آفتاب اور کہاں یہ ذرۂ بے مقدار مگر سچ ہے کہ جب رحمت الٰہی دستگیری کرے تو مشکل کام بھی آسان ہوتا جاتا ہے یقیناً یہ عنایت ربانی ہی ہے کہ محدث کبیر کی داستان حیات الفاظ وجمل کے زیور سے آراستہ ہو کر نگاہوں کے سامنے ہے کوئی پانچ سال قبل جب میں دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ میں پڑھا رہا تھا یکا یک خیال ہوا کہ محدث کبیر جو ایک عالمی اسکالر ہیں بے مثال فقیہ ہیں، مرجع انام ہیں، ہزاروں علما، سیکڑوں فقہا، بے شمار اساتذہ، لاتعداد ائمہ، لاکھوں عوام کے لیے سکون جاں ہیں نامعلوم کتنے مدارس ومساجد کے بانی وسربراہ ہیں جو بلاریب اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں ہر جہت سے قابل ستائش ہیں ان کی حیات کے بکھرے ہوئے اوراق جمع کیے جائیں لیکن اپنے وطن سے دوری، مواد کی فراہمی میں دقت، رابطوں کی پریشانی، پیچ وتاب، لیت ولعل کا شکار رکھتی کئی بار قلم اٹھایا اور رکھ دیا آخر کار فضل ربانی ہوا کہ کرم محدث کبیر متوجہ ہوا اور ۲۰۰۸ء کے اوائل میں ترتیب وجمع کا کام شروع کر دیا شہزادہ محدث کبیر حضرت مولانا علاء

المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی سے رابطہ کیا انھوں نے دست تعاون دراز فرمادیا پھر تو آسانی نظر آنے لگی کام سرعت پکڑنے لگا، لگ بھگ دو سال میں تکمیل کو پہنچی بعدہ یہ فیصلہ ہوا کہ صاحب تذکرہ حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی کی نظر سے گزار دیا جائے تاکہ کتاب کو اعتماد کا درجہ حاصل ہوسکے چناں چہ حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی سے عرض کیا گیا حضور والا نے عرضی قبول فرمائی اور اسی ۸۰/صفحات کا ازخود مطالعہ کیا بہت ساری اصلاحات سے نوازا پھر مصروفیت عارض آئی اور یہ سلسلہ رک گیا تین سال مسلسل رکا رہا ادھر ماہ جنوری ۲۰۱۴ء میں صاحب زادہ گرامی حضرت مولانا علاء المصطفیٰ صاحب قبلہ نے پھر توجہ فرمائی اور مولانا محمد طیب حسین صاحب امجدی فاضل جامعہ امجدیہ گھوسی کو حضور صاحب تذکرہ کو سنانے پر مقرر فرمایا چنان چہ انھوں نے بڑی لگن اور پابندی کے ساتھ حضور محدث کبیر کو پڑھ کر سنایا بعدہ کمپوزنگ کے مراحل سے گزارا، پروف کا کام کیا، اب پریس کے حوالے ہورہی ہے میں تہہ دل سے خلیفۂ حضور تاج الشریعہ وصاحبزادۂ حضور محدث کبیر علامہ علاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کا شکر گزار ہوں کہ آغاز سے اختتام تک تعاون فرمایا پھر اپنے ادارۂ نشرواشاعت سے اس کی طباعت کا بھی انتظام کیا ساتھ ہی محبّ گرامی حضرت مولانا عبدالمبین خاں صاحب مصباحی بہرائچی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کا بھی ممنون ہوں کہ بے پناہ مصروفیات کے باوجود انھوں نے پوری کتاب کا جائزہ لیا پھر مبسوط مقدمہ لکھا، جو نہایت مفید اور معلومات افزا ہے اور بڑی ناسپاسی ہوگی اگر شہزادۂ محدث کبیر حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری دام ظلہ صدرالمدرسین جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی اور استاذ الحفاظ حضرت حافظ محمد سمیع اللہ امجدی دام ظلہ کا ذکر نہ کیا جائے کیوں کہ انھوں نے اپنی دعاؤں اور مفید مشوروں سے نوازا، حضرت مولانا محمد طیب حسین صاحب امجدی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو کی بڑی جدوجہد اس

کتاب کی کتابت وتصحیح وغیرہ میں شامل ہے لہٰذا دل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور انہیں بہترین صلہ عطا فرمائے اور کتاب کو بھی شرف قبول عطا فرمائے۔

محمد ابوالحسن قادری مصباحی غفرلہ
۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ؍
۲؍جون ۲۰۱۴ء

اہم گزارش

اگر کتاب میں کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو محض اصلاح کی غرض سے مطلع فرمائیں ہم آپ کے شکر گزار رہوں گے۔

(ادارہ)

تقدیم

حضرت مولانا عبدالمبین خان صاحب مصباحی
استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو

سرزمین گھوسی تقریباً ایک ہزار سال سے اسلام کے نور سے روشن و پرنور ہے اس سرزمین پر اپنے وقت کے ایسے نامور علما اور فضلا پیدا ہوئے، جنھوں نے اپنے علم وفن سے پوری دنیا کو جلا بخشی اور ہر دور میں اہل سنت کو ان سے استفادہ کرنے کا بھرپور موقع فراہم رہا جن علما کی بدولت آج یہ سرزمین اپنے سر پر طیبۃ العلما کا تاج رکھے ہوئے ہے اور دوسری سرزمین پر اسے فخر کرنے کا حق حاصل ہے وہ درج ذیل علمائے ربانیین علامہ غلام نقش بند گھوسوی ثم لکھنوی، حضور صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ مفتی حکیم امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) خیر الاذکیا علامہ غلام یزدانی اعظمی، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی، شارح بخاری فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی، سید المحدثین والمفسرین علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری فخر المحدثین علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ہیں جن کے علم کی نورانی کرنیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

انھیں علمائے ربانیین میں سے پیکر علم وحکمت حضور محدث کبیر الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ کی ذات گرامی ہے، آج یہ ذات بابرکات اپنے زریں کارناموں کے سبب پوری دنیا میں آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے بایں سبب عالم اسلام میں انھیں سلطان الاساتذہ، رئیس الاساتذہ، کثیر التلامذہ، ممتاز الفقہا، استاذ العلما، تاج الصوفیا ترجمان مسلک رضا، نائب صدر الشریعہ، رازی دوراں، غزالی جہاں، تاجدار اہل سنت، رہبر شریعت، پیر طریقت، ناشر ملت، قاطع شرک وبدعت، مفکر اسلام، نائب رسول

انام، قاضی اسلام، رئیس المناظرین، اجود المتکلمین، امام المدرسین، ممتاز المحدثین، محدث کبیر امیر المومنین فی الحدیث، نائب قاضی القضاۃ فی الہند وغیرہ جیسے القاب عالیہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

سوانح نگاری کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس میں ایسے افراد ضرور ملیں گے جن کی شخصیت کو ماننے والوں نے لکھ کر تاریخ کے دامن میں محفوظ کر دیا خود قرآن مقدس اٹھا کر دیکھ لیجئے سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی کی ولادت موت اور زندہ اٹھائے جانے کا تذکرہ کھلے لفظوں میں کیا ہے اور سوانح میں کچھ اسی طرح کی چیزوں کو ذکر کیا جاتا ہے یہ اور بات ہے جیسی ذات ہوتی ویسی ہی اس کی سوانح حیات مرتب کی جاتی ہے۔

چند سطور قبل حضور محدث کبیر کے جو القاب ذکر کئے گئے ان کی روشنی میں یہ بات بانگ دہل کہی جاسکتی ہے کہ:

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

اب اگر ایسی ذات بابرکات جس نے پوری زندگی دعوت وتبلیغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت میں گزار دی ہو پھر بھی آئندہ نسل اس محسن کے کارنامے سے نابلد رہے تو بہت بڑی ناانصافی ہوگی اسی انصاف پر مبنی جذبے نے حضرت مفتی محمد ابوالحسن صاحب قبلہ صدر شعبۂ افتا جامعہ امجدیہ رضویہ کو حضور محدث کبیر کی سوانح حیات لکھنے پر آمادہ کیا اور آں موصوف نے بڑی عرق ریزی سے اسکو پائے تکمیل تک پہنچایا، وہ دن دور نہیں جب سوانح نگار کی محنت رنگ لائے گی اور ان کی لکھی ہوئی یہ کتاب عوام وخواص میں مقبولیت اور استناد کا درجہ حاصل کرے گی۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اپنی اس کتاب میں بائیس ابواب ذکر کئے ہیں ان میں سے ہر باب بے مثل وبے مثال ہے اور حق موضوع کو بھرپور ادا کر رہا ہے۔

پہلا باب سلسلۂ نسب وپیکر

اس باب میں نام نامی، نسب گرامی، آپ کی جلوہ نمائی، القاب عالیہ کا تذکرہ بڑے ہی اچھوتے انداز میں کیا ہے، خصوصیت کے ساتھ حضرت کا وجود سراپا مسعود پیش کیا ہے تاکہ آئندہ نسل اسے پڑھے تو اسے یوں محسوس ہو کہ محدث کبیر ان کے درمیان جلوہ فرما ہیں۔

دوسرا باب وطن مالوف سے متعلق ہے:

اس باب میں وطن مالوف (گھوسی) کا محل وقوع گھوسی کی تاریخ اس کی قدامت گھوسی میں اسلام کا وجود اس سرزمین پر علما وفضلا اور مشائخ کا ورود مسعود اور اس قصبے کے خصائص پر تاریخی حیثیت سے جو سیر حاصل گفتگو کی ہے وہ لائق تحسین بھی ہے اور معلومات افزا بھی۔

تیسرا باب خاندان ذیشان:

اس باب میں حضور محدث کبیر کے خاندان کے امتیاز وخصائص کا بہت ہی عمدہ ذکر ہے پڑھ کر جہاں اردو ادب وزبان کا حسین سنگم محسوس ہوتا ہے وہیں پر یہ باب اپنے تمام تر گوشوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے نمونہ کے طور پر چند سطریں ملاحظہ فرمائیں۔

''مخدوم مکرم'' استاذ گرامی حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی کا خاندان خانوادۂ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ سے موسوم ومعروف ہے آپ کا یہ خانوادہ مغلیہ حکومت کے آخری عہد میں گھوسی آکر محلّہ کریم الدین پور کے اندر اقامت پذیر ہوا اور اس قصبہ کی اجتماعی تمدنی ومعاشرتی تہذیب صنعتی زندگی کا اہم جز ثابت ہوا یہاں اپنے وقت ورود ہی سے آج تک دینی فضل وکمال، علمی جاہ وجلال، حکمت لازوال، جودونوال میں گھوسی کے تمام مسلم خانوادوں پر فائق اور ممتاز وبے مثال ہے۔

بلکہ آج اسلامی پیغام رسانی، علمی دعوت وعملی سرگرمی کے اعتبار سے جو گھوسی کا دنیائے سنیت میں روشن نام ہے اس میں زیادہ تر اسی خانوادہ کا حصہ ہے اور مسلسل اس

کی شہرت و ناموری میں چار چاند لگا رہا ہے۔

چوتھا باب خاندانی حالات:

اس میں حضرت محدث کبیر دام ظلہ کے خاص سلسلۂ نسب کے بزرگوں مثلاً حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حکیم جمال الدین علیہ الرحمہ کے کچھ حالات ذکر کیے گئے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کے سلسلۂ نسب میں متعدد حضرات اصحاب کرامت بزرگ ہوئے ہیں جو نہایت پاکباز، سعادت شعار اور عمل و علم میں یکتائے روزگار تھے۔

پانچواں باب ننھالی خاندان:

سوانح نگار نے اس باب میں اس بات کو مبرہن کیا ہے کہ جس طرح سے آپ کا پدری اور جدی خانوادہ علم دین سے مزین اور آراستہ تھا اور ہے اسی طرح ننھالی خانوادہ بھی دینی و مذہبی اوصاف سے آراستہ و پیراستہ ہے اور مسلسل چار پشتوں سے خدمت دین متین میں مصروف ہے مثلاً آپ کے نانا عبداللطیف رشیدی اپنے وقت کے ایک عظیم الشان تقویٰ شعار عالم دین تھے۔

چھٹا باب سلسلہ ذکر والدین کریمین:

الابن یعرف بابویہ کے تحت اس باب میں حضور محدث کبیر کے والد بزرگوار حضور صدرالشریعہ کے حالات زندگی کی تفصیل ہے جسے پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صدرالشریعہ کی ذات ایک بحر ناپیدا کنار اور مختلف اوصاف حمیدہ کی حامل تھی نیز صدرالشریعہ صرف ایک فقیہ ہی نہ تھے:

بلکہ ایک نادر روزگار عالم دین، عظیم الشان مناظر، بے مثال مصنف، بافیض مدرس، انقلاب آفریں مقرر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ولی تھے۔

آگے چل کر حضور محدث کبیر کی والدہ مکرمہ پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔

ساتواں باب سلسلۂ تعلیم و تعلم:

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اس ساتویں باب میں حضور محدث کبیر کی تسمیہ خوانی

مکتبی تعلیم، پارۂ عم کے دوران پیش آمدہ حیرت انگیز واقعہ اس انداز میں پیش کیا ہے جیسے سوانح نگار کا خود کا مشاہدہ ہو اس کے بعد اپنے قلم کی جولانی اس طرف موڑ دی ہے کہ آپ کی ابتدائی عربی کی تعلیم کب اور کہاں اور کیسے ہوئی؟ محدث کبیر فیض العارفین کے ساتھ ناگپور کس طرح پہنچے؟ محدث کبیر حافظ ملت کی بارگاہ میں کس کے واسطے سے پہنچے؟ کس طرح سے علم دین حاصل کیا؟ اور اپنے اساتذہ کو کس حد تک مسرور کیا؟ نیز تربیت افتا اور فن تجوید سے آپ کا شغف اور لگاؤ کیسا تھا؟ پڑھ کر طبیعت باغ باغ ہو جاتی ہے۔

آٹھواں باب سلسلۂ ذکر اساتذہ و مشائخ:

حضور محدث کبیر کو اپنا چہیتا اور دلارا شاگرد بنایا ان میں سے ایک تو خود آپ کے والد گرامی حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ الشاہ امجد علی علیہ الرحمہ ہیں جن کے فیض نے محدث کبیر کو علمی دنیا میں ممتاز مقام عطا کیا وہ تین حضرات ہیں حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری، حضور حافظ ملت الشاہ عبدالعزیز مراد آبادی، اور حضور علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہم الرحمۃ والرضوان ہیں اس آٹھویں باب میں ان تین حضرات کی ولادت باسعادت تقویٰ شعاری، علمی فیضان تعلیم و تربیت، علمی جاہ وجلال عشق رسالت، دینی خدمت، خانوادۂ صدر الشریعہ سے لگاؤ، اور حضور محدث کبیر پر نظر کرم بڑے اچھے اور ادبی پیرائے میں ذکر کیا ہے نمونے کے طور پر چند سطریں اس باب کی ملاحظہ فرمائیں مفتی صاحب نے صدر الشریعہ سے حافظ ملت کا والہانہ لگاؤ بیان کرتے وقت تحریر فرمایا ہے:

”حضور حافظ ملت قدس سرہ کی شخصیت کی تعمیر میں یوں تو متعدد اساتذہ کی کاوشیں شامل ہیں مگر خصوصی طور پر جس ذات کی نشست و برخواست رفتار و گفتار، اصلاح وتقویٰ، علم وعرفان، اخلاص وعنایت تدریس وشفقت نے ان کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت ہیں جنہوں نے حافظ ملت کو

خزف سے کیمیا بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی‘‘

نواں باب سلسلۂ ذکر اولاد:

اولاد کا تذکرہ کرتے وقت سوانح نگار نے صرف یہ کہہ کر اپنا دامن جھاڑنے کی کوشش نہیں کی ہے کہ حضور محدث کبیر کے فلاں فلاں نام کے تین لڑکے ہیں بلکہ سوانح پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے جب اس باب تک پہنچے گا تو اسے یوں محسوس ہوگا کہ ذکر اولاد کے سلسلے میں جتنی باتیں عموماً ذکر کی جاتی ہیں اس سے کہیں زیادہ باتیں اس باب میں ذکر کی گئی ہیں مثلاً بڑے صاجزادے کا تذکرہ کرنے وقت ان کی تاریخ ولادت، مقام ولادت، تسمیہ خوانی، ابتدائی تعلیم، اعلیٰ تعلیم اساتذہ کرام، تدریس وخدمات اوراشاعتی خدمت کا بھرپور جائزہ لیا ہے حاصل یہ کہ کوئی بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا ہے اسی طرح بعد کے دونوں بیٹوں مفتی جمال مصطفیٰ صاحب (پرنسپل جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی) وحضرت مفتی عطاء المصطفیٰ صاحب قبلہ پاکستان کا تذکرہ بھی خوب سے خوب ہے: البتہ حضرت مولانا ابو یوسف محمد کا تذکرہ تحریر میں نہ آسکا۔

دسواں باب سلسلہ فضل وکمالات:

یہ مسلمات میں سے ہے کہ ایک مومن کامل کا کل اثاثہ اوراس کی ساری دولت عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیوں کہ ایک سچا عاشق جب اپنے گرد ونواح کا نظارہ کرتا ہے تو وہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے وہ ہم سب کے رسول نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں بنایا ہے لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ آپ ہی سے سب سے زیادہ الفت ومحبت کی جائے اور اپنے ایمان کو مکمل کیا جائے اس اعتبار سے حضور محدث کبیر کو دیکھا جائے تو وہ ایک سچے پکے عاشق رسول نظر آتے ہیں آپ کے عشق کے تعلق سے اس باب میں مفتی صاحب نے جو لکھا ہے واقعی معنی خیز اور موزوں نظر آتا ہے فرماتے ہیں عصر حاضر کے عبقری فقیہ وداعی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ العالیٰ کو عشق رسول کے حوالہ سے دیکھا جائے تو آپ عشق صادق

کی اعلیٰ منزل پر نظر آتے ہیں مذکورہ تحریر میں واقعی ایسی صداقت ہے جسے ہر صداقت پسند قدر کی نگاہ سے دیکھے گا اور جس کے دل میں کینہ ہے اس کی تو خیر بات الگ ہے۔

عشق رسول کے علاوہ اس باب میں خاص طور سے حضور محدث کبیر کی علمی جلالت کا بیان ہے جسے پڑھ کر واقعی محسوس ہوتا ہے کہ اپنے والد گرامی حضور صدر الشریعہ کے سچے جانشین ہیں آپ کی علمی جلالت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو چالیس علوم میں تبحر عطا فرمایا ہے جس پر ان کی علمی تقریریں، فقہی مجلسیں، تحقیقی تقریریں، تدریس شاہد عدل ہیں۔

گیارہواں باب محدثانہ عظمت و رفعت:

آپ کا امتیازی خصوصی فن فن حدیث ہے اس تعلق سے اس باب میں جو روشنی ڈالی گئی ہے اسے پڑھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ آپ صرف کہنے کے محدث کبیر نہیں ہیں بلکہ آپ واقعی محدث کبیر ہیں اور محدث کے لیے جتنی چیزیں درکار ہوتی ہیں وہ ساری چیزیں آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں آپ کی محدثانہ عظمت کو اجاگر کرتے وقت آپ کے شیوخ حضرات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور کچھ ایسے واقعات بھی ذکر ہوئے جو آپ کے محدث کبیر ہونے پر کھلم کھلا ثبوت ہیں خصوصیت کے ساتھ وہ واقعہ جو آپ کے ساتھ جنوبی ہند کے مشہور جامعہ مرکز الثقافہ میں پیش آیا تھا۔

بارہواں باب سلسلۂ درس و تدریس:

اس باب میں محدث کبیر کی تدریسی خدمات پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک مدرس کے لیے کم از کم سولہ اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے اور جب حضور محدث کبیر کی شخصیت کا جائزہ لیا جاتا ہے تو ان کے اندر یہ سارے اوصاف روز روشن کی طرح عیاں ہیں اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے سوانح نگار نے اس باب میں مختلف لوگوں کے معتبر اقوال کو جمع کیا ہے اور اپنے دعوے کو دلیل سے ثابت کیا ہے۔

تیرھواں باب قرطاس وقلم:

تحریر کی اہمیت وافادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ آج اگر کسی کو معلوم ہے تو بلاشبہہ وہ قلم کی دین ہے ورنہ اگر تحریر نہ ہوتی تو نہ جانے کتنے حقائق اور واقعات ماضی کی تہہ میں دفن ہو کے رہ جاتے اسی اہمیت کے پیش نظر محدث کبیر نے بھی تحریر پر توجہ فرمائی جس کا تفصیلی ذکر اس باب میں موجود ہے آپ کی تحریر کی پختگی پر مفتی صاحب نے جن تحریروں کو ذکر کیا ہے ان میں شرح ترمذی، رسالہ مشینی ذبیحہ اور حج سبسڈی سے متعلق ایک فکر انگیز مضمون خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

چودھواں باب سلسلۂ وعظ وخطاب:

اس میں شک نہیں ہے کہ وعظ وخطاب کا اثر ایک نا قابل انکار حقیقت ہے تقریر کے ذریعہ بڑے بڑے معرکے سر ہوئے ہیں مگر تقریر کی اثر نوازی اس وقت بڑھتی ہے جب واعظ وعظ کے شرائط کی رعایت کرے مفتی صاحب نے اجمالی طور پر ۱۵ر شرطوں کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے اور تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ محدث کبیر جب تقریر کے لیے رونق اسٹیج ہوتے ہیں تو اس وقت آپ ان شرطوں کی بھرپور رعایت کرتے ہیں جس کے سبب آپ کی تقریر میں اور خطباکے بالمقابل نمایاں اوصاف وخصائص پائے جاتے ہیں مزید یہ تحریر فرمایا ہے کہ جب سے آپ نے تقریر شروع کی ہے تب سے لے کر حال تک اس کے دوررس نتائج محسوس کیے جاتے ہیں اس باب کے اختتام پر تحریر فرماتے ہیں المختصر حضرت محدث کبیر فن خطابت کے بادشاہ اور تاجور معلوم ہوتے ہیں ہر موضع پر ہمہ وقت جامع ومدلل فکر انگیز خطاب پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں سیکڑوں تقریریں انٹرنیٹ پر موجود ہیں جو اہل ذوق کی نگاہ پرشوق کی منتظر ہیں باب کے اخیر میں دو اہم تقریریں بطور نمونہ کے پیش کی ہیں۔

پندرھواں باب سلسلہ بحث ومناظرہ:

اس باب میں سوانح نگار نے سب سے پہلے مناظر کی اہمیت مختصر مگر جامع الفاظ

میں بیان فرمائی ہے پھر یہ بھی بیان کیا ہے کہ مناظرہ دنیائے علم وفن میں سب سے مشکل تر دشوارتر ہے اس کے بعد اصول مناظرہ کی مشہور کتاب مناظرہ رشیدیہ کی روشنی میں تحریر فرمایا کہ مناظر کو کن کن باتوں سے پرہیز لازم ہے اور کن کن اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے اس کے بعد حضور محدث کبیر کی مناظرانہ صلاحیتوں کو بڑے ہی اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے اور محدث کبیر نے اپنے دور میں اب تک جتنے مناظرے کیے ہیں سب پر سیر حاصل گفتگو کی ہے کہیں کہیں بحسب ضرورت روداد مناظرہ کے اہم اقتباس کو بھی نقل فرمایا تاکہ سوانح پڑھنے والے کو حق الیقین حاصل ہو جائے کہ آپ اپنے وقت کے ایک محدث ہی نہیں بلکہ رئیس المناظرین بھی ہیں۔

سولہواں باب سلسلۂ نقد ومباحثہ:

اس باب میں مفتی صاحب نے یہ ذکر کیا ہے کہ کسی بھی شرعی اور فقہی موضوع پر بحث، جرح، نقد وکلام کرنا کس قدر دشوار ہے محتاج بیان نہیں اس کے لیے کس قدر علمی استحضار قوت تکلم، احاطہ موضوع، روشن ذہنی، دقت نظری، زرف نگاہی استعداد کامل کی ضرورت ہے ارباب دانش بخوبی سمجھتے ہیں مگر حضور محدث کبیر کو جب ہم میدان نقد ومباحثہ میں دیکھتے ہیں تو آپ اس میدان کے ایک ماہر شہ سوار نظر آتے ہیں اب تک آپ نے بیشمار مجلس شرعی وغیرہ کے سیمناروں میں شرکت کی ہے مباحثہ میں آپ نے ایسے افادات فرمائے ہیں جو آئندہ نسل کے لیے مشعل راہ ہے۔

سترہواں باب سلسلہ فقہ وافتا:

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مفتی کو کم از کم دس اوصاف حمیدہ سے متصف ہونا ضروری ہے مثلاً سوال کو کماحقہ سمجھنا، سوال کے لب ولہجہ، سیاق وسباق سے جان لینا کہ سائل کا منشا کیا ہے، یہ سب سے اہم کام ہے، مفتی مخلص ہو، انتہائی ذہین ہو، وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لیے سوانح کا صفحہ ۴۶۳ ملاحظہ ہو۔

اس کسوٹی پر حضور محدث کبیر کی ذات گرامی سو فیصد اترتی ہے بلکہ آپ ارباب فقہ وافتا کے ایک عظیم الشان سالار ہیں حضرت مفتی صاحب نے اس دعوے کو کئی فتووں اور مسئلوں سے ثابت فرمایا ہے۔

اٹھارہواں باب سلسلہ حکم وقضا:

مذہب اسلام میں کچھ مسائل ایسے ہیں جن کے لیے زبانی یا تحریری جواب کافی ہوتا ہے، مثلاً نکاح، طلاق، میراث وغیرہ کے مسائل، یہ کام مفتی انجام دیتا ہے، مگر کچھ امور ہیں جن کے لیے حکم وقضا کی ضرورت پڑتی ہے، مثلاً فریقین کے درمیان صلح کرانا، امام مقرر کرنا، فسخ نکاح، ثبوت ہلال وغیرہ ان مسائل کو قاضی اسلام اسلامی دستور کی روشنی میں حل کرتا ہے اسلامی حکومتوں میں سلطان اسلام ہی قاضی مقرر کرتا ہے اور جہاں سلطان اسلام نہیں تو اس تعلق سے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''جہاں سلطنت اسلام نہیں ہے وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے''۔

(فتاوی رضویہ ج ۳/ ص ۲۰۵، بحوالہ سوانح)

اسی باب میں مفتی صاحب نے اپنی تحریر سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ صرف قاضی نہیں بلکہ آپ نائب قاضی القضاۃ فی الہند ہیں اور اپنے اس دعوے کی تصدیق کے لیے دانشوروں کی اس عظیم مجلس کا ذکر کیا ہے جس میں سیکڑوں علما، فضلا، مشائخ اور ہزاروں عوام کی موجودگی میں حضور تاج الشریعہ کو پورے ہندوستان کا قاضی القضاۃ تسلیم کیا گیا بعدہ فوراً تاج الشریعہ نے حضور محدث کبیر کے نائب قاضی اسلام ہونے کا اعلان فرمایا۔

انیسواں باب سلسلہ تاسیس مدارس:

مدارس کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے آج کے دور پرفتن میں لوگوں میں ذہنی مزاج قائم کرنا بدمذہبیت سے لوگوں کو واقف کرانا اور انھیں اس سے بچنے کی ترغیب دینا لوگوں کے عقائد کی حفاظت کرنا، مدارس کے دم قدم سے ہیں، جس کی وجہ سے بہت

سارے مدارس وجود میں آئے اور آج ان کے ذریعہ سے دین کا اجالا ہر سو پھیل رہا ہے مدارس تو محدث کبیر نے بہت سے قائم کیے لیکن سب سے زیادہ شہرت یافتہ اور کامیاب حضور صدر الشریعہ کے مزار پر انوار کے جوار میں قائم شدہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ ہے جو دو شخصیتوں کی یادگار بھی اور دین کا ایک مضبوط قلعہ بھی ہے، حضرت مفتی صاحب نے طیبۃ العلما کا تعارف پیش کرتے وقت اس باب میں طیبۃ العلما کے بنیادی مقاصد، طیبۃ العلما کے اخلاقی اور تربیتی اصول، طیبۃ العلما کے تعلیمی شعبے، طیبۃ العلما کی علمی سرگرمیاں، طیبۃ العلما کے ملحقات ومشمولات اور طیبۃ العلما کی شاخوں پر بھر پور روشنی ڈالی ہے پھر اس بات کے اختتام پر دختران اسلام کے مشہور ادارہ کلیۃ البنات الامجدیہ پر اس طرح سے روشنی ڈالی ہے کہ کوئی بھی گوشہ تشنہ بیان نہ رہا۔

بیسواں باب سلسلہ تاسیس مساجد:

اس باب میں حضور محدث کبیر کو موسس مساجد کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ کی ذات مقبول ترین ذات ہے کیوں کہ مساجد کی تاسیس کے وقت یہی تصور ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ سے بزرگ آدمی بنیاد رکھے، الحمد للہ محدث کبیر ہندوستان ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی آپ نے مساجد کی بنیاد رکھی ہے، اور آج آپ اس کی سربراہی فرماتے ہیں جس میں آپ کی قائم کردہ مساجد میں سب سے مشہور مسجد امجدی رضوی مسجد ہے جس کی بنیاد اپنے مقدس ہاتھوں ۲۰۰۳ء میں رکھی جس کی تعمیر ابھی بھی جاری ہے مولیٰ تعالیٰ حضرت والا تبارک کی زندگی میں اس کی تعمیر مکمل فرمائے آمین۔

اکیسواں باب سلسلہ خدمت اشرفیہ مبارکپور:

حضور محدث کبیر نے اپنی پوری زندگی دین متین کی خدمت کے لیے وقف کردی آپ کی دینی خدمات تو بے شمار ہیں لیکن انھیں خدمات میں سے جامعہ اشرفیہ کی خدمت ہے جو اور خدمات کے مقابل بہت ہی روشن اور درخشاں ہے، حضرت مفتی صاحب نے

اس باب میں آپ کا تعارف کئی حیثیتوں سے کرایا ہے کبھی اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث تو کبھی اشرفیہ کے شیخ الحدیث اور کبھی اشرفیہ کے صدر المدرسین کی حیثیت سے اس کے علاوہ آپ کے دور میں اشرفیہ کی تعمیر وترقی ودیگر گوشوں پر بھی بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

بائیسواں باب سلسلہ ذکر برادران وخواہران:

اس باب میں حضور محدث کبیر کے بھائیوں اور بہنوں کی حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

آخری باب تاثرات علمائے اسلام:

اس باب میں ذی استعداد نامور علمائے کرام کے تاثرات پیش کیے گئے ہیں، جس سے کتاب مستطاب کے حسن میں چار چاند لگ گیا ہے، پھر چند سطریں ناچیز نے لکھی ہیں جن سے محدث کبیر کی ذات کا اندازہ لگانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا، لہٰذا ان کی پوری حقیقت جاننے کے لیے سوانح کا ورق پلٹیے اور پڑھ کر محدث کبیر کی عقیدت میں اضافہ کیجیے اور سوانح نگار کے زور قلم کا جلوہ بھی دیکھیے۔

فقط

عبدالمبین خان مصباحی
استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

سلسلۂ نسب وپیکر

نام نامی: محمد واحد علی عرف ضیاء المصطفیٰ قادری

نسب گرامی: (محدث کبیر علامہ) ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی بن فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی بن مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین علیہم الرحمۃ والرضوان۔

جلوہ نمائی: محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ ۲ رشوال المکرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۷ راکتوبر ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء بروز یکشنبہ کاشانۂ امجدی میں جلوہ بار ہوئے۔

القاب عالیہ: سلطان الاساتذہ، رئیس الاساتذہ، کثیر التلامذہ، ممتاز الفقہا، استاذ العلما، تاج الصوفیا، ترجمان مسلک رضا، نائب صدر الشریعہ، رازی دوراں، غزالی جہاں، تاجدار اہل سنت، رہبر شریعت، پیر طریقت، ناشر ملت، قاطع بدعت، مفکر اسلام، نائب رسول انام، قاضی اسلام رئیس المناظرین، اوجود المتکلمین، امام المدرسین، ممتاز المحدثین، محدث کبیر، امیر المومنین فی الحدیث، نائب قاضی القضاۃ فی الہند وغیرہ۔

(سراپا)

قد: درمیانہ جو پیکر خیر وباوجاہت ہونے پر غماز۔

رنگ: گندم گوں، مائل بہ عنبر نورانیت ظاہر وعیاں۔

سر: گول، مناسب بڑا، روشن فکر ودماغ کا خزانہ، مرکز عمامہ۔

پیشانی: کشادہ، فراخ صبح سعادت کی آئینہ دار۔

پلکیں: سیاہ، گھنی، اخلاقِ حسن کا پیکر۔

آنکھیں: مناسب بڑی بڑی، رنگین مرقع جمال جن میں جاذبیت اور شرم وحیا کے ساتھ سمندر کا سا گہرا سکوت۔

ناک: معتدل دراز، قدرے اٹھی ہوئی۔

رخسار: چہرہ گداز بھرے ہوئے گال، ابھری ہوئی نورافشاں۔

ہونٹ: چھوٹے اور پتلے رعنائی جمال کے پیکر تبسم ریز۔

دانت: سفید مگر پان کی سرخی آمیز۔

چہرہ: گول، ہلکی سی لمبائی لیے ہوئے، نورانی۔

داڑھی: قدر سنت دراز، سیاہ وسفید بالوں کی حسین سنگم، زیادہ گھنی نہیں۔

مونچھ: پست، موافق سنت۔

سینہ: کشادہ، علم وفضل کا خزینہ۔

ہاتھ: دراز، نوالِ آثار۔

پیٹ: سپاٹ، سینہ کے برابر۔

کمر: مناسب وموزوں۔

ہتھیلیاں: کشادہ، پرگوشت۔

شانے: استوار وہموار۔

بازو: گوشت سے بھرے ہوئے مضبوط۔

انگلیاں: موزوں، دراز، مضبوط۔

گردن: معتدل، درازی اور گولائی لیے ہوئے، تواضع سے جھکی ہوئی۔

بدن: چھریرا، سڈول، ہلکا پھلکا۔

(لباس)

عمامہ: ہلکے کپڑے کا، رنگ مختلف، زیادہ تر بادامی۔

ٹوپی: دو پلی، سفید سوتی کپڑے کی۔

کرتا: سوتی کپڑے کا، دراز، رنگ سفید اکثر۔

بنیائن: آرام بخش، سفید رنگ، خالص سوتی کی۔

جبہ: حسب موسم سرد گرم ہلکے اور موٹے کپڑے کا، رنگ مختلف۔

شیروانی: مختلف رنگ کی، موٹے کپڑے کی۔

پاجامہ: چوڑا، رنگ سفید، سوتی کا۔

موزے: عموماً سفید رنگ کے۔

دستی ورومال: چہرہ، داڑھی صاف کرنے کے لیے۔

آپ اپنے مذکورہ تشخص کے ساتھ ہاتھوں میں عصائے ہدایت لیے عالمگیر پیمانے پر علمی ضیاباری، مسلکی ترجمانی، قومی رہنمائی، درسی چمن آرائی، ملی پاسبانی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

وطن مالوف: حضرت محدث کبیر دام ظلہ کے وطن ومولد کا نام قصبہ گھوسی ہے یہ صوبہ اتر پردیش وعلاقہ اودھ کے ضلع مئو کے زیر انتظام ہے صدیوں سے علما، فضلا، عرفا، صلحا، ادبا، خطبا، شعرا، اولیا، صوفیا، مشائخ وارباب کمال کا گہوارہ ہے۔

جائے وقوع نہایت خوشگوار ہے، اس کی جغرافیائی تحدید عصر حاضر کے عظیم مؤرخ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"گھوسی دریائے گھاگھرا اور دریائے ٹونس کے دو آبہ میں ایک ہموار اور سرسبز وشاداب زرخیز مقام ہے جس کے شمال میں تقریباً اٹھارہ کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے

گھا گھرا بہتا ہے ۔ اور اس کے جنوبی کنارے پر قدیم تجارتی قصبہ ''دوہری گھاٹ'' آباد ہے جہاں ساحل پر مغل دور کی ایک شاندار شاہی مسجد موجود ہے۔ جنوب میں تقریباً بیس کلومیٹر کی دوری پر ٹونس ندی بہتی ہے ۔ جس کے کنارے ضلع کا صدر مقام قدیم شہر ''مئوناتھ بھنجن'' آباد ہے۔ جسے کپڑوں کی صنعت اور تجارت میں ہندوستان گیر شہرت حاصل ہے ۔گھوسی کی حدود اربعہ شمال میں آٹھ کلو میٹر کے فاصلہ پر ''املا'' جنوب میں دس کلومیٹر کے فاصلہ پر ''کوپا گنج'' مغرب میں دس کلومیٹر کی دوری پر ''ندوہ سرائے'' اور مشرق میں آٹھ کلومیٹر کی دوری پر ''سپاہ ابراہیم آباد'' آباد ہے۔

قصبہ گھوسی کا طول البلد شرقی ۸۳/ درجہ ۳۵/ دقیقہ عرض البلد شمالی ۲۶/ درجہ ۷/ دقیقہ ہے۔ گھوسی سے شیر شاہ سوری کی بنوائی ہوئی سڑک بھی گزرتی ہے، جو گورکھپور سے گھوسی ،مئو، غازیپور ہوتے ہوئے بنارس میں گرانٹرنک روڈ (شیر شاہ سوری مارگ از سونار گاؤں کلکتہ تا پشاور) سے ملتی ہے ۔ اس سڑک کے متوازی اندارا ، دوہری گھاٹ ریلوے لائن بھی گھوسی سے گزرتی ہے، جس پر تقریباً ۱۹۰۳ء سے ریل گاڑی کی آمدورفت جاری ہے''۔

(معارف شارح بخاری)

☆☆☆☆☆☆

گھوسی کی تاریخ

ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی اس کی تاریخ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ ستیہ جگ میں اجودھیا کے سوریہ ونشی راجاؤں کے خاندان کا ایک راجہ نہش گزرا ہے جس نے گھوسی آباد کیا اور یہاں کوٹ بنوایا اور اپنے نام پر اس شہر کا نام نہش نگری یا نہوشی رکھا جو بعد میں گھوسی ہو گیا (معارف شارح بخاری)

گھوسی کی قدامت

یہ قصبہ نہایت قدیم ہے ابتدا کا کوئی سراغ نہیں ہے البتہ آثار اس کی قدامت کا پتہ دیتے ہیں، آج تک درج ذیل ریاستوں اور ضلعوں کے زیر انتظام رہا۔

صوبہ اودھ: ۶۰۳ھ مطابق ۱۲۰۶ء تا ۷۷۲ھ مطابق ۱۳۷۰ء
(غلام خلجی، تغلق بادشاہوں کے عہد میں)

جونپور کے ماتحت: ۷۹۶ھ مطابق ۱۳۹۳ء تا ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء
(شرقی، لودھی، مغل سلاطین کے عہد میں)

اودھ کے ماتحت ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء تا ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء
(نوابان اودھ کے دور میں)

ضلع گورکھپور کے ماتحت ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء تا ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء
(برطانوی دور اقتدار میں)

ضلع غازیپور کے ماتحت ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء تا ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء
(" " ")

ضلع اعظم گڑھ کے ماتحت ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء تا ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۷ء

(برطانوی دور اقتدار میں)

ضلع اعظم گڑھ کے ماتحت ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء تا ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء

(آزاد ہندوستان میں)

ضلع مئو کے تحت ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء تا حال ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء

(آزاد ہندوستان میں)

(ملاحظہ ہو معارف شارح بخاری ص ۷۲)

گھوسی میں اسلام کا وجود

حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رفقائے سفر کے ذریعہ پانچویں صدی ہجری مطابق گیارہویں صدی عیسوی کے اندر یہاں اسلام آیا بعض تذکروں کے مطابق حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر لیکر غزنی سے دلی، میرٹھ، قنوج میں تبلیغ اسلام اور جہاد کرتے ہوئے ستر کھ ضلع بارہ بنکی فروکش ہوئے اور اس کو اپنا صدر مقام بنا کر رفقائے سفر کو مختلف علاقوں میں بھیجا، ان کے رفقا میں حضرت سالار ملک طاہر بھی تھے جو اپنے ساتھ ملک قاسم، ملک شدنی اور دیگر مجاہدین کو لیکر مئو آئے اور اطراف و جوانب میں تبلیغ دین شروع کی قصبہ گھوسی بھی وہ لوگ آئے اس پر دلیل یہ ہے کہ گھوسی میں چند مزارات ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آنے والوں میں سے تھے۔

پھر سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان فیروز شاہ تغلق کے پیہم فتوحات اور معارف پروری، علما نوازی کی برکتوں سے جونپور اور اس کے ماتحت علاقوں میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اس تقدیر پر یہ قصبہ نو سو سال سے اہل اسلام کے وجود مسعود سے مشک بار ہے۔

علماء ومشائخ کا ورود: تحقیق وریسرچ سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ گھوسی اور قرب وجوار میں علما وفضلا اور مسلم خانوادے باہر سے آکر فروکش ہوئے اس طرح یہاں اسلام کا غلبہ ہوا شاہ تغلق نے ۲ےےھ یعنی آٹھوں صدی ہجری میں اپنے مشرقی مقبوضات پر نگاہ رکھنے کے لیے جونپور شہر آباد کیا ایک قلعہ بھی تعمیر کرایا پھر وہاں امرا وعمال کے ساتھ علما وفضلا کی ایک بڑی جماعت بھی بسائی اس عہد میں یہاں علما کی آمد کا آغاز ہوا۔

کچھ عرصہ بعد دہلی کے تغلق حکومت انتشار کی شکار ہوگئی اس لیے کہ سلطان الشرق خواجہ ملک سرور نے ۹۶ےھ میں جونپور کے اندر خود مختار شرقی سلطنت قائم کرلی اس کے لائق فرمانرواؤں کی علما نوازی، معارف پروری جذبۂ اشاعت اسلام نے جونپور کو رشک شیراز بنادیا، عرب وعجم کے ہزاروں علما، فضلا، صوفیا کی آمد اور ان کی علمی وروحانی سرگرمیوں سے پورا علاقہ جونپور انوار علم وآگہی سے منور ومعمور ہوگیا طبقات اکبری میں ہے:

> ''جو علما ومشائخ آشوب جہاں سے پریشان خاطر تھے جونپور آگئے جو اس وقت دارالامان تھا، دارالسلطنت جونپور علما کی آمد سے دارالعلوم بن گیا''۔ (ص ۵۲۹)

اس کے عہد میں خواجہ بہاء الدین نقشبند (متوفی ۷۹۱ھ) کے خلیفہ ومعاصر فاضل جلیل فقیہ بے عدیل حضرت علامہ محمد حسین عثمانی اصفہانی علیہ الرحمہ اصفہان سے لاہور دہلی جونپور ہوتے ہوئے گھوسی تشریف لائے اور بساط علم بچھائی اور آپ کا خاندان بھی گھوسی میں رہائش پذیر ہوکر ترویج اسلام میں مصروف ہوا۔ آپ ہی کے خاندان کے مولانا احمد بن ضیاء الدین علیہ الرحمہ کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجے میں ''اسنا بزرگ مانک پور اسنا خورد'' کے باشندے اجتماعی طور پر ان کے دست حق پرست پہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور انہیں کے نام پر اسنا بزرگ کا نام بدل کر

احمد پور بسنا رکھ لیا اہل گھوسی کے لیے یہ خاندان بڑا مبارک ثابت ہوا اس خانوادے میں کئی متبحر عالم وفقیہ ہوئے۔ چنانچہ قاضی حبیب اللہ صاحب اسی خاندان سے تھے، عظیم فقیہ وادیب تھے اپنے زمانے میں وہ گھوسی کے اندر قاضی ومنصف کے عہدے پر فائز تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت شیخ عطاء اللہ بھی علم ظاہر وباطن کے رمز آشنا تھے یہ فاضل شہیر ملا محمود بھیروی جونپوری (م ۱۰۶۲ھ) کے خصوصی شاگرد اور حضرت شاہ عبدالقدوس جونپوری کے مرید تھے اور حضرت مولانا شیخ عطاء اللہ علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت شیخ غلام نقشبند نادر روزگار عالم ہوئے ان کا فیض علم پورے ملک میں عام ہوا، یہ ۱۹/ذی الحجہ میں ۱۰۵۲ھ کو بمقام گھوسی پیدا ہوئے۔

حضرت علامہ ملا نظام الدین جن کے نام سے آج پوری دنیا کے مدارس میں درس نظامی رائج ہے وہ آپ ہی کے شاگرد رشید تھے۔

غرض حضرت مفتی محمد حسین اصفہانی علیہ الرحمہ اور ان کے خانوادے نے اپنے عہد میں گھوسی کو معاشرتی، سماجی، دینی، مذہبی، علمی، عملی طور پر عروج آشنا کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

البتہ حضرت مولانا شیخ عطاء اللہ علیہ الرحمہ اواخر عمر میں لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ اور وہیں ۵/ربیع الثانی ۱۰۶۳ھ کو وصال فرمایا (نزہۃ الخواطر ج ۵/۲۷۴)

اس طرح اس خانوادے کا سحاب فیض گھوسی سے لکھنؤ کی طرف مبذول و منتقل ہو گیا۔

اس کے بعد اس سرزمین پر بہت سے علمی و دینی خانوادے آئے۔ ان میں سب سے زیادہ جو خاندان ممتاز اور قابل فخر وذکر ہے اور جس سے علم وفضل، ایمان وعمل کا اجالا پھیلا وہ حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کا خاندان ہے، قرائن کے مطابق مغلوں کے آخری دور میں اہل وطن کی چیرہ دستی سے تنگ ہو کر یہ خاندان

''نواپار'' گورکھپور کو خیر آباد کہہ کر گھوسی پہونچا اور اقامت پذیر ہو گیا یہ خانوادہ مقامی اور باہر سے آنے والے تمام خانوادوں پر علم وفضل میں تفوق کا حامل رہا اور بے پایاں بابرکت ثابت ہوا آج تنہا یہ خاندان علما، فضلا کا عظیم الشان گلستاں ہے، یہی وہ خانوادہ ہے جس میں فن طب کے تاجدار، فقہ وحدیث کے شہسوار، علوم ومعارف کے بحر بے کنار، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت قدس سرہ۔ خیر الاذکیا، علامہ غلام یزدانی شیخ العلما، علامہ غلام جیلانی، مفسر قرآن حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری قدست اسرار ہم جلوہ نما ہوئے اور ممتاز الفقہاء، سلطان الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی رونما ہو کر فکر وادب کی روشنی سے اہل عالم کو مستنیر فرما رہے ہیں فقہ وحدیث کی خوشبو سے اہل سنت کو مشکبار بنا رہے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ سے پہلے یہاں معدودے چند علما پائے جاتے رہے مگر صدر الشریعہ کے وجود مسعود سے زبردست انقلاب برپا ہوا علم وفضل کا دور دورہ ہو گیا، گھوسی کی زمین علم وعلماء سے لہلہا اٹھی، باغ وبہار بن گئی بلکہ اب تو رشک شرق وبغداد ہو چکی ہے۔

خصائص: قصبہ گھوسی متعدد خصائص وامتیازات کا حامل ہے

(۱) نہایت قدیم اور تاریخی قصبہ ہے۔

(۲) مختلف مکاتب فکر کے باشندوں سے آباد ہے۔

(۳) سنی خوش عقیدہ مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

(۴) صدیوں سے یہ سرزمین اولیائے کرام کے وجود سے بہرہ ور ہے۔

چنانچہ حضرت خواجہ محمود بیرنگ بلالی رحمۃ اللہ علیہ لودھیوں یا مغلوں کے ابتدائی دور اقتدار میں ایک باکرامت ولی گزرے ہیں۔ ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ زمانہ قدیم سے خواجہ صاحب کے عہد تک چھوٹی سرجو (ندی) کوٹ کے قریب سے بہتی

تھی برسات کے ایام میں جس کی طغیانی سے گھوسی کا یہ علاقہ زیرآب رہتا تھا۔ فصلیں تباہ ہوتیں، مکانات منہدم ہوتے، جانیں ضائع جاتیں۔

ایک سال جب سیلاب شباب پرتھادریانے اچانک اپنارخ آبادی کی طرف موڑنا شروع کردیا۔قریب تھا کہ ساری آبادی غرقاب ہو جائے۔حضرت خواجہ صاحب کوجلال آیا اپنا عصا لے کرندی کے کنارے پہونچے ،اور پانی پرضرب لگا تے ہوئے فرمایا،،اے گنگیا تو ادھر کہاں آرہی ہے؟اب بھلائی اسی میں ہے کہ اپنا رخ موڑ لےاور جوار گھوسی کوترک کردے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیلاب ختم ہوگیا اورندی نے اپنارخ بدل دیا اورگھوسی سے تقریباچارکلومیٹر دوری پرایک نہر کی شکل میں بہنےلگی ندی کے رخ موڑنے کے بعد سے آج تک گھوسی سیلاب سے محفوظ و مامون ہے۔

حضرت خواجہ صاحب موصوف کا مزار گھوسی کے ایک قدیم قبرستان میں آج بھی زیارت گاہ خلائق ہے۔(معارف شارح بخاری ص ۷۷)

(۵) شرقی سلاطین کے ابتدائی دور کے ہی علمائے اسلام کے وجود مسعود سے مالا مال ہے تیرہویں صدی ہجری کے اس سرزمین کے ممتاز علما ،فضلا ،فقہا کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد حسین عثمانی اصفہانی علیہ الرحمہ۔

(۲) حضرت مولانا احمد بن ضیاءالدین علیہ الرحمہ۔

(۳) حضرت مولانا مفتی قاضی حبیب اللہ علیہ الرحمہ۔

(۴) حضرت مولانا شیخ عطاءاللہ علیہ الرحمہ۔

(۵) حضرت مولانا شیخ غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی علیہ الرحمہ۔

(۶) حضرت مولانا خدابخش علیہ الرحمہ۔

(۷) حضرت مولانا خیرالدین صاحب علیہ الرحمہ۔

(۸) حضرت مولانا حکیم جمال الدین علیہ الرحمہ۔

(۹) حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمہ۔

(۱۰) حضرت مولانا سلامت اللہ گھوسوی ثم رامپوری علیہ الرحمہ۔

آخرالذکر حکیم جمال الدین والد صدرالشریعہ کے تلمیذ رشید تھے یہ ملا محب اللہ بہاری کے معاصر تھے۔ گھوسی بڑا گاؤں کے اصل باشندہ تھے مگر رامپور میں بود و باش اختیار کرلی تھی اس لیے رامپوری سے مشہور ہوئے، ایک بار فقیہ اعظم صدرالشریعہ علیہ الرحمہ ان سے ملنے رامپور قدم رنجہ ہوئے علامہ سلامت اللہ رامپوری نے صدرالشریعہ کو بڑے اعزاز کے ساتھ اپنے مسند پر بٹھایا اور فرمایا آپ میرے استاذ کے صاحبزادے ہیں۔

اور چودھویں صدی ہجری کے نابغہ، شہنشاہ تدریس، فقیہ اعظم صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات سے علم وفضل کے سوتے پھوٹ پڑے، ان کے خاندان کے ساتھ گھوسی کے دوسرے خاندانوں میں بھی فکر وادب کے تاجدار، درس وتدریس، تبلیغ وارشاد، دعوت وہدایت کے علم بردار پیدا ہوئے۔

چند نام یہ ہیں

(۱) حضرت مولانا نذیر احمد برکاتی خلیفہ حضور وارث الاکابر سید السالکین حضرت مولانا سید ابوالحسین نوری میاں قادری برکاتی مارہروی قدس سرہما۔

(۲) ولی کامل حضرت مولانا یعقوب گھوسوی علیہ الرحمہ۔

(۳) شیخ العلما حضرت مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ۔

(۴) خیر الاذکیا حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ۔

(۵) حضرت مولانا قاری محمد عثمان مصنف مصباح التجوید علیہ الرحمہ۔

(۶) حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ شہزادۂ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ۔

(۷) حضرت مولانا محمد یحییٰ شہزادۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ۔

(۸) حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ شہزادۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ۔

(۹) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری شہزادۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ۔

(۱۰) حضرت مولانا عبد الستار امجدی علیہ الرحمہ۔

(۱۱) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۱۲) حضرت مولانا سمیع اللہ امجدی علیہ الرحمہ۔

(۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔

(۱۴) حضرت مولانا محمد سالم صاحب علیہ الرحمہ۔

(۱۵) حضرت مولانا مفتی عبد الوکیل علیہ الرحمہ۔

(۱۶) حضرت مولانا مفتی ثناء المصطفیٰ شہزادۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ۔

(۱۷) حضرت مولانا غلام ربانی فائق اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۱۸) حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرحمٰن۔

(۱۹) حضرت مولانا عبد الشکور اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۲۰) حضرت مولانا خلیق اعظمی علیہ الرحمہ۔

اور عصر حاضر کے چند نامور، ممتاز علما و فضلا کے نام بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) ممتاز الفقہا، محدث کبیر، شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ شاہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ العالی، سربراہ اعلیٰ جامعہ امجدیہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی۔

(۲) حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ دار العلوم امجدیہ ناگپور مہاراشٹر۔

(۳) حضرت علامہ قاری رضاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری شہزادۂ صدر الشریعہ، خطیب و امام نیو میمن مسجد، کراچی، پاکستان۔

(۴) حضرت علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ قادری شہزادۂ صدر الشریعہ شیخ الحدیث

جامعۃ الرضا بریلی شریف۔

(۵) حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری شہزادۂ صدر الشریعہ سابق استاذ دار العلوم شمس العلوم، گھوسی۔

(۶) حضرت علامہ مفتی محمود اختر قادری صدر مفتی، امجدی رضوی دار الافتا ممبئی۔

(۷) حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی استاذ دار العلوم شمس العلوم، گھوسی مئو۔

(۸) مفکر اسلام مولانا بدر عالم صاحب بدر القادری مصباحی، دی ہیگ (ہالینڈ) صدر اسلامک اکیڈمی ہالینڈ، بانی مدرسہ رضویہ بدر العلوم، گھوسی۔

(۹) حضرت مولانا فروغ احمد صاحب قادری مصباحی صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔

(۱۰) حضرت علامہ رضوان احمد شریفی سربراہ اعلیٰ جامعہ برکاتیہ برکاتی روڈ، برکات نگر گھوسی۔

(۱۱) حضرت مولانا فخر الدین صاحب نظامی سابق صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم محمد آباد، مئو۔

(۱۲) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم انصاری استاذ جامعہ غوثیہ تیغیہ رسول آباد، سلطانپور۔

(۱۳) حضرت مولانا غلام خیر البشر صاحب محلّہ کریم الدین پور گھوسی۔

(۱۴) حضرت مولانا ندیم صاحب کریم الدین پور، گھوسی۔

(۱۵) حضرت مولانا مفتی بلال صاحب بڑا گاؤں، گھوسی۔

(۱۶) حضرت مولانا وصی احمد صاحب استاذ دار العلوم شمس العلوم، گھوسی۔

(۱۷) حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری استاذ جامعہ امجدیہ، گھوسی وارد حال امریکہ۔

(۱۸) حضرت مولانا قمر الدین اشرفی، بگہی، گھوسی، مئو۔

(۱۹) حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری، شہزادۂ محدث کبیر، ناظم اعلیٰ

جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی۔

(۲۰) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری، شہزادۂ محدث کبیر صدر المدرسین طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔

(۲۱) حضرت مولانا مفتی عطاء المصطفیٰ شہزادۂ محدث کبیر استاذ دار العلوم امجدیہ کراچی پاکستان۔

(۲۲) حضرت مولانا شاہد رضا قادری استاذ مدرسہ ضیاء العلوم ادری، مئو۔

(۲۳) حضرت مولانا اختر کمال صاحب قادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۲۴) حضرت مولانا حمید الحق صاحب مصباحی، ہرارے، زمبابوے۔

(۲۵) حضرت مولانا احمد رضا صاحب استاذ مدرسہ فیض العلوم محمد آباد، مئو۔

(۲۶) حضرت مولانا نعمان صاحب اعظمی ازہری، محلّہ کریم الدین پور، گھوسی۔

(۲۷) حضرت مولانا وصال احمد اعظمی استاذ تبلیغیہ، رسول آباد۔

(۲۸) حضرت مولانا سیف الدین صاحب استاذ دار العلوم شمس العلوم، گھوسی۔

(۲۹) حضرت مولانا نثار احمد صاحب استاذ مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ، بستی۔

(۳۰) حضرت مولانا مقصود احمد صاحب اشرفی کریم الدین پور، گھوسی۔

(۳۱) حضرت مولانا مفتی نور عالم صاحب خطیب وامام مدینہ مسجد بلاس پور چھتیس گڑھ۔

(۳۲) حضرت مولانا شہباز صاحب، کریم الدین پور، گھوسی، مئو۔

(۳۳) حضرت مولانا قیصر رضا صاحب کریم الدین پور بگہی گھوسی، مئو۔

(۳۴) حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب استاذ شمس العلوم گھوسی، مئو۔

(۳۵) حضرت مولانا مختار صاحب کریم الدین پور، گھوسی۔

(۳۶) حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کریم الدین پور، گھوسی۔

(۳۷) حضرت مولانا اشتیاق صاحب کریم الدین پور گھوسی، مئو۔
(۳۸) حضرت مولانا مفتی جمال صاحب کریم الدین پور گھوسی، مئو۔
یہ گھوسی کے علما، فضلا، فقہا کے نام ذکر ہوئے، اب سر دست گھوسی کے کچھ قراء، حفاظ، شعرا، ارباب حکمت کے اسمائے گرامی بھی ترتیب وار ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت قاری عثمان صاحب مصنف ''مصباح التجوید'' رحمۃ اللہ علیہ محلّہ حسین پور، گھوسی۔
(۲) حضرت قاری رضاء المصطفیٰ صاحب، خطیب وامام نیومیمن مسجد کراچی پاکستان
(۳) حضرت قاری احمد جمال صاحب محشّی ''معرفۃ التجوید'' شیخ التجوید جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی۔
(۴) حضرت قاری سہیل اشرف صاحب مرزا جمال پور، گھوسی۔
(۵) حضرت قاری شمیم احمد صاحب محلّہ ملک پورہ، قصبہ، گھوسی۔
(۶) حضرت قاری ساجد علی علیہ الرحمہ قادری منزل بڑا گاؤں، گھوسی۔
(۷) حضرت قاری تنویر احمد صاحب محلّہ کریم الدین پور، گھوسی۔
(۸) حضرت قاری مہتاب عالم صاحب استاذ دار القراءۃ جمشید پور (جھارکھنڈ)
(۹) حضرت قاری عبد القادر صاحب ڈربن، ساؤتھ افریقہ۔
(۱۰) حضرت قاری امجد القادری صاحب ڈربن، ساؤتھ افریقہ۔
(۱۱) حضرت قاری غلام رسول صاحب جامعہ امجدیہ کریم الدین پور، گھوسی۔
(۱۲) حضرت قاری محمد احمد صاحب استاذ مدرسہ احسان العلوم قاضی پورہ، گھوسی۔
(۱) حضرت حافظ محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ استاذ شمس العلوم، گھوسی۔
(۲) حضرت حافظ منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مداپور، گھوسی۔
(۳) حضرت حافظ خالد حسن صاحب استاذ شمس العلوم، گھوسی۔

(۴) حضرت حافظ محمد فخر عالم صاحب محلّہ ملک پورہ قصبہ گھوسی۔

(۵) حضرت حافظ حمید الدین صاحب محلّہ مداپور گھوسی۔

(۶) حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب محلّہ مداپور گھوسی۔

(۷) حضرت حافظ انوار الحق صاحب ملک پورہ قصبہ گھوسی۔

(۸) حضرت حافظ مفتی محمود اختر صاحب قادری، امجدی رضوی دار الافتاء ممبئی۔

(۹) حضرت مولانا حافظ ریحان المصطفیٰ، قادری منزل بڑا گاؤں گھوسی۔

(۱۰) حضرت حافظ فہیم صاحب محلّہ حسین پور گھوسی۔

(۱۱) حضرت حافظ کلیم صاحب محلّہ حسین پور گھوسی۔

(۱۲) حضرت حافظ سہیل اشرف صاحب محلّہ ملک پورہ قصبہ گھوسی۔

(۱۳) حضرت حافظ محمد ایوب صاحب بڑا گاؤں گھوسی مئو۔

(۱۴) حضرت حافظ جمیل الرحمٰن صاحب استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو۔

(۱۵) حضرت حافظ محمد احمد رضا صاحب کریم الدین پور گھوسی۔

(۱) شاعر اسلام حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۲) شاعر اسلام حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری علیہ الرحمہ پاکستان۔

(۳) شاعر اسلام حضرت نثار کریمی علیہ الرحمہ۔

(۴) شاعر اسلام حضرت مولانا خلیق اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۵) شاعر اسلام حضرت علامہ بدر القادری دی ہیگ، ہالینڈ۔

(۶) شاعر اسلام جناب شکیل گھوسوی۔

(۷) شاعر اسلام جناب ماسٹر اقرار احمد صاحب۔

(۸) شاعر اسلام حضرت مولانا فروغ احمد صاحب مصباحی۔

(۹) شاعر اسلام اقبال اعظمی گھوسوی۔

(۱۰) شاعر اسلام ممتاز مظہری صاحب۔

(۱۱) شاعر اسلام مضطر اعظمی گھوسوی علیہ الرحمہ۔

(۱) حکیم مولانا شمس الہدیٰ صاحب علیہ الرحمہ۔

(۲) حکیم مولانا جمال الدین علیہ الرحمہ۔

(۳) حکیم مولانا ابوالعلی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ۔

(۴) حکیم جناب غلام محی الدین صاحب۔

(۵) حکیم جناب غلام مصطفیٰ علیہ الرحمہ۔

(۶) حکیم جناب احمد علی علیہ الرحمہ۔

(۷) حکیم جناب محمد علی علیہ الرحمہ۔

(۸) حکیم فخر الدین قادری صاحب مرحوم۔

یہ کچھ علما، فقہا، قراء، حفاظ، شعرا، اور حکما، کے نام زیر تحریر آئے ان کے علاوہ بھی سیکڑوں ہیں، طوالت کے سبب مذکورین ہی پر اکتفا کیا گیا موجودہ وقت میں گھوسی کے ہر خاندان میں عالم پائے جارہے ہیں۔ اب تو سیکڑوں عورتیں بھی عالمہ وفاضلہ ہیں، یہ بھی واضح رہے کہ یہ صرف اہل سنت وجماعت کے خواص کا ذکر ہوا ہے، اسی طرح دیگر مکاتب فکر کے بھی علما، حکما، ارباب فکر وبصیرت ہیں جن کے ذکر سے پہلوتہی کی جاتی ہے۔

گھوسی کے جملہ ارباب علم ودانش میں حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ اپنے علم وفضل، بلند کردار وعمل، جلیل الشان خدمات دین کی بنیاد پر آسمان کے سورج کی طرح جگمگا رہے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ قصبہ گھوسی فکر ودانش کا آبشار، علم ومعرفت کا لالہ زار ہے۔

(۶) مدارس اسلامیہ میں درس نظامی کے وجود وترتیب کا سہرا اسی سرزمین کے سر جاتا ہے اس کو پھیلانے میں اہم کردار فرزندان گھوسی کا ہے، اس لیے کہ درس نظامی کے بانی حضرت علامہ ملا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں،

انھوں نے اپنے استاذ و شیخ کے سلسلۂ تعلیم کو پورے ہندوستان میں پھیلانے کے لیے یہ نصاب ترتیب دیا ان کے شیخ سرزمین گھوسی ہی کی نمود اور پیداوار ہیں ان کا اسم گرامی حضرت علامہ شیخ غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی ہے، اپنے زمانے میں یہ عدیم النظیر عالم، فقیہ، مدرس، شاعر، ادیب، محدث، معقولی، مصنف، کثیر التلامذہ تھے۔

علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی رقمطراز ہیں:

> ''شیخ غلام نقشبند جامع کمالات عالم تھے۔ تفسیر، فقہ، حدیث، عربی ادب اور حکمت و فلسفہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ عربی زبان کے قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ اس ہمہ گیر علمی شخصیت کی بارگاہ سے ہزاروں تشنگان علوم و معارف نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض پایا۔ ۱۰۸۵ھ سے ۱۱۲۶ھ تک تقریباً چالیس سال تک تعلیم و تربیت کی بزم آراستہ رہی، تلامذہ کو دیکھ کر شیراز ہند کی علمی بہار کا زمانہ یاد آتا تھا، آپ سے ہزاروں نے فیض پایا، اور سیکڑوں تلامذہ اپنے اپنے حلقوں میں امتیازی شان کے مالک بنے۔ مگر ان میں سب سے ممتاز بانی درس نظامی ملا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۶۱ھ ہیں جنھوں نے شیخ صاحب کے تعلیمی سلسلے کو پورے ہندوستان میں پھیلا دیا''۔ (معارف شارح بخاری ص ۸۲)

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

> ''وہ آفتاب علم و فن جس نے بانی درس نظامی کے آئینہ ذات و صفات کو رشک ماہتاب بنایا اس کی نمود گھوسی کے افق سے ہوئی تھی،،۔ (ایضاً) اور اس نصاب کا فیضان چودہویں صدی ہجری میں سب سے زیادہ گھوسی کے نامور، قابل فخر عالم

،استاذ الاساتذہ حضور صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ شاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ نے عام وتام کیا اور اپنے تلامذہ تیار کیے، جنھوں نے اس کا علم پورے عالم اسلام پر لہرا دیا، آج پورے عالم اہلسنت کے مدارس کے مدرسین واساتذہ کسی نہ کسی طرح آپ سے ضرور تلمذ رکھتے ہیں۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی نسبت ہی کا کرشمہ ہے کہ آج قصبہ گھوسی کو علما ساز کہا جاتا ہے جو مدینہ تو نہیں لیکن مدینۃ العلما ضرور ہے یعنی اسی ذات مقدسہ کی وجہ سے یہ قصبہ وارثین انبیا کو جنم دے رہا ہے اور آج اس کے آغوش میں بڑے بڑے صاحب کمال اور ذی علم وفن پلتے ہیں اور انشاء اللہ پلتے رہیں گے، اس نسبت کا یہ اثر ہے کہ سارے عالم میں یہاں کے متوالوں اور دیوانوں کی دھوم مچی ہوئی ہے ہندوستان کا کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جو اس قصبہ گھوسی کا مرہون منت نہ ہو ہندوستان کا شاید ہی کوئی عالم ہو جس کا سلسلۂ تلمذ یہاں تک نہ پہونچتا ہو، اور آپ کے خرمن علم وفضل سے خوشہ چیں نہ ہو، صرف ہندوستان وپاکستان ہی نہیں بلکہ عالم انسانیت کے بیشتر ایسے ممالک ہیں جہاں آپ کے تبحر علمی ،مہارت فقہی، وسعت ومعلومات کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا اور شائقین علم وفن اور طالبین فضل وکمال آپ کی مقدس بارگاہ میں حاضری دینے کی تمنا رکھنے لگے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ افریقہ، افغانستان اور بخارا تک کے لوگوں نے آپ کے فیوض وبرکات سے وافر حصہ لیا، اور علوم ومعارف کی دولت لازوال

سے مالا مال ہوکر اپنے آبائی وطن کو واپس ہوئے''۔

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء ص ۳۱)

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ کے بعد اس باب میں ان کے فرزند جلیل محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی کی خدمات سب سے زیادہ نمایاں اور تابناک ہیں اس زمانے میں آپ کثیر التلامذہ ہیں آپ کا تدریسی فیضان پوری دنیائے سنیت کو محیط ہو چکا ہے ساتھ ہی گھوسی کے دیگر مذکورہ علما بھی درس نظامی کے فیوض و برکات لٹا رہے ہیں۔

اس اعتبار سے دعوی برحق ہے کہ درس نظامی کی ترتیب اور اس کی عالمگیر اشاعت سرزمین گھوسی کا ہی حصہ ہے اور پوری دنیائے تدریس گھوسی کی مرہون منت ہے۔

(۷) شروع سے ہی گھوسی کے مسلمانوں کا رشتہ عقیدت، اولیائے اسلام کی چوکھٹ اور ممتاز خانقاہوں سے جڑا ہوا ہے چنانچہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب برکاتی گھوسوی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے منسلک تھے، ان کو حضرت شیخ المشائخ ابوالحسین نوری میاں سے خلافت حاصل تھی، اور قدوۃ العلما حضرت شیخ عطاء اللہ علیہ الرحمہ حضرت شاہ عبدالقدوس جونپوری کے مرید و خلیفہ تھے اور صدر الشریعہ قدس سرہ، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے معتقد مرید و خلیفہ تھے آج ان کا پورا خانوادہ خانقاہ رضویہ کا غلام ہے اور دیگر علما و عوام اہلسنت بھی مشائخ مارہرہ بریلی کچھوچھہ سے وابستہ ہیں۔

حاصل یہ کہ قصبہ گھوسی عظمت و رفعت کا مینار ہے فضائل و کمالات کا آبشار بھی علم و فضل کا چمن زار ہے فکر و دانش کا شاہکار بھی، عرفان و آگہی کا سبزہ زار ہے فضلا و فقہا کا مرغزار بھی، عوارف و معارف کا بازار ہے اہل حق کا مرکز انظار بھی۔

اور محدث کبیر، ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی اسی سرزمین کی شان افتخار ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک.

خاندان ذیشان: مخدوم مکرم، استاذ گرامی حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی کا خاندان خانوادۂ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ سے موسوم ومعروف ہے آپ کا یہ خانوادہ مغلیہ حکومت کے آخری عہد میں گھوسی آکر محلّہ کریم الدین پور کے اندر اقامت پذیر ہوااور اس قصبہ کی اجتماعی، تمدنی، معاشرتی، علمی، صنعتی زندگی کا اہم جز ثابت ہوا، یہاں اپنے وقت ورود ہی سے آج تک دینی فضل وکمال، علمی جاہ وجلال، حکمت لازوال، جودونوال میں گھوسی کے تمام مسلم خانوادوں پر فائق اور ممتاز وبے مثال ہے، بلکہ آج اسلامی پیغام رسانی، علمی دعوت وعملی سرگرمی کے اعتبار سے جوگھوسی کا دنیائے سنیت میں روشن نام ہے، اس میں زیادہ تر اسی خانوادے کا حصہ ہےاور مسلسل اس کی شہرت ونا موری میں چار چاند لگا رہا ہے۔

امتیازات وخصائص: اس کے متعدد امتیازات ہیں۔

اول یہ کہ اس میں بارہ پشتوں سے مسلسل عالم وفاضل ہوتے آرہے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ کی ولادت پر فرمایا تھا، اگر میرا یہ بیٹا عالم ہوجائے گا تو ہمارے آباواجداد میں دس پشت سے مسلسل عالم ہوجائیں گے، اور الحمد للہ اب تو حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا قمر الہدیٰ بھی عالم اوران کے صاحبزادے مولانا نسیم امجدی بھی عالم ہیں، اور صدر الشریعہ کے دوسرے صاحبزادگان بھی عالم وفاضل ہوئے ان کی اولادیں بھی، اس طرح بارہ پشتوں سے اس میں علما وفضلا ہورہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دام ظلہ نے ابن خلدون کے اس قول ''ایک پشت قریب قریب پچاس سال کی ہوتی ہے'' حضرت حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ کے وقت ولادت سے اندازہ لگا کر لکھا ہے:

''اس کا حاصل یہ نکلا کہ خاندان ۶۰۰ رسال سے مسلسل

علم وفضل کی دولت سے مالا مال ہے"۔

(معارف شارح بخاری ص ۸۵؍)

اور راقم سطور کہتا ہے کہ:

اب کم ازکم ۶۵۰ سال سے دولت علم دین سے بہرہ ور ہے، اس خصوصیت میں پورے ہندستان میں شاید ہی کوئی خانوادہ اس کا پہیم وشریک ہو، حضور صدر الشریعہ کا ارشاد شاہد ہے کہ حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ سے پہلے پانچ پشت اور عالم وفاضل رہے افسوس کہ ان سے پہلے کا سلسلۂ نسب حصول ودسترس سے باہر ہے، ورنہ ان کے ذکر سے قرطاس وقلم سعادت آشنا ہوتے۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اس خانوادے میں علما کے وجود کا تسلسل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرات! بلا شبہہ خاندان امجد کی اس عظیم اور منفرد خصوصیت کو حسن اتفاق پر ہرگز محمول نہیں کیا جا سکتا، پشت در پشت اور نسل در نسل علما اور عالمات کی پیداوار کا یہ نہ ٹوٹنے والا تسلسل ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ یقیناً اس کے پیچھے محبت الٰہی اور عنایت رسالت پناہی کا کوئی انعام واکرام ضرور کارفرما ہے، جو امام احمد رضا کے تعلق سے صدر الشریعہ کی عظیم دینی اور علمی خدمات کے صلے میں ان کے نسل کو عطا ہوا ہے، خدائے قدیر اس چمن کو علم اور دین کی خوشبو سے معطر اور شاداب رکھے"۔

(ماہ نامہ کنز الایمان، نومبر ۲۰۰۸ء ص ۳۳؍)

دوم یہ کہ حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کے اسم خیر اور صدر الشریعہ کے مجد وعلا کے حسین امتزاج سے یہ خانوادہ ایسا ثمر بار ہوا کہ تنہا عریض وعظیم لہلہاتا ہوا گلستاں بن گیا اس کی عطر بیز شاخین گھوسی سے لیکر کلکتہ، بریلی، ناگپور، کراچی،

پاکستان، امریکہ تک پھیلی ہوئی ہیں، اور اہل عالم اس کی بھینی خوشبوؤں سے مشام جاں معطر کررہے ہیں، اور محدث کبیر اس خانوادے کے ایسے فرزند ہیں جن کی ضیا سے انفس وآفاق جگمگا اٹھے ہیں۔

جن نفوس قدسیہ سے اس کا خطبہ پوری دنیائے علم وآگہی میں بلند ہوا، وہ ہیں فقیہ اعظم صدر الشریعہ ابو العلا مفتی محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت قدس سرہ، رئیس المفسرین حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ بانی دار العلوم امجدیہ پاکستان۔

سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ سابق صدر شعبۂ افتا وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور وسربراہ اعلیٰ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی۔

شارح بخاری فقیہ النفس مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔

سوم یہ کہ عصر حاضر میں اس خاندان کے اندر جتنے علما وفضلا وفقہا واساتذہ موجود ہیں اتنے کسی بڑے شہر کے سارے علما مل کر بھی شاید نہ ہوسکیں۔

چند اسمائے عالیہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ۔

(۲) امام القراء قاری رضاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ۔

(۳) حضرت مولانا مفتی بہاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ۔

(۴) حضرت مولانا فداء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ۔

(۵) حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری۔

(۶) حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ قادری۔

(۷) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری۔

(۸) حضرت مولانا ابو یوسف محمد قادری ازہری۔

(۹) حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری۔

(۱۰) حضرت مولانا عرفان المصطفیٰ قادری۔

(۱۱) حضرت مولانا ریحان المصطفیٰ قادری۔

(۱۲) حضرت مولانا نور العلیٰ قادری۔

(۱۳) حضرت مولانا وفاء المصطفیٰ قادری۔

(۱۴) حضرت مولانا مفتی محمود اختر قادری۔

(۱۵ حضرت مولانا مقصود اختر قادری۔

(۱۶) حضرت مولانا نوید اختر قادری۔

(۱۷) حضرت مولانا عبید اختر قادری۔

(۱۸) حضرت مولانا قمر الہدیٰ قادری۔

(۱۹) حضرت مولانا نسیم رضا امجدی۔

(۲۰) فضل معین قادری۔

(۲۱) حضرت مولانا نورانی قادری۔

(۲۲) حضرت مولانا احمد رضا قادری۔

(۲۳) حضرت مولانا فہیم احمد قادری۔

(۲۴) مولانا حمید الحق قادری۔

(۲۵) مولانا وحید الحق قادری۔

غرض اس خانوادہ کے سبب قصبہ گھوسی "**مدینة العلماء**" بن گیا ہے۔

مجموعی طور پر پورا خانوادہ سرچشمۂ خیر و برکت ہے تقریباً اس کی تمام شاخیں ثمر بار، کلیاں مشکبار وضو بار ہیں، لیجیے اس شجر سایہ دار کی قدرے تفصیل بھی ملاحظہ فرمالیں، تاکہ اس کے خصائص و فضائل بخوبی آشکار ہوجائیں۔

حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ

(۱) مولانا خدابخش علیہ الرحمہ (۲) جناب میاں جی بچن مرحوم (۳) جناب لعل محمد مرحوم
مولانا حکیم جمال الدین علیہ الرحمہ۔ مولانا یار محمد علیہ الرحمہ۔ جناب ثناء اللہ دلال

حضرت مولانا حکیم جمال الدین علیہ الرحمہ

(۱) حکیم محمد علی (۲) حکیم احمد علی (۳) صدر الشریعہ حکیم امجد علی

مولانا یار محمد علیہ الرحمہ

مولانا محمد صدیق علیہ الرحمہ

جناب ثناء اللہ دلال مرحوم

جناب عبد الصمد دلال

حکیم احمد علی مرحوم

(۱) حکیم غلام مصطفیٰ (۲) حکیم غلام محی الدین (۳) منشی نور الحسن
(۴) جناب شرف الدین (۵) مولانا حکیم فخر الدین قادری (۶) جناب قمر الدین

صدر الشریعہ حکیم محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ

(۱) حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ (۲) مولانا محمد یحییٰ علیہ الرحمہ (۳) مولانا عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ (۴) مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ (۵) مولانا قاری رضاء المصطفیٰ دام ظلہ (۶) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ (۷) محمد مرحوم (۸) مولانا ثناء المصطفیٰ قادری علیہ الرحمہ (۹) مولانا بہاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ (۱۰) مولانا فداء المصطفیٰ قادری دام ظلہ (۱۱) محترمہ عزیزہ خاتون علیہا الرحمہ (۱۲) عالمہ سعیدہ خاتون علیہا الرحمہ (۱۳) عالمہ عائشہ خاتون صاحبہ دام ظلہا

حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ

مولانا قمر الہدیٰ اعظمی

مولانا نسیم امجدی

مولانا محمد یحییٰ علیہ الرحمہ

قاری ساجد علی اعظمی

محمد مجتبیٰ، راشد علی، خالد علی، شاہد علی

محمد مجتبیٰ

مولانا حافظ احمد رضا، عالمہ سلمیٰ خاتون، عالمہ حفصہ خاتون، درخشاں خاتون

مولانا عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ

(۱) نور المصطفیٰ (۲) انوار المصطفیٰ (۳) اسرار المصطفیٰ (۴) انتصار المصطفیٰ (۵) انصار المصطفیٰ (۶) ابصار المصطفیٰ (۷) ازہار المصطفیٰ (۸) ام سلمیٰ (۹) ام الفضل (۱۰) فاطمہ۔

مولانا قاری رضا المصطفیٰ امجدی پاکستان

(۱) قاری مصطفیٰ انور (۲) حافظ مصطفیٰ سرور

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ

(۱) مولانا علاء المصطفیٰ قادری (۲) مولانا مفتی عطاء المصطفیٰ (۳) مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری (۴) ریاض المصطفیٰ مرحوم (۵) مولانا ابو یوسف محمد ازہری (۶) عالمہ کنیز عائشہ صاحبہ (۷) عالمہ سعیدہ خاتون صاحبہ (۸) عالمہ فاطمہ

مفتی عطاء المصطفیٰ امجدی

(۱) زبیر (۲) محمد

مفتی جمال مصطفیٰ قادری

(۱) ابوہریرہ (۲) ابوسعد (۳) ابوحمزہ (۴) ابوسعید (۵) سمیہ امجدی (۶) حنیفہ امجدی

عالمہ کنیز عائشہ صاحبہ زوجہ مولانا شاہد رضا قادری ادروی

(۱) حامد رضا (۲) شائق رضا

عالمہ سعیدہ خاتون زوجہ مولانا شاہد رضا گھوسوی

(۱) عاطف رضا (۲) ثاقب رضا

مولانا بہاء المصطفیٰ قادری

(۱) جناب ابوالعلی (۲) مولانا نورالعلی (۳) جناب شمس العلی (۴) ام الوری (۵) ام العلی

مولانا مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی

(۱) مولوی صفاء المصطفیٰ امجدی (۲) مفتی وفاء المصطفیٰ امجدی

(۳) جناب بلال المصطفیٰ امجدی (۴) سیما امجدی

مولانا فداء المصطفیٰ قادری

(۱) مولانا فیضان المصطفیٰ قادری (۲) مولانا عرفان المصطفیٰ قادری

(۳) مولانا ریحان المصطفیٰ قادری (۴) مولانا حسان المصطفیٰ قادری

(۵) عالمہ روبینہ امجدی (۶) عالمہ شبینہ امجدی (۷) عالمہ صوفیہ امجدی

(۸) عالمہ ام سلیم امجدی (۹) عالمہ ام رمان امجدی (۱۰) عالمہ ام الخیر امجدی

عالمہ سعیدہ خاتون زوجۂ مولانا عبدالشکور اعظمی علیہما الرحمہ

(۱) عالی جناب نعیم اختر صاحب (۲) محترمہ انجم افشاں

(۳) مفتی محمود اختر صاحب دام ظلہ (۴) عالی جناب سعید اختر صاحب

جناب نعیم اختر صاحب

(۱) قدسیہ پروین (۲) سلیم اختر (۳) ندیم اختر (۴) عالمہ شیرین عنبر

(۵) زریں خاتون

محترمہ انجم افشاں صاحبہ زوجۂ حافظ محمد کلیم صاحب

(۱) عالمہ گوہر افشاں عرف سیما (۲) مولانا حافظ فہیم احمد قادری

(۳) عالمہ شگفتہ قادری (۴) عالمہ صبا قادری (۵) عالمہ نزہت زیبا قادری

(۶) ماریہ ناز قادری (۷) تنعیم احمد قادری

مفتی محمود اختر قادری

(۱)عالمہ فرحانہ خاتون قادری (۲) مولانا حافظ مقصود اختر قادری

جناب سعید اختر صاحب

(۱)مولانا نوید اختر قادری (۲) جناب ریحان اختر قادری (۳) مولانا عبید اختر قادری (۴) حافظ عرفان اختر قادری (۵) فرحان اختر قادری (۶) جویریہ فاطمہ

محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ زوجہ علامہ غلام ربانی فائق اعظمی علیہ الرحمہ

(۱)محترمہ انیس فاطمہ (۲) مولانا فضل معین (۳) عالمہ ام سلمہ (۴) عالمہ ثمینہ امجدی (۵) مولانا نورانی

محترمہ انیس فاطمہ زوجہ جناب رضوان احمد صاحب

(۱) دانش رضا (۲) عالمہ نگار فاطمہ (۳) راشد فاطمہ (۴) قیس رضا (۵) عمیر رضا

فضل معین صاحب مقیم پاکستان

(۱) اویس رضا (۲) حسن رضا (۳) حسین رضا

حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمہ

(۱) شیخ العلما، غلام جیلانی علیہ الرحمہ (۲) خیر الاذکیاء، علامہ غلام یزدانی علیہ الرحمہ

شیخ العلما علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ

(۱) غلام نعمانی، (۲) زین العابدین (۳) مولانا غلام ربانی فائق اعظمی

جناب عبد الصمد دلال مرحوم

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی

(۱) حبیب الحق مرحوم (۲) ڈاکٹر محبّ الحق (۳) مطیع الحق مرحوم (۴) مولانا وحید الحق (۵) مولانا حمید الحق (۶) ظہیر الحق (۷) فاطمہ طلعت

چہارم: یہی وہ خانوادہ ہے جس نے باشندگان گھوسی کے لیے سب سے پہلے دینی تعلیم وتربیت کا ادارہ قائم کیا، ان کی تشنگی علم کی سیرابی کا اہتمام کیا۔

چنانچہ مدرسہ شمس العلوم جو اہل گھوسی کے نزدیک نہایت مقبول اور عزیز ادارہ

ہے، وہ اسی خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا شمس الہدیٰ شہزادۂ صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کے نام سے منسوب ہے چونکہ گھوسی کے اندر اس عمل خیر کی جانب اولین پیش رفت انہوں نے کی۔ (تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی)

اسی طرح طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ، جو آج عالمگیر شہرت کا حامل، معیاری تعلیم و تربیت میں بے مثال ادارہ ہے وہ رازیٔ زماں، غزالی دوراں، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی کی تاسیس ہے۔ یوں ہی گھوسی کی دختران اسلام کے لیے خصوصاً اور دیگر مقامات کی شہزادیان ملت کے لیے عموماً دینی عرفان و آگہی کے واسطے سب سے پہلے مخدومۂ اہل سنت، عالمہ ہاجرہ، حرم صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کی ترغیب و تحریض پر محدث کبیر دام ظلہ العالی نے کلیۃ البنات الامجدیہ کے نام سے درسگاہ قائم کی، جس سے آج سیکڑوں بچیاں عالمہ، فاضلہ، حافظہ، قاریہ بن کر مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل ہیں۔

پنجم: یہ خانوادہ جس طرح علم قرآن و حدیث کے حاملین کی ایک بڑی جماعت سے مالا مال ہے متعدد اطباء و حکماء کے وجود سے بھی سرشار ہے۔

ششم: اس خانوادے میں متعدد خواتین بھی دینی علم و فضل سے آراستہ عالمہ و فاضلہ ہیں۔ مثلاً:

عالمہ فاضلہ عائشہ خاتوں صاحبہ

عالمہ کنیز عائشہ صاحبہ

عالمہ سعیدہ خاتون صاحبہ

عالمہ معینہ جمال صاحبہ

عالمہ ام سلمہ صاحبہ

عالمہ ثمینہ خاتون صاحبہ

عالمہ روبینہ امجدی

عالمہ شبینہ امجدی

عالمہ صوفیہ امجدی

عالمہ ام سلیم امجدی

عالمہ ام رمان امجدی

عالمہ گوہر افشاں عرف سیما

عالمہ شگفتہ قادری

عالمہ صبا قادری

عالمہ نزہت زیبا قادری

عالمہ شیرین عنبریں

عالمہ فرحانہ خاتون قادری

عالمہ فاطمہ زہرا

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اس خانوادے کی یہ بھی ایک حیرت انگیز روایت ہے کہ علما کے زمرے میں صرف اولاد ذکور ہی نہیں بلکہ اولاد اناث بھی ہیں اور تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ نسل در نسل آگے بڑھ رہا ہے۔ آج کے دور انحطاط میں درسیات پر عبور رکھنے والے قابل، صف رجال سے بھی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں، لیکن حضرت محدث کبیر کی قائم کردہ لڑکیوں کی رہائشی درسگاہ کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی میں درس نظامیہ کے نصاب کی تکمیل کرانے والی اکثر عالمات اساتذہ اسی خانوادہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس خانوادے پر فضل خداوندی کا یہ رخ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ صرف اولاد ہی نہیں بلکہ پوتے اور پوتیاں اور نواسے،

نواسیاں جلیل القدر علما اور عالمات پر مشتمل ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ
حضرت صدر الشریعہ کے بھائیوں کی اولاد بھی اس اعزاز واکرام
کی قابل ہے"۔(ماہنامہ کنز الایمان نومبر ۲۰۰۸ء ص ۳۴)

ہفتم: جامعہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور اعظم گڑھ، جو آج دنیائے سنیت کا مرکزی اور آفاقی ادارہ ہے، جہاں سے پورے عالم اسلام پر علم قرآن وحدیث کی بارش ہورہی ہے علمی تشنگی کا سامان ہورہا ہے جہاں سے دعوت اسلام وتبلیغ دین کا کارنامہ عالمگیر پیمانے پر انجام پارہا ہے، اس کی نیو سے لے کر فلک پیما تعمیرات تک قیام سے لے کر مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم ہونے تک نیز دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم ہونے سے جامعہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی ہونے تک اور اس کی تعلیمی وتربیتی سرگرمی کی آواز پورے عالم اسلام میں بلند کرنے تک اس خانوادہ کا جہد مسلسل عمل پیہم نا قابل فراموش ہے۔

گویا اس کی خدمات، قیادت وتحریک، علم وعمل میں اس کی روشن حصہ داری ہے مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی رقمطراز ہیں:

"حضرت مولانا صدیق علیہ الرحمہ مدۃ العمر مبارکپور میں
تدریسی خدمات انجام دیتے رہے دیگر بستیوں کی طرح
مبارکپور میں بھی پہلے دیوبندیت نام کو بھی نہیں تھی پورا قصبہ سنی
تھا، پورہ معروف ضلع مئو کا ایک دیوبندی مولوی محمود نامی جو
طبیب بھی تھا یہاں تقیہ کر کے آیا اور مدرسہ میں مدرس ہو گیا
چپکے چپکے اس نے دیوبندیت کا بیج بویا اور قصبہ کے بااثر ذمہ
داروں کو اپنے پھندے میں پھنسایا جب اس کا حال کھلا اور
مولانا محمد صدیق صاحب وغیرہ نے اس کا پردہ فاش کیا تو جھگڑا
اٹھ کھڑا ہو جس کے نتیجہ میں مدرسہ پر تالا چڑھ گیا۔اہل سنت

نے دوسرا مدرسہ قائم کرلیا، جو پہلے پورہ صوفی کی ایک مسجد میں
تھا اور بعد میں وہی مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے نام سے
پرانی بستی میں منتقل ہوا جس میں حضور حافظ ملت قدس سرہ
رہتے تھے اور اب عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ صاحب سربراہ
اعلیٰ اس میں رہتے ہیں"۔ (معارف شارح بخاری ص ۸۶)

حضرت مولانا صدیق علیہ الرحمہ خانوادۂ مولانا خیر الدین کے چشم و چراغ حضرت صدر الشریعہ کے استاذ و چچازاد بھائی تھے۔

اقتباس بالا سے ظاہر ہے کہ خانوادۂ مذکورہ کے فرزند جلیل مولانا محمد صدیق علیہ الرحمہ کے عمل وتحریک سے یہ مدرسہ قائم ہوا، پھر مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، اس کا نام مولانا صدیق علیہ الرحمہ نے ہی مصباح العلوم رکھا بعد میں وہی مدرسہ اشرفیہ لطیفیہ مصباح العلوم، دار العلوم اشرفیہ، جامعہ اشرفیہ ہوا۔

۱۳۵۲ھ میں اس کے لئے ایک عظیم الشان عالم کی ضرورت
پڑی تو صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی
قدس سرہ نے توجہ فرمائی اور اپنے مایۂ ناز شاگرد حضور جلالۃ العلم،
استاذ العلماء علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کو شوال ۱۳۵۲ھ
میں یہ فرما کر مبارک پور بھیجا کہ "میں برابر باہر رہا، اور میرا ضلع
خراب ہو رہا ہے میں آپ کو خدمت دین کے لیے مبارک پور بھیجنا
چاہتا ہوں"۔

(ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، اکتوبر رنومبر ۱۹۹۵ء ص ۱۴۴)

استاذ کے حکم پر حضور حافظ ملت قدس سرہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں ۲ رذی قعدہ ۱۳۵۲ھ ۷ ریا ۸ رفروری ۱۹۳۴ء کو بحیثیت صدر مدرس تشریف فرما ہوئے، آپ کی جدوجہد اور قدوم میمنت کے سبب مدرسہ کا ایسا شہرہ اور طلبہ کا ایسا

ازدحام ہوا کہ دارالعلوم بنانے کی حاجت ہوگئی، تو ۱۲؍شوال ۱۳۵۳ھ ۱۸؍جنوری ۱۹۳۵ء کو اشرفی میاں اور صدرالشریعہ کے ہاتھوں دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اس درمیان صدرالشریعہ گاہے بگاہے آتے رہتے اور حسب ضرورت ہدایات دیتے رہتے، کیوں کہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اس کے سرپرست تھے، اور ہر سال امتحان سالانہ کے لیے بالالتزام تشریف لاتے تھے۔

ماہنامہ اشرفیہ کے ایڈیٹر مبارک حسین مصباحی رقم طراز ہیں:

''حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ طویل مدت سے مدرسہ اشرفیہ کے سرپرست تھے لیکن حضرت حافظ ملت کی آمد کے بعد آپ کی خصوصی عنایت اور نظر التفات میں اضافہ ہوگیا، سال میں کئی بار مدرسہ میں تشریف لاتے سالانہ اجلاس اور امتحان کے موقع پر بھی بلاناغہ تشریف لاتے''۔

(ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۷)

اس کے بعد حافظ ملت قدس سرہ کی انتھک کوششوں اور بزرگوں، بالخصوص قطب ربانی حضرت اشرفی میاں، فقیہ اعظم صدرالشریعہ، سید الخطبا حضرت محدث اعظم وسید العلما علیہم الرحمہ کی توجہات سے دارالعلوم کو جامعہ کی شکل دینے کی ضرورت پڑ گئی اور مبارکپور سے باہر ایک وسیع وعریض خطہ پر ۲۱؍ربیع الاول ۱۳۹۲ھ ۶؍مئی ۱۹۷۲ء کو الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اور آج تک اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

اس کے علاوہ اس خانوادہ کے فرزندگان حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ بانی دارالعلوم امجدیہ پاکستان، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی، حضرت علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف

اور مفتی جمال مصطفیٰ قادری شہزادۂ محدث کبیر نے جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں اپنی کامیاب تدریس اور خدمات کے ذریعہ اس کی تعلیم وتربیت کا فیض عام وتام کرنے میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، بلکہ حضرت محدث کبیر دام ظلہ ۱۹۷۲ء سے ۲۰۰۳ء تک شیخ الحدیث وصدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جیسے اہم عہدوں پر فائز رہ کروہ زریں کارنامہ انجام دیا کہ جامعہ کا تعلیمی کارنامہ عرش کی بلندیوں کو چھو گیا، اس طرح اس ادارہ کی تعلیم، تعمیر، تدریس ہر شعبہ میں اس خانوادہ کا لہو شامل ہے۔

ہشتم: یہ خانوادہ محلّہ کریم الدین پور کے دیگر تمام خانوادوں سے قدیم اور علم دین کے ساتھ دولت دنیا سے بھی بہرہ ور ہے۔

مولانا محمد عاصم اعظمی رقمطراز ہیں:

"بعض قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خانوادہ کریم الدین پور میں دیگر خانوادوں سے پہلے آکر آباد ہوا تھا، محلّہ کریم الدین پور کے پورب بہت پرانا ایک املی کا باغ ہے جو پہلے بہت بڑا تھا یہ باغ بہت پرانا تھا مٹی ڈھلتے ڈھلتے اس کی جڑیں چار چار فٹ اوپر آگئیں تھیں، اس باغ کے مالک ہمیشہ سے اسی خاندان والے رہے، اور اب بھی ہیں، اس باغ کے جو کاغذات ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا خیر الدین صاحب کے اوپر پانچ پشت سے یہ باغ اسی خاندان کی ملکیت ہے"۔ (معارف شارح بخاری ص ۸۵)

خاندانی حالات

اب تک اس خاندان کے خصائص ومحامد بیان ہوئے، ذیل میں حضرت محدث کبیر دام ظلہ کے خاص سلسلۂ نسب کے بزرگوں کے کچھ حالات ملاحظہ ہوں

حضرت مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ: آپ نے ایسے خاندان میں آنکھ کھولی جس میں ہر طرف علم دین کی بہار تھی والد و دادا، پر دادا پانچ پشت تک اوپر عالم تھے، اس لیے آپ بھی علم و فضل کی دولت سے آشنا تھے تقویٰ وطہارت کے روشن مینار، رشد و ہدایت کے آبشار تھے دعوت و تبلیغ کے جذبات سے سرشار۔

یہی وہ بزرگ ہیں، جنھوں نے اپنا آبائی وطن گورکھپور کو خیر آباد کہا اور گھوسی کو اپنا مسکن بنایا، گورکھپور چھوڑنے کی وجہ بھی بڑی اہم ہے، قابل یادگار ہے۔

علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک بار آپ (مولانا بابا خیرالدین علیہ الرحمہ) نے گائے کی قربانی کی، ارد گرد ہنود کی آبادی تھی، انہوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا، آپ نے غلہ کے کوٹھلہ میں گائے کا سر اور چمڑا چھپا دیا، ہنود گھر میں گھس پڑے اور کہا آپ نے گائے کی قربانی کی، ہم آپ کو لوٹ لیں گے، انھوں نے کہا: میں نے خصی کی قربانی کی ہے، جب کہ خون آنگن میں زیادہ پھیلا ہوا تھا، انھوں نے گھر میں جب تلاشی لی تو کوٹھلے میں سے بکرے کا سر اور کھال برآمد ہوئی، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے فضل سے ہم لوگوں کو بچالیا، ہمیں اس آبادی میں اب نہ رہنا چاہیے، نیز مولانا خیرالدین صاحب علیہ الرحمہ صاحب کشف وکرامت بزرگ وولی تھے۔

حضرت مولانا محمد عاصم اعظمی، حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

> ”جب قصبہ میں کوئی بلا نازل ہونے والی ہوتی، مثلا طاعون ،ہیضہ وغیرہ تو لوگوں سے کہتے بھیا لوگ گناہوں سے توبہ کرو، پابندی سے نمازیں پڑھو اس کے بعد کوئی نہ کوئی وبا آجاتی اور جب یہ وبا چلی جاتی تو لوگوں سے کہتے بھیا لوگ گھبراؤ نہیں اللہ کا فضل ہوگیا ہے اس کے بعد وبا ختم ہوجاتی، لوگوں نے پوچھا آپ

کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی وبا آنے والی ہے اور کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ چلی گئی؟ تو فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ گلیوں میں خنزیر آوارہ پھرتے ہیں تو سمجھ جاتا ہوں کہ کوئی وبا آ گئی ہے اور جب دیکھتا ہوں کہ خنزیر چلے گئے تو جان لیتا ہوں کہ وہ وبا چلی گئی"۔

(معارف شارح بخاری ص ۸۵)

نیز خشیت الٰہی سے لرزاں دل، عشق رسالت سے لبریز تن عبادت رب کے ذوق سے آشنا پیکر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کا معمول تھا کہ روزانہ بلا ناغہ کوئی بھی موسم ہو گرمی ہو جاڑا ہو برسات ہو باغ والی مسجد میں جا کر تہجد پڑھتے اور اشراق کی نماز پڑھتے پھر گھر واپس آتے۔

(ملاحظہ ہو معارف شارح بخاری، ص ۸/۸۶)

"اور ان کے تقویٰ اور بزرگی، علم اور عمل، عبادت و ریاضت کے حوالے سے مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "میری چوتھی پشت میں اوپر حضرت مولانا خیرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، جو عالم ظاہر و باطن عارف باللہ تھے، ذاکر شاغل تہجد گزار بزرگ تھے، بلا ناغہ مسجد میں جا کر تہجد پڑھتے پھر ذکر و مراقبہ کرتے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد بھی اوراد و وظائف میں مشغول رہتے نماز اشراق پڑھ کر گھر واپس آتے انہیں کی نسل سے صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت بھی ہیں"۔

(کنز الایمان کا شارح بخاری نمبر، اپریل ۲۰۰۱ء محرم ۱۴۲۲ھ ص ۱۹)

اس سے ظاہر ہے کہ آپ یقیناً ایک بندۂ مقبول، صاحب دل، عبادت گزار، طاعت شعار، مرد خدا تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسل میں حضرت صدرالشریعہ اور علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری شیخ العلما علامہ غلام جیلانی، خیرالاذکیا علامہ غلام یزدانی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی جیسے آفتاب و ماہتاب پیدا فرما کر آپ کے خانوادہ کو رفعت ثریا وعظمت سما عطا فرمائی، اور آپ کی نسل کو علم وفضل دے کر دوام وبقا عنایت فرمائی۔

رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے تو عنایت ربانی وفضل رحمانی سے آپ کے یہاں تین فرزند تولد ہوئے (۱) مولانا خدا بخش (۲) جناب میاں جی بچپن (۳) جناب لعل محمد، آپ عوام میں خیرالدین بابا سے معروف تھے، اپنے آبائی قبرستان گھوسی میں آسودۂ خاک ہیں، اللہ ان کی قبر پر رحمت ونور کی برکھا برسائے، آمین۔

حضرت مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ: آپ اپنے والد کے بڑے صاحبزادے تھے، نہایت پاکباز، سعادت آثار تھے، اپنے بھائیوں میں آپ ہی علم وعمل، فکر ودانش، فضل وکمال میں اپنے والد کے سچے وارث وجانشین ہوئے۔ تا حیات خدمت خلق ودین کرتے رہے، اپنی اولاد کو دین کے علم اور حکمت وطب سے آراستہ کرنے کی کامیاب سعی کی، حضرت مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ کی جو شاخ آپ کے ذریعہ چلی ہے یہی آج تک بلا انقطاع دینی فضل وکمال سے بہرہ ور ہے، اس شاخ میں دیگر شاخوں کے مقابل سب سے زیادہ علما، فضلا، فقہا، محدثین، حفاظ وقراء، حکما، مدرسین پیدا ہوئے ہیں، آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم جمال الدین صاحب فن طب میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے پوتے حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی دینی تعلیم پر بڑی توجہ دی ابتدائی کتابیں آپ ہی نے انہیں پڑھائیں، چنانچہ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی لکھتے ہیں:

”صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے بالکل ابتدائی تعلیم اپنے

جدامجد مولوی خدا بخش صاحب مرحوم سے حاصل کی جو اپنے زمانے کے ایک متدین اور خدا رسیدہ بزرگ تھے"۔

(ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء ص ۷۲)

مولانا خدا بخش کے علمی فضل وکمال سے متعلق مفتی شریف الحق امجدی نے ایک اہم واقعہ بیان فرمایا ہے، جو حسب ذیل ہے:

"قصبہ خاص گھوسی میں ایک مولوی آیا اور آمین بالجہر پر لوگوں کو اکسانے لگا، جس سے انتشار پیدا ہوا، لوگوں نے مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ کو تصفیہ کے لیے بلایا آپ نے اس مولوی سے بھری مسجد میں دریافت فرمایا کہ جو لوگ آہستہ آمین کہتے ہیں، کیا ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی؟ اس نے کہا صحیح ہوتی ہے، مگر بلند آواز سے بہتر ہے، تو آپ نے فرمایا، جب نماز صحیح ہو جاتی ہے تو لوگوں میں اختلاف وانتشار کیوں پیدا کرتے ہو؟ وہ مولوی خاموش ہو گیا اور سب لوگ مطمئن ہو گئے، ایک ہی جملہ پر انھوں نے پورا مناظرہ فتح کر لیا"۔

آپ اپنے چہیتے پوتے کو دین کا عالم وفاضل دیکھنا چاہتے تھے اور یہی تمنا لیے جاں آفریں کو پیارے ہو گئے۔

<u>حضرت مولانا حکیم جمال الدین علیہ الرحمہ</u>: خاندانی روایت کے مطابق آپ دین کے زبردست عالم اور فن طب کے ماہر تھے، بحر شریعت وطریقت کے شناور بے لوث خادم قوم وملت تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی۔ اور فقہ وحدیث، تفسیر واصول، صرف ونحو، لغات ومعانی، منطق وفلسفہ کا اکتساب جامع معقول ومنقول حضرت مولانا ابو الحسنات عبد الحی فرنگی محلی سے کیا۔

چنانچہ قاضی مبارک کے سر ورق کے اوپر آپ نے اپنے قلم سے لکھا تھا "ابتدأت هٰذاالكتاب عندالمولوى عبدالحى اللكنوى" پھر تاریخ لکھ کر دستخط کیا تھا جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین، جبکہ طب وحکمت میں نامور حکیم حاذق الملک عبدالعلی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے تلمذ کیا، اس طرح آپ علم دین وعلم طب دونوں کے جامع ہوگئے۔

حضرت شیخ الخطبا علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ آپ کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"آپ صدر الشریعہ قدس سرہ کے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین صاحب ایک جلیل القدر عالم اور اپنے وقت کے بے مثال طبیب حاذق تھے، معقول ومنقول میں حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے شاگرد رشید اور فن طب میں حاذق الملک حکیم عبدالعلی صاحب جھوائی ٹولہ لکھنؤ کے ارشد تلامذہ سے تھے"۔

(ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء ص ۲۷)

البتہ طب میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا، خصوصی امتیاز حاصل تھا، دور دور تک آپ کا نام تھا، اسی لیے عظمت گڑھ کے راجہ کے آپ مخصوص طبیب تھے۔

(معارف شارح بخاری)

آپ وہ بیدار بخت، خوش نصیب مرد خدا ہیں، جن کو قاضی القضاۃ، صدر الشریعہ، فقیہ اعظم علیہ الرحمہ جیسے آفتاب تاباں وخورشید درخشاں کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے، تخلص عروج تھا، آپ ہی کا یہ شعر ہے

یا نبی ہم سے نہ چھوٹے گا تمہارا دامن
حشر کی دھوپ میں سایہ ہے تمہارا دامن

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواز پر ایک مدلل و مفصل کتاب بھی آپ نے تصنیف فرمائی، اس کا نام ''میلاد عروج'' رکھا اس زمانے میں بہت مقبول ہوئی تھی، اب تو نایاب ہو چکی ہے، ورنہ منظر عام پر آتی اور لوگ اس سے مستفید ہوتے۔

آپ کے خانگی معاملات بھی بہت اچھے تھے۔

وصال پر ملال: ۱۳۳۰ھ میں جب صدر الشریعہ علامہ ہدایت اللہ رامپوری سے معقولات اور محدث سورتی ثم پیلی بھیتی سے فن حدیث میں مہارت تامہ حاصل کر کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ فیض بار میں رہ کر علوم شرعیہ کا باڑا تقسیم فرما رہے تھے، اسی اثنا میں آپ طاعونی بخار کے شکار ہوئے۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو جب والد گرامی کی علالت طبع کی خبر ہوئی فوراً گھوسی حاضر ہوئے، والد گرامی سخت طاعونی بخار میں مبتلا تھے ران میں ایک بہت بڑی گلٹی نکلی تھی، اس کا آپریشن کیا گیا، ہڑ کی مقدار میں نہایت سخت بالکل خام گلٹی نکلی، اس کے بعد سرسام ہو گیا، مگر بعد میں سرسامی کیفیت دور ہو گئی تو سب بچوں کو بلایا اور ایک وصیت نامہ لکھوایا۔

۱۰ صفر ۱۳۳۰ھ کو بعد مغرب آپ کے بچے اور مولانا صدیق علیہ الرحمہ سبھی آپ کے پاس موجود تھے مولانا محمد صدیق سے فرمایا: صدیق دیکھ اب داہنے ہاتھ کی حرکت نبض ساکت ہو گئی، دیکھا تو واقعی ساکت ہو چکی تھی، پھر فرمایا: اب بائیں ہاتھ کی حرکت نبض بھی ساکت ہو گئی، اچھا اب مجھے لٹا دو۔ آپ کو لٹایا گیا، فوراً زبان سے کلمہ طیبہ نکلا اور روح رحمت الٰہی کے جلووں میں گم ہو گئی اور اپنے آبائی قبرستان کے اندر سپرد خاک ہوئے۔

ابر رحمت تیرے مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

(ملاحظہ ہو ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، مضمون حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی)

محدث کبیر نے اپنی پھوپھی کے حوالے سے بیان فرمایا کہ:

اہلیہ محترمہ، صدر الشریعہ کی مادر مکرمہ کا اسی وقت انتقال ہو گیا تھا، جب صدر الشریعہ جونپور میں متوسطات کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، انتقال پر علامہ حکیم جمال الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ ان کو اس کی خبر نہ دی جائے مگر جب صدر الشریعہ چھٹی پر گھر آئے اور اندر داخل ہوئے فوراً کسی نے کہا، ہائے بچوا تو اپنی ماں کا منہ بھی نہ دیکھ سکا" صدر الشریعہ یہ سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑے"۔

نہالی خاندان عالی شان: محدث کبیر کا پدری اور جدی خانوادہ، علم دین کا شبستاں اور فکر و عمل کا لالہ زار تھا اور ہے، جیسا کہ بیان ہوا نہالی خانوادہ بھی دینی و مذہبی شعور و آگہی سے بہرہ ور تھا اور آج تک دنیا اس کی علمی نرم خرام ہوا سے راحت قلب و جگر کا سامان کر رہی ہے۔ آج یہ خانوادہ بھی چار پشتوں سے مسلسل فضل علم سے آراستہ، اور خدمت مذہب و مسلک، نشر دین و سنت میں سرگرداں ہے۔ چنانچہ آپ کے نانا شاہ عبد اللطیف رشیدی بلند پایہ عالم و فاضل، عظیم المرتبت مرشد و ہادی، عابد و زاہد، تقوی شعار بزرگ تھے، اور ان کے والد آپ کے پرنانا مولانا عظیم اللہ بھی علم و ادب کے جبل شامخ، یوں ہی آپ کے بڑے ماموں مولانا شاہ غلام آسی پیا حسنی معقولات و منقولات، نحو و صرف، عربی قواعد و قراءت کے ماہر، ریاضت و مجاہدہ کے بادشاہ، سلسلۂ بو العلائیہ رشیدیہ کے عظیم مرشد تھے، جن کی بارگاہ فیض سے خود محدث کبیر نے دو سال علمی آسودگی حاصل کی، چھوٹے ماموں علامہ غلام رشید عرف ارشد القادری ایسے متبحر محقق، مفسر، مدرس، محرر، متکلم، مناظر، ہادی، شاعر، ادیب، مقرر، مجاہد، مفکر، سیاسی، مفتی، قلم کار، مبلغ، قائد، مصلح مخلص بانی مدارس و مساجد اور بے مثال عالم تھے کہ صدیوں میں کہیں ایسا متحرک و فعال فرد کوئی رونما ہوتا ہے، انہوں نے زبان و قلم رقم و قدم ہر ایک سے مذہب اسلام کی جوگراں

قدر خدمت انجام دی ہے، وہ تا قیامت ان کی شخصیت کو زندہ وتابندہ رکھے گی، محدث کبیر کی شخصیت سازی میں ان کا بھی حصہ اور دخل ہے۔ حضرت محدث کبیر ان کی حیثیت علمی سے بہت متاثر ہیں، ان کے وصال پر فرمایا: "علامہ مغفور اپنے معاصرین کے درمیان متعدد خوبیوں میں ممتاز تھے، رد و مناظرہ اور احقاق حق میں فکر رازی وطرز غزالی کے سچے وارث تھے مضمون نگاری ونعت گوئی میں صاحب طرز، اور رنگ خصوصی کے مالک تھے، اشاعت علم وقیام مدارس ومساجد اور ذہن سازی میں آپ کا جواب نہ تھا، مزاج غایت درجہ تعمیری تھا آپ ہمیشہ اہل سنت وجماعت کی فلاح وبہبود پر نظر رکھتے، بنجر زمین کو علم وادب کا گلزار بنانا آپ کی خصوصیت تھی، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج کے علمی قلعے یورپ وامریکہ وافریقہ میں آپ ہی نے تعمیر کیے، قومی کاموں کی پلاننگ اور اس کی ذہن سازی میں جو آپ کو ملکہ حاصل تھا وہ اب کسی میں نظر نہیں آتا" (رئیس القلم نمبر ص ۲۸۳)

ہر سال ان کے عرس میں محدث کبیر ضروری طور پر شرکت فرماتے ہیں، آج یہ خاندان بھی ایک علمی اور دینی گھرانہ سے موسوم ومشہور ہے، مولانا غلام زرقانی مدظلہ مقیم امریکہ، مولانا راشد رضا صاحب اسی چمن کے گل سرسبد ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ محدث کبیر دادیہال اور نانیہال دونوں طرف کے علمی ودینی ورثہ کے امین اور دونوں سمندروں کے سنگم اور نجیب الطرفین ہیں۔

سلسلۂ ذکر والدین کریمین

والد بزرگوار صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی علیہ الرحمہ

حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی کے والد گرامی نادر روزگار عالم، عبقری فقیہ، عظیم مناظر، بے مثال مصنف، بافیض مدرس، انقلاب آفریں مقرر، نامور محدث وبرگزیدۂ بندۂ خدا، صاحب دست شفا طبیب تھے، یہاں ان کی زندگی کے مختصر

حالات پیش کیے جاتے ہیں:

نام اقدس: محمد امجد علی۔

کنیت: ابوالعلاء۔

القاب حسنہ: صدرالشریعہ، بدرالطریقہ، صدرالصدور، فقیہ اعظم، بحرالحامد، فخرالاماجد، قاضی القضاۃ، مفتی اسلام، سراج العلما، استاذ الفقہا وغیرہ۔

ولادت: ۱۳۰۰ھ۔ ۱۸۸۲ء میں محلہ کریم الدین پور، قصبہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی کے اندر پیدا ہوئے۔

نشو ونما: پر بہار علمی ماحول، ستھرے معاشرہ، دینی خانوادہ میں، ارباب فضل وکمال کے زیر تربیت آپ پروان چڑھے، اس لیے کہ آپ کے خاندان میں پشتہا پشت سے علما وفضلا ہوتے آئے، خود آپ کے والد ماجد، جد کریم اور جد اعلیٰ سبھی فضل علم سے آراستہ تھے اور ان سے پہلے پانچ پشتوں تک اوپر بھی دینی آگہی اس خانوادے کا حصہ رہی۔

ابتدائی تعلیم: جب آپ درک وشعور کو پہونچے تو خاندانی فکر کے مطابق دینی تعلیم کا آغاز فرمایا، ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد حضرت مولانا خدا بخش اور چچازاد بھائی حضرت مولانا محمد صدیق علیہما الرحمہ سے گھر ہی پر حاصل کی، پھر کچھ فارسی وعربی کتابیں مدرسہ ناصر العلوم محلہ قصبہ کوپا گنج کے اندر حضرت مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ (صدرالشریعہ نمبر، ص ۲۴)

اعلیٰ تعلیم: تیرہویں صدی ہجری کے اواخر اور چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں خاتم الحکما، امام المتکلمین، علامہ فضل حق خیرآبادی کے ارشد تلامذہ حضرت استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری قدس سرہ کا چشمۂ صافی رواں تھا ان کے حسن تدریس، بے مثال طرز تعلیم کا ڈنکا ملک گیر پیمانے پر بج رہا تھا چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں ان کا خوان تدریس شیراز ہند جونپور کے

مدرسہ حنفیہ میں لگا ہوا تھا، اس وجہ سے خوشہ چینی کے لیے تبحر علما، با استعداد طلبہ جونپور اکٹھا ہورہے تھے، تشنگان فکر و آگہی کشاں کشاں وہاں پہونچ رہے تھے، اس طرح سے شہر جونپور علم وفضل کی آماجگاہ بن گیا تھا۔

صدرالشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ نے برادر عم زاد مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ (جوان دنوں جونپور ہی میں زیر تعلیم تھے) سے استاذ الاساتذہ کا آوازۂ تدریس سن رکھا تھا، اس لیے ابتدائی تعلیم سے فراغت پاتے ہی جونپور کا رخت سفر باندھ لیا مگر ان دنوں گھوسی سے جونپور کے لیے کوئی معقول سواری نہ تھی تو باوجودیکہ تقریباً سو میل کی دوری تھی آپ نے پورا سفر پیدل ہی کر ڈالا، یقیناً یہ آپ کے جذبۂ طلب شوق فراواں، اخلاص علم، ولولۂ کامل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

بہرکیف شیخ مطلوب کے قدموں میں پہونچ گئے، شروع میں چند دنوں آپ نے مولانا ہادی حسن اور مولانا محمد صدیق علیہما الرحمہ سے اکتساب علم کیا پھر استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری علیہ الرحمہ کی جوہر شناس نگاہوں نے اس گوہر نایاب لعل گراں بہا کی فطری صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور خلاف عادت شرح تہذیب و قطبی سے ہی اپنے حلقہ درس میں شامل کر لیا اور آپ کے اوپر اپنی خصوصی عنایت و نوازش کی بارش کرنے لگے آپ اپنی سعادت شعاری، خوش اطواری کے سبب استاذ الاساتذہ کے منظور نظر بن گئے، پھر تو جی بھر کے استفادہ کیا، اصول فقہ وکلام کے ساتھ معقولات پر عبور و دسترس حاصل کر لیا، ان کے نکات ودقائق سے رمز آشنا ہو گئے، استاذ الاساتذہ نے آپ کی دلجمعی، محبت ولگن، خداداد استعداد کی داد دیتے ہوئے فرمایا ”شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں“۔

(صدرالشریعہ کتابچہ، ص ۱۲ مطبوعہ گھوسی)

حاصل یہ کہ استاذ الاساتذہ کی بارگاہ فیض سے اصول وفروع میں باکمال ہو گئے۔

تخصص فی الحدیث: استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رام پوری قدس

سرہ نے بحیثیت ایک شفیق استاذ، مخلص مربی سے آپ کو علم حدیث میں تحقیق و تخصص کرنے کا حکم فرمایا اور محدث زمانہ حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی ثم پیلی بھیتی کے پاس جانے کا مشورہ دیا اور ایک سفارشی خط بایں الفاظ لکھ کر عطا فرمایا:

"میں اپنا ایک مخصوص عزیز طالب علم آپ کے پاس بھیجتا ہوں اس کی تعلیم وغیرہ میں آپ پوری توجہ فرمائیں"۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۷۳)

حضرت صدر الشریعہ ارشاد استاذ کے مطابق پیلی بھیت شریف پہنچے اور محدث سورتی کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے، محدث سورتی اپنے وقت کے یگانہ محدث تھے، بخاری شریف کے جملہ نسخوں کے حافظ، دیگر کتب احادیث پر گہری نظر رکھنے والے اصول حدیث اور فن رجال میں ماہر و ممتاز تھے۔ صدر الشریعہ کی علمی استعداد اور تعلیمی شغف دیکھ کر محدث سورتی بھی گرویدہ ہو گئے اور ہمہ وقت آپ کے لیے استفادہ کا دروازہ کھول دیا کبھی کبھار فرمایا کرتے:

"مجھ کو ساری عمر میں ایک ہی طالب علم ملا ہے جو محنتی بھی ہے اور سمجھ دار بھی، علم سے شوق اور دلچسپی رکھتا ہے"۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۷۳)

اور کبھی فرماتے:

"مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو مولوی امجد علی نے"۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۱۵۰)

حضرت محدث سورتی قدس سرہ سے اس طرب و لگن سے تحصیل علم حدیث کی کہ صرف ۱۴ ماہ پیلی بھیت میں قیام پذیر رہے اور اسی قلیل مدت میں شب و روز بلا ناغہ درس حدیث لیا اور صحاح ستہ کے ساتھ موطا امام محمد، کتاب الآثار، شرح معانی الآثار، مسند امام اعظم وغیرہ کتب احادیث قراءۃ وسماعۃ بالاستیعاب پڑھ کر

امتحان دیا اور نمایاں کامیابی سے سرفراز ہوئے پھر دستار سے نوازے گئے۔

ملاحظہ ہو مہتمم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کی درج ذیل تحریر جس کو انہوں نے تحفہ حنفیہ پٹنہ میں شائع کرایا تھا:

"ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو بحمد اللہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رام پوری دام فیضہ نے لیا مولوی امجد علی صاحب بعد فراغ کتب درسیہ کے نہایت جاں فشانی و کمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ، مسند شریف، کتاب الآثار شریف، مؤطا شریف، طحاوی شریف، قراءۃ وسماعۃ کا درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا جس کے باعث ممتحن صاحب وحاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن لیاقت وفہم وذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے، اور دستار فضیلت زیب کی گئی"۔

(ضیاء الدین مہتمم مدرسہ، تحفۂ حنفیہ پٹنہ ص ۴۴ محرم ۱۳۲۵ھ)

آغاز تدریس: صدر الشریعہ قدس سرہ نے طالب علمی کے عہد ہی میں تدریسی عمل جاری کر رکھا تھا، مگر باقاعدہ طور پر آغاز تدریس مدرسہ اہل سنت پٹنہ صوبہ بہار سے فرمایا، وجہ یہ ہوئی کہ رئیس پٹنہ قاضی عبد الوحید مہتمم مدرسہ اہل سنت پٹنہ رئیس المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی سے اپنے ادارے کے لیے ایک متبحر، جامع معقول ومنقول عالم کی فرمائش کی انھوں نے لائق وفائق شاگرد حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو وہاں بھیج دیا صدر الشریعہ وہاں ۱۳۲۵ھ میں پہنچے اور اپنے حسن کردار واطوار، بے مثال تدریس سے مدرسہ اہل سنت کا نام روشن کر دیا خود قاضی صاحب آپ کی علمی وجاہت، انتظامی صلاحیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپ کو تعلیمی امور کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا، پھر آپ اپنی ذمہ

داری بحسن وخوبی انجام دیتے رہے ۱۳۲۶ھ میں قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا تو ادارہ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں جا پہنچا جن کا علم دین سے کوئی تعلق نہ تھا اس لیے ان سے خدمت دین کی امید نظر نہ آئی ادھر استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رام پوری قدس سرہ کا یکم رمضان ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو ان کا وصال ہو گیا تو آپ نے استعفا دیدیا اور اپنا آبائی پیشۂ طبابت سیکھنے کا عزم کر لیا اور لکھنؤ جھوائی ٹولہ تشریف لے گئے مشہور حکیم عبدالولی سے دو سال طب وحکمت کا علم حاصل کیا اس طرح آپ طبیب روحانی کے ساتھ طبیب جسمانی بھی ہو گئے۔

پیشۂ طبابت: ۱۳۲۸ھ میں اکتساب طب سے فارغ ہو کر اپنے گھر ہی پہ مطب شروع کر دیا، چوں کہ آپ صاحب دست شفا تھے، علم طب کے دقائق پر اچھی نظر رکھتے تھے اس لیے آپ کا بڑا شہرہ ہوا اور مطب بہت کامیاب چل پڑا اس ذریعۂ معاش سے آپ مطمئن بھی ہو گئے، مگر استاذ گرامی حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی کو معلوم ہوا کہ آپ نے تدریس چھوڑ کر مطب کا کام اپنا لیا ہے تو وہ سخت ملول خاطر ہوئے، حسن اتفاق پیشۂ طبابت کو ابھی ایک سال ہوا تھا کہ آپ لکھنؤ ہوتے ہوئے پیلی بھیت شریف اور بریلی شریف کا سفر کیا، استاذ المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی سے ملاقات کر کے بریلی شریف کے لیے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے آپ کے مرشد اجازت، پیر طریقت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کو ایک خط اس مضمون کا لکھ کر عطا فرمایا:

> ”جس طرح ممکن ہو آپ اس شخص (صدر الشریعہ) کو خدمت دین وعلم کی طرف متوجہ کیجیے“۔

(ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء ص ۷۵)

حضرت صدر الشریعہ بارگاہ اعلیٰ حضرت میں باریاب ہوئے اور خط پیش کیا تو آپ نے پڑھا اور بڑی خوش اخلاقی کا مظاہرہ فرمایا اور ایک انقلاب آفریں نگاہ

ڈالی، دل کی دنیا غیر ہوگئی پھر فرمایا:

"مولانا کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ مطب کرتا ہوں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا، مطب بھی اچھا کام ہے "العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان" مگر طب کرنے میں یہ خرابی ہے کہ صبح صبح قارورہ دیکھنا پڑتا ہے، فرماتے تھے، کہ اس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ دیکھنے سے انتہائی نفرت ہوگئی"۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۴۰)

آپ کی زندگی شاہد ہے کہ پھر مطب کی جگہ نشر دین وملت، حمایت حق ومسلک، درس وتدریس، تحریر وتقریر، دعوت وارشاد کے جذبات سے سرشار ہو گئے، کرشمۂ تقدیر یہ ہوا کہ اسی اثنا میں امام احمد رضا فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) کو دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے لیے ایک ذی استعداد استاذ کی ضرورت پیش آئی، حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے آپ کا نام بطور صدر المدرسین پیش کیا، امام احمد رضا کے طلب فرمانے پر طب چھوڑ کر دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

بالفاظ دیگر اب طب جسمانی سے تبادلہ کر کے طب روحانی کے مطب میں کام شروع کر دیا جلد ہی اپنی استعداد، قابلیت، خداداد حسن سلیقہ اور سعادت مندی سے مجدد ملت امام احمد رضا بریلوی کی نظر میں مقبول اور مورد الطاف خاص بن گئے۔ ابتدا میں درس وتدریس کا کام سپرد تھا۔ بعد ازاں مطبع اہل سنت بریلی کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی کے شعبۂ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دئے گئے۔ افتا کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں، امام احمد رضا اور دیگر اکابر علما فتاوی کے سلسلہ میں آپ پر اعتماد فرماتے تھے۔

(حیات محدث اعظم پاکستان ص ۱۲۸)

اعلیٰ حضرت کے اعتماد کی ایک جھلک: حضرت صدرالشریعہ اپنے مرشد کامل معتمد عرب وعجم، نائب رسول اکرم، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی کی حیات تک انھیں کے قدموں سے لگے رہے، عشق ووارفتگی کی حدتک ان کے احکام کی بجا آوری فرماتے رہے، انہوں نے اپنے حسن عمل محنت شاقہ، دینی شغف، فقہی خدمت، درسی انہماک، اشاعت مسلک، نشر کتب، خوبی انتظام، کمال استعداد، احقاق حق، ابطال باطل، نقل فتاویٰ، تحریر مسائل، جہد بالغ، فکر مذہب، حسن سلیقہ، تقوی وطہارت وغیرہ کے سبب ہر معاملے میں مرشد کا اعتماد حاصل کرلیا۔

چنانچہ آپ کے تفقہ پر اعتماد فرماتے ہوئے آپ کو صدرالشریعہ کا خطاب عطا فرمایا۔ (شیشے کے گھر ص ۵۶ لاہور، مصنفہ علامہ شرف قادری)

اور ایک مرتبہ فرمایا:

"آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہوچکی ہے (الملفوظ کامل)

اور بہار شریعت کے ابتدائی حصوں کی تصدیق کرتے ہوئے صاحب مجد وجاہ، حامل طبع سلیم، پیکر فکر قویم، جامع فضل وعلا گردانا۔

اور علمی استحکام، استعداد میں جامعیت، دین میں تصلب، ردومناظرہ میں دستگاہ سے متاثر ہوکر فرمایا:

بلکہ رضا کے شاگردوں کا، نام لیے گھبراتے یہ ہیں
میرا امجد مجد کا پکا، اس سے بہت کچیاتے یہ ہیں

واعظانہ استعداد، مناظرانہ صلاحیت، تصنیفی اور مذہبی سرگرمی پر اعتماد فرماتے

ہوئے آپ کا ان علما وفضلا کی فہرست میں نام شائع فرمایا، جنھیں عوام اہل سنت سے دینی تقاریب، مذہبی مجالس میں تقریر کے لیے دعوت دینے کی اپیل کی اور ذیل کے القاب کے ساتھ آپ کا نام تیسرے نمبر پر یوں تحریر فرمایا:

(۳) ''جناب مولانا امجد علی صاحب، ساکن اعظم گڑھ وارد حال سوداگران، بریلی، عالم، فقیہ، مصنف، واعظ، مناظر، حامی سنت ومجاز طریقت''۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ الرضا بریلی ص ۱۰، جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ)

اور درسیات میں بالغ نظری، مہارت وتبحر پر اعتماد ظاہر فرماتے ہوئے مجدد اعظم نے فرمایا:

''امجد علی کو درس نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے''۔ (اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر ۱۹۹۵ء ص ۱۵۱، اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر ص ۸۴)

اور یہ بھی آپ کے اوپر مرشد کے اعتماد ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کو اپنا وکیل بالبیعت بنایا یہ شرف خلفا میں کسی کو نہ ملا بلکہ رشتہ داروں بلکہ شہزادوں میں بھی کسی کو حاصل نہ ہوا، شیر بیشۂ اہل سنت، قاطع بدعت حضرت علامہ حشمت علی خاں قادری رضوی علیہ الرحمہ آپ ہی کے ہاتھوں پر بیعت ہو کر اعلیٰ حضرت کے مرید ہوئے (اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر ۱۹۹۵ء ص ۵۹، ۶۰)

اور وصایا شریف کی ترتیب کے وقت اپنی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے یہ فرمایا کہ:

''المنة الممتازة'' میں نماز جنازہ کی جتنی دعائیں منقول ہیں اگر حامد رضا کو یاد ہوں تو وہ میری نماز جنازہ پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی صاحب پڑھائیں''۔ (وصایا شریف ۲۴)

ملاحظہ ہواپنے صاحبزادے حجۃ الاسلام مسند الانام علامہ حامد رضا خاں قدس سرہ کونماز جنازہ پڑھانے کا حکم مشروط طور پر دیا ہے، جبکہ صدرالشریعہ پر اعلیٰ حضرت کے اعتماد ووثوق کا عالم یہ ہے کہ بے شرط انھیں نماز جنازہ پڑھانے کا حکم عطا فرمایا اور بحمدہ تعالیٰ ہوا بھی یہی کہ حضرت صدرالشریعہ ہی کو نائب شاہ دنا وقائم مقام غوث الوری مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف وعلا ملا۔

منصب قضا پر جلوہ افروزی: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے قوم وملت کے مسائل کے حل اور ان کے فیصلے وقضا کے لیے دارالقضا کی ضرورت محسوس کی تو ۱۳۳۹ھ میں یہ شعبۂ قضا قائم فرمایا اور حضرت صدرالشریعہ کی فقہی درایت شرعی علمیت میں کمال کے سبب ان کو منصب قضا پر فائز فرما کر دارالقضا بریلی کا قاضی مقرر فرمایا۔

چنانچہ برہان ملت حضرت علامہ برہان الحق جبل پوری قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں:

''بریلی شریف میں دارالقضا شرعی اور قاضی شرع کو شرعی احکام واعانت کے لیے مفتی کی ضرورت ہوتی ہے، اس سلسلہ میں ایک دن صبح قریب ۹ ربجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے، تخت پر قالین بچھانے کا حکم دیا، ہم سب حیرت زدہ تھے کہ یہ اہتمام کس لیے فرمارہے ہیں؟ پھر حضرت امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''میں آج بریلی میں دارالقضا بریلی کی بنیاد رکھتا ہوں اور انھیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قاضی کے منصب پر انھیں بٹھا کر فرمایا، میں آپ کو

ہندوستان کے لیے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں، مسلمانوں کے درمیان اگر کوئی بھی ایسے مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی کرسکتا ہے وہ قاضی شرع کا اختیار آپ کے ذمے ہے پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار حضرت صدرالشریعہ نے کیا۔ حضرت صدرالشریعہ نے دوسرے ہی دن قاضی شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملہ کا فیصلہ فرمایا''۔

(اکرام امام احمد رضا ص ۱۰۶، بحوالہ ماہنامہ اشرفیہ، صدرالشریعہ نمبر ص ۱۸۷)

دربار رضا میں بڑے بڑے آفتاب فضل وکمال کا ہجوم تھا، ان میں صدرالشریعہ کو قاضی شرع بنانا، انہیں مذکورہ القاب عظیمہ، مناصب جلیلہ عطا کرنا واضح کررہا ہے کہ مجدد اعظم کی نظر میں صدرالشریعہ افقہ العلما تھے اعلیٰ حضرت کی ان بے پایاں نوازشوں کے سبب صدرالشریعہ بھی تا عمر اخلاص ووفا کا پیکر بن کر رہے۔ اس پر آپ کی کتاب زندگی کا ہر ورق روشن دلیل ہے۔

بیعت وخلافت: حضرت صدرالشریعہ رئیس پٹنہ مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ کے مدرسہ اہل سنت میں صدر مدرس وشیخ الحدیث تھے۔ ۱۳۲۶ھ میں قاضی صاحب علیہ الرحمہ مرض وصال میں مبتلا ہوگئے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اور شیخ المحدثین علامہ وصی احمد سورتی علیہما الرحمہ عیادت کے لیے ان کے یہاں تشریف فرما ہوئے اور موجودگی ہی میں قاضی صاحب علیہ الرحمہ جاں آفریں کو پیارے ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی، محدث سورتی نے قبر میں اتارا، اسی موقع پر حضرت صدرالشریعہ کو پہلی بار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی قدم بوسی کا شرف ملا، اعلیٰ حضرت نے اس گوہر آبدار کو ایک ہی نظر میں پہچان لیا اور ایسی نگاہ کیمیا اثر ڈالی کہ یک بیک دل میں کشش پیدا ہوئی، بے اختیار صدرالشریعہ علیہ الرحمہ

کا دل جھک گیا، اور استاذ گرامی محدث سورتی کے مشورہ سے فوراً سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک ہو گئے۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۴۷)

اس پہلی ہی ملاقات پر صدرالشریعہ کے دل میں الفت رضا کی ایسی چنگاری پیدا ہوئی جو آگے چل کر شعلۂ جوالہ بن گئی اور یہ محبت، وارفتگی اور شیفتگی کی حد کو پہونچ گئی، تقدیر نے بیعت کے دو سال بعد ہی محبوب کے قدموں میں پہنچا دیا، پھر تو انہیں کے چرنوں میں قیام، انہیں کے احکام کی بجا آوری اپنی متاع حیات تصور کیا، تعلیمات رضا کو عام و تام کرنے کا بیڑا اٹھالیا، نگارشات رضا کو نظارۂ عالم بنانے کی ہر ممکن سعی کی دارالعلوم منظر اسلام کی تعلیمی حیثیت کو فلک آشنا بنا دیا عوام اہل سنت کو عشق رضا کا جام پلایا، اپنے بچوں، مریدوں اور عقیدت کیشوں کو خانقاہ رضا کا باوفا غلام بنایا، مسلک رضا کی اشاعت و ترجمانی اپنا فریضہ تصور کیا۔

اپنا ظاہری و باطنی حال کردار مرشد کے سانچوں میں ڈھال لیا اور ہر کسی کو رنگ مرشد میں رنگا ہوا دیکھنا پسند کیا، ان ساری باتوں پر آپ کی زندگی کی ساعت قناعت کھلی دلیل ہے۔

یہ بھی آپ کی غایت محبت کا نتیجہ ہے کہ آستانۂ شیخ اور اس کے متعلق اداروں کے بعد ہی اور اداروں کی ترقی کی فکر فرمائی، با اثر اور باوجاہت ہونے کے بعد بھی اپنا الگ ادارہ قائم نہ فرمایا، بلکہ مرشد کا ادارہ ہی اپنا ادارہ خیال کیا۔ چنانچہ ایک بار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا:

> ''صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا، بریلی شریف کو اپنا گھر سمجھا، وہ صاحب اثر تھے اور کثیر التعداد طلبہ کے استاذ بھی، وہ چاہتے تو بآسانی کوئی ذاتی دارالعلوم ایسا کھول لیتے جس پر وہ یکہ و تنہا قابض رہتے مگر ان کے خلوص نے ایسا نہیں کرنے دیا''۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۱۴)

یوں ہی اپنی دینی، دنیوی، مالی وجاہت وترقی کو پیر ومرشد کا فیض قرار دیا، جب دارالخیر اجمیر شریف کے دارالعلوم معینیہ میں صدرالمدرسین ہوکر آپ مسند نشیں ہوئے اور تدریسی سلسلہ شروع فرمایا تو وہاں کے لوگ آپ کی قوت تدریس سے بہت متاثر ہوئے، ایک بار آپ کے روبرو اس کا ذکر آیا کہ آپ کی تعلیم بہت کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے، یہ مرکزی دارالعلوم سر بلند نظر آرہا ہے، فرمایا:

یہ مجھ پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کا فضل وکرم ہے"۔

(صدرالشریعہ نمبر ص ۱۶)

آپ کی انھیں پر اخلاص مساعی، وفاکیشی، علمی وعملی زندگی سے خوش ہوکر اعلیٰ حضرت نے آپ کو اپنے سلسلے کی اجازت وخلافت سے بہرہ ور فرمایا، بلکہ اپنا وکیل بالبیعت بھی بنایا۔

<u>**منظر اسلام میں منصب صدارت پر:**</u> درس نظامی پر دسترس اور تدریسی ملکہ، افہام وتفہیم کی قوت کے سبب اعلیٰ حضرت نے آپ کو منظر اسلام کا صدر مدرس بنایا آپ کی شان افضلیت کے اظہار کے لیے یہ فرمایا کہ فوقانی طلبہ ایک سبق حامد رضا خاں اور امجد علی اور رحم الٰہی تینوں سے پڑھ لیں اس کے بعد دیکھیں جس طرف ان کا میلان زیادہ پایا جائے اسی کو صدرالمدرسین بنایا جائے۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ طلبہ نے فن معقول کی کسی اہم کتاب کے ایک مشکل مقام کو پوشیدہ طور پر کسی سے پڑھا بعدہ طلبہ حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پڑھے ہوئے حصے کو آپ سے پڑھنا شروع کیا چوں کہ یہ لوگ خوب تیار ہوکر آئے تھے لہٰذا اعتراضات کی بوچھار شروع کردی۔

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اس حصۂ کتاب کا مطالعہ بھی نہیں کیا تھا اور نہ آپ کو پہلے سے باخبر کیا گیا تھا کہ طلبہ فلاں کتاب کو فلاں جگہ سے آپ سے پڑھیں گے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے ان کے ہر اعتراض کا ایسا شافی جواب دیا کہ ہر ایک کی

تسلی ہوگئی اوران میں کا ہرایک بول اٹھا کہ اس سے بہتر تفہیم اور کیا ہو سکتی ہے۔

چنانچہ دارالعلوم کے صدرالمدرسین آپ ہی مقرر ہوئے، حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ طلبہ کے اعتراضات اور آپ کے جوابات کوایک خاص جگہ چھپ کرسن رہے تھے جب وہاں سے واپس آئے تو لوگوں سے بیان فرمایا:

"مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہورہاتھا کہ ایک دریائے ذخار ہے، جو موجیں ماررہاہے"۔(ماہنامہ فیض الرسول ، مارچ ۱۹۶۶ء رحیات حافظ ملت ص ۹۷ علامہ بدرالقادری)

معلوم ہوا کہ صدرالشریعہ معقولات پر دستگاہ کامل رکھتے تھے، تفہیم درس کے بادشاہ تھے،طلبہ کے اعتراضات کا مستحضر جواب رکھتے تھے،ساتھ ہی شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام کوآپ کے علمی وقار کا اعتراف تھا اور قلبی لگاؤ بھی۔

مطبع اہل سنت وماہنامہ "الرضا" کا اہتمام: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے الطاف وعنایات کا سلسلہ ایسا دراز ہوا کہ اپنے دارالافتا سے لے کر منظر اسلام تک ،صدارت کے عہدے سے لے کر نقل فتاوی وافتا تک سب کا آپ کوامین بنادیا،اس کے بعد مطبع اہل سنت نیز ماہنامہ "الرضا" کا اہتمام وانصرام بھی آپ ہی کے حوالے فرمایا اور آپ ہر کام نہایت محنت ولگن سے بحسن وخوبی انجام دیتے رہے،آپ کی اس محنت شاقہ عزم واستقلال کودیکھ کر حضرت مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں برادر اصغر اعلیٰ حضرت قدس سرہما فرماتے تھے:"مولانا امجد علی کام کی مشین ہیں لیکن ایسی مشین جو کبھی فیل نہ ہو"۔(صدرالشریعہ نمبر ۳۱)

خانوادۂ رضا سے عقیدت: صدرالشریعہ علیہ الرحمہ پیرومرشد اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بے لوث عقیدت کیش رہے ان کے وصال کے بعد ان کے

شہزادوں سے بھی الفت ومحبت کا حسب سابق برتاؤ برقرار رکھا ان کا بڑا احترام کرتے اور اپنی اولاد کو شہزادگان رضا، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قدس سرہ، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری قدس سرہ سے محبت رکھنے کا درس دیتے رہے، بلکہ اولاد کو خانوادۂ رضا کے قدموں میں ڈالدیا، آج آپ کی موجودہ ساری اولاد ذکور شبیہ غوث اعظم، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری قدس سرہ کے ہاتھوں پر بیعت اوران کے، یا حضرت تاج الشریعہ کے ہاتھوں خلافت واجازت یافتہ ہیں، اورسب کے سب مسلک رضا کے حامی وناصر ہیں، اور محدث کبیر تو آج پوری دنیا میں بے مثال ترجمان مسلک رضا ہیں۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا کے وصال کے بعدان کے مشن اور مسلک کوفروغ دینے کے لیے صدرالشریعہ نے اپنا فرض پورا کردکھایا ہے، شدھی تحریک کے انسداد، باطل کے توڑ، علم دین کی ترویج واشاعت اور خانوادۂ رضویہ کی عظمت وتقدیس کے دفاع، پیرزادوں کے حلقہ وسلسلہ کو دراز کرنے وغیرہ میں جی توڑ کوششیں کی ہیں اور کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ بریلی شریف اورگھوسی کا تعلق آج بھی اسی طور استوار ہے جس طرح کل رضا وصدرالشریعہ کا تعلق تھا''۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۲۸۲)

واضح رہے شہزادگان رضا بھی صدرالشریعہ سے بڑی محبت فرماتے، ان کا احترام کرتے رہے، عرس رضوی کے موقع پر جب صدرالشریعہ بریلی شریف تشریف لاتے تو سرکار مفتی اعظم ہند انہیں لینے کے لیے سواری لے کر بریلی جنکشن جایا کرتے تھے۔ (ماہنامہ فیض الرسول، جنوری فروری ۱۹۶۷ء مضمون مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ)

آپ کی فقاہت پر مفتی اعظم ہند کا اعتماد: فقاہت اعلیٰ حضرت کے سچے وارث مفتی اعظم کی فقہی بصیرت، علمی استحضار کا ایک زمانہ معترف ہے، اور صدر الشریعہ کی فقاہت اور علمی جلالت کا اعتراف خود مفتی اعظم کو تھا۔

ملاحظہ ہو محدث کبیر کے قلم سے آپ فرماتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز جب اپنے آخری سفر حج کو روانہ ہوئے تو شاہ گنج اسٹیشن سے بخار ہو گیا۔ اور بریلی شریف پہنچتے پہنچتے بخار نے اتنی شدت پکڑ لی کہ اکثر بے ہوشی کا سا عالم ہوتا، اس وقت بریلی میں مولانا مجیب الاسلام صاحب ادروی خدمت و عیادت میں مصروف تھے، ان کا بیان ہے کہ انہیں ایام میں حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی خدمت میں چند مسائل کا سوال ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے۔ اور سفر حج کی تیاریوں کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی فرصت بھی نہیں ہے۔

مفتی اعظم ہند کے سامنے پیش کردہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے آپ نے اسی شدت مرض کے عالم میں بستر علالت پر لیٹے ہی لیٹے تمام سوالات حل فرما دیئے''۔

(مقدمہ فتاوی امجدیہ حصہ اول)

نگاہ مفتی اعظم میں آپ کا مقام: صدر الشریعہ نہ صرف علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے بلکہ بحر طریقت کے ماہر شناور بھی تھے۔

اجلہ علمائے کرام اور مشائخ عظام نے بارہا اس کا عملی اعتراف کیا، امام احمد رضا کے فرزند ارجمند مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی جب ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء میں عازم حرمین شریفین ہوئے تو آپ نے مرکز علم و عرفان بریلی سے اپنی

حاضری، غیر حاضری میں حضرت صدر الشریعہ کو اپنا نائب وقائم مقام مقرر فرمایا رضوی سلسلہ کے علما میں آپ کا یہ انتخاب اس امر کا بین ثبوت ہے کہ علمائے حقانی میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے، مفتی اعظم نے بریلی سے الوداع ہوتے وقت جو پند ونصائح اور وصایا ارشاد فرمائے اس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:

''آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی سے شرعی احکام پہنچانے کی خدمت اپنے برادر طریقت صدر الشریعہ حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی زیدت مکارمہ کے سپرد کرتا ہے، موصوف آستانۂ عالیہ مقدسہ پر ہی قیام فرما رہیں گے آپ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشد تلامذہ واکابر خلفا میں سے ہیں، بیس بائیس سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی صحبت میں رہ کر علم ومعرفت سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں اسی لیے آپ کے پہنچائے شرعی احکام اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک پر مبنی ہوں گے، موصوف مدرسہ اہل سنت منظر اسلام مسجد بی بی صاحبہ کے صدر المدرسین کی حیثیت سے ہر طرح کی سرپرستی فرمائیں گے اور جملہ اختیارات جو اس آستانے کے عقیدت کیشاں کی جانب سے اس فقیر کو حاصل ہیں سب فقیر اپنی طرف سے صدر الشریعہ کو تفویض کرتا ہے''۔

(ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر بابت ۲۸، ۲۱ راگست ۱۹۹۵ء
)

اور محدث کبیر کی روایت ہے:

کہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے زیارت حرمین شریفین کے لیے روانہ ہونے سے پہلے صدر الشریعہ کو ان الفاظ میں خط لکھ کر بلایا:

”میں زیارت حرمین شریفین کے لیے تیار ہوں اور مولانا
سردار احمد بھی ساتھ ہوں گے، بریلی خالی ہو جائے گی اس لیے
آپ برائے کرم تشریف لائیں اور واپسی تک قیام فرما رہیں“۔

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت صدر الشریعہ عشق رسالت کی دولت سے بہرہ ور تھے، ان کی پوری زندگی آئینۂ شریعت رہی اور ظاہر ہے کہ عمل بالشریعہ عشق و عقیدت مصطفیٰ پر متفرع ہے۔

وہ تا حیات عشق رسول کا درس دیتے رہے، ملاحظہ ہو ایک موقع پر عشق و تعظیم رسول کی تعلیم کس دل آویز پیرائے میں دے رہے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

‘شان اقدس میں جو الفاظ استعمال کیے جائیں ادب میں
ڈوبے ہوئے ہوں، کوئی ایسا لفظ جس میں کم تعظیمی کی بو بھی ہو
کبھی زبان پر نہ لائے، اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارے
تو نام پاک کے ساتھ ندا نہ کرے کہ یہ جائز نہیں، بلکہ یوں کہے،
یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! یا حبیب اللہ! اگر مدینہ طیبہ کی حاضری
نصیب ہو تو روضۂ شریف کے سامنے چار ہاتھ کے فاصلہ سے
دست بستہ جیسے نماز میں کھڑا ہو کر سر جھکائے ہوئے صلاۃ وسلام
عرض کرے، بہت قریب نہ جائے ادھر ادھر نہ جائے، اور خبردار!
خبردار! آواز کبھی بلند نہ کرے کہ عمر بھر کا سارا کیا دھرا اکارت
ہو جائے“۔ (بہار شریعت ج ۱/ص ۲۱/قادری کتاب گھر)

غرض تعظیم و عشق رسول ہی آپ کا مشغلہ رہا، یہاں تک کہ آپ کا انگ انگ حب رسول کا آئینہ ہو گیا۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ آپ کے حب رسول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ان کے سینے میں عشق رسول کا وہ لاوا دہک رہا تھا جس نے ماسوا کو پھونک کر خاکستر کر کے حضرت صدر الشریعہ کو فانی فی الرسول باقی بالرسول کے ذروۂ علیا پر پہنچا دیا تھا''

(چند سطور کے بعد) ''حب رسول ہی کی تڑپ تھی کہ مدۃ العمر سفر، حضر، کہیں بھی ہوں کتنی ہی مصروفیت ہو نماز فجر کے بعد ایک پارہ کی تلاوت فرماتے اور پھر ایک حزب دلائل الخیرات شریف پڑھتے، اس میں کبھی ناغہ نہ ہوتا اور ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ بلا ناغہ سو بار درود رضویہ پڑھتے حتی کہ سفر میں بھی نماز ظہر کے بعد درود رضویہ نہ چھوڑتے''

(ایک صفحہ کے بعد لکھتے ہیں) ''حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے سینہ مبارکہ میں عشق رسول اتنا شعلہ زن تھا کہ بالآخر اسی میں جسم ظاہری کو پھونک کر اسے حیات ابدی کی نیند سلا دیا، آخر صبر وضبط کب تک رہتا؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ جیسے میر کاروان عشق نے بھی ایک بار یہ کہہ ہی دیا۔

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل ہی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

بالآخر سلگتے سلگتے دل جل اٹھا اور..........................

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی سفینے میں

(اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر)

آپ کے عشق رسالت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حج وزیارت سے متعلق رسالہ مکمل فرما لیا تو بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے والے سے کس

عجز تذلل اور کسر نفسی کے ساتھ عرض پرداز ہیں:

فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو، فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کر کے ''الصلاة والسلام عليك يا رسول الله وعلىٰ اٰلك وذويك فى كل اٰن ولحظة عدد كل ذرة ذرة الف الف مرة من عبيدكً أمجد على يسئلك الشفاعة فاشفع له وللمسلمين''اس نالائق ،ننگ خلائق پر احسان فرئیں۔اللہ ان کو دونوں جہاں میں جزائے خیر بخشے آمین۔
(بہار شریعت ص ۱۷۷)

حاصل یہ کہ آپ سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے، یہی وجہ ہے کہ اپنی زندگی بھر عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہی خوشبو عام کرتے رہے اور اس سے ہزاروں مشام جاں معطر کر دیا۔

ردو مناظرہ: حضرت صدرالشریعہ افتا و قضا، تدریس وتحریر کے ساتھ ردو مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ آپ کی مناظرانہ صلاحیت پر پورا اعتماد رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ رنگون سے مناظرہ کے لیے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں تار آیا، تو آپ نے صدرالشریعہ کو اشرف علی تھانوی کے مقابلے کے لیے بھیجا اور اطمینان کے لیے تار کر دیا گیا کہ مناظرہ کے لیے مولانا امجد علی صاحب آرہے ہیں، حضرت صدرالشریعہ بریلی شریف سے کلکتہ پہونچے وہاں سے رنگون تار کر دیا کہ فلاں دن جہاز سے پہنچ رہا ہوں، اہل سنت نے خوشی میں اعلان کر دیا کہ مناظرہ کرنے حضرت صدرالشریعہ آرہے ہیں، اشرف علی تھانوی نے سنا تو سوکھ گیا اور فرار کی راہ تلاش کرنے لگا، آخر کار رفو چکر ہو گیا

صدرالشریعہ نے کلکتہ سے رنگون اور رنگون سے کلکتہ تک اس کا تعاقب کیا مگر وہ اپنے تھانہ بھون میں جا چھپا ملخصاً۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۴۶ / ۴۷)

اسی طرح بھاگل پور میں ہونے والے مناظرہ میں حضرت صدرالشریعہ تشریف لے گئے اور دیوبندی مولوی مرتضی حسن دربھنگی اور محمد علی مونگیری کو شکست فاش دے کر سنیت کا بول بالا کیا اس میں آپ کے ساتھ صدرالا فاضل، محدث اعظم ہند اور سید احمد اشرف تھے۔ (مکتوبات امام احمد رضا ص ۶۵)

یوں ہی پالی راجستھان کے ایک مناظرے میں آپ بحیثیت مناظر تشریف لے گئے؟ اعلیٰ حضرت جہاں کہیں صدرالا فاضل کو مناظرہ کے لیے بھیجتے تو صدرالشریعہ کو ضرور ساتھ کر دیتے کیونکہ ان کی معلوماتی قوت زبردست تھی تو صدرالا فاضل کی بیانی قوت۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۱۶۶)

ایک بار آریوں کا پیشوا پنڈت رام چندر بریلی شریف آیا یہ اپنے آپ کو پندرہ پارے کا حافظ بتاتا تھا، بہت چرب زبان تھا اس کی تقریروں کا جواب صدرالشریعہ دیتے رہے ایک مرتبہ صدرالشریعہ اور صدرالا فاضل، مولانا رحم الٰہی وغیرہ نے اس کے جلسے میں پہنچ کر اس کو لاجواب اور مبہوت کیا اسے منہ کھا کر بریلی سے بھاگنا پڑا۔

اعلیٰ حضرت کے سامنے ایک بار صدرالشریعہ نے اپنے مناظرانہ انداز میں قرآن کریم کے کلام الٰہی اور وید کے غیر الہامی ہونے پر ایسی پرمغز مدلل و محکم تقریر فرمائی کہ اعلیٰ حضرت بے حد مسرور ہوئے اور اٹھ کر اپنے سینے سے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:

> ''مولوی صاحب آپ کے ہوتے ہوئے مجھے اب بڑھاپے کے ضعف و ناتوانی کا احساس جاتا رہا''۔ (صدرالشریعہ نمبر)

تدریسی کمال: آپ فن تدریس کے بادشاہ تھے طبعی طور پر آپ کا تدریس سے زیادہ لگاؤ تھا اسی لیے اپنے زمانے میں بے مثال مدرس کی حیثیت سے

متعارف تھے، دوران تدریس طلبہ کے اعتراضات کا ایسا جواب دیتے کہ لگتا کہ کوئی سمندر ہے جو اپنی لہروں کے ساتھ موجیں مار رہا ہے، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ نے ایک بار آپ کو طلبہ کے اشکالات کا جواب دیتے ملاحظہ فرمایا، تو فرمایا:

> ''مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے''۔ (صدر الشریعہ نمبر ص ۱۱۰)

سید المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ آپ کی تدریس سے بہت متاثر تھے ایک بار انہوں نے آپ کے پاس آپ کو مشغلۂ تعلیم اپنائے رکھنے کی گزارش کرتے ہوئے خط لکھا:

> ''میری نیاز مندانہ گزارش ہے کہ، آنجناب درس کے سلسلے کو جاری رکھیں اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں جو معقول ومنقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو، میرے علم میں مولانا محدث سورتی اور استاذ علیہ الرحمہ کی صرف آپ یادگار ہیں''۔
>
> (مکتوب قلمی محررہ ۱۹۳۲ء وصدر الشریعہ نمبر ص ۱۳۳)

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں کے سالانہ اجلاس کے موقع پر خطبۂ صدارت دیتے ہوئے کہا:

> ''میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں، ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں ان کے ہاتھ سے طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا صاف بتلا رہا ہے کہ ان میں استعداد ہے، نام کے مولوی نہیں''۔

(صدرالشریعہ نمبر ۱۳۲، بحوالہ روداد ۵۸۔۱۳۵۷ھ ص ۵)

غرض صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو تدریس کی وہ سروری حاصل تھی جس کا ان کے اکابر عصر بھی برملا اعتراف کرتے تھے۔

تدریس اسلوب: (۱) بوقت درس کتب تفسیر واحادیث کے علاوہ کوئی کتاب اپنے سامنے نہ رکھتے، طالب علم عبارت خوانی کرتا پھر آپ تشریح مطالب فرماتے۔

(۲) عبارت خوانی میں کسی قسم کی غلطی پر چشم پوشی نہ فرماتے۔

(۳) عبارت خوانی کے دوران نحو وصرف کے سوالات کر کے قواعد کا اجراونفاذ کراتے

(۴) اگر طالب علم ''فی'' کا ترجمہ اندر، اور بیچ کر دیتا، تو سختی سے منع فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اندر اسم ہے اور 'فی' حرف ہے، حرف کا ترجمہ حرف سے اسم کا ترجمہ اسم سے ہونا چاہیے، یوں ہی طالب علم کوئی لفظ ترجمہ میں بڑھا دیتا تو فوراً پوچھتے کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟۔

(۵) عبارت کے ترجمہ میں اردوادب کا حسن قائم رکھتے۔

(۶) تدریس کے وقت بچوں میں احساس ذمہ داری برپا کرتے ان کے ظاہر وباطن دونوں کو سدھارنے کی کوشش فرماتے۔

(۷) کتب درس کے حواشی بھی پڑھاتے جو حواشی مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ اپنے حافظہ سے ان حواشی کی تقریر فرماتے۔

(۸) تفہیم درس کے وقت ایسا آسان انداز اختیار فرماتے کہ مضامین اذہان طلبہ میں نقش کالحجر ہو جاتے۔

(۹) کسی غلطی پر طلبہ کو ٹوکتے تو خود جلد نہ بتاتے بلکہ بار بار پوچھتے کیا صحیح ہے؟۔

(۱۰) جن احادیث یا اسباق پر شروع میں قیل وقال ہوتا ان کے متعلق ایسی

تقریر شافی فرماتے کہ اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

(۱۱) اسباق اتنے شوق اور لگن سے پڑھاتے کہ مدرسہ کا تعلیمی وقت ختم ہو جاتا مگر آپ درس جاری رکھتے۔

(۱۲) طلبہ کی شخصیت سازی اور ان کی تعمیر میں انہماک رکھتے، ان کی نصیحت وخیر خواہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔

انہیں خصوصیات اور ذاتی محاسن، لطف ومروت، شفقت، عنایت، اخلاص واجتہاد، پر کشش شخصیت، وقار وعلمیت نے آپ کو ہمہ گیری عطا کر دی، بڑے بڑے فرزانوں کو والہ ودیوانہ بنا دیا تھا، تشنگان آگہی کی اتنی تعداد آپ سے سیراب اور آسودہ کام ہوئی کہ ملک وبیرون ملک کا کوئی ایسا خطہ نہ بچا جہاں آپ کا فیضان علم وتدریس نہ پہونچا ہو، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ آپ کے سلسلۂ تدریس کی وسعتیں بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بلا واسطہ فیض یافتگان تو اب صرف دو ایک رہ گئے ہیں لیکن بواسطہ فیض یافتگان کی اگر کوئی فہرست بنائی جائے تو میرا اپنا اندازہ ہے کہ لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ دینی خدمت کے جتنے بھی مناصب ہیں ان پر فائزین کو شمار کیجئے تو باستثنا دو چار کے سبھی حضرت صدرلشریعہ کے تلامذہ کے سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں۔

(صدرالشریعہ نمبر ص ۳۶)

الحاصل آپ کی درسگاہ سے خوشہ چینی کرنے والے نہ جانے کتنے آفتاب علم وفضل بن کر اکناف عالم میں پھیل گئے۔

افہام وتفہیم کا ملکہ: آپ کو اسباق سمجھانے کا ملکہ حاصل تھا، مغلق اور ژولیدہ مباحث کو نہایت سہل اور دلچسپ بنا کر اذہان طلبہ میں اتارنے کا فن میسر تھا، اسی لیے منطق وفلسفہ کی نہایت ادق کتابیں، مثلا صدرا، شمس بازغہ، حمد اللہ، رسالہ میر زاہد، میر قطبی، شرح ہدایۃ الحکمۃ، قاضی مبارک حاشیہ فضل حق خیر آبادی، قاضی

مبارک، ملاحسن، شرح اشارات؟ بھی طلبہ آپ سے پڑھ کر ذرہ برابر کلفت محسوس نہ کرتے، بلکہ فرح ونشاط سے معمور نظر آتے۔ لیجئے انہیں کی بارگاہ کے خوشہ چیں حضرت مولانا مفتی خلیل مارہروی قدس سرہ کا تاثر ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"پہلی کتاب جس کے ذریعہ حضرت والا کے قدموں تک رسائی ہوئی ملاحسن تھی۔ دوسرے تیسرے روز ہی جب مباحث کا آغاز ہوا اور حضرت والا نے مضمون کتاب کی تقریر فرمائی تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے مشروب کے گھونٹ نیچے اتر رہے ہیں"۔ (صدر الشریعہ نمبر ص ۲۳)

آپ کے حسن تفہیم کا اندازہ آپ کے معاصر صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی کے درج ذیل تعارفی کلمات سے لگایا جا سکتا ہے، جب ایک بار جلسے میں صدر الشریعہ کو مسئلہ امتناع النظیر پر تقریر کے لیے آمادہ کیا گیا تو انھوں نے اعلان فرمایا کہ:

"آج صدر الشریعہ کا خطاب امتناع النظیر کے عنوان پر ہوگا، مسئلہ اگر چہ بہت دقیق ہے مگر بیان کرنے والا وہ عبقری مدرس ہے جو جعل بسیط ومرکب وجود رابطی مشناۃ بالتکریر جیسے اہم ودقیق منطقی وفلسفی مسائل کو پانی کر دیتا ہے فلسفہ اور علم کلام کے الٰہیات کے مسائل کو بدیہی کر کے سمجھا دیتا ہے، حضرت محدث اعظم ہند تشریف فرما تھے، یہ سنتے ہی پھڑک کر اٹھے اور فرمایا کہ آج استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور اپنے وقت کے امیر المومنین فی الحدیث محدث سورتی کے مجمع البحرین کے بحر ناپیدا کنار کے انمول موتیوں سے دامن بھرا جائے گا"۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۵۰، ۵۱)

آپ کے تلامذہ کی ایک قابل فخر جماعت: کسی استاذ سے درس لینے

والے معدودے چند ہی نمایاں اور ممتاز ہوتے ہیں، پھر شاید باید، ان میں سے کچھ تاریخی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں، مگر حضرت صدر الشریعہ کے آبدان علم سے سیراب ہونے والے اکثر تلامذہ شہرت وناموری کے نقطہ انتہا پر فائز اور مملکت علم وفضل کے فرماں روا ہوئے خصوصاً استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ کے ہم درس تمام افراد آفتاب وماہتاب ہوئے، یہ پوری جماعت اہل سنت وجماعت کے لیے قابل فخر ثابت ہوئی۔

اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

☆ حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مبارک پوری قدس سرہ۔
(ولادت: ۱۳۱۲ھ۔۱۸۹۵ء۔وصال: ۱۳۹۶ھ۔۱۹۷۶ء)

☆ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد گورداسپوری قدس سرہ۔
(ولادت: ۱۳۲۴ھ۔۱۹۰۶ء وصال: ۱۳۸۲ھ۔۱۹۶۲ء)

☆ مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی اڑیسوی قدس سرہ۔
(ولادت: ۱۳۲۲ھ۔۱۹۰۴ء۔وصال: ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء)

☆ صدر العلما علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہ۔
(ولادت: ۱۳۱۸ھ۔وصال: ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۸)

☆ شمس العلما قاضی شمس الدین جونپوری قدس سرہ۔
(ولادت: ۱۳۲۲ھ۔۱۹۰۵ء۔وصال: ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۱ء)

☆ امین شریعت مفتی رفاقت حسین قادری قدس سرہ۔
(ولادت: ۱۳۱۶ھ۔وصال: ۱۳۷۳ھ۔۱۹۸۳ء)

☆ خیر الاذکیا علامہ غلام یزدانی اعظمی قدس سرہ۔
(ولادت: .... وصال: ۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۴ء)

☆ رئیس المحققین علامہ سلیمان اشرفی قدس سرہ۔

(ولادت: ۱۳۱۰ھ۔۱۹۱۲ء۔وصال:

۱۳۹۷ھ۔۱۹۷۷ء)

☆ فخر العلما علامہ محمد محسن فقیہ قدس سرہ۔

☆ سلطان المقررین علامہ صدیق اللہ شاہ صاحب رنگین قدس سرہ۔

☆ رئیس القراء حضرت مولانا اسدالحق خاں قدس سرہ۔

صدرالشریعہ بدرالطریقہ قدس سرہ اپنے تلامذہ کی اس جماعت پر خود ناز فرمایا کرتے تھے چنانچہ محدث کبیر دام ظلہ اسمائے بالا نقل فرما کر رقمطراز ہیں:

''حضرت صدرالشریعہ اس جماعت پر ناز فرماتے تھے اور انہیں اولاد صلبی سے زیادہ عزیز رکھتے تھے ان میں کا ہر ایک آسمان فضل وکمال اور علم وفن کا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا یہ حضرات اپنے اپنے دور میں درس وتدریس، تعلیم وتربیت، رشدوہدایت ،بیعت وارشاد اور منزل سلوک کے امام شمار ہوئے ہیں'' (ماہنامہ اشرفیہ، اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۲)

اور اس جماعت کے اسماء ذکر کر کے علامہ بدرالقادری لکھتے ہیں:

''لاریب صدرالشریعہ کے تلامذہ کی اس جماعت کے ہر فرد کو علم اور حکمت وعرفان اور درس وتدریس کے شہرستان کی اپنی شہریاری حاصل ہے کہ آج پوری دنیا میں ان کی خسروی کا پرچم لہرا رہا ہے'' (حیات حافظ ملت ص ۱۰۳)

ان کے علاوہ سیکڑوں تلامذہ اور ہیں جن کے علمی جاہ وجلال، استعدادی کمال کا لوہا تسلیم کیا گیا وہ آج تاریخ اسلام کے تابندہ اوراق ہیں چند کے نام یہ ہیں:

☆ شیر بیشۂ اہل سنت مناظر اعظم علامہ حشمت علی خاں قادری، رضوی پیلی بھیتی علیہ الرحمہ۔

☆ سید العلما علامہ سید آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ۔

☆ رئیس المفسرین علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ۔

☆ رئیس الواعظین علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ۔

☆ قدوۃ المحققین حضرت علامہ مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ۔

☆ فقیہ النفس مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔

☆ علامہ سید ظہیر احمد صاحب زیدی علیہ الرحمہ علی گڑھ۔

☆ محبوب العلما علامہ حافظ وقاری محبوب رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ۔

☆ صاحب تصانیف جلیلہ علامہ مفتی خلیل احمد صاحب مارہروی پاکستان۔

☆ پیر طریقت فیض العارفین علامہ غلام آسی پیا بلیاوی علیہ الرحمہ۔

☆ علامہ مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ پاکستان۔

☆ بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ۔

☆ سلطان الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی۔

مراکز تدریس: آپ کا سحاب علم درج ذیل مدارس میں برسا اور بے شمار تشنہ لبوں کو آسودہ کام بنایا۔

(۱) مدرسہ اہل سنت پٹنہ بہار۔ (۱۹۰۷ء/۱۳۲۵ھ تا ۱۹۰۸ء/ ۱۳۲۶ھ)

(۲) دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، (۱۹۱۱ء/۱۳۲۹ھ تا ۱۹۲۵ء/۱۳۴۳ھ)

(۳) دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف (۱۹۲۵ء۔۱۳۴۳ھ تا ۱۹۳۳ء/۱۳۵۱ھ)

(۴) دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف (دوبارہ ۱۹۳۳ء/۱۳۵۱ھ تا ۱۹۳۵ء/۱۳۵۳ھ)

(۵) دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ (۱۹۳۶ء/۱۳۵۴ھ تا ۱۹۴۳ء/۱۳۶۱ھ)

(۶) مدرسہ مظہر العلوم بنارس۔ (۱۹۴۳ء ۱۳۶۱ھ تا ۱۹۴۴ء ۱۳۶۲ھ)

(۷) مدرسہ اہل سنت مظہر اسلام بریلی شریف (۱۹۴۵ء/۱۳۶۳ھ) چند ماہ، ایام حج وزیارت۔

حضرت صدر الشریعہ اپنے آخری تین سال جن میں اپنے وطن گھوسی تشریف فرما تھے ان میں بھی تدریسی مشغلہ رکھا۔

چنانچہ مولانا سبحان اللہ امجدی کو شرح وقایہ جلالین شریف وغیرہ مفتی محمد شریف الحق امجدی اور علامہ غلام آسی کو تصریح علم ہیئت پڑھایا اور محدث کبیر کو ابتدائی عربی وفارسی وغیرہ پڑھایا۔

ان میں سے جہاں بھی رہے وہاں فکر وادب علم وعرفان کا ایسا ماحول قائم کردیا کہ وہاں کے بام ودر خطہ وفضا دانش وبینش کی خوشبوؤں سے مہک اٹھے، چنانچہ دادوں کے مدرسہ حافظیہ میں صدر الشریعہ کی فروکشی پر حالات کی تصویر کشی کرتے ہوئے علامہ سید ظہیر احمد زیدی رقم طراز ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ مدرسہ دادوں میں بحیثیت صدر المدرسین وشیخ الحدیث تشریف لائے آپ کی آمد سے دار العلوم میں علوم وعرفان کی بارشیں ہونے لگیں، وہ دار العلوم جہاں غیر درسی غیر علمی مصروفیات کا غلبہ حاصل تھا اور جہاں کی فضاؤں میں تفریحی مشاغل کی گونج تھی اور جہاں مباحثہ ومکالمہ کے موضوعات فٹ بال اور زمانہ کے کھیل ہوتے تھے، ان کی جگہ علمی مباحث نے لے لی، اب دار الاقامہ میں منطق، فلسفہ، فقہ، حدیث، تفسیر، معانی وبیان، اور لغت وادب کے مسائل پر گفتگو ہوتی ملخصاً'' (صدر الشریعہ ص ۸۱)

اور اسی تعلق سے حضرت مولانا خلیل احمد خاں مارہروی فرماتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی صاحب قادری برکاتی رضوی نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا آپ یقین فرمائیں کہ یہ معلوم

ہوتا تھا کہ علوم شرعیہ کی تجلیاں درو دیوار سے چھن چھن کر سینہ ودل کی گہرائی میں گھر کرتی چلی جارہی ہیں"۔(صدرالشریعہ نمبر ص ۲۳)

یوں ہی اجمیر معلیٰ کے دارالعلوم معینیہ میں جلوہ افروزی پر رونما علمی انقلاب یہ ہوا کہ وہاں کے لوگ آپ کی قوت تدریس سے بہت متاثر ہوئے تو آپ کے روبرو ذکر کیا کہ آپ کی تعلیم بہت کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے، یہ مرکزی دارالعلوم سربلند نظر آرہا ہے۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۱۶)

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ مدارس کی چٹائیوں پر بیٹھ کر صدرالشریعہ قدس سرہ نے اپنا جلوہ زار علم کی ایسی شعائیں بکھیریں کہ ایک عالم بقۂ نور ہو گیا فیضان فکر وادب کا باڑا تقسیم کر کے بیشمار افراد ملت کو فکر رازی وشعور غزالی سے مالا مال کر دیا، حافظ ملت، محدث اعظم پاکستان، صدرالعلما، شمس العلما، خیرالاذکیا، سیدالعلما، محدث کبیر جیسے بافیض تلامذہ سے دنیا کو درک وشعور کی خنک روشنی عطا کر دی آج اہل سنت وجماعت کی نوے فی صد درس گاہیں آپ کے فیضان سے شاداب ہیں۔

زندۂ جاوید شخصیت: حضرت صدرالشریعہ اپنے بلند کارناموں، انمٹ تحریروں، بافیض شاگردوں، صالح اولادوں کے سبب ایک زندۂ وجاوید شخصیت، اور تاریخ کا سنہری ورق ہیں گردش لیل ونہار کی گردان کے دوام پر اثر انگیز نہیں ہوسکتی۔

حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی بڑے دل پذیر انداز میں آپ کی جاودانی زندگی اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر زمانہ بھلانا بھی چاہے تو کبھی نہیں بھلا سکتا، صدرالشریعہ کے جسد عنصری کو ابر خاکی نے چھپالیا لیکن ان کے علم بے کراں کو ہمالیہ جیسے پہاڑ بھی نہ چھپا سکے، اگر میں یہ کہوں کہ حضرت صدرالشریعہ علوم دینیہ کی خدمات سے زندہ ہیں تو مجھے کون

جھٹلائے گا؟ بے شک وہ حضور حافظ ملت اور ان کے کارناموں
کی شکل میں زندہ ہیں وہ صدر العلما اور ان کے علمی تبحر کی شکل
میں زندہ ہیں، وہ محدث اعظم پاکستان اور ان کی مقبولیت عام
کی شکل میں زندہ ہیں، وہ مجاہد ملت اور ان کے زہد وورع کی
شکل میں زندہ ہیں، وہ شمس العلما اور مفتی کانپور اور ان دونوں
کے دینی تفقہ کی شکل میں زندہ ہیں اور مجھے کہنے دیجیے کہ وہ
اپنے و بے گانے ملک و بیرونی ملک میں ''بہار شریعت'' کی
شکل میں زندہ ہیں''۔(صدر الشریعہ نمبر ص ۱۳۰)

فیضان تدریس کی وسعتیں: صدر الشریعہ کی تدریسی خدمات کی طنابیں آج پوری دنیائے سنیت کو محیط ہوچکی ہیں آپ کے علمی اشجار کی شاخوں کی بلندیاں اور ان کی وسعتیں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے قلم سے ملاحظہ ہو وہ رقمطراز ہیں:

زمانہ گواہ ہے کہ ہندو پاک کے سنی مدارس کے اندر جہاں جہاں بھی نئی نسلوں میں علم کا نور منتقل ہورہا ہے اس میں امجدی نسل کے علما کا زبردست حصہ ہے، دبستان امجدی کے علمی شجر سے دو شخصیتوں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن سے اساتذہ اور علما کی نسل چلی اور آج تک چل رہی ہے۔

ہندوستان میں استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اور پاکستان میں شیخ الاساتذہ بقیۃ السلف حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان دونوں ملکوں میں یہی دو عظیم منبع ہیں جن سے چھوٹی بڑی بہت ساری نہریں نکل کر مختلف بلاد وامصار سے ہوتی ہوئی ہر آن بحر و بر کی سرحدوں کو عبور کررہی ہیں، یہاں تک کہ ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے سنی مراکز و مدارس میں ان کا کوئی روشن چراغ آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس کی لو کسی شمع امجدی سے منور

نہ ہوئی ہو۔

ملک و بیرونی ملک کے وسیع خطوں پر امجدی نسل کے علما کس طرح اثر انداز ہوئے اور انھوں نے ملک کے ملک اپنی علمی صلاحیتوں سے کس طرح فتح کیے، ایک ایسی تاریخ ہے جو نصف صدی سے مختلف ادوار پر پھیلی ہوئی ہے، اس کا تفصیلی جائزہ لینا کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں۔

البتہ مختلف ملکوں میں رہنے والے امجدی نسل کے علما اگر سر جوڑ کر بیٹھیں اور الگ الگ اپنی یادداشت کو جمع کریں تو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ سمندر کی لہروں کی طرح چشمہ امجدی کا علمی فیضان ہر آن پورے تسلسل کے ساتھ نئی نسلوں میں منتقل ہو رہا ہے صرف مبارکپور کے ذریعہ امجدی نسل کے علما کا شجرۂ نسب شاخ در شاخ اتنا پھیل گیا ہے کہ آج کئی براعظم پر اس کا سایہ پڑ رہا ہے، دبستان عزیزی کی ہر درس گاہ سے برستے بادلوں کا فیضان نالوں تک اور نالے سے نہروں تک اور نہریں دریاؤں تک اور دریاؤں کی اٹھتی ہوئی موجیں ہر چہار سمت سے حافظ ملت کے مرقد انوار کا بوسہ لے رہی ہیں۔

حضرات! خانوادۂ امجدی کے علمی فیضان کی جو تفصیلات میں نے پچھلے صفحات میں سپرد قلم کی ہیں، ان کا تعلق حضرت صدر الشریعہ کی معنوی نسل سے ہے، اب آیئے تھوڑی دیر کے لیے ہم ان کی صلبی نسل کا بھی جائزہ لیں۔

اپنے ہم عصروں میں یہ امتیازی خصوصیت صرف حضرت صدر الشریعہ کو حاصل ہے کہ ان کی اولاد ذی استعداد اساتذہ اور خداترس علما پر مشتمل ہے جیسے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ، حضرت مولانا محمد یحیٰ علیہ الرحمہ، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ علیہ الرحمہ، حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ، حضرت علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ، حضرت مولانا ثناء المصطفیٰ، حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ، حضرت مولانا فداء المصطفیٰ، یہ

سارے فرزندان صدر الشریعہ صرف علما ہی نہیں بلکہ علما گر بھی ہیں۔

(ماہنامہ کنز الایمان نومبر ۲۰۰۸ء ص ۳۳)

نماز سے والہانہ لگاؤ: حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو نماز سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، سفر ہو یا حضر نماز وقت کے اندر ادا فرماتے حتی الوسع ہر حال میں باجماعت پڑھتے۔ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب قادری (پاکستان) اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''میں نے والد صاحب کے ساتھ کئی سفر بھی کیے، دو تین باران کے ساتھ کاٹھیاواڑ گیا، ۱۹۴۵ء میں اور پھر ۱۹۴۶ء میں غالباً آخر میں ۱۹۴۷ء میں بھی گیا تھا شعبان کے مہینے میں اور رمضان پاکستان میں گزرا، کبھی بھی میں نے ان کو بے جماعت نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، نہ اجمیر میں، نہ علی گڑھ میں اور نہ گھر پہ، والد صاحب کے ساتھ خدمت کے لیے سفر میں مولانا سبحان اللہ بھی ہوا کرتے تھے، گاڑی جب ۱۵/ منٹ کے لیے کسی اسٹیشن پر رکتی تھی تو والد صاحب کہتے کہ دیکھو اگر کسی نل پر لوگ وضو بنا رہے ہیں تو ان کے پاس چٹائی بچھاؤ اور ان سے کہو کہ جو لوگ ان میں بھی نماز پڑھنا چاہتے ہیں نماز پڑھ لیں، پھر والد صاحب اترتے اور کسی کھمبے کو سترہ بنا کر نماز پڑھاتے تھے، یہ اہتمام تھا ان کا سفری نمازوں میں''۔ (ماہنامہ جام نور دہلی جنوری ۷ ۲۰۰ء ص ۴۲/ انٹرویو قاری رضاء المصطفیٰ قادری)

مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''اجمیر شریف میں ایک بار شدید بخار میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ غشی طاری ہو گئی دوپہر سے پہلے غشی طاری ہوئی

اور عصر کے وقت تک رہی ،حافظ ملت خدمت کے لیے
حاضر تھے،حضرت صدرالشریعہ کو جب ہوش آیا تو سب سے
پہلے یہ دریافت فرمایا کیا وقت ہے؟ظہر کا وقت ہے یا نہیں؟
حافظ ملت علیہ الرحمہ نے عرض کی اتنے بج گئے ،اب ظہر کا وقت
نہیں یہ سنتے ہیں اتنی اذیت پہنچی کہ آنکھ سے آنسو جاری
ہوگئے،حافظ ملت نے دریافت فرمایا،کیا حضور کو کہیں درد ہے؟
کہیں تکلیف ہے؟فرمایا تکلیف ہے ظہر کی نماز قضا ہوگئی،
حافظ ملت نے عرض کیا،حضور بیہوش تھے بیہوشی کے عالم میں
نماز قضا ہونے پر کوئی مواخذہ نہیں۔فرمایا آپ مواخذہ کی بات
کررہے ہیں وقت مقررہ پر ایک حاضری سے تو محروم رہا"۔
(صدرالشریعہ نمبر ص ۵۵)

حق کی پاسداری: آپ کے اندر مذہبی رواداری کوٹ کوٹ کر بھری تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ احترام انسانیت ،پابندیٔ شریعت کے جذبات سے شرابور تھے،حقوق کی ادائیگی کا بڑا پاس ولحاظ فرماتے،آپ کے گھر کے بالکل قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور ایک دوسری خاندانی مسجد گھر سے ذرا دور جامعہ امجدیہ سے قریب ہے ابھی اس کا نام امجدی مسجد ہے۔

آپ ہمیشہ قریب والی مسجد میں اس لیے نماز پڑھتے اور اعتکاف فرماتے کہ وہ قریب ہے اس کا حق زیادہ ہے قاری رضاء المصطفیٰ صاحب قادری فرماتے ہیں:

"آج گھوسی میں جہاں جامعہ امجدیہ ہے(اللہ اسے ترقی
دے)وہاں پر چھوٹی سی ایک مسجد ہے، یہ ہماری خاندانی مسجد
ہے آپ جانتے ہیں کہ خاندانی مسجد سے لوگوں کا کتنا لگاؤ
ہوتا ہے، پھر بھی ایک قریبی مسجد میں نماز پڑھتے تھے،اعتکاف

بھی اسی میں کرتے تھے اور اسی مسجد میں حضرت علامہ
ارشد القادری نے ۱۹۴۴ء کے بعد ۲،۳ سالوں تک رمضان
والد صاحب کے ساتھ گزارے، وہ والد صاحب کے ساتھ
لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے خاندان کے لوگوں نے کئی دفعہ
والد صاحب سے کہا بھی کہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں
اور (مسجد کے ذمہ دار) آپ کے خلاف باتیں کرتے ہیں،
والد صاحب نے کہا وہ جو کر رہے ہیں انہیں کرنے دو، لیکن
جو اقرب المساجد ہے، پہلے ہمیں اسے آباد کرنا ہے، اس کا حق
ہم پر زیادہ ہے، اس لیے ہم نماز یہیں پڑھیں گے، چاہے وہ
برا کہیں یا بھلا کہیں"۔ (جام نور، جنوری ۰۷ء ص ۴۲/انٹرویو)

یہاں یہ بات ذہن میں محفوظ رکھنے کی ہے کہ ابتداءً آپ ایک عرصہ تک اس مسجد میں نماز پڑھنے سے احتراز فرماتے تھے جس پر مسجد کے بانی اور چند عوام نے یہ اعتراض شروع کر دیا کہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں، یہ کیسے عالم ہیں؟ آپ نے لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا البتہ جب چند خیر خواہوں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ شرعاً یہ مسجد نہیں ہے اور اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں، جو نماز یہاں پڑھی جائے، وہ واجب الاعادہ ہے کیوں کہ یہ دوست محمد کی زمین پر بے اجازت غاصبانہ طور پر تعمیر کی گئی ہے، جب یہ خبر مسجد کے بانی کو پہنچی تو وہ طیش میں آئے اور آپ سے کہا کہ آپ میری مسجد جو آپ کے دروازہ کے قریب ہے اس میں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت صدر الشریعہ نے انھیں حکم شرع سے مطلع کیا تو وہ بولے کہ ایسا مسئلہ میں نے آج تک کسی سے نہ سنا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی عالم سے پوچھ سکتے ہو وہ یہی بتائے گا جو میں نے کہا، بعد میں بانی صاحب نے پوچھا کہ اس کے

جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس تعمیر کی زمین کو خرید کر وقف کردو یا دوست محمد کو راضی کر کے اس سے وقف کرالو تو انھوں نے کہا کہ میں دوست محمد سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا آپ خود ہی اس کو بلا کر بات کرلیں، حضرت صدرالشریعہ نے دوست محمد کو سمجھا بجھا کر زمین بیچنے پر راضی کرلیا اور اس کی قیمت دلوا کر زمین کو تعمیر مسجد کے لیے وقف کرایا صحت وقف کے بعد آپ اسی مسجد میں پنجگانہ نمازیں پڑھتے اور پڑھاتے، جب گھر پر ہوتے تو بیماری، تندرستی، بارش، جاڑے، گرمی ہر موسم میں پنجگانہ نمازیں اسی مسجد میں ادا فرماتے تھے۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ جو اس قدر پاس شرع اور لحاظ حق کرتا رہا ہو وہ کس قدر عامل شرع رہا ہوگا۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں کس درجہ چاق وچوبند رہا ہوگا یقیناً اسی طرح کے لوگوں سے اسلام وسنیت کا بھرم باقی ہے۔

انگریز سے نفرت: آپ کے عہد حیات میں غیر منقسم ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی انہیں کا قبضہ واقتدار چل رہا تھا، ان کے ظلم وستم کی داستان ان کی اسلام مخالف سازشوں کی تاریخ پوشیدہ نہیں ہے۔

صدرالشریعہ حساس طبیعت کے مالک، اسلام کے مخلص نقیب تھے اس لیے آپ کو اسلام دشمن انگریز سے سخت نفرت تھی اور قولاً وعملاً کوشاں رہتے کہ کسی طرح وطن انگریز کے تسلط سے آزاد ہو جائے اس کے لیے آپ تحصیل آزادی کی میٹنگوں میں شرکت فرماتے آخر حیات میں انگریز کی مصنوعات کا استعمال چھوڑ دیا تھا جیسا کہ حضرت قاری رضاء المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں:

> "علی گڑھ میں محمد علی جناح آتے تھے تو ان کے ساتھ بھی ان کی میٹنگیں ہوا کرتی تھیں، ابا جی ۱۹۴۴ء/۱۹۴۵ء کی اس اہم میٹنگ میں بھی علی گڑھ میں شریک تھے، جس میں لیگ والوں نے انگریزوں سے پورے طور پر ملک کے آزاد کرنے کا مطالبہ

کیا۔اس وقت مولانا شاہد خاں شیروانی تھے جو ہمارے یہاں نائب صدرالمدرسین تھے اور کانگریسی تھے، اتنے بڑے کانگریسی کے گھڑی کا پٹہ بھی کھدر کا بنوایا تھا۔چپل کی پٹیاں بھی کھدر کی بنوائی تھیں۔اس وقت جب یہ بات آئی تو ابا جی نے کہا کہ انگریزوں کا بائیکاٹ ہی کرنا ہے تو کیا ضروری ہے کہ کھدر ہی پہنا جائے جو گاندھی آشرم میں بنا ہو، ہندوستان کے دوسرے کپڑے بھی پہن سکتے ہیں۔آخر مسلمان بھی تو مرادآباد وغیرہ میں کپڑے تیار کر رہے ہیں، دھاگے کات رہے ہیں جب ہمارا مقصد انگریزی کپڑوں کا بائیکاٹ ہے تو آخر ہم مسلمانوں میں یہ جذبہ کیوں نہیں پیدا کرتے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے بنے ہوئے کپڑے پہنیں۔صرف گاندھی آشرم کے تیار کیے ہوئے کھدر پہننے پر زور دینے میں تو ایک طرح کا نقصان ہی ہے،اس کے بعد پھر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انہوں نے تمام دوسرے کپڑے پہننے چھوڑ دیے اور گھر میں بتادیا کہ ہمارا کپڑا اور ہماری ٹوپی بھی گاڑھے کی ہوگی۔اس کے بعد پھر بٹن پر غور کیا تو کہنے لگے کہ یہ بھی تو انگریزوں کا ہی بنایا ہوا ہے لہٰذا انہوں نے بٹن لگانا بھی چھوڑ دیا۔اور گھنڈی لگانا شروع کردیا۔جوتا اسپیشل دہلی سے آیا کرتا تھا، ناشتے کے لیے بسکٹ ہمیشہ علی گڑھ شہر سے آیا کرتا تھا۔حاصل یہ کہ ابا جی کھانے پینے میں اور اوڑھنے پہننے میں بڑے باذوق اور نفاست پسند واقع ہوئے تھے،لیکن ترک موالات کے سلسلے میں جب انھوں نے اپنے قیمتی کپڑے پہننا چھوڑ دیے تو ہم نے دیکھا

کہ قیمتی کھانے بھی آہستہ آہستہ چھوڑتے چلے گئے۔آخر کے دنوں میں صرف روٹی اور کدو کی سبزی ہلکے شوربے کے ساتھ کھانے لگے تھے"۔(جام نور ص ۴۱)

تحریک ترک موالات میں حصہ: حضرت صدر الشریعہ علوم دینیہ شرعیہ میں دستگاہ کے ساتھ سیاسی بصیرت کے حامل تھے انہیں ہر وقت تعمیر ملت کی فکر، اصلاح مسلمین کی تڑپ، حمایت حق، حفاظت ایمان وعقیدہ کی امنگ رہا کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۲۰ء/۱۳۳۹ھ میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے ذریعہ ملک میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک رونما ہوئی اور اس نے زور پکڑا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ آپ نے بھی تحریک ترک موالات میں پورا پورا حصہ لیا اور فکر رضا کے موافق آپ نے بنام "اتمام حجت تامہ" ستر سوالات ترتیب دیا اور ابوالکلام آزاد سے ان کے جوابات طلب کیا مگر اس سے جواب نہ ہوسکا آخر کار بریلی شریف اور اس کے اطراف سے ابوالکلام کو بھاگنا پڑا برہان ملت حضرت برہان الحق جبل پوری قدس سرہ لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کے موقف کے مطابق مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ ستر سوالات کا مجموعہ مسمی بہ "اتمام حجت تامہ" طویل اشتہار کی شکل میں چھپ چکا تھا اور وفد کے جانے سے پہلے اجلاس عام کے منتظمین کو بھیجا جا چکا تھا تاکہ ان سوالات کا جواب تیار رکھیں۔علما کا وفد نو بجے شب کانگریسی جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔میرے علاوہ بے شمار علما اور عام اہل سنت بھی وفد کے ہمراہ بڑے وقار و تحمل کے ساتھ جا رہے تھے۔صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے مجھے اپنے درمیان

لے لیا۔ ہم جلسہ گاہ پہنچے بہت بڑا اجتماع تھا“۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۱۸۷)

دعوت وتبلیغ: تدریسی انہماک کی کثرت کے باوجود دعوت وتبلیغ کا بھی زریں کارنامہ انجام دیا ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”اس (اجمیر) کے علاوہ اردگرد کے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیر آباد بیاور لاڈنوں، جے پور، جودھپور، پالی، مارواڑ اور چتوڑ وغیرہ میں بھی خود آپ (صدر الشریعہ) اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے مذہب اہل سنت کی اشاعت اور وہابیہ، قادیانیہ کا رد کیا کرتے تھے، آپ کی تقریر خالص علمی مضامین اور قرآن وحدیث کی تفسیر وتفصیل پر مشتمل ہوا کرتی تھی، مسلک اہل سنت کو ٹھوس دلائل سے اس طرح بیان فرماتے کہ مخالفین تسلیم کے علاوہ چارہٗ کار نہ پاتے“۔ (باغی ہندوستان ص ۳۳۸)

یوں ہی اجمیر شریف کے زمانۂ قیام میں صدر الشریعہ نے وہاں کے راجپوتوں میں باقاعدہ تبلیغ مذہب، اصلاح اعمال واصلاح اعتقاد، تعلیم فرائض وواجبات کا پروگرام بنایا اور اپنے ساتھ اس کار خیر میں تلامذہ کو بھی شریک کیا حسب پروگرام اپنے تلامذہ کو لے کر ان راجپوتوں کے پاس جاتے انہیں دینی مسائل واحکام بتاتے تبلیغی جلسے کرتے اس کا نہایت حوصلہ افزا نتیجہ ہاتھ آیا۔

چنانچہ علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ان تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہوگیا“۔

(ماہنامہ پاسبان کا امام احمد رضا نمبر الہ آباد ص ۶۱)

اسی حوالے سے مشہور مورخ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

''اجمیر کے زمانۂ قیام میں نومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے''۔ (یادگار بریلی ص ۶۱ کراچی ۱۹۷۰ء)

واضح رہے کہ حضرت صدرالشریعہ کی دینی دعوت وتبلیغ محض اجمیر کے قرب وجوار تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ان کی خدمات دعوت پورے ملکی پیمانے پر بسیط تھیں۔

تحریری وقلمی کارنامہ: کمیت کے اعتبار سے آپ کی تصنیفات بہت زیادہ نہیں ہیں، البتہ کیفیت کے اعتبار سے سیکڑوں تصنیفات پر بھاری ہیں، تصنیفی دنیا میں رشحات زیادہ نہ چھوڑنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟۔

عصر حاضر کے نامور اردو قلم کار مولانا بدرالقادری کے قلم سے ملاحظہ ہو آپ لکھتے ہیں:

''آپ کا دور اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی دھوم دھام کا دور تھا فقیہ اعظم اگر اسی جانب متوجہ ہوجاتے تو ایک عظیم پیمانے کا دارالمصنفین قائم کرسکتے تھے یا خود اپنے زور قلم سے تصنیفات کا ایک انبار چھوڑ سکتے تھے، عہد ساز ضرورتوں کے پیش نظر فقہ حنفی کی عظیم کتاب ''شرح معانی الآثار جلد اول نصف'' پر حاشیہ محض سات ماہ کی قلیل مدت میں تحریر فرمانے والے قلم کار کے لیے کچھ دشوار نہ تھا مگر ان کی دور بیں نگاہوں نے اس طرف کچھ خاص شغف نہ رکھا چوں کہ ان کا مقصود یہ تھا کہ میں کیوں نہ درسگاہ کی چٹائی پر بیٹھ کر فیضان نظر سے ایسے دیوانے پیدا کروں جو نظام مصطفیٰ کے قیام واستحکام کا ستون بنیں مجھے لکھنے دیجئے کہ

صدرالشریعہ کی تدریس نہ ہوتی تو حافظ ملت کہاں سے پیدا ہوتے؟ محدث پاکستان کا وجود کہاں سے ہوتا؟ دنیا شیخ العلما کو کہاں سے پاتی؟ اور کہاں ہوتے علامہ ازہری اور مولانا وقارالدین جیسے علما؟''۔ (صدرالشریعہ نمبر ص۱۱۲)

تصنیفات حسب ذیل ہیں

(۱) بہار شریعت از حصہ اول تا حصہ سترہ۔
(۲) فتاوی امجدیہ (اول)
(۳) فتاوی امجدیہ (دوم)
(۴) فتاوی امجدیہ (سوم)
(۵) فتاوی امجدیہ (چہارم)
(۶) رسالہ ایصال ثواب۔
(۷) حاشیہ طحاوی، اول ودوم (عربی)
(۸) قامع الواھیات من جامع الجزئیات (عربی)
(۹) اتمام حجت تامہ۔
(۱۰) اسلامی قاعدہ۔

اول الذکر کتاب ''بہار شریعت'' علوم شریعت کا عظیم سمندر ہے، جس سے آج پوری دنیا کے ارباب علم سیرابی حاصل کر رہے ہیں، یقیناً اردو زبان میں یہ بے مثل و بے مثال فقہ حنفی کی عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے، اپنی گونا گوں خوبیوں کے سبب اصحاب علم کی آنکھوں کا سرور ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا اس کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر تصوف میں بھی کتاب لکھنے کا ارادہ تھا مگر ایسے حادثات پیہم کے شکار ہوئے کہ تشنہ تصنیف رہ گئی، آپ فرماتے ہیں:

''اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب (بہار شریعت) کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اور بھی لکھی جائے گی جس کا اظہار اس سے پیش تر نہیں کیا گیا تھا، ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہیں رکھا کہ بہار شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہنچاتا''۔(صدر الشریعہ نمبر ۱۷۹)

آپ کی تحریری خصوصیات پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے مولانا سید الزماں حمدوی فرماتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ کی تحریری خصوصیت بعض جگہ نہایت دل آویز ہے اور کہیں کہیں نہایت دل نشیں انداز سے مختصر تمہید بیان کرتے ہیں کہ دل کے لیے ان کے قلم حق رقم کو داد دیئے بغیر گزر جانا مشکل ہو جاتا ہے گویا ایک دریائے علم وعرفان ہے، جو الفاظ کے کوزے میں بند ہے''۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۲۴۹)

اوصاف وعادات: حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا طور وطریقہ آئینۂ شریعت تھا، آپ طبعاً نفاست پسند، خوش مزاج، حلیم الطبع، صاف گو، سادہ لوح، معاملہ فہم، کریم النفس، بہترین منتظم، طلبہ کے بہی خواہ اور نہایت مخلص مگر اصول میں سخت گیر تھے عملاً صبح سویرے بیدار ہو جاتے نماز فجر ادا کرتے، پھر ایک پارہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے شجرۂ طیبہ کا ورد کرتے، پھر اوراد ووظائف پڑھتے، اس کے بعد ناشتہ فرماتے اور درس دینے کے لیے تیار ہو جاتے، دوران درس بے ضرورت بات نہ کرتے رمضان میں اعتکاف کرتے اور تہجد پر مداومت فرماتے، فرائض، واجبات وسنن پر ہمیشہ مواظبت رکھتے، وطن میں اقامت کے وقت

روزانہ بڑے بھائی حکیم احمد علی مرحوم کے یہاں جاتے پرانے دوستوں سے ملاقات کرتے ، رشتہ داروں سے تعلقات استوار فرماتے ،لوگوں کے درمیان شکر رنجیاں ختم کراتے ،عصر کے بعد سیر وتفریح کرتے ،دوستوں کے ساتھ بے تکلف رہتے ،گھریلو معاملات نہایت خوشگوار بنائے رکھتے حیات کے اکثر حصے میں لباس قیمتی اور نفیس استعمال کرتے رہے، اعلیٰ کپڑوں کی شیروانی ،اور جبہ پہنتے رہے، اخیر عمر میں انگریزی مصنوعات سے بائیکاٹ کے طور پر کھدر کا لباس اپنا لیا تھا، تلامذہ واولاد کی تربیت کا خیال خاص رکھتے غلطی پر فوراز جرو توبیخ فرماتے ،ہر سال پابندی سے زکوۃ نکالتے ،غرض کہ آپ کی زندگی احکام قرآنی ،فرمودات نبوی کی تفسیر تھی۔

ازدواجی زندگی: آپ نے چار شادیاں کیں پہلی تین زوجات کریمات یکے بعد دیگرے اللہ کو پیاری ہوتی رہیں پہلی زوجہ کا نام کریمہ تھا ان کے بعد کی دو زوجات کا نام معلوم نہ ہو سکا چوتھی حرم مخدومہ اہل سنت مکرمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ آپ کی آخر نفس حیات تک ساتھ رہیں اور آپ کی اولاد کی خدمت کرتی رہیں، ۲۹ رر رجب ۱۴۱۵ھ یکم جنوری ۱۹۹۵ء کو دار بقا کی طرف کوچ کیا۔آپ نے اپنی ساری ازواج کے ساتھ حسن معاشرت کا مظاہرہ فرمایا اسلامی آئین واحکام کی روشنی میں زندگی گزاری۔اللہ رب العزت نے آپ کو کثرت اولاد کی دولت سے شادکام فرمایا، اہم بات یہ کہ سب کو دین کا عالم وفاضل، مصلح ومبلغ، دین دار تقویٰ شعار بنایا انہوں نے آج پوری دنیا میں علم وعمل کا اجالا پھیلا کر اپنے والد صدرالشریعہ کی نیک نامی میں چار چاند لگا دیا ہے بلاشبہہ آج دنیائے سنیت کو آپ کی موجودہ اولاد پر فخر وناز ہے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

ذکوراولاد امجاد

(۱) حضرت علامہ حکیم شمس الہدیٰ قادری قدس سرہ
(۲) حضرت علامہ حکیم محمد یحییٰ قادری قدس سرہ
(۳) حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری قادری قدس سرہ
(۴) حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ قادری قدس سرہ
(۵) حضرت فخر القراء مولانا قاری رضاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ پاکستان
(۶) حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ
(۷) محمد مرحوم
(۸) حضرت مفتی ثناء المصطفیٰ قادری قدس سرہ
(۹) حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ
(۱۰) حضرت مولانا فداء المصطفیٰ قادری دام ظلہ

اولاد اناث

(۱) محترمہ عزیزہ خاتون صاحبہ عرف بنو صاحبہ علیہا الرحمہ
(۲) محترمہ عالمہ سعیدہ خاتون علیہا الرحمہ
(۳) محترمہ عالمہ عائشہ خاتون صاحبہ دامت فیوضہا

اولاد پر شفقت اور ان کی تربیت: صدر الشریعہ درس وتدریس، دعوت و ارشاد، افتاومناظرہ کی بے پناہ مصروفیت کے باوجود اولاد کی تربیت ہمیشہ کرتے رہے، انہیں نکھارنے سنوارنے، مذہبی رنگ سے رنگنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی آپ کے حسن تربیت کا نتیجہ آج موجودہ اولاد کی گفتار ورفتار، احوال واطوار سے روشن ہے یوں ہی اولاد پر بڑی شفقت وعنایت فرماتے۔

ملاحظہ ہو علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری قدس سرہ فرماتے ہیں:

''بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ حضرت والد صاحب قبلہ سے بہت ڈرا کرتے تھے کوئی بات کتنی ہی ضروری ہو اسے پیش کرنے سے ہچکچاتے تھے باوجود شدت مرض کے اور منہ سے خون آنے کے والد صاحب قبلہ کے سامنے پان نہ کھاتے حالانکہ وہ پان کے عادی تھے بیماری کے دوران حضرت والد صاحب قبلہ خود ان کو اپنے ہاتھ سے پان کھلایا کرتے تھے جو محبت پدری ان سے تھی، اس کا مظاہرہ آخری وقت ہوا''۔

(صدرالشریعہ نمبر ص ۳۳)

نیز فرماتے ہیں:

''سچ تو یہ ہے کہ ہم سب کی والدہ نہیں تھیں، ہمارے بہت ہی بچپن میں انہوں نے وفات پائی والد صاحب قبلہ نے باپ اور ماں دونوں کا کردار ادا کیا حالانکہ یہ بہت شاق کام ہے سوتیلی والدہ سے ہم لوگوں کی کوئی غرض کبھی وابستہ نہ رہی لباس، خوراک، عید، بقرہ عید، پھل، میوے، مٹھائی، شیرینی، دوا دارو، علاج، معالجہ ہر چیز کی خود ہی نگرانی فرماتے تھے''۔

(صدرالشریعہ نمبر ص ۳۳)

اور حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی رقمطراز ہیں:

''۶۶، ۱۳۶۷ھ میں خدمت اقدس میں حاضر تھا اس وقت میں نے حضرت کی شفقت اولاد پر اپنی آنکھوں سے دیکھی مولانا ثناء المصطفیٰ مولانا بہاء المصطفیٰ مولانا فداء المصطفیٰ اس وقت بہت چھوٹے بچے تھے وہ گنا لے کر آتے اور کہتے

اباجی اسے گلا بنادو، یعنی اسے چھیل کر کاٹ کر چھوٹے چھوٹے
ٹکڑے کردیجئے ، حضرت بڑے پیار ومحبت سے مسکرا کر گنا
چاقو ہاتھ میں لے کر اسے چھیلتے پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر
کے ان لوگوں کے منھ میں ڈالتے''۔(صدر الشریعہ نمبر ص ۵۴)

صدر الشریعہ اور محدث کبیر: حضرت محدث کبیر صدر الشریعہ کی چوتھی حرم محترمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ کے بطن سے ہیں، آپ عہد طفولیت سے ہی زیرک، دانا، ہوش مند، قوی الحافظہ، سعادت آثار ہیں، صدر الشریعہ پر آپ کی روشن اقبالی عیاں ہو چکی تھی اس لیے آپ کے اوپر خصوصی توجہ مرکوز رکھتے، خود آپ کو تسمیہ خوانی کرائی اردو، فارسی، میزان ومنشعب پڑھائی، املا، خوش خطی سکھایا، پارہ عم پڑھاتے وقت محدث کبیر کے چند اہم سوالات کرنے پر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا'' انشاء اللہ میرا یہ بچہ بہت بڑا عالم ہوگا''۔

الحمدللہ آپ کی یہ دعا آمیز امید پوری ہوئی اور عصر حاضر میں محدث کبیر ممتاز عالم وفقیہ، یگانہ محدث ومفکر، بے مثال داعی ومناظر، بے بدل مرشد ومقرر کی حیثیت سے معروف ومشہور ہیں، نیز کرشمۂ تقدیر یہ کہ محدث کبیر کو ابتدائی فارسی وصرف پڑھا کر فارغ ہوئے تو صدر الشریعہ کا سفر آخر قریب تر آ گیا۔لہٰذا آغاز شوال ۱۳۶۷ھ میں محدث کبیر کی تعلیم وتربیت کا کام فیض العارفین علامہ غلام آسی حسنی قدس سرہ کے حوالے کیا اور شوال کے آخری عشرہ میں بہ ارادۂ حج سفر آخرت فرمایا، ممبئی پہنچ کر بہت زیادہ بیمار ہوئے اور ۲/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ کو ربانی جلوں میں گم ہو گئے۔

علامہ ارشد القادری نے اسی موقع پر کہا تھا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

صدر الشریعہ اور تحریک اشرفیہ: امجدی خانوادے کا سر رشتہ اشرفیہ کی نشأۃ اولیٰ سے ہی جڑا ہوا ہے، البتہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس ادارے پر کب سے نگاہ التفات فرمائی تو روداد ۱۳۵۷ھ کے درج ذیل اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۳۲۹ھ سے آپ اس کے ایک مخلص سرپرست، مذہبی و علمی رہنما ہیں۔

> ”دار العلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم اٹھائیس سال سے تعلیمی و تبلیغی خدمت انجام دے رہا ہے، جس کے سرپرست شمع شبستان غوثیت حضرت مولانا العلام شاہ ابو المحامد سید محمد صاحب کچھوچھوی دامت برکاتہم وعلامۂ زمن خاتم الفقہا حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ہیں“۔ (روداد ۱۳۵۷ھ، دار العلوم اشرفیہ مبارک پور)

گویا صدر الشریعہ اس کی نشأۃ ثانیہ کے آغاز سے ہی سرپرست ہیں کیوں کہ یہ ۱۳۲۹ھ میں کچھ شاطرانہ سازشوں کا شکار ہو کر چند ایام کے لیے بند ہو گیا تھا اس کے بعد ہی دیوبندیوں نے ”احیاء العلوم“ نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور اہل سنت نے قدیم نام ”مدرسہ مصباح العلوم“ ہی سے دوبارہ قائم کیا، بالآخر ادارہ صدر الشریعہ کی سرپرستی میں ناموں اور جگہوں کی کچھ تبدیلی کے ساتھ دھوپ چھاؤں کی منزلیں طے کرتا رہا، مالی تنگ حالی کے سبب وہ خاطر خواہ ترقی نہ کرسکا، اس پر طرفہ یہ ہوا کہ دیوبندی مولویوں کی شاطرانہ چالوں سے سنیت کی فضا مکدر ہوگئی سنی حضرات مضطرب و بے چین ہو گئے تو انھوں نے ایک متحرک و فعال جلیل القدر ایسے عالم کی ضرورت محسوس کی جو فتنوں کا سد باب اور مدرسہ ”مصباح العلوم“ کو عروج آشنا کرسکے، لہٰذا ایسے عالم کے انتخاب کے لیے ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں عوام اہلسنت مبارکپور نے صدر الشریعہ اور محدث اعظم ہند قدس سرہما کو مبارکپور میں مدعو کیا شیخ محمد امین انصاری کے مکان پر میٹنگ ہوئی حضرت صدر الشریعہ نے اپنے مخلص،

عقیدت کیش، وفا شعار، نیک اطوار سعادت آثار شاگرد حافظ ملت علامہ عبد العزیز قدس سرہ کا نام نامی پیش فرمایا محدث اعظم نے بھی تائید کی اور ۲؍ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۷؍۸؍فروری ۱۹۳۴ء کو جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ "مدرسہ مصباح العلوم" مبارکپور میں صدر المدرسین کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوئے۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ اپنی آمد کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"شوال ۱۳۵۲ھ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے خط لکھ کر مجھے وطن سے بریلی شریف بلایا خط میں کوئی تفصیل نہ تھی وہاں پہنچا تو فرمانے لگے "میرا ضلع (اعظم گڑھ) بالکل خراب ہوگیا، دیوبندیت بڑھ رہی ہے اس لیے میں آپ کو دین کی خدمت کے لیے بھیج رہا ہوں" میں نے عرض کیا حضور میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا، فرمایا میں نے ملازمت کے لیے کب کہا میں تو خدمت دین کے لیے کہہ رہا ہوں، آپ ملازمت سمجھ کر جائیں بھی نہیں، میں چپ ہوگیا پھر فرمانے لگے "میں آپ کو مبارک پور بھیج رہا ہوں یہ مت خیال کیجئے گا کہ وہاں کیا مل رہا ہے؟" میں حضرت کے حکم سے ۲؍ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ، ۷،۸ فروری ۱۹۳۴ء کو مبارک پور پہنچا"۔

(حافظ ملت نمبر ۱۹۷۸ء ص ۲۷)

حافظ ملت ایک معتمد عالم، مخلص مبلغ، عہد آفریں مدرس کا پیکر بن کر مبارک پور تشریف فرما ہوئے، اور اپنے مجاہدانہ عمل، مدبرانہ اسلوب، مفکرانہ کردار، حکیمانہ طرز، مشفقانہ انداز کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ استاذ کے چمن آرزو میں پھول کھل اٹھے، دنیائے سنیت مشک بار ہوگئی، حالات بدل گئے، ادارہ حیات نو کی تب وتاب سے ایک عالمی اور مثالی مرکز، تاریخ اسلام کا عظیم حصہ، مدرسے سے دار العلوم اور دار العلوم

سے جامعہ ہو کر متعارفِ عالم ہو گیا۔ صدر الشریعہ بحیثیت سر پرست پہلے بھی اس ادارے پر نظر التفات رکھتے رہے، مگر جب آپ کے تلمیذ رشید، منظور نظر حضرت حافظ ملت اس میں تشریف فرما ہوئے تو اپنی عنایات کی بارش میں اضافہ فرما دیا۔

ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ لکھتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ طویل مدت سے مدرسہ اشرفیہ کے سر پرست تھے لیکن حضرت حافظ ملت کی آمد کے بعد آپ کی خصوصی عنایت اور نظر التفات میں اضافہ ہو گیا سال میں کئی بار مدرسہ میں تشریف لاتے سالانہ اجلاس اور امتحان کے موقع پر بھی بلا ناغہ تشریف لاتے''۔

(ماہ نامہ اشرفیہ اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۷)

اور مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے بقول:

''امتحان کے ایک دو روز پہلے ہی حاضر ہو جاتے، اس کے علاوہ ہر موڑ پر حضرت حافظ ملت کو مشوروں سے نوازتے رہے ان کی رہنمائی فرماتے رہے، اور خود حافظ ملت علیہ الرحمہ ایک نیاز مند، وفا کیش شاگرد ہونے کے ناطے بذریعہ خطوط ادارے کے حالات سے آگاہ کرتے اور دعائیں لیتے، نصیحتیں، ہدایات، مشورے لیتے رہے''۔

چنانچہ ایک خط میں رقم طراز ہیں:

''غلام نہایت خاموشی سے مدرسے کا کام کرتا ہے اور اسی طرح ارشاد عالی کے مطابق جب تک منظور رب ہے خدمت کرتا رہے گا، حضور سے التجا ہے کہ اس ناکارہ غلام کے لیے دعائے خیر فرمائیں''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۵۴)

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

"مدرسہ کی حالت اچھی ہے اہل شہر کی توجہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے اگر ملکی حالت کی نزاکت نہ ہوتی تو مدرسہ فوری ترقی کر جاتا"۔ (حافظ ملت نمبر ۲۵۳)

غرض حافظ ملت نے استاذ گرامی صدر الشریعہ کے حکم کی تکمیل میں جان توڑ محنت کی ہر وقت اشرفیہ کی ترقی ہی کی فکر فرمائی۔

مولانا بدر القادری مصباحی رقم طراز ہیں:

"حضور حافظ ملت حضرت صدر الشریعہ کو اپنا مالک کہا کرتے تھے جب سے صدر الشریعہ نے آپ کو دار العلوم اشرفیہ کی خدمت کے لیے بھیجا بس انہیں "اشرفیہ" ہی کی ترقی اور استحکام کی فکر رہتی اور ہمہ وقت یہ خیال رہتا کہ مالک کی سونپی ہوئی پاسبانی میں کہیں کوتاہی نہ ہونے پائے"۔ (حیات حافظ ملت ص ۴۷۶)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تا حیات اشرفیہ کو اپنا ادارہ تصور کرتے رہے اس کی ترقی کی راہ ہموار کرنے کی سعی فرماتے رہے، ترقی کی راہ میں آنے والی اڑچنیں خود بڑھ کر دور فرماتے، چنانچہ ایک بار جب اشرفیہ کے اندرونی حالات کشیدہ ہو گئے تو حافظ ملت مجبور ہو کر ناگپور چلے گئے صدر الشریعہ بے چین ہو گئے اور حافظ ملت کو دوبارہ مبارکپور آنے کا حکم صادر فرمایا اور یہ کہا کہ آپ کو مبارکپور کی سرزمین پر ہی رہ کر کام کرنا ہے، حافظ ملت واپس آ گئے بہار آ گئی۔

یوں ہی ایک مرتبہ حافظ ملت کے دست راست حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف علیہ الرحمہ کسی بات پر نالاں ہو کر اشرفیہ چھوڑ کے اپنے گھر چلے گئے اور کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔ صدر الشریعہ کو معلوم ہوا تو بہت مضطرب ہوئے اور خود رتسڑ بلیا کا سفر کیا، انہیں بلا کے لائے۔

مولانا کوثر امجدی لکھتے ہیں:

حضور حافظ ملت کے شاگرد رشید اور جامعہ اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ ایک بار کسی بات پر ناراض ہو کر مبارک پور سے اپنے گھر چلے آئے اور کپڑے کی تجارت شروع کردی، مبارکپور میں ان کی جگہ خالی رہی، کچھ دنوں بعد حضرت صدرالشریعہ مبارک پور تشریف لائے، حضرت مولانا عبدالرؤف علیہ الرحمہ کے متعلق حال معلوم کر کے بے حد افسوس فرمایا، چنانچہ حضرت صدرالشریعہ میرے قصبہ رتسڑ ضلع بلیا میں بذات خود تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب کو آج ہی شام تک اپنے ساتھ لے کر آجائیں، یہ حکم سنتے ہی میں نے سائیکل اٹھائی اور آدھے گھنٹے میں حضرت مولانا کے گھر بھوج پور ضلع بلیا پہنچ گیا حضرت کا فرمان سنایا موصوف فوراً تیار ہو گئے اور ہم دونوں آدمی شام سے پہلے خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے حضرت بے حد مسرور ہوئے اور مجھے بڑی دعائیں دیں اور حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب سے فرمایا:

> ''حافظ جی میں نے آپ کو اس لیے تکلیف دی کہ اشرفیہ کے در و دیوار آپ کو آواز دے رہے ہیں میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ مبارکپور تشریف لے جائیں آپ کی موجودگی میں اس جگہ کو کوئی دوسرا پر نہیں کر سکتا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی''۔

اتنا سننا تھا کہ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نے عرض کیا کہ جب حضرت کا حکم ہے تو میں ہر حال میں جاؤنگا اور تعمیل حکم میں کوئی کمی نہیں ہونے دوں گا تاریخ شاہد ہے کہ حضرت مولانا عبدالرؤف علیہ الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ میں تشریف لائے اور زندگی کے آخری سانس تک بحسن وخوبی خدمت انجام دی۔

(ملخصاً صدر الشریعہ نمبر ۱۹۹۵ء ص ۱۴۵)

صدر الشریعہ کا یہ کارنامہ تاریخ اشرفیہ کا زریں ورق ہے۔

یوں ہی صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی ساری اولاد، احفاد رشتہ دار مثلا علامہ ارشد القادری، فیض العارفین غلام آسی علیہما الرحمہ وغیرہم کو حافظ ملت سے منسلک کیا اور عقیدت کیش اسی لیے بنایا کہ یہ سب حافظ ملت کے دست و بازو بن کر اشرفیہ کو ترقی دیں اور آپ کی روحانی مسرتوں کا سامان کریں۔

الحمدللہ! آپ کی مرادیں برآئیں اولاد واحفاد وغیرہم نے حافظ ملت سے بھرپور وفاداری کا ثبوت دیا، خصوصا مفتی محمد شریف الحق امجدی، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے اشرفیہ اور بانی اشرفیہ کا آوازہ پورے عالم اسلام میں پہنچا دیا، اس کا تعلیمی معیار بلند سے بلند تر کر دیا آج ادارہ انہیں خطوط پر ہی ترقی کی راہ رواں ہے۔

یہ ہے اشرفیہ سے صدر الشریعہ کا قلبی لگاؤ، ان کا تحریک اشرفیہ میں حصہ، حضور حافظ ملت کا انتخاب اہل سنت پر احسان عظیم، قدماً ولساناً، قلماً ہر طرح اشرفیہ کا تعاون ایک مکتبی مدرسے کو عربی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کا منصوبہ اور اس کا خواب جو شرمندۂ تعبیر ہوا تحریک اشرفیہ سے صدر الشریعہ کی اس غایت دل بستگی ذہنی، فکری لگن سے واضح ہے کہ صدر الشریعہ کو پوری دنیائے سنیت سے عموماً اور اعظم گڑھ سے خصوصاً سچی خیر خواہی تھی، اور یہ بھی کہ اشرفیہ کے بام ودر سے لے کر تعلیم وتعمیر کا ہر میدان ان کا مرہون منت ہے۔

حج وزیارت: بریلی شریف میں قیام کے دوران ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں صدر الشریعہ نے پہلی بار حج وزیارت کی سعادت حاصل فرمائی اور ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں آپ نے مفتی اعظم قدس سرہ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) کے ساتھ دوسرے حج کے ارادے سے سفر فرمایا، مگر یہ سفر آپ کا سفر آخرت ثابت ہوا

کیوں کہ راستے میں ہی طبیعت ناساز ہوئی اور جب آپ ممبئی پہنچے تو اور زیادہ خراب ہوگئی پھر بحال نہ ہوئی اور اسی حال میں ۲/ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ ۶/ستمبر ۱۹۴۸ء کو آپ انوار و تجلیات الٰہی میں گم ہوگئے، انا للہ و انا الیہ راجعون.

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

درج ذیل آیت کریمہ آپ کا سن وصال ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۱۳۶۷ھ

شگفتہ چہرہ اور عطر بیز خوشبو: صدر الشریعہ کا وصال عروس البلاد ممبئی عظمیٰ میں ہوا، پھر ایک تابوت میں کر کے آپ کو بذریعہ "ممبئی میل" ٹرین سے بنارس اور وہاں سے اندارا گھوسی لایا گیا اور تابوت کھولا گیا تو لوگوں کو بڑی عطر بیز خوشبو محسوس ہوئی اور چہرہ نور بار پھول کی طرح شگفتہ تھا، علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں:

"تابوت شریف آنگن میں اتارا گیا جیسے ہی اوپر کا تختہ کھلا ایک عجیب قسم کی خوشبو سے ساری فضا معطر ہوگئی، حافظ ملت اور چند مخصوص علما نے جنازہ مبارکہ تابوت سے باہر نکال کر ایک اونچے تختے پر سلا دیا جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا کفن ہٹا کر پھول جیسے شگفتہ چہرے کا دیدار سب سے پہلے حافظ ملت نے کیا، اس کے بعد خاندان کے علما واعزہ واقارب زیارت سے مشرف ہوئے، پرنور چہرہ دیکھنے کے بعد حافظ ملت پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ اسے الفاظ و بیان میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے، بے خودی کے عالم میں وہ چیخ اٹھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جسے ایک عاشق پاکباز، ایک حق پرست مرد مومن اور ایک زندہ وجاوید فقیہ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو وہ یہاں آکر دیکھ لے"۔

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ روایت بھی باوثوق ذریعہ سے ہم تک پہنچی کہ بہت سے بدعقیدہ لوگ حضرت صدر الشریعہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو گئے''۔ (صدر الشریعہ نمبر ۱۰۵)

اور مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''جب چہرۂ اقدس سے کفن سرکایا گیا تو لبوں پر جاں نواز تبسم اور چہرے پر مسرت کی تابانی مہر نیم روز کی طرح درخشاں تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک عاشق سوختہ جاں اپنے محبوب کو دیکھ دیکھ کر خوشی میں پھولے نہیں سما رہا ہے۔

حضرت آسی نے سچ کہا ہے:

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور اس گل سے ملاقات کی رات

یہ میں شب گور کی بات نہیں کر رہا ہوں شب گور سے پہلے کی بات کر رہا ہوں میں نے زندگی میں کبھی چہرۂ اقدس پر اس قسم کے آثار اور ایسا جاں نواز تبسم نہیں دیکھا تھا''۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۷۰)

نماز جنازہ: جمعرات ۴ ر ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ ۸ ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو بعد نماز عصر جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت قدس سرہ نے نماز جنازہ پڑھائی ہزاروں ہزار عقیدت مندوں، اہل ارادت اور اہل ایمان ومحبت نے ان کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی۔

اور ٹھیک اس وقت جب آفتاب عالم روپوش ہو رہا تھا حافظ ملت اور خاندان کے مخصوص افراد نے مجد وشرف، علم وفضل، زہد وتقوی کے اس تابناک سورج کو

لحد کے اندر اتارا، اس طرح عرفان وآ گہی کا نیر تاباں کردار وعمل کا مہر درخشاں فقہ ومعرفت کا بحر بے کراں ،علوم ومعارف کا آسماں زمین کی پستیوں میں اوجھل ہوگیا کسی نے خوب کہا ہے۔

کس قدر پر کیف تھی پوری کتاب زندگی
فکر پاکیزہ شگفتہ قلب سنجیدہ نظر
ارتقائی روح بڑھتی ہی گئی سوئے ہدف
اقتدا بھی اک سفر تھی انتہا بھی اک سفر

کرامت جلیلہ: آپ کی تدفین کے بعد سے بارش شروع ہوئی تین دن تک جاری رہی قبر کے اردگرد پانی بھر گیا پندرہ دن کے بعد مزار کے آس پاس سے پانی ختم ہوا تو چبوترے کی تعمیر کے لیے نیو کھودی گئی اس کے بعد مزار اقدس پر چٹائیاں ڈالدی گئیں تھیں وہ ہٹائی گئیں تو ایسی جانفزا خوشبو کا بھبوکا اٹھا کہ پوری فضا معطر ہوگئی کام کرنے والے مزدور ہندو تھے وہ کام چھوڑ کر حیرت زدہ کھڑے تھے پھر اس کی شہرت ہوئی تو ہندو مسلم شیعہ سنی وہابی دیوبندی سب حاضر ہوئے، سب نے اس خوشبو کو سونگھا سب حیرت زدہ رہ گئے حتی کہ ایک دیوبندی مولوی جس کا نام اختر علی تھا اس نے اعلانیہ کہا کہ صدر صاحب نے اپنے مرنے کے بعد اپنی کرامت دکھادی، یہ خوشبو مسلسل کئی دن تک اٹھتی رہی ، جب ڈاٹ لگا کر مزار شریف کا تعویذ بند کر دیا گیا تو یہ خوشبو کا اٹھنا بند ہوا۔

مگر پھر بھی بہت سے خواص نے بعد میں بھی یہ خوشبو محسوس کیا، حضرت کے وصال کے وقت حضرت کے بڑے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان دارالعلوم محمدیہ بھنگ ضلع جہلم میں تھے،قریب قریب سال بھر کے بعد جب وہ گھر واپس آئے تو حافظ ملت قدس سرہ ان سے ملنے کے لیے گھوسی تشریف لے گئے آٹھ بجے رات کو پہنچے تھے ازہری صاحب سے ملاقات

کر کے بعد نماز عشا مزار اقدس پہ حاضر ہوئے ساتھ میں قاری محمد یحییٰ صاحب بھی تھے ان دونوں حضرات نے بھی یہ خوشبو مزار اقدس پر محسوس کی اس پر حافظ ملت نے فرمایا کہ:

''یہ حدیث پاک کی خدمت کا صلہ ہے، قریب قریب چالیس سال تک حضرت صدر الشریعہ نے مسلسل دورۂ حدیث پڑھایا ہے یہ اس کی برکت ہے''۔ (صدر الشریعہ نمبر ص ۱۷)

کیا تھے حضرت صدر الشریعہ: حضور حافظ ملت نے فرمایا:

''حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ ابو العلا محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمہ جامع الکمالات، مجمع البحرین تھے آپ تبحر عالم، جامع معقول و منقول ہونے کے ساتھ اپنے علم پر عامل، متبع سنت پابند شریعت تھے''۔ (صدر الشریعہ نمبر ۱۲)

حضرت سید العلما نے ایک بار فرمایا:

''حضرت صدر الشریعہ کا وہ مقام ہے کہ اگر آپ کی جوتیاں مجھے مل جائیں تو میں اپنے سر پہ رکھنے کو باعث فخر و انبساط سمجھوں گا اور انہیں سر پہ لیے گھومتا رہوں گا''۔

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

(صدر الشریعہ نمبر ۱۹۳)

صدر العلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی اپنے طلبہ کو مخاطب کر کے فرماتے تھے:

''حضرت صدر الافاضل و حضرت صدر الشریعہ ہمارے استاذ تھے جن کا پورے ہندوستان میں کوئی جواب نہیں تھا ان کے زمانہ نے ان جیسا آفتاب علم و فضل نہیں دیکھا''۔ (کنز الایمان کا شارح بخاری نمبر ص ۸)

شاعر مشرق علامہ شفیق جونپوری نے عرس چہلم کے موقع پر کہا:

سلامی جا بجا ارض و سما دیں

مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں

ترے خدام اے صدر شریعت

جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

ضیغم اہل سنت علامہ حسن علی میلسی دام ظلہ نے فرمایا:

''حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ فقیہ امت خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی رضوی قدس سرہ العزیز اپنے زمانہ کے فرد یگانہ، سید الفقہا استاذ الاساتذہ تھے''۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۱۱۴)

علامہ سید رکن الدین اصدق مصباحی رقم طراز ہیں:

''متاخرین علما میں حضرت صدرالشریعہ کی وہ عظیم المرتبت ہستی تھی جس سے تقریباً پورا ایشیا مستفیض ہو رہا تھا اور جس کی علمی شخصیت اپنوں کے ساتھ غیروں کے نزدیک بھی مسلم تھی''۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۱۳۰، ۱۳۱)

علامہ بدرالقادری فرماتے ہیں:

''فقیہ اعظم حضرت صدرالشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقیناً ایک عہد کے مسیحا اور ایک دور کے مؤسس ہیں، فعال اور حیات بخش۔

عشق کی راہ میں فنا ہوگیا دیوانہ تھا

روش کشمکش دہر سے بیگانہ نہ تھا

ہند کی خاک کا بے مثل خطیب اعظم

شمع محرابِ رسالت ترا پروانہ تھا

اس قدر سادہ، بے داغ ہیں اوراق حیات

روشنی بخش ہیں کس درجہ ترے نقش قدم
سنت سرورعالم کے ہیں جلوے ظاہر
پیکر صدرشریعت ہے نہیں ساغرجم

(حیات حافظ ملت ص ۹۹)

اعلیٰ حضرت بقول علامہ اقبال اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ، تو بلاشبہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے قابل قدرمصاحب تھے امام احمد رضا علوم وفنون کے بحرناپیدا کناراور حقائق ودقائق اور معارف ومعارج کے قلزم ذخار تھے تو صدرالشریعہ ایک ایسے نہرفرات تھے جس نے مدۃ العمر دینی وعلمی جواہر اورفقہ اسلامی کے بیش بہا سونے اچھالا کیے۔ (صدرالشریعہ نمبرص ۲۸۲)

ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مولانا مبارک حسین لکھتے ہیں:

''صدرالشریعہ ایک شخصیت ساز استاذ تھے، ان کے تلامذہ کا فیضان پورے عالم اسلام پر بادلوں کی طرح برس رہا ہے، صدرالشریعہ ایک عظیم مفسر تھے، فن تفسیر میں آپ کے سیکڑوں افادات ہیں، صدرالشریعہ ایک بلند پایہ محدث تھے ضخیم حاشیہ طحاوی آپ کی محدثانہ بصیرت کا عظیم شاہکار ہے، صدرالشریعہ فقیہ اعظم اور آفاقی مصنف تھے''۔ (صدرالشریعہ نمبرص ۴)

مادرمکرمہ ہاجرہ صاحبہ علیہا الرحمہ

نام نامی: محترمہ ہاجرہ صاحبہ

جائے ولادت: سیدپورہ ضلع بلیا، یوپی

تربیت وتعلیم: گھرانہ مکمل علمی تھا والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب رشیدی علیہ الرحمہ بلند پایہ عالم وفاضل تھے، جدکریم حضرت مولانا عظیم اللہ صاحب علیہ الرحمہ بھی متبحر اسکالر کی حیثیت سے معروف تھے، غرض خانوادہ علم وادب

کی خوشبو سے مشک بار تھا، محترمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ کی تربیت اسی علمی، عملی، مذہبی، دینی ماحول ومعاشرہ میں ہوئی اور دینی تعلیم بھی گھر ہی پر حاصل ہوئی۔

پھر شادی دنیائے اسلام کے عبقری فقیہ، صدرالشریعہ، بدرالطریقہ، علامہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے ہوئی، تو آپ کی علمیت میں اور کمال پیدا ہو گیا آپ اپنے علم ومطالعہ، معلومات وحفظ مسائل کی روشنی میں عالمہ وفاضلہ تھیں، فیض العارفین حضرت علامہ غلام آسی پیا حسنی ابوالعلائی، رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جن کی سطوت علمی اور خدمت دینی کا آج ہر طرف شہرہ ہے، وہ آپ کے بھائی تھے۔

خودداری اور رواداری آپ کا امتیازی وصف تھا، نماز کی پابندی، روزہ کا اہتمام، فرائض کی ادائیگی، صدق وراست بازی، حلم وبردباری، بلاؤں پر صبر وشکیب، تربیت اولاد، صلۂ رحمی، پردے کا التزام، کرم وبخشش جیسے اوصاف سے آراستہ تھیں۔

تعلیم اولاد پر توجہ: آپ بچوں کی تعلیم دینی پر غایت درجہ توجہ مبذول رکھتی تھیں اپنے بچوں بلکہ پوتوں کو بھی جیسے ہی درک وشعور کو پہنچے انہیں قاعدہ عربی، اردو، ناظرہ، فارسی، عربی منزل بمنزل پڑھایا، میری دانست کے مطابق آپ نے درج ذیل حضرات کو ابتدائی تعلیم دے کر قوم وملت کی ضرورت بنایا:

(۱) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

(۲) حضرت مفتی بہاء المصطفیٰ قادری

(۳) حضرت مفتی ثناء المصطفیٰ قادری

(۴) حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری

(۵) محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ

(۶) مفتی محمود اختر قادری

(۷) مولانا علاء المصطفیٰ قادری

(۸) مولانا عطاء المصطفیٰ قادری

(۹) مولانا جمال مصطفیٰ قادری

(۱۰) مولانا فیضان المصطفیٰ قادری

(۱۱) مولانا عرفان المصطفیٰ قادری

(۱۲) مولانا ابو یوسف محمد قادری ازہری

(۱۳) مولانا ریحان المصطفیٰ قادری

ان کے علاوہ قادری منزل کی وہ تمام اولاد اناث جو آج عالمہ وفاضلہ ہو کر دین کی حمایت ونصرت میں مصروف ہیں سب نے آپ سے اکتساب علم کیا ہے۔

کلیۃ البنات کی تاسیس آپ کے خواب کی تعبیر: حضرت ہاجرہ علیہا الرحمہ نے دیکھا کہ علمائے اہل سنت اور اصحاب خیر حضرات نے لڑکوں کے لیے جگہ جگہ چھوٹے بڑے ہر طرح کے دینی مدارس وجامعات قائم کیا ہے، جبکہ لڑکیوں کے لیے کوئی خصوصی انتظام نہیں ہے نہ اس طرف کسی کی کوئی توجہ، جس کی وجہ سے اسلامی لڑکیاں علم دین سے یکسر نابلد ہیں اور خواتین سنیت میں جہالت کا دور دورہ ہے اس سے ایمان وعقیدہ بھی ان کا نہایت آسانی سے متزلزل ہوتا جارہا ہے، تو ۱۹۸۲ء میں آپ نے محلّہ کی بچیوں کو بلا کر مدرسہ قائم کر دیا، ان دنوں حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی جامعہ اشرفیہ میں استاذ تھے جمعرات کو گھر تشریف لائے تو فرمایا کہ میں نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے مدرسہ قائم کر دیا ہے اس کے چلانے کا انتظام کرو، حضرت محدث کبیر فرمان کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہو گئے آج تک سلسلہ جاری ہے، آج وہی ادارہ اپنی روشن خدمات کی بنیاد پر عالمی شہرت کا حامل ہو چکا ہے۔ گویا مکرمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ کا جو خواب تھا وہ اب شرمندۂ تعبیر ہو گیا اور ان کی دلی آرزوئیں برآئیں فالحمد للہ۔

آپ کا ایک امتیازی طریقہ: دن بھر گھریلو کام میں مصروف ہوتیں رات

میں کھانے اور نماز وغیرہ سے فارغ ہوتیں تو بچوں کو بزرگوں کے عبرت خیز، نصیحت آموز، تاریخی، اسلامی واقعات بیان کر کے تاریخ سے آشنا، حب صالحین سے سرشار، اسلامی تعلیمات کے لیے ہموار کرنے کا کارنامہ انجام دیتی رہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی ساری اولاد عہد طفولیت سے ہی نیک، شریف، سعادت اطوار ہیں۔ بلاشبہ آپ کا یہ عمل خواتین اسلام کے لیے قابل تقلید ہے۔

سعادت حج وزیارت: پہلی بار آپ اپنے شوہر نامدار صدر الشریعہ فقیہ اعظم علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کے ساتھ شوال ۱۳۶۷ھ اگست ۱۹۴۸ء میں بریلی شریف ہوتے ہوئے حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئیں مگر راستے میں سخت بارش ہوئی، صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو ٹھنڈک لگ گئی، بخار آ گیا اور نمونیہ کی شکل اختیار کر گیا ممبئی پہنچ کر بہت معالجہ کیا گیا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ اور ۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۷ رستمبر ۱۹۴۸ء کو دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اس لیے اس وقت آپ کا سفر حج موقوف ہو گیا، پھر ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں اپنے فرزند دلبند محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کے ساتھ حج کا سفر فرمایا اور حج وعمرہ کے ساتھ بہت سے مقدس مقامات کی زیارت بھی کی، خصوصاً غار حرا کی زیارت کو تشریف لے گئیں وہاں دیر تک ٹھہر کر اکتساب فیض کیا، پچیس دن تک مدینہ شریف میں اقامت فرما کر سرکار عرش جاہ کی بارگاہ بے کس پناہ میں باریاب رہیں۔ پورے ایام حج وعمرہ اور زیارت میں اسلامی اصول وآئین کا پاس ولحاظ رکھا خصوصاً پردے کا بہت اہتمام فرمایا جس سے اکثر بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔

آپ کی حیثیت حافظ ملت کی نظر میں: حضور حافظ ملت قدس سرہ عمر بھر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا ایک باپ اور آپ کا اپنی ماں کی طرح ادب ولحاظ فرمایا کرتے، ان کی ہر بات اپنے لیے حکم سمجھتے رہے۔

حضرت علامہ بدر القادری دام ظلہ رقم طراز ہیں:

"مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ گھوسی اوراس کے مضافات کے لوگ مخدومہ نانی جان صاحبہ کی وساطت سے حافظ ملت کی خدمت میں اہم سے اہم مسئلہ بھی پیش کرنا آسان سمجھتے تھے، دارالعلوم اشرفیہ میں داخلے عموماً نصف شوال سے پہلے ہوا کرتے تھے، اوراس کے لیے بھی مجلس انتظامیہ کی طرف سے ایک تعداد مقرر کی جاتی تھی مگر وقت گزر جانے کے بعد اور مقررہ کوٹہ پورا ہوچکنے کے باوجود اگر کسی طالب علم کے لیے مخدومہ نانی جان صاحبہ علیہا الرحمۃ سفارش فرمادیتیں تو کبھی ایسا نہ ہوا کہ اسے مبارکپور سے واپس آنا پڑا ہو، قصبہ خاص گھوسی سے حاجی عظیم اللہ مرحوم بالکل اسی انداز میں شوال کی تاریخیں گزر جانے کے بعد حافظ محمد عین الدین وحافظ محمد انوار الحق کو دارالعلوم اشرفیہ شعبۂ حفظ میں داخل کرانے کے لیے لے گئے تھے راقم الحروف ان دنوں مبارکپور ہی میں زیر تعلیم تھا طلبہ کا معینہ کوٹہ پورا ہوچکا تھا، مگر حاجی صاحب مرحوم نے حافظ ملت کے سامنے مخدومہ نانی صاحبہ کا رقعہ پیش کیا، تو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے درخواست داخلہ پر تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کا داخلہ حضور مخدومہ ملت کی سفارش پر کیا گیا"۔ (حیات حافظ ملت ص ۷۵۸)

وصال پر ملال: ۲۹؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۹۵ء کو آپ کا وصال ہوا، مزار صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے جنوب مشرق گوشہ میں آرام فرما ہیں، اللہ ان کی قبر کو نور سے معمور رکھے آمین۔

طفولیت وتربیت: محدث کبیر نے علمی گھرانہ اور علمی ماحول میں آنکھ کھولی۔

سلسلۂ تعلیم وتعلم

تسمیہ خوانی: سلطان تدریس، فقیہ اعظم صدرالشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان جس زمانے میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے اندر علم وفضل کا باڑا تقسیم فرمارہے تھے، محدث کبیر

دام ظلہ وہیں اپنے پدر مشفق کی تربیت وعنایت کی برکھا میں نہار ہے تھے، جب شعور ودرک کو پہنچے تو والد ماجد قدس سرہ نے رسم بسم اللہ کی بزم سجائی اور اپنی زبان فیض ترجمان سے محدث کبیر کو بسم اللہ پڑھا کران کے سلسلۂ تعلم کا باب وا فرمایا۔

مکتبی تعلیم: سلطان الاساتذہ محدث کبیر دام ظلہ العالی نہایت خوش اقبال اور بیدار بخت ہیں انہیں ابتدائی مکتبی تعلیم کے لیے کسی مدرسہ یا مکتب میں داخلے کی حاجت درپیش ہوئی نہ کسی کے گھر کی خاک چھاننے کی ضرورت پڑی، کیونکہ آپ کا پورا خانوادہ علم وادب کا گہوارہ تھا، والد گرامی پوری دنیائے اسلام کے عبقری عالم وفقیہ اور والدہ کریمہ دولت فکر وعرفان سے مالا مال پدران کبار بھی اسلامی شعور وآگہی سے بہرہ ور تھے، اس لیے آپ کو ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی میں پدر بزرگ وار، مادر مشفقہ، اور بڑے (منجھلے) والد حکیم احمد علی صاحب مرحوم سے حاصل ہوگئی۔

تفصیل یہ ہے کہ فقیہ اعظم صدر الشریعہ قدس سرہ نے رسم تسمیہ خوانی ادا فرما کر کمال شفقت ومحبت سے آپ کو اپنے اچھوتے انداز، انوکھے طرز میں قاعدہ بغدادی پڑھانا شروع کیا آپ کی خوبی تدریس اور گھریلو پر بہار علمی ماحول نے محدث کبیر کی روشن اقبالی میں ان کی شخصیت پر ایسا نتیجہ خیز اثر ڈالا کہ ذہنی، فکری، عملی اعتبار سے مکمل طور پر اکتساب علم میں لگ گئے اور بڑی توجہ، لگن، محنت وطرب سے پڑھنے لگے چند ہی ایام میں قاعدہ بغدادی ختم کردیا اور حروف، حرکات، سکنات، ترکیب حروف کی کیفیات سے اس طرح واقف وآگاہ ہوگئے کہ قاعدہ بغدادی کے فوراً بعد پارہ عم شروع کرنے کے قابل ہوگئے حضور صدر الشریعہ نے بلا تاخیر پارۂ عم شروع کرادیا قلیل ہی مدت میں وہ ختم ہوگیا۔

حیرت انگیز واقعہ: پارہ عم کے دوران درس محدث کبیر کے استحضار واتقان، جرأت وحوصلہ کا ایک عظیم واقعہ درپیش ہوا جس نے آپ کے والد وشیخ فقیہ اعظم

صدرالشریعہ قدس سرہ کو اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے خوش ہو کر برجستہ فرمایا کہ:

"میرا یہ بچہ انشاء اللہ بہت بڑا عالم ہوگا"۔

واقعہ یوں ہوا کہ آپ نے جب سورۂ فیل پڑھنا شروع کیا تو جیسے ہی ابابیل کا لفظ آیا فوراً سوال کیا کہ ابابیل کیا یہی ہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں؟ جواب پایا، معاً دوسرا سوال کر دیا "کیا یہ انہیں ابابیل کا واقعہ ہے جنہوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا تھا" صدرالشریعہ نے اس کا بھی جواب دیا، پھر تیسرا سوال کر دیا "سجیل کا مطلب کیا ہے؟" صدرالشریعہ نے اس کا مطلب سمجھایا پھر فرمایا میرا یہ بچہ انشاء اللہ بہت بڑا عالم ہوگا"۔

پارۂ عم پڑھتے وقت محدث کبیر بمشکل پانچ سال کے رہے ہوں گے، اس عمر میں حروف وحرکات، مدود وسکنات کی شناخت حاصل کر لینا الفاظ کے صحیح تلفظ پر قدرت پالینا ہی بہت بڑا کمال ہے، اس کے ساتھ کسی تاریخی واقعہ کا استحضار، حوصلۂ سوال، استفسار معنی، کسی لفظ سے اس کے واقعہ تک رسائی تصور سے بالا نہایت فکر انگیز ہے۔

غور فرمائیں کہ محدث کبیر نہایت کم عمر ہیں مگر ابابیل کا لفظ پڑھتے ہی فوراً ان کا ذہن اس نامی پرندہ تک پہنچ جاتا ہے، ساتھ ہی آپ کی رسائی اس عظیم واقعہ تک ہو جاتی ہے، جو بہت قدیم اور تاریخی ہے یعنی ابرہہ نام کا ایک بادشاہ عہد رسالت سے بہت پیشتر کعبہ شریف کو ڈھانے کی نیت سے مکہ شریف حاضر ہوا، اور اسی مقصد شر سے اس نے کعبہ پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس گھر کی حفاظت کے لیے ابابیل پرندوں کو چھوٹے چھوٹے پتھروں اور کنکروں کے ساتھ بشکل عذاب بھیجا، ان پرندوں کے شدید حملوں کی تاب اس کا لشکر لا سکا نہ ہاتھیوں کو فرار کا راستہ مل سکا۔

ظاہر یہی ہے کہ محدث کبیر نے یہ واقعہ اپنی والدہ مکرمہ یا گھر ہی کے کسی اور فرد سے کبھی سنا ہوگا کیوں کہ آپ کا پورا خانوادہ دینی، تاریخی معلومات کا خزانہ ہے

حیرت واستعجاب آگیں یہ ہے کہ نہ جانے کب واقعۂ ابرہہ سنا تھا مگر سورۂ فیل پڑھتے وقت تک آپ کو مستحضر رہا، یہ یقیناً آپ کی حیرت انگیز ذہانت ہے ورنہ آج کتنے لوگ ایسے ہیں کہ روزانہ شباب کے عالم میں پڑھتے سنتے کتابوں کا مطالعہ کرتے ورق گردانی کرتے لیکن ہفتہ بھر میں بھول جاتے یا شکوک وتردد کے شکار ہوجاتے ہیں۔

محدث کبیر کے پہلے دونوں سوال ان کے کمال تجسس، قوت استحضار، حفظ واتقان، تفحص وطلب پر واضح دلیل ہیں اور مطلب تجیل کا سوال بتارہا ہے کہ ایام طفولیت میں آپ کے اندر فہم قرآن کا جذبۂ بے کراں موجود تھا جس نے آپ کو سوال کرنے پر برانگیختہ کیا۔

یہ بھی کم حیرت انگیز نہیں کہ صدرالشریعہ قدس سرہ سے بڑے بڑوں کو سوال کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی سائل پر ان کا رعب علمی ایسا طاری ہوتا کہ نہ جانے کتنی بار وہ پیچ وتاب کھاتا پھر کہیں ایک بار ہمت کر کے آگے بڑھتا اور جھجکتے، لرزتے، عرض گزار ہوتا، لیکن محدث کبیر پے درپے تین سوالات فرماتے ہیں بلاشبہ یہ آپ کے حوصلۂ طلب، جرأت وہوش مندی اور اقبال کی بلندی کا آئینہ دار ہے۔

الحمدللہ! صدرالشریعہ قدس سرہ کا یہ ارشاد ''میرا یہ بچہ انشاءاللہ بہت بڑا عالم ہوگا'' سو فیصد پورا ہوا، آج محدث کبیر عالم اسلام کے عبقری عالم ہیں زبردست فقیہ ومحدث ہیں، کثیر التلامذہ مدرس ہیں ممتاز مفکر وداعی ہیں بے مثال مناظر ومرشد ہیں۔

بہرکیف قاعدہ کے بعد قلیل ترین عرصے میں قرآن کا ناظرہ بھی مکمل فرمالیا البتہ ناظرۂ قرآن کا کچھ حصہ حضرت صدرالشریعہ نے پڑھایا پھر مصروف ہوگئے تو باقی زیادہ تر والدہ (حرم صدرالشریعہ) نے پڑھایا۔

محدث کبیر دام ظلہ ناظرہ کے بعد اردو کا سلسلہ آغاز کرنے والے تھے کہ

والد گرامی صدر الشریعہ قدس سرہ آپ کو دادوں علی گڑھ سے گھوسی لے کر آگئے اور اپنے منجھلے بڑے بھائی حکیم احمد علی صاحب مرحوم کے حوالے کر کے فرمایا کہ انہیں (محدث کبیر) اردو قاعدہ پڑھائیں، انہوں نے آپ کو اردو قاعدہ شروع کرایا صفائے قلبی، جلائے ذہنی کے سبب آپ نے اردو قاعدہ عرصہ قلیل میں پڑھ لیا۔

اس دوران صدر الشریعہ علیہ الرحمہ گھوسی ہی میں مستقل اقامت پذیر ہو گئے، ایک دن محدث کبیر سے استفسار فرمایا کہ اردو قاعدہ ختم ہوا یا نہیں؟ آپ نے مؤدبانہ انداز میں عرض کیا ''ختم ہو گیا'' ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے اب اردو کی دوسری کتاب لاؤ چوں کہ قاعدہ پڑھاتے وقت ہی صدر الشریعہ کو آپ کی خداداد ذہانت وفطانت، لیاقت وصلاحیت کا بھر پور اندازہ ہو چکا تھا اس لیے اردو قاعدہ کے معاً بعد اردو کی دوسری کتاب لانے کا حکم صادر فرمایا اور اردو کی پہلی کتاب نہ پڑھائی، نہ کسی سے پڑھنے کا حکم دیا۔

اردو کی دوسری کتاب خود صدر الشریعہ نے پڑھانا شروع کیا اس کے ساتھ لکھنے کا ڈھنگ بھی سکھانے کا آغاز کیا، اس کے لیے روزانہ تختی لکھاتے، روزانہ کا معمول تھا کہ نماز ظہر پڑھ کر آتے اور محدث کبیر کو اردو پڑھاتے نیز تختی دیکھتے اصلاح کرتے، اس وقت محدث کبیر کو سامنے قریب بٹھاتے اور اپنے ہاتھ سے حروف بنا کر ان کی شکل بنانے کا طریقہ بتاتے، فرماتے الف ایسے کھینچا جاتا ہے، اس سائز کا ہوتا ہے، ج یوں گول، یہاں پتلا، پھر موٹا اور پتلا ہونا چاہیے غرض صدر الشریعہ نے محدث کبیر کی ابتدائی تعلیم پر خود توجہ تام فرمائی۔

محدث کبیر کے تعلم کا سلسلہ رواں تھا، اچانک صدر الشریعہ قدس سرہ چند ایام کے لیے کہیں باہر تشریف لے گئے تو آپ کی تعلیم پھر آپ کے بڑے والد حکیم احمد علی مرحوم کو تفویض ہوئی انہوں نے اولاً سوال فرمایا، کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے جواب دیا اردو کی دوسری کتاب پڑھتا ہوں، پوچھا، اردو کی پہلی کتاب پڑھی؟

آپ نے عرض کیا نہیں پڑھی، فرمایا تو دوسری کیوں پڑھ رہے ہو؟ جواب دیا، ابا جی نے حکم دیا اور انہوں نے شروع ہی کرایا ہے، اس پر بولے اگر مولانا صاحب نے کہا ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر پڑھانا شروع کر دیا اور چند ایام میں اردو کی دوسری کتاب مکمل کرادی۔

محدث کبیر دام ظلہ کے اس ابتدائی تعلیمی عہد پر نظر فکر ڈالی جائے تو آشکار ہو جاتا ہے کہ آپ بچپن سے ہی نہایت ذکی اور زیرک زبردست قوت حافظہ روشن فکر ودماغ کے حامل ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کو اسلامی مکتب کے نصاب کی نہ کل کتابیں پڑھنے کی ضرورت پڑی نہ اکثر کی، بلکہ قاعدہ بغدادی پڑھ لیا، ناظرۂ قرآن پڑھنے کے اہل ہو گئے اور اردو کا قاعدہ پڑھتے ہی اردو کی دوسری کتاب پڑھنے سے بے نیاز ہو گئے اردو کی ایک دو کتاب صرف پڑھتے ہی روانی کے ساتھ اردو پڑھنے لگے اسی لیے آپ کے بڑے (منجھلے) والد اور خود صدر الشریعہ نے بھی اردو کی تیسری یا چوتھی وغیرہ نہ پڑھائی بلکہ اس کے بعد ہی فارسی وآمد نامہ وغیرہ لانے کا حکم صادر فرمایا (جیسا کہ آئندہ آئے گا)

عام طور پر بچے مکتب کا علم حاصل کرنے میں پانچ چھ سال کی طویل مدت صرف کرتے ہیں، بڑی مشقتیں جھیلتے ہیں، پھر کہیں وہ اردو عربی پڑھنے کے صالح ہو پاتے ہیں مگر محدث کبیر نے اس مرحلے کو نہایت قلیل عرصے میں بڑی آسانی کے ساتھ طے فرمالیا۔ قابل صد افتخار تو یہ ہے کہ آپ کو قاعدہ بغدادی اردو اور پارۂ عم اپنے پدر بزرگ وار صدر الشریعہ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، وہ صدر الشریعہ جن کی تدریسی صلاحیت وخصوصیت سکۂ رائج الوقت کی طرح مسلم تھی، جو شرح مواقف، صدرا، شمس بازغہ، حمد اللہ، مسلم الثبوت، بیضاوی جیسی کتابوں کے ادق مباحث پانی پانی کر کے اذہان طلبہ میں اتارنے کا فن رکھتے تھے۔

علی العموم سمجھا یہ جاتا ہے کہ قاعدہ بغدادی یا قاعدہ اردو نہایت آسان ہے کسی عظیم

شخصیت سے پڑھنا کوئی خصوصیت کا حامل نہیں، یہ بات حقیقت کے برخلاف ہے۔

(اول) اس لیے کہ بچہ قاعدہ وغیرہ پڑھتے وقت کھیل کود کی عمر میں ہوتا ہے۔

(دوم) اس کا ذہن فکر تعلم سے آزاد ہوتا ہے۔

(سوم) اس کا ذہن مفہوم علم اور فضل تعلم سے خالی ہوتا ہے ایسی صورت میں نہایت کم عمر بچہ کے لیے حروف تہجی یاد کرنا ان کی ساخت کا استحضار ذہنی، حرکات وسکنات کی شناخت کرنا کس قدر دشوار ہوتا ہوگا، اس کا اندازہ ارباب تجربہ ہی کو ہوگا اس لیے کسی باعظمت شخصیت سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنا عظیم سعادت ونعمت ہے۔

مفسر قرآن حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ پاکستان قاعدہ بغدادی کے تعلق سے رقم طراز ہیں:

> ''لوگ شاید کسی بڑی کتاب کو اہم تصور کرتے ہوں، میرے نزدیک یہ تصور صحیح نہیں تمام کتابوں میں سب سے اہم اور مشکل قاعدہ بغدادی ہے جس کے پڑھنے کے لیے دقت، محنت اور نہ جانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، اور سب سے بڑا استاذ شاید یہی استاذ ہو جس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا''۔
>
> (صدرالشریعہ نمبر)

اس سے معلوم ہوا کہ کتابوں میں سب سے مشکل قاعدہ بغدادی ہے اور استاذوں میں بڑا استاذ قاعدہ بغدادی کا ہے، محدث کبیر کو ایسی مشکل کتاب ایسے استاذ سے پڑھنے کی دولت ملی جو بلا اختلاف اپنے زمانہ کا سب سے بڑا استاذ تھا، **ذلك فضل الله يوتيه من يشاء**۔

اس لیے یہ شرف آپ کے لیے یقیناً قابل فخر ومباہات ہے۔

ابتدائی عربی فارسی: آپ کے بڑے والد حکیم احمد علی مرحوم نے اردو کی دوسری کتاب مکمل ہوتے ہی آمدنامہ اور شیخ سعدی کا پندنامہ معروف بہ کریما شروع

کرایا آمدنامہ کے ذریعہ فارسی زبان کے اصول وضوابط، گردان وغیرہ بہت اچھی طرح ازبر کرادیا اور اس کے ساتھ کریما بھی روزانہ پڑھاتے مگر کریما پڑھانے کا جو طریقہ مشہور عبارت خوانی پھر ترجمہ کرنے کا ہے آپ کا انداز اس سے جداگانہ تھا۔ وہ یہ کہ روزانہ دو، تین صفحات کی صرف عبارت خوانی کراتے، نہ ترجمہ کرتے نہ اس کی اجازت دیتے۔ کیونکہ ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ طالب علم روانی کے ساتھ اردو پڑھنے پر قادر ہوجائے اور اسے معلوم ہوجائے کہ کہاں مضاف پر یا موصوف پر کسرہ دیا جاتا ہے، محدث کبیر کو بھی انہوں نے اپنے اسی طرز مخصوص سے پڑھایا جس کے نتیجے میں محدث کبیر فارسی زبان کے اصول وگردان اور صیغوں کی معرفت کے ساتھ اردو خوب رواں پڑھنے لگے تو گلزار دبستاں پڑھایا بعدہ میزان ومنشعب شروع کرایا اس کے پڑھاتے وقت معمول یہ تھا کہ دو بجے نماز ظہر پڑھا کر گھر تشریف لاتے اور آنکھیں بند فرما کر بیٹھ جاتے پھر محدث کبیر سے سبق سنتے سبق یاد ہونے میں کسی قسم کی بھی کمی برداشت نہ فرماتے آگے اس وقت تک نہ بڑھاتے جب تک سبق یاد نہ ہوجاتا، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ان دنوں بارگاہ صدر الشریعہ میں زیادہ تر حاضر رہتے تھے۔

وہ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ صدر الشریعہ محدث کبیر کو میزان ومنشعب کس طرح اور کتنی توجہ کے ساتھ پڑھاتے تھے:

> ''جس زمانے میں میں حاضر خدمت رہتا تھا ۱۹۴۸ء میں حضرت صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور وبانی دار العلوم امجدیہ گھوسی کو میزان ومنشعب پڑھاتے تھے، میزان کے تمام ابحاث کے صیغوں کو مختلف مصادر سے رٹاتے تھے، مثلاً ضرب، نصر، سمع، کرم وغیرہ وغیرہ اور جب منشعب شروع کرائی تو ہر باب کے

تحت جتنے مصادر لکھے ہوئے ہیں سب کی پوری صرف کبیر کی
مشق کراتے تھے، اس وقت علامہ پر کیا بیتتی تھی شاید علامہ کو
اس کی لذت اب بھی یاد ہو"۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۴۵)

اس طرح صدرالشریعہ کی خصوصی توجہ وتدریس سے محدث کبیر عربی مصادر کی صرف صغیر وکبیر پر قادر، صیغوں سے مکمل آشنا ہو گئے میزان ومنشعب دونوں کو تقریباً دو ماہ میں پڑھ لیا البتہ میزان کے اندر امر کے بیان میں آپ کو کچھ دشواری محسوس ہوئی، وجہ یہ تھی کہ بہت کم عمر آٹھ رنو سال کے تھے اور صیغہ بنانے کے قاعدے میں آیا کہ جب لام کلمہ حرف علت ہو تو گر جائے گا، تو آپ کے ذہن میں سوال گردش کرنے لگا کہ لام اور حرف علت یعنی واؤ، یا، الف ہر ایک الگ الگ حرف ہے پھر لام واؤ کیسے ہوگا یا لام الف یا، یاء کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ اس کے گرنے کی نوبت آئے اس سبب سے امر کے بیان میں تین دن آپ کے صرف ہوئے اور باقی مباحث واسباق بڑی آسانی اور سرعت کے ساتھ پڑھتے اور سمجھتے چلے گئے۔ صدرالشریعہ کی تدریس وعنایت اور آپ کی محنت وتن دہی، فطانت وذہنی قوت کی برکت سے آج تک میزان ومنشعب کے مباحث آپ کو ازبر ہیں۔

محدث کبیر فیض العارفین کے ساتھ ناگ پور: اس کے بعد صدرالشریعہ قدس سرہ دوسرے حج کی تیاری میں زیادہ مصروف ہو گئے اور فیض العارفین حضرت علامہ غلام آسی پیا علیہ الرحمہ کو حکم دیا کہ ان (محدث کبیر) کو اپنے ساتھ لے جاؤ، اور پڑھاؤ، فیض العارفین، رئیس القلم قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ رحمۃ اللہ الباری محدث کبیر دام ظلہ کے ماموں تھے یہ علم وفضل کے جبل شامخ، معقولات ومنقولات کے جامع، علم نحو وصرف میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ ان دنوں فیض العارفین صاحب علیہ الرحمہ ناگپور میں مفتی عبدالرشید صاحب کے ادارہ جامعہ عربیہ کے شیخ الحدیث تھے، صدرالشریعہ قدس سرہ کے حکم پر محدث کبیر حضرت فیض العارفین

مولانا غلام آسی علیہ الرحمہ کے ساتھ جامعہ عربیہ ناگپور حاضر ہو گئے فیض العارفین نے پہلے منیۃ المصلی شروع کرائی مگر ان سے پیشتر محدث کبیر نے عربی عبارت خوانی والی کوئی کتاب نہ پڑھی تھی اس لیے عبارت خوانی آپ پر دشوار ہوئی فیض العارفین کو عبارت خوانی سکھانے کا فن آتا تھا، وہ آغاز میں صرف دو سطر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے پڑھاتے، اعراب کی تمام شکلوں اور علتوں کا اجرا کراتے، اس طرح منیۃ المصلی کے چار، پانچ صفحے ہوئے ہوں گے کہ محدث کبیر کو اعراب کے تمام وجوہ وعلل معلوم ہو گئے، نحو وصرف کے قواعد واصول از بر ہو گئے محدث کبیر خود فرماتے ہیں:

> ''انھوں (فیض العارفین) نے مجھے چار، پانچ صفحات منية المصلى کے پڑھائے اور نحو وصرف پورے قواعد کا اجرا کرادیا، اس کے بعد سے مجھے کسی سے نحو وصرف کے قواعد پوچھنے نہیں پڑے، فالحمدلله على ذلك''۔
>
> (بیان محدث کبیر ۱۱ر جولائی شب جمعہ ۲۰۰۸ء)

جب عربی عبارت روانی کے ساتھ آپ پڑھنے لگے تو اپنے معمول اور خداداد ذہانت کے مطابق ایک ایک دن میں کئی کئی صفحات پڑھ کر منية المصلى ختم کردی، اس کے بعد انہیں سے آپ نے نحو کی معرکۃ الآراء کتاب ہدایۃ النحو اور کافیہ شروع کی اور نحو وصرف میں انہیں سے کمال حاصل کیا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

> ''یہ میرے پاس صرف ونحو کی جو کچھ پونجی ہے، وہ میرے بڑے ماموں جان حضرت فیض العارفین کی تعلیم وتربیت کا فیضان ہے''۔ (ماہنامہ اشرفیہ فروری ۲۰۰۳ء ص ۳)

محدث کبیر حافظ ملت کی بارگاہ میں: محدث کبیر نے اپنے ماموں فیض العارفین کے پاس دو سال رہ کر ابتدائی علم حاصل کیا ان سے نحو وصرف کے اصول وقواعد سے بخوبی واقف ہو گئے عبارت خوانی پر بھی باقاعدہ قادر ہو گئے پھر آپ کی

بلند حوصلگی، اولوالعزمی، مذاق علمی کے بموجب قائد ملت رئیس القلم، مناظر اعظم، علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ کی خواہش ہوئی کہ آپ کو درجات عالیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے زمانے کے مسلم استاذ الاساتذہ فیض علم وحکمت، نابغۂ روزگار صدرالشریعہ کی یادگار جلالۃ العلم علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری معروف حافظ ملت کی بارگاہ عالی جاہ میں بھیجا جائے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ہمشیرہ حرم حضور صدرالشریعہ علیہا الرحمہ سے عرض کی کہ اب انہیں (محدث کبیر) حضرت حافظ ملت کی خدمت میں بھیجا جائے۔ گزارش قبول ہوئی، اور شوال ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء کو آپ دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ حاضر ہوئے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ علم وفضل کے تاجدار تھے، زہد وتقویٰ کے شہسوار بھی، رشد وہدایت کے آبشار تھے فکر ودانش کے بحر ذخار بھی، ان کی نگاہیں آنے والے کی پیشانی دیکھتے ہی اس کے مستقبل سے باخبر ہو جایا کرتی تھیں، ایسے جامع صفات، بحر بے کراں کے سامنے شرافت نفسی، طہارت طبعی سے سرشار، دولت تہذیب وثقافت سے بہرہ ور سینے میں جذبات طلب کے امنڈتے سیلاب لیے محدث کبیر باریاب ہیں، حضور حافظ ملت قدس سرہ اپنے اس طالب صادق تشنہ لب پر نظر التفات فرماتے ہیں، فوراً گہوارۂ شفقت میں لیتے ہیں کیونکہ آپ کو استاذ زادہ ہونے کا شرف حاصل تھا، ساتھ ہی آپ کی جبین اقدس پر عظمت وسعادت کے آثار ہویدا، ہوش مندی وفیروز مندی کی علامات عیاں تھیں۔

بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ:

بر جبین سعادت ز ہوش مندی

می تافت ستارۂ بلندی

شیخ نے ایک ہی نظر میں ادراک فرمالیا اور علم وفضل کا گوہر نایاب بنانے کی ٹھان لی، تعلیم شروع کرادی اس وقت اشرفیہ کے اندر دیگر جو اساتذہ جلوہ آرائے

درس وتدریس تھے وہ خود اپنی جگہ کے آفتاب وماہتاب اپنے فن کے امام تھے ان کے فکر وادب کا طوطی پورے ہندوستان میں بول رہا تھا وہ درسگاہوں کے بے مثال مدرس خانقاہوں کے شیوخ طریقت، میدان خطابت کے شہسوار تحریر وقلم کے بادشاہ تھے اور حافظ ملت کا تو کہنا ہی کیا انہیں کے دم قدم سے علم وفضل کی بہار قائم تھی وہ تنہا ایک انجمن تھے لیجئے ان کے اسمائے گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں:

اساتذہ اشرفیہ:

(۱) جلالۃ العلم استاذ العلما حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری قدس سرہ۔

(۲) علامۂ زماں حضرت علامہ سلیمان علیہ الرحمہ۔

(۳) نابغۂ روزگار سلطان العلما علامہ حافظ عبدالرؤف تلمیذ حافظ ملت علیہ الرحمہ۔

(۴) شیخ العلما علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ۔

(۵) سلطان التدریس حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۶) استاذ الفقہا بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی، مئو، یوپی۔

حافظ ملت قدس سرہ محدث کبیر کے اوپر آغاز سے پورے عہد تعلم تک اپنی خصوصی عنایات کی بارش فرماتے رہے، آپ کی درسی اکثر کتابیں اپنے پاس اور اپنے دست راست حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کے پاس رکھا، باقی مذکورہ اساتذہ سے محدث کبیر نے صرف ایک ایک کتاب یا ایک ایک سبق پڑھا ہے مثلاً علامہ سلیمان علیہ الرحمہ سے ایک ہی سبق پڑھا تھا وہ بھی چلے گئے اور شیخ العلما علامہ غلام جیلانی سے صرف مشکوٰۃ شریف پڑھی اور کافیہ، شرح جامی بحث فعل کا درس شیخ الخطبا علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی سے لیا، جب کہ شیخ المعقولات مولانا ظفرادیبی سے فصول اکبری اور بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب علیہ الرحمہ سے دیوان متنبّی پڑھی، باقی فقہ، حدیث تفسیر، منطق، فلسفہ، عربی ادب، اصول، بلاغت، معانی، بدیع وغیرہ

جملہ فنون کی کتابیں آپ نے مذکور الصدر جلیل الشان دو شخصیتوں یعنی حافظ ملت اور علامہ حافظ عبد الرؤف علیہما الرحمہ ہی سے پڑھی ہیں، اس طرح یہ آپ کے اوپر حافظ ملت کی عنایت بے کراں، الفت فراواں، توجہ بے پایاں مسلسل جاری رہی اوقات درس کے علاوہ آپ کی شخصیت کو سنوارنے کی فکر فرمائی بعض کتابیں جیسے شرح مواقف، امور عامہ مع حواشی زاہدیہ آپ کو تنہا بطور خاص پڑھائی۔

نبیرۂ صدر الشریعہ فقیہ عصر مفتی محمود اختر قادری مصباحی صدر رضوی امجدی دارالافتا ممبئی رقم طراز ہیں:

''محدث کبیر حضرت علامہ صاحب قبلہ پر طالب علمی کے دور سے ہی جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خصوصی نگاہ کرم رہی، چنانچہ موصوف کی اہم اہم کتابیں وہ اپنے پاس ہی درس کے لیے رکھتے بلکہ امور عامہ جیسی اہم اور ادق کتاب تنہا محدث کبیر کو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے پڑھائی جب کہ اس کتاب میں آپ کا کوئی اور شریک درس نہ تھا''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۴)

اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ امور عامہ آپ کو تنہا پڑھاتے ہوئے حضور حافظ ملت کو اس قدر قلبی مسرت ہوتی تھی کہ برملا لوگوں سے اس کا اظہار بھی فرماتے۔

چنانچہ مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ شاہ عبد الحق صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا، بابو کیا پڑھتا ہے؟ حافظ ملت نے انتہائی مسرت کے عالم میں ارشاد فرمایا: انہیں (علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری) تنہا امور

عامہ پڑھانے میں اتنی خوشی ہوتی ہے کہ سو طلبہ بھی ہوتے
تو وہ خوشی نہ ہوتی''۔

(سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء ص ۲۴؍ بروایت علامہ
توکل حسین خاں صاحب حشمتی دام ظلہ)

وجہ ظاہر ہے کہ محدث کبیر اپنی خداداد ذہانت وفطانت کے ساتھ طلب صادق کے جذبات سے شرابور تھے، درس کے وقت توجہ ولگن کا بھرپور مظاہرہ فرماتے جس سے علمی تشنگی اور طلب سیرابی نمایاں رہتی آپ کا حال گویا ہوتا۔

مجھے پینے دے کہ تیرے جام لعلیں میں
ابھی کچھ اور ہے کچھ اور ہے کچھ اور ہے ساقی

ارباب دانش بخوبی واقف ہیں کہ ایک حقیقی مدرس تعداد طلبہ کی کثرت سے متاثر ہوتا ہے نہ ہی اسے اس کی خواہش ہوتی ہے بلکہ اس کو خوشی تو اس وقت ہوتی ہے جب طلبہ شوق علم، ذوق طلب، ولولۂ جدوجہد، فہم اسباق، حفظ ودرس کی تڑپ سے معمور ہوتے ہیں تعداد کی قلت وکثرت کوئی قابل التفات امر نہیں۔

حافظ ملت ایک ماہر استاذ تھے، محدث کبیر کو تنہا پڑھانے پر انہیں خوشی حاصل ہونا غماز ہے کہ محدث کبیر ایک سعادت شعار، خوش اطوار طالب علم ہونے کے ساتھ بڑے جفاکش ومحنتی وذہین وفطین تھے۔

سال فضیلت اخراج کا حادثہ: فضیلت کا سال تھا دستار وسند کی دولت سے بہرہ ور ہونے کو تھوڑا سا عرصہ باقی تھا سوئے اتفاق مدرسہ اشرفیہ کے قریب ہی میں دیوبندیوں نے جلسہ رکھ دیا، جلسہ کے دن حافظ ملت کہیں باہر تشریف لے گئے تھے جلسہ اپنے وقت پر شروع ہوا، وہابی، دیوبندی مولوی تقریریں کرنے لگے کچھ طلبۂ اشرفیہ بھی تقریریں سن رہے تھے خصوصی خطاب کرنے والے نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے، تقیہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

”سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں سب سے زیادہ علم تھا پوری دنیا کے لوگوں کا علم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمی سمندر کے ایک قطرہ کے برابر بھی نہیں ہے“۔

اس پر حضرت محدث کبیر اس کے سامنے کھڑے ہوگئے اور فرمایا:

”علم رسول کے حوالے سے جو بھی آپ نے کہا وہ صرف آپ کا عقیدہ ہے یا آپ کے اکابر کا بھی؟“۔

دیو بندی مولوی بولا:

”یہی ہمارے سارے اکابر مثلاً غوث اعظم، خواجہ صاحب، امام اعظم سب کا تھا“۔

محدث کبیر نے اس کی گرفت کرتے ہوئے فرمایا:

”یہ بتایئے کہ آپ کے مولوی اشرفعلی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی صاحبان کا کیا یہی عقیدہ تھا؟“

دیو بندی مولوی حواس باختہ ہوگیا جلسہ شور وشغف کی نذر ہو گیا، دیو بندی بہت ناراض ہوگئے دوسرے دن کمیٹی کے صلح جو، مداہنت پرست حضرات نے فتنہ انگیزی کا الزام رکھ کر محدث کبیر کا خارجہ کر دیا، ساتھ ہی شیخ القرآن علامہ مشاہد رضا خاں صاحب پیلی بھیتی کا بھی، کیونکہ انہوں نے محدث کبیر کا ساتھ دیا تھا۔ جب حافظ ملت اپنے دورے سے واپس تشریف لائے تو سارے حالات سے انہیں آگاہ کیا گیا دیو بندیوں کی حمایت میں محدث کبیر اور شیخ القرآن کے اخراج کا فیصلہ ان کو بہت آزار بخش ہوا، فوراً دونوں کو ان کے گھر سے لانے کا حکم صادر فرمایا دونوں کا خارجہ کالعدم قرار دے کر، ان کا داخلہ کیا اور دونوں کے اقدام کو سراہا، اس سے معلوم ہوا کہ محدث کبیر شروع ہی سے حمایت حق، رد باطل، تائید مسلک، قمع نجدیت کے جذبات سے معمور ہیں اور یہ بھی کہ آپ طالب علمی کے عہد ہی سے

مناظرانہ قوت، مباحثانہ صلاحیت، متکلمانہ قدرت سے مالا مال ہیں۔

قاضی مبارک کے امتحان میں ممتاز کامیابی: ۱۳۶۷ھ کی بات ہے جب محدث کبیر دامت فیوضہ' درجۂ فضیلت کے طالب علم تھے حرص علم شوق طلب کے سبب کتب فضیلت کے ساتھ قاضی مبارک خصوصی طور پر حافظ ملت سے پڑھتے تھے آپ کے دو ساتھی بھی اس کی درس میں شامل رہتے تھے، حضور حافظ ملت قدس سرہ بڑی توجہ اور شفقت کے ساتھ آپ کو قاضی مبارک پڑھاتے تھے حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ جامعہ اشرفیہ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے اس کے معیار تعلیم کی بلندی کے ہمیشہ خواہاں رہے۔

ایک بار سال مذکورہ میں حضور حافظ ملت سے ملاقات کے دوران کہا کہ اشرفیہ کی تعلیم کے بارے میں شکایت سن رہا ہوں کہ اب وہاں کچھ تعلیم نہ رہی، حضور حافظ نے پوچھا کس کو شکایت ہے؟

انھوں نے فرمایا حضرت مفتی محمد اجمل صاحب کو شکایت ہے تو حافظ ملت نے فرمایا اگر انھیں شکایت ہے تو انھیں سالانہ امتحان کی دعوت دے دی جائے۔

چنانچہ اشرفیہ کی طرف سے حضرت مفتی محمد اجمل صاحب علیہ الرحمہ کو دعوت نامہ بھیج دیا گیا اور حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے خود بھی انھیں دعوت براہ راست دی، امتحان کے دن حضرت علامہ مفتی محمد اجمل صاحب علیہ الرحمہ تشریف فرما ہوگئے، پہلے قاضی مبارک ایک دوسرے ممتحن کے پاس رکھی گئی، مگر حافظ ملت نے فرمایا قاضی مبارک حضرت مفتی محمد اجمل صاحب کے یہاں رکھی جائے، چنانچہ ان کے یہاں کردی گئی، حضرت محدث کبیر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ امتحان دینے کے لیے قاضی مبارک لے کر ان کے یہاں پہنچے، ایک رفیق درس نے "لا یحد" کی بحث شروع کی اس کی تقریر کی، لیکن اس نے اجزائے تحلیلیہ کی نفی کے سلسلہ میں نفی اجزائے ترکیبیہ کی تقریر کردی۔

اس پر محدث کبیر نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کی، کہ اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔

تو حضرت ممتحن صاحب نے فرمایا، کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

آپ نے عرض کیا کہ یہ جو تقریر ہوئی صحیح نہ ہوئی۔

انھوں نے کہا، کیسے صحیح نہیں ہوئی۔

محدث کبیر نے کہا انھوں نے جو تقریر کی ہے، وہ اجزائے ترکیبیہ کی نفی پر دلالت کرتی ہے، جب کہ شارح ''لایحد'' سے اللہ تعالیٰ کے لیے اجزائے حقیقیہ کی نفی کرنے کے بعد بطور تتمیم بحث یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ذات واجب الوجود کے لیے جس طرح اجزائے حقیقیہ ناممکن ہیں یوں ہی اس کے لیے اجزائے تحلیلیہ بھی نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ تحلیل کے جو اجزا ہوتے ہیں، وہ امکانی ہوتے ہیں، اگر اللہ کے لیے امکانی اجزا ثابت ہو جائیں تو اس کی ذات واجب الوجود نہ رہے گی، پھر محدث کبیر نے ''لایحد'' کی بحث کو بڑے ہی نفیس اور دل کش پیرائے میں بیان فرمایا بعدہ آپ کے دوسرے رفیق درس نے آپ کی تقریر پر ایک بے جا اعتراض پیش کیا آپ نے اس کا صافی جواب دیا اور اعتراض کی حیثیت بھی واضح کی اس پر مفتی محمد اجمل صاحب بے حد مسرور ہوئے اور آپ کی زوردار تائید کی اور فرمایا کہ یقیناً صحیح وہی ہے جو یہ کہہ رہے ہیں پھر محدث کبیر کو ان کے حسن لیاقت واستعداد، سعادت شعاری نیز لایحد کی نفیس تقریر پر ۹۵ نمبر عطا فرمایا جب کہ رفقائے درس کو آپ سے بہت کم نمبر دیا۔

امتحان سے فارغ ہو کر آپ استاذ العلما حضور حافظ ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے پوچھا امتحان کیسا ہوا مفتی صاحب نے کیا کیا پوچھا؟ آپ لوگوں نے کیا اور کیسے جواب دیا؟ محدث کبیر نے پوری تفصیل بتائی کہ فلاں نے یہ تقریر کی اس پر میں نے اجازت لے کر یہ تقریر کی پھر فلاں نے میری

تقریر پر یہ اعتراض کیا میں نے یہ جواب دیا تو مفتی صاحب بہت خوش ہوئے اور میری تائید فرمائی تفصیل سن کر حضور حافظ ملت نے بھی تائیداً فرمایا تمہاری تقریر بالکل ٹھیک رہی اور بہت صحیح اور امتحان بھی بہت اچھا ہوا اور مفتی اجمل صاحب علیہ الرحمہ قاضی مبارک کے بعد یکے بعد دیگرے اور کتابوں کا امتحان لے کر فارغ ہوئے تو جامعہ اشرفیہ کے لیے ایک ایسا قابل فخر یادگاری تأثر تحریر فرمایا کہ اس سے ثابت ہوگیا کہ ان کی وہ غلط فہمی دور ہو چکی ہے، جو لوگوں نے اشرفیہ کے خلاف غلط خبر سنا کر آپ کے ذہن میں پیدا کر دی تھی اور جامعہ معیار بلند سے بلند تر ہے اور محدث کبیر کے لیے انہوں نے بے نظیر، بے مثل، نہایت قابل کے الفاظ ارقام فرمائے۔

لیجیے ان کا تاثر آپ خود پڑھیے اور دیدہ و دل کو شاد کیجیے:

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على من اصطفى صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وعلى امته وعلى كل من اجتبى

آج ۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کو میں نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور کے اعلیٰ درجات کی چند مشہور اور مشکل کتابوں کا امتحان لیا میری عادت کسی مدرسے کی رعایت اور جانب داری کی نہیں ہے، بلکہ طلبہ سے ان کی استعداد اور کتاب کی حیثیت کے اعتبار سے سوالات کرنے اور کما حقہ طلبہ کی قابلیت اور استعداد کا صحیح جائزہ لینے کی ہے تاکہ اراکین مدرسہ کے سامنے صحیح معیار تعلیم پیش کرسکوں اور دیانت داری سے انہیں طلبہ کی اہلیت اور مدرسین کی محنت اور عرق ریزی کا واقعی

اندازہ بیان کرسکوں، یہ وہ بات ہے جس میں میں نہ کسی سے مرعوب ہوتا ہوں نہ کسی کی رورعایت کرتا ہوں، لہٰذا اس دارالعلوم کے طلبہ کا میں نے خوب جم کر امتحان لیا، ہر ایک سے سوالات کر کے اس کی صحیح استعداد کا معیار قائم کیا، اور اس کی حیثیت سے اس کی قابلیت کا جائزہ لیا اور پھر ہر ایک کو صحیح نمبر دیا، بحمدہٖ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد پایا اور خصوصاً بعض کو بے نظیر اور بے مثل، نہایت قابل ٹھہرایا، اور یہ کیوں کر نہ ہو کہ اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے درس کی خدمت انجام دیتے، میں خصوصاً صدر المدرسین، بدر المعلمین، فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حضرت مولانا مولوی الحافظ عبدالعزیز صاحب دام فیوضہ قابل صد تحسین ہیں، کہ یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے اور چمن مصطفیٰ کی آبیاری انہیں کی ذات پر موقوف ہے، مولیٰ تعالیٰ اس دارالعلوم کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، اور اس چمن کے تازہ پھولوں سے تمام سرزمین ہند کو مہکائے اور اس کے اراکین، معاونین کے حوصلوں میں اور بلند پروازی عطا کرے اور دنیا وآخرت میں ان کے درجے اور افزوں فرمائے۔

محمد اجمل شاہ غفرلہ ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد ۷/شعبان المعظم ۱۳۶۷ھ۔ (اشرفیہ کا مختصر تعارف باب تاثرات اکابر)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حافظ ملت بھی آپ کے اوپر اعتماد فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اجمل صاحب جو وقت کے شناور علم تھے، بحاث ونقاد

تھے، معقول ومنقول کے سلطان تھے، ان کے پاس آپ کی کتاب قاضی مبارک بغرض امتحان رکھی تو الحمد للہ آپ نے ایک وفا شعار ہونہار شاگرد ہونیکی حیثیت سے اپنے استاذ کا اعتماد بحال ہی نہیں رکھا اور بڑھالیا اور اس حسن اسلوبی سے امتحان دیا کہ اساتذہ کا نام روشن کردیا، ممتحن سے ادارہ کا معیار بلند بھی منوالیا، پھر ممتحن نے ایسا گراں قدر تاثر دیا جو آج تک تاریخ اشرفیہ کا زریں ورق ہے۔

دستار فضیلت وفراغت: حاصل یہ کہ فیض مجسم حضور حافظ ملت قدس سرہ کے فیوض والطاف کی چھاؤں میں محدث کبیر پروان چڑھتے رہے، اور جہد مسلسل، کوشش پیہم، محنت ولگن کے ساتھ علوم شرعیہ، فنون رائجہ کی تحصیل فرماتے رہے اور وہ ساعت سعید آئی جب آپ درس نظامی کی تکمیل کی دولت سے بہرہ ور ہوئے، اور ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء کے عظیم الشان جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر ملک وملت کے مشائخ فقہا علما دانشوران ورہبران کے سعادت بخش ہاتھوں نیابت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زریں تاج میمون سے سرفراز ہوئے، درس نظامی سے فراغت وہ بھی امتیازی شان اور زبردست کامرانی کے ساتھ بلا ریب عظیم نعمت الٰہی اور نہایت مسرت آگیں ہے، حضور محدث کبیر اپنی کامیاب فراغت کے موقع پر فرح وسرور کے اتھاہ سمندر میں غرقاب تھے ان کے روئیں روئیں شکر الٰہی میں غلطاں اساتذہ کے احسان بے پایاں کے تشکر میں شرابور تھے، اسی خوشی میں محدث کبیر نے اسلاف وبزرگان دین کے ایصال ثواب کی تقریب رچائی ۱۵؍ پیسے کی جلیبی منگائی بعد فاتحہ احباب کو کھلایا عصر حاضر کے لوازمات اور غیر ضروری خرچ سے احتراز کلی فرمایا۔

مفتی شمس الحق مصباحی مہتمم جامعہ امام احمد رضا نیو کاسل ساؤتھ افریقہ کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں:

''میری فراغت کا سال تھا، ایک بار ہم اپنے ہم سبق چند

طلبہ فضیلت کے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں حاضر تھے،
حضرت نے ہم لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آج
طلبہ ہزاروں روپئے کی مٹھائیاں منگاتے اور دعوت عام کرتے
ہیں، بہت سے لوازمات کرتے ہیں یہ سب فضول خرچ اور
اسراف ہے والدین کے لیے حرج انگیز ہے، میں نے تو اپنی
دستار بندی کے وقت صرف ۱۵ر پیسے کی جلیبی پر فاتحہ کیا بس یہی
کل میرا خرچ تھا"۔

حضرت والا کی یہ سادگی اور اظہار خوشی کا طریقہ حسنہ قابل تقلید ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مواقع مسرت پر بھی حسب ضرورت ہی خرچ کرنا چاہئے نام ونمائش سے بچنا چاہیے۔

محدث کبیر کی فراغت پر حافظ ملت کو شادمانی اور نوازش: دینی علم وفضل کی تحصیل سے فراغت پر خوش ہونا فطری امر ہے، البتہ اگر کسی کی فراغت پر استاذ خود مسرور ہو تو ایسے فارغ التحصیل کی یقیناً بہت بڑی بخت وری ہے، حضرت محدث کبیر ایسے خوش نصیب ہیں کہ آپ کے فارغ ہونے پر اساتذہ بے حد شاداں تھے، استاذ کریم جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ جن کے فیض درس سے بے شمار فکر وآگہی کے بحر بے کراں، علم وادب کے درخشاں آفتاب پیدا ہوئے اور دنیا میں جگمگاتے سورج کی طرح انوار علم بکھیر کر زندہ جاوید ہوئے، مگر ان میں سے کسی کی فراغت پر اس قدر خوش نہ ہوئے جتنا محدث کبیر کے فارغ التحصیل ہونے پر۔

جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے ظاہر ہے حضرت مفتی محمود اختر قادری دام ظلہ رقمطراز ہیں:

"فاضل جلیل مولانا توکل حسین صاحب حشمتی نے بارہا
ذکر کیا کہ ایک روز حضرت کے دولت کدہ پر میں حاضر ہوا

تو دیکھا کہ علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب ہلکا گلابی رنگ کا عمامہ
باندھے ہوئے آنگن میں حاضر ہیں اور حضور حافظ ملت علیہ
الرحمہ اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھے ہوئے آہستہ
آہستہ کچھ فرمارہے ہیں ، جب وہ رخصت ہوئے اور میں
حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا: ''مولوی
تو کل میرے مدرسہ سے ایک سے ایک قابل لوگ نکلے مگر مجھے
جو مسرت اور خوشی ان کے فارغ ہونے پر ہے وہ کسی کے نکلنے
پر نہیں ہوئی، کیونکہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جو کچھ مجھے
دیا تھا میں نے وہ سب ان کو دے دیا''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۵)

محدث کبیر کی فراغت حضور حافظ ملت کے لیے دو اعتبار سے فرحت بخش تھی۔

اول: لائق وفائق ، وفا شعار، سعادت آثار طالب کو علم وعرفان کی دولت گراں مایہ سے مالا مال کر چکے تھے۔

دوم: فقیہ اعظم ،صدر الشریعہ نائب امام احمد رضا حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے علم طریق وشرع کی عظیم ثروت جو آپ کے پاس بطور امانت موجود تھی اس کا صحیح حقدار محدث کبیر کی شکل میں فراہم ہو چکا تھا۔

پھر حضور حافظ ملت سے اپنی شادمانی کے اظہار پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنے شیخ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے مزار پر محدث کبیر کو لے کر حاضر ہوئے ، اور خود شیخ کو امانت کی ادائیگی پر گواہ بنایا، ساتھ ہی سلسلے کی اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی۔

چنانچہ مفتی محمود اختر قادری اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ
حضرت محدث کبیر کو لے کر اپنے شفیق استاذ ومربی حضور

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور وہیں
سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ کی خلافت واجازت عطا
فرمائی پھر ایک ولی نے ولی کی بارگاہ میں عرض کی حضور آپ نے
مجھے جو کچھ عطا فرمایا تھا میں نے وہ سب آپ کے لخت جگر
مولوی ضیاء المصطفیٰ کے حوالے کیا''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محدث کبیر درس نظامی سے فارغ ہوتے ہی اپنے والد صدر الشریعہ اور اپنے استاذ حضور حافظ ملت علیہما الرحمہ کے علم وفضل کے امین اور اسی وقت مسند ارشاد کے تاجدار ہو چکے تھے۔

حضرت محدث کبیر اور تخصص : حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی جب شعبان ۱۳۷۷ھ میں درجۂ فضیلت کے امتحان سالانہ سے فارغ ہوکر گھوسی کے لیے مکمل طور پر روانہ ہونے لگے تو پہلے بارگاہ شیخ حضور حافظ ملت قدس سرہ میں حاضر ہوئے تسلیم ودست بوسی کی پھر شیخ نے سوال فرمایا اب آگے کیا ارادہ ہے؟

آپ نے عرض کیا حضور میں کیا کہوں؟ آپ کا جو حکم ہو۔

حافظ ملت نے فرمایا: گھر پہونچ کر والدہ صاحبہ کو سلام کہیے گا اور عرض کیجیے گا کہ ایک سال اور پڑھنے کے لیے آپ کو موقع دیں۔

حضرت محدث کبیر گھر پہنچے اور اول وقت میں شیخ کا پیغام اپنی والدہ کریمہ تک پہنچایا۔

انہوں نے جواب میں فرمایا: ''جو حافظ صاحب فرماتے ہیں وہی کرو'' پھر رمضان شریف کے اندر حضور حافظ ملت قدس سرہ نے آپ کو ایک والا نامہ ارسال فرمایا، جس میں لکھا کہ مولانا نذیر الاکرم صاحب کو ان کے مدرسے کے لیے ایک عالم کی ضرورت ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہاں پر آپ کو رکھدوں، حضرت

محدث کبیر نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ”میں کہیں نوکری نہیں کروں گا میں صرف خدمت دین کرنے کے لیے پڑھ رہا ہوں“ اس کے بعد حافظ ملت قدس سرہ کا کوئی خط نہ آیا، البتہ ۱۰ ارشوال کو جب حضرت محدث کبیر دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ خدمت شیخ میں حاضر ہوئے تو وہ اساتذۂ کرام کو کچھ ضروری احکام دے رہے تھے، فارغ ہوئے تو آپ سے یوں مخاطب ہوئے:

”آپ کا خط ملا میں سمجھ نہ پایا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا تنخواہ نہیں لیں گے، تو سنئے دین کی خدمت اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک آدمی کے بدن کی ضرورت پوری نہ ہو، ہم لوگ اس کو اسی لیے تن خواہ کہتے ہیں، ہم اس کو اجرت نہیں کہتے ہیں اگر اس کی ضرورت کا سامان نہیں ملے گا تو خدمت کتنے دنوں تک کرے گا کیا ہم لوگ نوکری کر رہے ہیں؟“۔

حضرت محدث کبیر شرم سار، سر جھکائے باادب بیٹھے رہے، پھر حضور حافظ ملت نے دریافت فرمایا کہ اب کیا ارادہ ہے؟ آپ نے عرض کی ”اماں جی نے حضرت والا کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ جو حافظ ملت کہیں وہ کرو“ اس پر فرمایا، ٹھیک ہے، جب ان کی طرف سے اجازت ہے تو صدرا، اور فلاں فلاں کتابیں نکالیے اور پڑھیے۔

جلال و جمال کے یہ پر کیف جملے ایک طالب علم، ایک مسترشد، ایک تلمیذ سعید کے لیے کس قدر معنی خیز، پند آموز جلا بخش ہیں، اہل فہم پر پوشیدہ نہیں اس کے اندر حقیقت توکل کا بیان ہے خدمت دین کی ممکنہ صورت کی وضاحت تامہ بھی، علم و فضل کی حیثیت واقعی کا اظہار ہے تو ان کی شفاف زندگی کے مفہوم و معنی کی تعیین بھی، خدمت دین متین کا حوصلہ بخش فرمان ہے، تو تلمیذ رشید کی خوشنودی و رضا کی طلب بھی، والدین کی اطاعت و فرمابرداری کی تاکید ہے، تو احترام استاذ کا درس کامل بھی، گویا ان مختصر سے جملوں میں حقائق و معانی کا تلاطم خیز رواں

دواں سمندر سمودیا گیا ہے۔

بالآخر حضرت محدث کبیر کتابیں نکال کر ایک نئی امنگ و ترنگ، تازہ حوصلہ ولگن کے ساتھ اپنے شفیق مربی حافظ ملت قدس سرہ سے درس کا آغاز فرما دیتے ہیں چونکہ تحقیق و ریسرچ، بحث و تدقیق کا شعبہ تھا اس لیے آپ پہلے سے بھی زیادہ مطالعۂ درس، حل کتب، فہم عبارت وغیرہ پر توجہ مبذول رکھتے، اور استاذ بھی کشور تدریس کے تاجدار مملکت تفہیم کے سلطان تھے، جن کی بارگاہ میں لاینحل مسائل بڑی آسانی سے حل ہوتے جاتے، جن کے یہاں سوالات واعتراضات کرنا باعث فرحت وانبساط تھا، نہ کہ سبب غضب وجلال، جیسا کہ بعض مدرسین زمانہ کا حال ہے کہ ان کے یہاں اگر کوئی طالب علم ضرورت کا سوال کر بیٹھے تو ان کی آنکھیں غضب سے سرخ اور چہرہ فق ہونے لگتا ہے اور ہمیشہ کے لیے طالب علم مبغوض نظر بن جاتا ہے، حضور حافظ ملت قدس سرہ کی شان بلند اس سے بالکل جداگانہ تھی ان کی طرف سے طلبہ کو ہمیشہ سے بے تکلف ہو کر اشکال پیش کرنے کا حق حاصل تھا، اسی لیے ان کے یہاں تشنہ لبوں کی وہ سیرابی ہوتی جو کہیں اور نہ ہوتی۔

حضرت محدث کبیر دام ظلہ نہایت طباع ونقاد ہیں اور ذہن وقاد کے حامل ہیں، اس لیے شروع ہی سے اسباق کے دوران جم کر اشکالات کرتے درجہ تخصص میں تو آپ کی جلائے ذہنی اور شباب کا مظاہرہ کرتی، ایسے ایسے سوالات کرتے کہ رفقائے درس شکار استعجاب ہو جاتے۔

دو حیرت انگیز اشکالات: ضیافت فکر وذہن کے لیے آپ کے دو اشکالوں کی تقریر پیش نظر کی جاتی ہے۔

(۱) ایک روز استاذ العلما حضور حافظ ملت قدس سرہ خطبہ قاضی مبارک کا حاشیہ منہیہ پڑھا رہے تھے، اس میں "**ما اعظم شانه**" پر زبردست بحث ہے، اس کا حاصل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ "**ما اعظم شانه**" صیغہ تعجب نہیں

ہے، کیونکہ تعجب انکار پر مشتمل ہوتا ہے لہٰذا اگر اس کو صیغہ تعجب مانا جائے تو عظمت شان الٰہی کا انکار ہوگا بلکہ یہاں ما استفہامیہ ہے جو متضمن علی التعجب ہے تو اس جگہ ما استفہام کا ہے اور تعجب اس سے مستفاد ہے۔

حضرت محدث کبیر نے اشکال کیا ''حضور اگر اس جگہ مانا جائے کہ ما استفہام کا ہے اور تعجب اس سے مستفاد ہے تو حکم تو وہی ہوا جو صیغہ تعجب ماننے کا ہے یعنی صیغۂ تعجب ہو تو انکار کا اشتمال ہوگا، تو یہ اس صورت میں بھی ہوگا جب ما استفہام کا ہو اور تعجب محض مستفاد ہو کہ اشتمال انکار کا باعث وجود تعجب ہے اور وہ دونوں صورتوں میں موجود ہے لہٰذا صیغۂ استفہام ہونے کی بھی نفی کی جائے، حافظ ملت نے جواباً ارشاد فرمایا: ''صیغۂ تعجب، تعجب پر اصالۃً دلالت کرتا ہے انکار جس سے متبادر ہے اس کے برخلاف استفہام سے تعجب صرف مستفاد ہے جس کے لیے انکار لازم نہیں۔

(۲) ذات باری تعالیٰ سے متعلق ''لا یتصور'' کی بحث چل رہی تھی شیخ نے قاضی کے استدلال کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ذات باری کا تصور بالکنہ اور بکنہہ نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اس کی حقیقت ذات کا تصور محال ہے، یوں ہی تصور بالوجہ بھی نہیں ہوسکتا کہ تصور بالوجہ سے تصور صفات ہوا کرتا ہے اور اس کی صفات عین ذات ہیں لہٰذا تصور بالوجہ بھی محال ہے، ہاں اس کا تصور صرف بوجہہ ہوسکتا ہے'' اس تقریر پر محدث کبیر نے عرض کیا ''حضور اگر اس کا تصور بالوجہ نہیں ہوسکتا تو تصور بوجہہ بھی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ بوجہہ میں بھی صفات ہی کا ادراک ہوگا صفات عین ذات ہیں'' مولانا رحیم اللہ بلیاوی علیہ الرحمہ جو آپ کے شریک درس تھے بڑے ذہین وفطین ذی استعداد تھے انہیں آپ کا اشکال سمجھ میں نہ آیا تو مذاق اڑانے کے انداز میں کہا ''یہ کیا بات ہوئی؟'' فوراً حضور حافظ ملت قدس سرہ نے آپ کی تائید فرمائی اور ارشاد فرمایا:

''مولانا کا اعتراض آپ نہ سمجھ سکے، مولانا کا اعتراض بالکل صحیح ہے، کہ بالوجہ اور بوجہہ دونوں تصور میں صفات ہی کا تصور ہوتا ہے، پھر اچھی طرح انہیں اعتراض سمجھایا تو وہ خاموش ہوئے پھر محدث کبیر سے فرمایا کہ آپ کا جواب چند صفحات کے بعد صفات کے ضمن میں آجائے گا چندروز بعد قاضی کے حاشیہ منہیہ پڑھاتے وقت صفات کی تین قسمیں بیان فرمائیں (۱) حقیقت محضہ (۲) صفات حقیقیہ (۳) ذات اضافت۔ پھر فرمایا کہ آپ کا جواب اضافت محضہ میں ہے کہ واجب الوجود کا تصور بوجہہ جو ہوتا ہے وہ صفات لازمہ واضافیہ سے نہیں ہوتا بلکہ ذات اضافت سے ہوتا ہے اور صفات واضافت محضہ انتزاعیہ ہے نہ کہ عین ذات، یہ ہے آپ کا جواب''۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ محدث کبیر کتنی توجہ سے تقریر استاذ سماعت فرمایا کرتے اور کس قدر دقیق سوالات کیا کرتے جہاں تک شرکائے درس کا ذہن بھی نہ پہنچ پاتا تھا۔

بہر کیف تخصص کا ایک سال پورا ہو گیا تو حضور حافظ ملت نے آپ سے پوچھا اب کیا ارادہ ہے؟ آپ نے عرض کی آپ جو فرمائیں، فرمایا گھر پہنچ کر والدہ صاحبہ کو سلام کہئے گا پھر عرض کیجیے گا کہ ایک سال اگر اور موقع دیں تو تکمیل ہوجا ئے گی، آپ نے عرض کی ان سے کہنے کی کیا ضرورت؟ فرمایا نہیں ان کی اطاعت ضروری ہے، آپ نے پیغام پہنچایا، والدہ نے پہلا ہی جواب مرحمت فرمایا رمضان کے بعد پھر خدمت شیخ میں حاضر ہوئے، حافظ ملت نے فرمایا اس سال آپ کو شرح مواقف کی امور عامہ مع حواشی زاہدیہ، شمس بازغہ وغیرہ پڑھنی ہے، ارشاد کے مطابق آپ نے تخصص کا دوسرا سال مکمل فرمایا۔

شیخ کامل حضور حافظ ملت نے تخصص کے ان دو سالوں میں فضل وکمال، جلال وجمال، درک ومہارت، علم ومعرفت میں کامل ومکمل بنادیا، حتی کہ آپ علم

حدیث میں یگانہ، فقہ واصول میں یکتا، منصب تدریس کے شہنشاہ منطق، وفلسفہ میں بے مثال، نحو وصرف میں ممتاز معرفت الٰہی وخشیت ربانی سے سرشار شریعت وطریقت کے امین، مذہب اسلام کے معتمد داعی ومبلغ، مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محافظ وپاسباں بن گئے۔ آج انہیں کو محدث کبیر سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہاء، رازی زماں، غزالی جہاں، رئیس المناظرین، اجود المتکلمین، تاجدار خطابت، مبلغ اسلام، مفکر مذہب، قائد اہل سنت جیسے القاب عظیمہ رفیعہ سے پکارا جارہا ہے۔

قراءت وتجوید کی تحصیل: جس علم سے مخارج حروف اوران کے صفات کے لحاظ سے قرآن کریم اچھی طرح پڑھنے کا طریقہ حاصل ہو، اور ترتیل، وصل و وقف، مد، قصر، تشدید، تخفیف اور تسہیل وغیرہ کے اصول معلوم ہوں، اسے تجوید و قراءت کہتے ہیں۔

علم قراءت وتجوید نہایت مہتم بالشان فن ہے، اس کا سیکھنا فرض کفایہ اوراس پر اتنا عمل کہ نماز درست ہو سکے فرض عین ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ ۱۲۷۲ھ۔ ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

"یہ دیکھئے اتنی تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے صحیح ممتاز ہو فرض عین ہے، بغیر اس کے نماز قطعاً باطل ہے"۔

(فتاوی رضویہ ج ا ص ۵۵۶، مطبع رضوی کتاب گھر بھیونڈی)

اور ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس سے احتراز حاصل ہو، واجبات عینیہ واہم مہمات دینیہ سے ہے، آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تمام اور حرف میں اس کے مخرج

سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد و اہتمام لازم کہ قرآن مطابق "ما انزل اللہ تعالیٰ" پڑھے نہ کہ معاذ اللہ مداہنت و بے پروائی سے"۔

(فتاویٰ رضویہ ۳/۹۷ مکتبہ نعیمیہ دیپا سرائے سنبھل)

اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند، متوفی ۱۴۰۲ھ فرماتے ہیں:

"اتنی قراءت سیکھنا جس سے آدمی قرآن عظیم صحیح پڑھے، فرض ہے"۔ (فتاوی مصطفویہ ص ۴۷)

اب واضح یہ ہوا کہ قراءت کا فن سیکھنا فرضیت کے درجے میں ہے لہٰذا اس کی اہمیت غیر قابل انکار ہے محدث کبیر دام فیضہ نے اسی لیے اس کے اکتساب پر بھی خصوصی التفات کیا، اور اپنے بڑے ماموں فیض العارفین حضرت علامہ غلام آسی پیا حسنی علیہ الرحمہ کے پاس جب آپ ابتدائی عربی درجات کی تعلیم حاصل کررہے تھے انہیں دنوں ان سے قراءت قرآن کا فن بھی پڑھنا شروع کردیا، چونکہ حضرت فیض العارفین علیہ الرحمہ درس نظامی کے بے بدل عالم ہونے کے ساتھ ایک مثالی قاری بھی تھے اس زمانے کے ممتاز اور نامور مقری حضرت قاری محبّ الدین الٰہ آبادی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے، محدث کبیر نے موقع سے فائدہ اٹھایا، اور فن قراءت کے اصول وضوابط، حدر و ترتیل وغیرہ کمال عنایت سے سیکھا، یہی وجہ ہے کہ محدث کبیر فن قراءت کے اسرار و نکات سے بخوبی واقف و آشنا ہیں، آپ تلاوت، قواعد تجوید کے عین مطابق کرتے ہیں ہر حرف ایک دوسرے سے ایسا ممتاز پڑھتے ہیں کہ بڑی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے حروف تہجی میں ض کا مخرج دشوار تر ہے، کم ہی لوگ اس کے صحیح تلفظ پر قادر ہوتے ہیں مگر آپ بے تکلف اس کو ادا کر لیتے ہیں، یہ فضل خدا اور آپ کی بے کراں کوشش اور استاذ کی عنایت کا ثمرہ ہے۔

تربیت افتا کا اکتساب: افتا، دشوار ترین فن ہے، یہ تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف عمل ہے، اس کے لیے علوم مروجہ بالخصوص فقہ میں دستگاہ کامل، حالات

زمانہ پر گہری نظر کے ساتھ کسی ماہر افتا تجربہ کار مفتی سے تربیت حاصل کرنا ناگزیر ہے، ورنہ قدم قدم پر تذبذب اور تردد وخطا کے حصار آئیں گے جو تباہی کے دہانے پر پہنچادیں گے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

”ردو ہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں جو طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے میں بھی ایک طبیب حاذق کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے وہ وقت وہ دن وہ جگہ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں، میں نے ایک بار نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش وجاں فشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں، مگر جب والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے، وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اب تک ان کا اثر باقی ہے“۔

(الملفوظ کامل ص ۱۰۴، ۱۰۵ رضوی کتاب گھر دہلی)

اسی طرح اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں:

”طب کی طرح افتا بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتا اس میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے ”علم الفتویٰ“ پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو“۔

معلوم ہوا افتا سے پہلے اس کی تربیت لینا امر لابدی ہے اسی لیے حضرت محدث کبیر دام ظلہ نے فقہ وحدیث، نحو وصرف، منطق وفلسفہ، تفسیر واصول، معانی

وبیان ہر ایک میں ید طولیٰ رکھنے کے باوجود، بنگال کے اندر تدریسی عہد میں فتویٰ نویسی کی ٹریننگ حاصل کرنا ضروری سمجھا اور ہر سال تعطیل رمضان، اور ایک ماہ موسم گرمی کی تعطیل میں آپ بریلی شریف قیام فرماتے اور وقت کے سب سے بڑے فقیہ صاحب تمیز مفتی، مفتی اعظم، نائب مجدد اعظم شبیہ غوث اعظم علامہ شاہ ابوالبرکات آل الرحمان محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری بریلوی قدس سرہ سے افتا کی تربیت اور ٹریننگ لیتے، کئی سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس اثنا میں محدث کبیر نے سیکڑوں تحقیقی فتاوے تحریر فرمائے، جن کی قطعی تصحیح وتصویب استاذ الفقہا، حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے رہے۔

محدث کبیر اخذ تربیت افتا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں جب بنگال میں رہتا تھا اس زمانے میں مجھے گرمیوں کی چھٹی ملتی تھی اور رمضان کی بھی چھٹی ملتی تھی تو ایک مہینہ گرمی کی چھٹی میں اور ایک مہینہ رمضان کی چھٹی میں دو تین دن گھر رہتا اور باقی بریلی شریف میں آکر فتوے لکھتا تھا حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کو دکھاتا تھا، غلطی یہ ہوئی کہ اس وقت کوئی قدر و قیمت سمجھی نہیں حضرت ہم لوگوں کے فتوے پر جتنا حاشیہ لکھ دیتے تھے وہ سب اگر ہم لوگ رکھ لیتے اور اس کی نقل مستفتی کو بھیج دیتے تو زیادہ اچھا ہوتا (مگر ہم لوگوں نے وہی پورا بھیج دیا) آج ہم لوگوں کے پاس بہت بڑا ذخیرہ وتبرک ہوتا، دو تین سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا یہ اس وقت کی بات ہے جب میں مدرسہ فتحیہ فرفرہ میں شیخ الحدیث تھا''۔

(روبرو بیان محدث کبیر ۱۱ر جولائی ۲۰۰۸ء شب جمعہ)

اخذ تربیت کی مدت اگرچہ صرف چھ ماہ ہے، لیکن مفتی اعظم کا دار الافتا ان کے

جد کریم ہی کے زمانے سے ہندوستان کا سب کے بڑا دارالافتا تھا اور آج بھی ہے، پورے اکناف عالم سے سوالات اور استفتوں کے انبار لگے ہوتے اس لیے اتنی قلیل مدت میں آپ نے اس کثرت سے فتاوے لکھے کہ اتنے کسی اور دار الافتا کے اندر متعدد سالوں میں لکھتے علاوہ ازیں حضرت محدث کبیر کو فقہی تبحر والد ماجد صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے وراثۃً اور استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے درایۃً وعطاءً پہلے ہی حاصل تھا، ذہن بھی آپ کا نہایت ثاقب طبیعت اخاذ استحضار کامل ہے۔ حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ سے صرف طرز افتا اور فیض و برکت کی تحصیل، شرف تلمذ کے لیے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے جس میں وہ اس مدت کے اندر بحمدہ تعالیٰ فائز المرام ہو گئے، اور فن افتا کے ایسے باکمال شہسوار ہو گئے کہ عصر حاضر میں ارباب افتا کے سرخیل، فقہا و علما کے مرجع ہیں "ذلك فضل الله يوتيه من يشاء" آج جن مسائل کا حل کسی دار الافتا سے نہیں ملتا ان کے لیے آپ سے رجوع کیا جاتا ہے اور آپ سے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے اور آپ جب کسی اہم پیچیدہ مسئلے سے متعلق کوئی فیصلہ شرعی صادر کر دیتے ہیں تو قبول کر لیا جاتا ہے اساتذہ کرام جن اصحاب فضل و کمال کے سحاب علم سے محدث کبیر نے سیرابی اور آسودگی حاصل کی ہے، ان کے اسمائے ذی شان یہ ہیں:

(۱) صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، فقیہ اعظم، حضرت علامہ شاہ مفتی ابو العلا محمد امجد علی اعظمی قادری رضوی، برکاتی، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہما۔

(۲) تاجدار اہل سنت، افقہ الفقہا شہزادۂ امام احمد رضا، مفتی اعظم ابو البرکات علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری رضوی نوری بریلوی قدس سرہ۔

(۳) استاذ العلما جلالۃ العلم، قطب الاقطاب حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز قادری رضوی امجدی علیہ الرحمہ بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

(۴) حاوی اصول و فروع حضرت علامہ سلیمان صاحب علیہ الرحمہ۔

(۵) سلطان العلما صدر الفقہا حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی قدس سرہ۔

(۶) شیخ العلما قدوۃ الاصفیا حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی قدس سرہ۔

(۷) شیخ الخطبا حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی مجددی علیہ الرحمہ۔

(۸) رئیس الاصفیا غواص بحر معرفت فیض العارفین حضرت علامہ غلام آسی پیا حسنی، نقش بندی، جہاں گیری، ابو العلائی، سکندر پوری علیہ الرحمہ۔

(۱۰) استاذ الفقہا بحر العلو علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم شمس العلوم گھوسی، مئو، یو پی۔

(۱۱) ماہر طب وحکمت عالی وقار حکیم احمد علی علیہ الرحمہ۔

(۱۲) مخدومۂ اہل سنت، حرم صدر الشریعہ محترمہ ہاجرہ خاتون صاحبہ علیہا الرحمہ۔

سلسلۂ ذکر اساتذہ ومشائخ

درج بالا اساتذہ ومشائخ میں حضرت صدر الشریعہ اور ان کی حرم حضرت ہاجرہ علیہا الرحمہ کا تفصیلی ذکر سلسلۂ ذکر والدین میں آچکا ہے، ذیل میں محدث کبیر کے مرشد اجازت وشیخ افتا حضور مفتی اعظم ہند، نہایت مخلص مربی حضور حافظ ملت اور استاذ شفیق علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہم الرحمہ کی حیات کے بھی کچھ گوشے قارئین کو پیش کیے جاتے ہیں۔

مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان نوری قادری بریلوی قدس سرہ

ولادت باسعادت ونام نامی: آپ ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸/ جولائی ۱۸۹۳ء کی بابرکت ساعتوں میں محلہ سوداگراں بریلی کے اندر جلوہ نما ہوئے والد گرامی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ ان فیروز بخت لمحات میں اپنے مرکز عقیدت مرشد برحق کے در دولت پہ

مارہرہ مطہرہ میں حاضر تھے نیند آئی سو گئے خواب دیکھا کہ گھر پہ ایک نورانی بچہ تولد ہوا ہے، آپ نے اسی حال میں محمد آل رحمٰن نام رکھا آنکھ کھل گئی تو تاجدار مارہرہ مطہرہ سلطان الاولیا حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہ کے دربار گہربار میں باریاب ہوئے، ابھی زبان بھی وا نہ ہوئی اور نائب شاہ ابرار واقف اسرار حضرت زیب سجادہ شاہ ابوالحسین نوری فرماتے ہیں:

''بریلی میں آپ کے گھر فرزندار جمند کی ولادت ہوئی ہے
آپ کو مبارک ہو، وہ بچہ بہت ہی مبارک ہے مادر زاد ولی ہے،
لاکھوں گمراہوں کو دین حق پر واپس لائے گا عمر طویل پائے گا میں
اس بچے کو دیکھنے بریلی آؤں گا اور اپنے روحانی بیٹے کی امانتیں
اس کے سپرد کروں گا میں اس نو مولد بچے کا نام آل رحمٰن
ابوالبرکات جیلانی رکھتا ہوں اعلیٰ حضرت نے عرض کی فقیر نے
بھی اس کا نام محمد آل رحمٰن مصطفیٰ رضا تجویز کیا ہے''۔

تعلیم وتربیت: مفتی اعظم نے تربیت اور نشو نما اپنے والد ماجد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عنایت میں پائی اور خصوصی تعلیم بھی ان سے حاصل کی ان کے علاوہ وہ والد کے حکم پر درج ذیل علمائے اعلام سے بھی اکتساب علم کیا:

(۱) شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان قادری بریلوی۔
(۲) حضرت علامہ رحم الٰہی منگلوری۔
(۳) حضرت مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی۔
(۴) حضرت مولانا ظہور الحسین رامپوری علیہم الرحمہ۔

آپ درس نظامی کی تکمیل کے ساتھ تمام علوم مروجہ میں ماہر وکامل ہو گئے آپ کو طبعاً فقہ وافتا سے زیادہ انس تھا اور کیوں نہ ہو کئی پشتوں سے خدمت افتا آپ کے خاندان کا طرۂ امتیاز تھا ابھی تحصیل علم سے فارغ ہوئے تھے اٹھارہ سال

کی عمر تھی کسی کام سے دار الافتا پہنچے تو دیکھا کہ ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ رضاعت کے ایک مسئلہ کے حل کے لیے فتاوی رضویہ کی طرف مراجعت کر رہے ہیں، بے ساختہ آپ کی زبان سے نکل گیا کہ ''فتاوی رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں؟'' ملک العلما نے فرمایا: آپ بغیر فتاویٰ رضویہ دیکھے لکھ دیں تو جانوں؟ یہ سنتے ہی آپ کی فقاہت نفس موجزن ہو گئی اور فتاویٰ رضویہ تو کیا فتاوے کی کوئی بھی کتاب نہ دیکھی اور قلم برداشتہ نہایت جامع واکمل جواب لکھ دیا۔ اصلاح کے لیے امام احمد رضا کی بارگاہ میں پیش ہوا، وہ امام احمد رضا جن کے متعلق علمائے عرب کا فیصلہ ہے "رأه الامام ابو حنيفة لجعله فى أصحابه" آپ (امام احمد رضا) امام اعظم کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً وہ آپ کو اپنے اصحاب میں شامل فرما لیتے)

امام احمد رضا اس میں اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں پاتے ہیں فوراً "صح الجواب بعون الله العزيز الوهاب" لکھ کر تصدیق فرما دیتے ہیں ساتھ ہی خوش ہو کر پانچ روپئے انعام دیتے ہیں اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد عرف مصطفیٰ رضا کی مہر بنوا کر عطا فرماتے ہیں (تذکرۂ علمائے اہل سنت ص ۲۲۳)

ارادت و خلافت: جب آپ صرف چھ ماہ کے تھے سید السادات، سید الاولیا، حضرت شاہ سید ابوالحسین نوری میاں برکاتی سرکار مارہرہ مطہرہ حسب ارشاد بریلی شریف قدم رنجہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے فرمایا اس بچے کو لائیے میں اسے دیکھنے آیا ہوں اعلیٰ حضرت زنان خانے سے چھ ماہ کے بچے مفتی اعظم کو اپنی گود میں لا رہے تھے سرکار نوری میاں صاحب نے بڑھ کر اپنی آغوش میں لے لیا اور بہت دیر تک اس بچے کی پیشانی چومتے رہے اعلیٰ حضرت کو مبارک باد دیتے ہوئے پیش گوئی فرمائی:

''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا مخلوق خدا کو

اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا یہ بچہ ولی ہے اس کی نظروں
سے لاکھوں گمراہ انسان حق پر واپس آئیں گے یہ بچہ علم وعرفان
کے دریا بہائے گا، یہ میرا فرزند روحانی ہے، یہ بچہ شیخ المشائخ
ہے، پھر اپنی مبارک انگلیاں فرزند خوش اقبال کے دہن مبارک
میں ڈال کر سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں مرید فرمایا، ساتھ ہی
تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمادی''۔

فالحمد لله علی ذلك

سرکار مارہرہ کی پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کچھ ہی عرصہ میں یہی فیروز مند بچہ اہل سنت کا تاجدار کہلایا، مفتی اعظم سے مشہور ہوا مرشد اعظم اور شیخ المشائخ بلکہ مطاع العالم مانا گیا، غم گستگار راہ کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوا علما ومشائخ کا سرخیل فقہا کا امام بنا۔

علمی تبحر وجلالت: مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوری علم وفضل فقہ ودرایت، شعور وآگہی درک وعرفان کا ہی ایک دوسرا نام تھا وہ استعداد جامع تبحر و کمال میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے ان کے ہم عصر اصاغر واکابر بھی ان کی علمیت کا خطبہ پڑھتے رہے ان کے نواسۂ دل بند، تاج الشریعہ قاضی القضاۃ علامہ شاہ محمد اختر رضا خان ازہری بانی وسربراہ اعلیٰ جامعۃ الرضا بریلی شریف جلالت علمی، فقہی تبحر وکمال کے حوالے سے یوں ثنا گر ہیں:

''مفتی اعظم علم وفضل کے دریائے ذخار تھے جزئیات
حافظے سے بتادیتے تھے فتوی قلم برداشتہ لکھا کرتے تھے ان کا
عمل ان کے علم کا آئینہ دار تھا ان کے علم کو دیکھنے کے بعد اگر
کتاب دیکھی جاتی تو اس میں وہی ملتا جو حضرت کا عمل ہوتا ہر
معاملے میں حضرت کی رائے اول اور مقدم ہوتی تھی اور جس

علمی اشکال میں لوگ الجھ کر رہ جایا کرتے تھے وہ حضرت
چٹکیوں میں حل فرمایا کرتے تھے"۔

(حجاز جدید مفتی اعظم نمبر ص ۳۶ ستمبر و اکتوبر ۱۹۹۰ء)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا شاہ احمد نورانی اپنے تاثر میں فرماتے ہیں:

"علم و فضل زہد و تقویٰ، حق گوئی و بے باکی، فقاہت
و علمیت اور معرفت و کرامت میں اس وقت پوری دنیا میں کوئی
ان (مفتی اعظم) کا ثانی نہ تھا اہل سنت کے لیے مفتی اعظم کی
ذات مقدسہ سایۂ رحمت تھی"۔

(مفتی اعظم نمبر ص ۶۳ دسمبر ۱۹۸۱ء)

شمس العلما علامہ شمس الدین جعفری مفتی اعظم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

"فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں،
میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا کر بیٹھا رہتا
ہوں اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا ہوں ان سے
زیادہ باتیں کرنے کی ہمت نہیں ہوتی"۔

(حیات حافظ ملت ص ۱۲۱)

واضح رہے مفتی اعظم فقہ و اصول کے ساتھ درس نظامی کے ماہر تھے منطق و ریاضی قراءت و تجوید ادب و بلاغت جفر و تکسیر، توقیت و تاریخ گوئی ہر ایک میں کامل و اکمل تھے، اس زمانے میں جب کہ امریکیوں کے چاند پر جانے کا چرچہ عام تھا ایک دن شمس العلما قاضی شمس الدین جونپوری، صدر العلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی اور دیگر اجلۂ علما بارگاہ مفتی اعظم میں تشریف فرما تھے چاند اور سورج موضوع سخن بنے ہوئے تھے دوران گفتگو حضرت نے فرمایا زمین و آسمان دونوں ساکن

ہیں اور چاند سورج چلتے ہیں، اس پر میرٹھی صاحب نے فرمایا قرآن مجید میں آیا ہے "والشمس تجری لمستقرلها" تو تجری سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج جاری ہے اور " لمستقر لها " سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ وہ ساکن ہے، ٹھہرا ہوا ہے جبکہ ایک مستقر میں چلنا اور ٹھہرنا دونوں کا اجتماع ممکن نہیں اس پر حضرت نے فرمایا کہ "حضرت آدم وحوا کے لیے فرمایا گیا" ولکم فی الارض مستقر" تو کیا وہ زمین میں ایک ہی جگہ ٹھہرے رہتے تھے چلتے نہیں تھے اپنے مستقر میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جائے رفتار اور اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتے بلکہ وہ چلتے ہیں مگر اپنے دائرۂ حرکت میں۔ (مفتی اعظم نمبر ص ۴۳، دسمبر ۱۹۸۱ء)

حج وزیارت: مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنی حیات ظاہری میں تین بار حرمین شریفین کا مقدس سفر فرمایا پہلا ۱۹۴۵ء میں دوسرا ۱۹۴۸ء میں اور تیسرا ۱۹۷۱ء میں بلا فوٹو حج کیا، جبکہ گورنمنٹ کی طرف سے فوٹو لازم کر دیا گیا تھا۔

تاج ولایت: آپ کو پیدائش کے دن ہی سے ولایت کا تاج حاصل تھا آپ کے پیر ومرشد نے پیدائش کے اول روز ہی آپ کی ولایت کا اعلان فرما دیا تھا آپ کے اندر ولایت کے سارے آثار ہویدا تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے زمانے کے اکابر واصاغر سبھی آپ کو تاجدار ولایت سمجھتے رہے، اور اعلانیہ آپ کی ولایت کا اعتراف کرتے رہے۔

شوال ۱۳۹۲ھ کا پر بہار مہینہ تھا جب الجامعۃ الاشرفیہ کی درسگاہی بلڈنگ کا جشن افتتاح ہوا شہزادۂ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند درس بخاری شریف کا آغاز کرنے کے لیے تشریف فرما تھے علما، مشائخ، مفسرین، شیوخ الحدیث کا اجتماع تھا مسلمانان اہل سنت بھی بڑی تعداد میں موجود تھے حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اس وقت کھڑے ہو کر تعارف کراتے ہوئے ان کی ولایت کا یوں اعلان فرمایا تھا:

"حضور مفتی اعظم ہند قبلہ بلا شبہ ولی کامل ہیں آج جو

ان سے ایک سبق پڑھے گا وہ آئندہ اس پر فخر کرے گا جو
ان کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا جو ان کی
دست بوسی کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا، اور جو ان کی زیارت
سے مشرف ہوگا وہ اسے بھی فخریہ بیان کرے گا کہ میں نے حضور
مفتی اعظم کی زیارت کی ہے"۔ (حیات حافظ ملت ص ۷۵۸)

آخر عمر میں آپ کی ولایت اور مقبولیت ربانی روشن ہو چکی تھی تو چھپانے کے لیے تعویذ نویسی میں خود کو مصروف کر لیا تھا مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور خود مفتی اعظم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ" کچھ اللہ والے اپنی کرامتوں کو دوا اور تعویذ میں چھپاتے ہیں اس سلسلے میں سرکار سید حمزہ مارہروی قدس سرہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص دعا کے لیے حاضر ہوا اور حضرت نے اسے ایک دوا کا نسخہ عنایت فرمایا اور مدت کا مریض ایک خوراک میں ٹھیک ہو گیا، حضرت نے اپنی کرامت دوا میں چھپالی یہی حال حضرت مفتی اعظم ہند کا تھا کہ وہ اپنی کرامتوں کو تعویذ کے پردے میں چھپائے ہوئے تھے جس کی دلیل یہی ہے کہ وہی تعویذات بہت سے لوگ لکھتے ہیں مگر فائدہ نہیں ہوتا"۔ (انوار مفتی اعظم ص ۲۶۶)

مقام روحانیت: حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے آپ کے روحانی کمالات و تصرفات کے بے شمار واقعات ہیں یہاں صرف ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے، مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ روایت فرماتے ہیں:

"ایک سال بریلی شریف کے ایک حاجی صاحب حج سے
واپس آئے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ حضرت مفتی اعظم
ہند کب حج کے لیے گئے تھے اور واپس ہوئے یا نہیں؟ لوگوں
نے انہیں بتایا کہ حضرت مفتی اعظم ہند امسال حج کے لیے نہیں

گئے تھے ،انھوں نے عیدگاہ میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی ہے
ہم نے خود پڑھی سب حاضرین نے متفق اللفظ ہوکر یہی بتایا
انھوں نے حیرت سے کہا، آپ لوگ کیسی باتیں کررہے ہیں؟
میں نے ان کو طواف کرتے دیکھا ہے مسجد حرام میں منی عرفات
میں ان سے ملاقات کی ہے، مدینہ منورہ مسجد نبوی میں نماز
پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، مواجہہ اقدس میں سلام عرض کرتے
ہوئے دیکھا ہے، یہ سن کر سارے حاضرین دم بخود رہ گئے لیکن
سب نے پھر یہی کہا کہ تمہیں دھوکا ہوا ہوگا حضرت تو امسال
دولت کدہ ہی پر رہے ہے حج کے لیے نہیں گئے تھے مگر پھر انہوں
نے بتایا کہ دھوکہ کیسا؟ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے
ان سے وہاں ملاقات کی ہے، ان کی دست بوسی کی بات چیت
کی اور بلا کسی شبہ کے مسجد نبوی اور مواجہہ اقدس میں دیکھا ہے،
اس کا عام چرچا ہوا سب نے ان حاجی صاحب کو یہی بتایا کہ تم
جو کہتے ہو سچ ہے مگر حضرت امسال حج کے لیے نہیں گئے تھے
حاجی صاحب نے خود یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا اور بھی بہت
سے لوگوں سے بیان کیا ، یہ حاجی صاحب جب حضرت کی
خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے انہیں بہت پیار سے
دیکھا جاں نواز انداز میں مسکرائے اور حسب عادت ان کے
قدم اور آنکھوں کو بوسے دیئے، حاجی صاحب دم بخود بیٹھے ٹکٹکی
باندھے حضرت کو دیکھتے رہے، کچھ دیر کے بعد حضرت ان سے
مخاطب ہوئے اور حرمین طیبین کے حالات پوچھتے رہے اور
ایک بار بڑے محبت آمیز لہجے میں کہا حاجی صاحب! ہر بات

بیان کرنے کی نہیں ہوتی، اس کا خیال رکھئے گا اسی سے متاثر ہوکر حاجی صاحب مرید ہوئے"۔ (انوار مفتی اعظم ص ۲۷۱، ۲۷۲)

عشق رسالت: جان جہاں سرور انس وجاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق ومحبت ہی اصل ایمان وروح ایمان ہے، یہی سرمایہ مومن ہے، حضور مفتی اعظم قدس سرہ کو نبی سے الفت ومحبت، وارفتگی وشیفتگی اپنے والد اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے وراثۃً حاصل تھی، اسی لیے آپ کا ہر عمل سنتوں کے مطابق ہوتا شرع وسنت کے خلاف کسی کا کوئی بھی عمل دیکھتے تو فوراً اس کو تنبیہ کرتے، نبی کے دشمنوں سے کوئی سمجھوتہ نہ کرتے، نسبت رسول کا بے حد احترام کرتے۔

لیجیے بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کے قلم زرنگار سے ایک واقعہ ملاحظہ فرما کر اندازہ لگائیے کہ مفتی اعظم عشق رسالت کے کس پایۂ بلند پر فائز تھے وہ لکھتے ہیں:

"الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کی زندگی کے بیحد ہنگامی ایام تھے، خاندان اشرفیہ کی ایک شاخ (اہل کچھوچھہ) جو اب تک اس ادارے کے سرپرست اور حاکمان مطلق تھے خفا ہوکر علیحدہ ہو چکے تھے اور اپنی براءت کا اعلان بھی شائع کر چکے تھے اور پورے ہندوستان میں ادارے کے خلاف جگہ جگہ بدگمانیوں کے بادل چھائے ہوئے تھے ادھر حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سچے مسلمان کے حوصلۂ ایمانی کے ساتھ یکہ وتنہا میدان عمل میں اتر پڑے تھے اور نئی تعمیرات کے سنگ بنیاد کے موقع پر ایک آل انڈیا تعلیمی کانفرنس کا اعلان فرما چکے تھے، کانفرنس ہوئی اور بے مثال ہوئی، اس میں ازراہ

دین پروری حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ علیہما الرحمہ بھی شریک ہوئے، کچھ عقیدت مندوں نے اہل کچھوچھہ کے بائیکاٹ سے متاثر ہوکر اس خاندان کی دوسری شاخ بسکھاری کے سجادہ نشین المعروف بہ بابو میاں کو شرکت کی دعوت دی تو وہ بھی شریک ہوئے''۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر خانوادۂ اشرفی کے ان دونوں خاندانوں کا تھوڑا پس منظر بھی بیان کرنا ضروری ہے تاکہ جس واقعہ کو ہم بیان کرنے جارہے ہیں اس پر قرار واقعی روشنی پڑ سکے تو اس خاندان کی ان دونوں شاخوں میں بہت دنوں سے حضور مخدوم اشرف جہاں گیر قدس سرہ العزیز کی گدی کے حقیقی وارث اور درگاہ حضرت مخدوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قابض دخیل ہونے کے سلسلے میں آویزش چلی آرہی ہے، ہوسکتا ہے یہی سبب ہو یا کوئی اور، پورے ہندوستان میں کچھوچھہ کی شاخ علمائے حق اہل سنت وجماعت کے ساتھ ہے بلکہ یہ حضرات خود اساطین اہل سنت وجماعت میں شمار ہوتے ہیں جب کہ دوسری شاخ کا رجحان علمائے دیوبند کی طرف تھا بلکہ سنا جاتا ہے کہ کسی مناظرے میں جو علمائے دیوبند اور علمائے اہل سنت میں ہوا تھا بابو میاں کے اجداد نے علمائے دیوبند کی سرپرستی کی تھی، علمائے دیوبند کے خلاف علمائے عرب وعجم کے فتویٰ کفر سے ساری دنیا واقف ہے اور اعلیٰ حضرت اور ان کے خاندان کو اس سلسلے میں حق کی حمایت اور سچ کی جنبہ داری میں جو تقدیم حاصل ہے وہ کسی کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں، اب صورت حال یہ ہے کہ بابو میاں جن کے آبا واجداد دیوبندیوں کے حامی تھے، اس جلسۂ سنگ بنیاد میں شرکت کے موقع پر حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے دارالعلوم اشرفیہ کی نچلی منزل کے مغربی کمرے میں آئے، حضرت مفتی اعظم صاحب قدس سرہ کو سلام کیا مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا

حضرت نے سلام کا جواب دیا نہ مصافحہ کیا، بلکہ فرمایا "صاحب! آپ کے خاندان کے لوگ علمائے دیوبند کے حامی رہے ہیں، اوران پر علمائے عرب وعجم کے کفر کے فتوے ہیں، اگر آپ بھی اس روش میں ان کے ہی ہمراہ ہیں تو میں آپ سے کیسے سلام وکلام کرسکتا ہوں، جب کہ حدیث شریف میں ایسے لوگوں سے قطع تعلق کا حکم آیا ہے" بابو میاں نے کہا حضور میں کبرائے دیوبند کی تکفیر میں ساری دنیا کے اہل اسلام کے ساتھ ہوں، چنانچہ اسی وقت انہوں نے اس مضمون کی اپنی دستخطی تحریر مفتی اعظم ہند کے حضور میں پیش کی، اس وقت لوگوں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا، حضور مفتی اعظم ہند نے بابو میاں سے فرمایا:

"صاحبزادے آپ ذرا کھڑے ہوجائیں نہ تو بابو میاں یہ سمجھے کہ کیوں یہ حکم ہو رہا ہے اور نہ ہی مجلس میں بیٹھنے والے، مگر جب حکم پا کر بابو میاں کھڑے ہوئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے باں شان وجلال باں عظمت وتقدس باں ریش سفید ورفعت پیری ایک سبزہ آغاز جوان (بابو میاں) کا پیر دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا ڈبڈبائی آنکھیں ان کے چہرے کی طرف اٹھا کر فرمایا صاحبزادے ہم تو آپ کے غلام وخانہ زاد ہیں، ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ کے ہی پاس کا دیا ہوا ہے ہم نے شروع میں جو کیا آپ کے ہی جد کریم کے حکم کی بجا آوری اور انہیں کے دین کا پرچم بلند کرنے کے لیے، ایسا معلوم ہورہا تھا کہ ایک چاکر اپنے مالک کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگ رہا ہو، اس وقت پورے مجمع پر رقت طاری تھی اور کھلی آنکھوں سے دنیا دیکھ رہی تھی کہ بلاشبہ حق وہدایت اطاعت شرع واتباع سنت انہیں بزرگوں کے دم قدم سے ہے"۔

دینی خدمت: مفتی اعظم قدس سرہ کی زندگی کا لمحہ لمحہ دین اسلام کی خدمت ہی سے عبارت ہے، انہوں نے خدمات کے جو بھی ذرائع ہو سکتے ہیں سبھی کو مذہب وملت کی نصرت وحمایت کے لیے استعمال کیا تقریر وتحریر ہو یا تحدیث وتفسیر، بحث ومناظرہ ہو یا افتا وقضا ،ارشاد وتبلیغ ہو یا دعوت وتحریک، تاسیس مدارس ہو یا تاسیس مساجد، تصنیف وتالیف ہو یا دعا وتعویذ، تدریب افتا ہو یا تدریب قضا ہر ایک سے سنت وشریعت کی پاسداری اور ترجمانی کر کے حق کو سربلند کیا ہے، تقریباً چالیس نہایت معرکۃ الآرا تحقیقی رشحات قلم دنیا کو دیا ہے،قوم مسلم کو شدھی تحریک کے بھیانک نتائج سے بچانے کے لیے اس کا سد باب فرمایا، بے شمار علما واحبار کو بحر فقہ وفتاویٰ کا شناور بنایا لاکھوں گم گشتگان راہ کو حق سے لگایا سیکڑوں درس کے شہسوار تیار فرمائے۔

غرض مفتی اعظم کی زندگی امت مسلمہ کے لیے سراپا رحمت تھی اس سے ایک جہان آسودہ کام ہوا۔

وصال پاک: شہر شہر قریہ قریہ مسلک رضا کو عام کر کے ۱۴۰۲ھ میں لاکھوں لاکھ عاشقوں، دیوانوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اہل عالم کی نظروں سے اوجھل ہو گئے، اکثر ممالک عالم کے پچیس لاکھ لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

خانوادۂ صدر الشریعہ اور مفتی اعظم: اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے عاشق ومرید وخلیفہ صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو اپنی اولاد کی محبت اس طرح دی تھی کہ ان کے زمانے ہی میں خانوادۂ امجد سے رضوی خانوادہ کا رشتہ اٹوٹ ہو گیا تھا، صدر الشریعہ اور شہزادگان رضا میں اتنا گہرا تعلق تھا کہ شہزاد گان رضا ان پر جان چھڑکتے تھے، مولانا بہاء المصطفیٰ قادری لکھتے ہیں: شہزادگان اعلیٰ حضرت بایں فضل وکمال چندے آفتاب چندے ماہتاب جس پر دنیائے

سنیت فخر وناز کرتی تھی، صدرالشریعہ جب بریلی شریف کسی موقع پر تشریف لاتے تو دونوں تاجداران اہل سنت بگھی میں اسٹیشن استقبال کے لیے تشریف لے جاتے، بصد اصرار بگھی پر بیچ میں بٹھاتے اور خود تاجداران اہل سنت بغل میں دونوں جانب تشریف رکھتے بریلی کے بزرگ فرمایا کرتے ہمارے لیے دونوں شہزادگان کو ایک ساتھ دیکھنا اسی وقت ممکن ہوتا جب صدرالشریعہ بریلی شریف تشریف لاتے"۔(راشٹریہ سہارا گورکھ پور کا خصوصی ضمیمہ فقیہ اعظم صدرالشریعہ علیہ الرحمہ یکم نومبر ۲۰۰۸ء ص ۹)

اوراسی طرح صدرالشریعہ ان کا بہت ہی ادب واحترام فرماتے جب بھی بریلی شریف تشریف لاتے تو ان کی شان کے لائق تحفے لاتے، یوں ہی حضور صدرالشریعہ کے مریدین ان کی موجودگی میں بریلی شریف آتے تو مریدوں سے مفتی اعظم کو ہدیہ دلاتے اور خود بھی نذر پیش کرتے اوراس سے بڑھ کر یہ کہ اپنی اولاد ذکور کو مفتی اعظم کا غلام واسیر بنایا تقریباً سبھی ان کے مرید ہیں اور مفتی اعظم نے اکثر کو اجازت وخلافت سے نوازا ہے۔صدرالشریعہ کے پردہ فرمانے کے بعد محدث کبیر کی دعوت پر گھوسی تشریف لاتے اور جانثاروں کو زیارت سے شادکام فرماتے۔

محدث کبیر اور مفتی اعظم: حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے محدث کبیر کو سلسلے کی تمام برکات عطا فرمائی ہیں اجازت وخلافت بھی، آپ کو سلسلۂ برکاتیہ اور اعلیٰ حضرت کے معمولات ودعائے سیفی کی بلا شرط اجازت مرحمت فرمائی، فتوی نویسی، قضا وتحکیم کے اسرار ورموز سے آشنائی بھی دی، اپنی بارگاہ میں قرب خاص سے نوازا اپنے علم وعمل کا سچا مظہر بنایا تاحیات آپ کے اوپر نظر خاص رکھی ۔حضرت محدث کبیر اسی لیے دل وجان سے مفتی اعظم کے والہ وشیدا ہیں رزم وبزم، خلوت وجلوت ہر موقع وہر محل پہ ان کے ذکر حسن میں محو رہتے ہیں ان کے

کمال و جمال بیان کر کے بے پناہ مسرور ہوتے ہیں، ڈربن ساؤتھ افریقہ کی صوفی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے مفتی اعظم کی محبوبیت و ولایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ نے کچھ لوگوں کو محبوبیت کا درجہ دیا ہے اور کچھ لوگ اس درجے سے محروم ہیں، محبوبیت کا درجہ جنھیں دیا ہے ان کی شان کیا ہے؟ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا رب ارشاد فرماتا ہے: ''**من هم احبائي من خلقي واوليائي من خلقي واوليائي من عبادي الذين يذكرون بذكري واذكر بذكرهم**'' کہ میری مخلوق میں میرے محبوب کون لوگ ہیں میرے بندوں میں میرے ولی کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ ہیں کہ جب میرا ذکر ہو تو ان کی یاد ہو اور جب ان کا ذکر ہو تو میری یاد ہو اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں یہ ایک مثل مشہور کر دی ہے ''ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے خدا یاد آئے لوگ یہ بات خواہ مخواہ نہیں کہتے بلکہ حقیقت یہی ہے تجربہ بھی ہے میں نے خود دیکھا کہ جتنی دیر میں حضور مفتی اعظم قبلہ کی مجلس میں بیٹھا رہتا اتنی دیر تک میرا ایمان تازہ رہتا میرے اندر نیکیوں کا جذبہ بیدار ہوتا، میں اللہ سے اتنی دیر خوفزدہ بھی زیادہ رہتا تھا، اور اللہ کی محبت بھی بڑھ جاتی تھی، اس سے میں نے سمجھا کہ یقیناً ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور خدا کی باتیں یاد آتی ہیں، خدا کے احکام یاد آتے ہیں''۔ (۱۱ جولائی ۲۰۰۸ء شب جمعہ)

عصر حاضر میں حضرت محدث کبیر مفتی اعظم کے علم و عمل کا آئینہ ہیں پوری دنیا میں مفتی اعظم کا پیغام و مشن عام و تام کر رہے ہیں ان کی محبت اپنے تلامذہ و احباب کے دلوں میں بسا رہے ہیں اللہ تعالیٰ محدث کبیر کے توسط سے مفتی اعظم کے فیوض سے کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے آمین۔

جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ عبدالعزیز قدس سرہ

استاذ العلما جلالۃ العلم، حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس

سرہ بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی کے نہایت شفیق استاذ و مربی ہیں مرشد اجازت بھی بلکہ ان کی تہذیب عملی، تربیت علمی، تعلیم دینی، تعمیر شخصی میں آپ ہی کا سب سے نمایاں اور کلیدی رول ہے۔

نام ونسب: (علامہ) عبدالعزیز بن حافظ محمد غلام نور بن حضرت ملا عبدالرحیم قدست اسرارہم۔

القاب: حضرت استاذ العلما، جلالۃ العلم، معمار اہل سنت، حافظ ملت، رئیس المحدثین، صدر المناظرین، سند المدرسین، قدوۃ الفقہا، اسوۃ العرفا وغیرہ۔

ولادت: ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء بروز دوشنبہ مبارکہ کو قصبہ بھوجپور ضلع مرادآباد یوپی میں پیدا ہوئے۔

نشوونما: ماں باپ کی شفقت بھری چھاؤں، جد کریم کی عنایتوں، مذہبی ماحول ، علمی و عملی فضا، دینی معاشرہ، پاکیزہ خانوادہ میں حافظ ملت کی پرورش ہوئی۔

والد ماجد: حافظ ملت قدس سرہ کے والد گرامی کے نام نامی حافظ الحاج محمد غلام نور (رحمۃ اللہ علیہ) تھا، وہ بڑے تقویٰ شعار عاشق رسول، تلاوت قرآن کے حریص، پختہ حافظ قرآن، نیک، سادہ لوح، محبّ اولیا و علما تھے۔ حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی آپ ہی کی دعا کی برکت سے عالم، فاضل، حافظ، محدث، مدرس، مبلغ، مصلح سب کچھ ہوئے والد ماجد کی دلی خواہش تھی کہ آپ حافظ و عالم ہوں اسی لیے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کے نام پر آپ کا نام رکھا اور ہمیشہ عالم ہونے کی دعا کرتے دوسروں سے بھی دعا کراتے۔

حضرت حافظ ملت فرماتے ہیں:

> ''بھوجپور میں کوئی بڑے عالم یا شیخ، درویش تشریف لاتے تو والد صاحب مجھے ان کے پاس لے جاتے، اورعرض کرتے حضور میرے اس بچے کے لیے دعا فرمادیں وہ دعا

کردیا کرتے تھے"۔ (حافظ ملت نمبر ص ۶۷)

حافظ غلام نور بڑے تقوی شعار تھے، حضرت مولانا حکیم عبد الغفور صاحب کی روایت ہے کہ:

"ایک مرتبہ سفر میں روٹی کھا رہے تھے، دوسرے لوگوں نے کہا حافظ جی ہمارے پاس ساگ ہے اس سے کھالو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چنے کا ساگ جنگل سے بچے توڑ لائے ہیں، آپ نے کہا کہ بلا اجازت مالک کے لائے ہیں میں ہرگز نہ کھاؤں گا۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۲۳/۲۲۴)

اسی طرح کوئی فقیر درویش ان کے گھر آئے (کیوں کہ وہ درویشوں فقیروں کی بہت عزت کرتے تھے) ان کو مہمان بنالیا اور ماحضر سے ان کی ضیافت کی وہ خوش ہوئے اور دست غیب کا ایک عمل بتاتے ہوئے بولے، آپ فلاں دعا اس طور پر روزانہ پڑھ لیا کریں آپ کو روزانہ خرچ کے مطابق پیسے مصلے کے نیچے سے مل جایا کریں گے، اس پر حافظ غلام نور نے فرمایا جس پیسے کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آیا کہاں سے کس کی ملکیت ہے مجھے ایسے پیسے نہیں چاہیے۔

(ملخصاً، حیات حافظ ملت ص ۵۵)

اسی طرح عظیم پایہ عاشق رسول تھے، صبح ناشتہ میں باسی کھانا محض اس لیے بہت پسند کرتے تھے کہ اس کا زمانہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ ظاہر سے قریب ہے اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سفر، حضر، گھر، باہر ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے رہتے حافظ ملت فرماتے تھے کہ والد صاحب قبلہ نے آخری حیات تک ایک لاکھ بار ختم قرآن فرمایا تھا۔ حاصل یہ کہ اوصاف حمیدہ کے پیکر تھے سو سال کی عمر میں آٹھ ذی قعدہ بروز جمعرات ۱۳۷۰ھ کو خلد آشیاں ہوئے۔

ابتدائی تعلیم: حضور حافظ ملت نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں اپنے والد

سے پائی قرآن شریف انھیں سے حفظ کیا اردو اسکول میں پڑھی جبکہ فارسی جناب مولوی عبدالمجید بھوجپوری اور جناب مولوی حکیم مبارک اللہ اور حافظ حکیم نور بخش سے پڑھی۔ پھر حالات کے نامساعدت کے سبب تحصیل علم کا سلسلہ موقوف ہوگیا اور رئیس اعظم شیخ حمید الدین کی مسجد سے متعلق مدرسہ حفظ القرآن میں تدریس قرآن کرنے لگے کوئی پانچ سال تحفیظ قرآن کے ساتھ گھر کے ضروری کام بھی کرتے رہے۔

جد کریم کی دعا کا ظہور: آپ کے جد کریم حضرت ملا عبدالرحیم علیہ الرحمہ نے کسی ساعت سعید میں حافظ ملت کے عالم دین ہونے کی دعا کی تھی خاندان میں یہ بات مشہور تھی کہ والدہ کریمہ خود بھی کبھار آپ کو بتایا کرتی تھیں اس لیے آپ خود کبھی پوچھتے کہ آپ کہتی ہیں کہ دادا نے دعا کی ہے کہ یہ بچہ عالم ہوگا عالم تو میں ہوا نہیں۔ (حیات حافظ ملت ص ۵۸)

حفظ قرآن کرتے ہوئے آپ کو پانچ سال پورے ہوئے تو دادا کی دعا کی مقبولیت کے آثار ظاہر ہوئے اور عربی تعلیم و درس نظامی کی تحصیل کے اسباب فراہم ہونے شروع ہوئے۔

اعلیٰ تعلیم: چنانچہ جناب حکیم محمد شریف مرادآبادی قصبہ بھوجپور بیماروں کا علاج کرانے آتے رہتے تھے انھوں نے آپ کو مرادآباد بلایا اور فارسی کتاب گلستاں کا امتحان لے کر عربی میں طب پڑھنے کا مشورہ دیا اور میزان شروع کرادی چند ہی روز میں اسے مکمل کرا کے نحو میر، صرف میر، میزان و منشعب کا درس دے کر آپ کے دل میں طلب علم کی تڑپ پیدا کردی پھر تو آپ درجات عالمیت وفضیلت پڑھنے کے جذبات فراواں سے معمور ہو گئے۔ حکیم صاحب مرحوم نے اپنی مصروفیت کی کثرت اور احتیاج مطالعہ کے سبب مزید پڑھانے سے انکار کردیا حافظ ملت کے قلب وذہن میں اب تو دینی علم کا فضل وشرف سما چکا

تھا، اس لیے حکیم صاحب کے انکار پر آپ نے شہر مرادآباد کی آفاقی درس گاہ جامعہ نعیمیہ کا رخ کیا، اور تین سال اس میں رہ کر علمی سیرابی حاصل کی۱۳۴۲ھ میں جامعہ نعیمیہ کے اندر آل انڈیا سنی کانفرنس ہوئی اس میں ملک کے نامور علما شریک ہوئے ان میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت فقیہ اعظم صدرالشریعہ قدس سرہ بھی تھے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے صدرالشریعہ کا شہرہ سن رکھا تھا اس لیے ان سے تلمذ کی خواہش ظاہر کی صدرالشریعہ نے فرمایا اجمیر شریف آجاؤ پڑھادوں گا۔

حضرت حافظ ملت اذن پاتے ہی اسی سال جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف کے لیے روانہ ہوئے، درج ذیل حضرات بھی شریک سفر ہوگئے۔

(۱) حضرت مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھی ثم میرٹھی۔

(۲) حضرت مولانا شمس الدین جونپوری۔

(۳) حضرت مولانا قاری اسدالحق صاحب۔

(۴) حضرت حافظ ضمیر حسین مرادآبادی۔

(۵) مولوی زین العابدین برادر عم زاد مولانا غلام جیلانی۔

(۶) جناب مولوی اسماعیل۔

حضرت حافظ ملت اپنے ساتھیوں کے ساتھ صدرالشریعہ کی بارگاہ میں پہنچے داخلہ ہوگیا سلسلۂ تعلیم جاری ہوگیا یوں تو حافظ ملت کی جماعت کا ہر فرد محنتی و سعادت شعار حریص علم تھا مگر حافظ ملت اپنی نیک نفسی، اخلاص قلبی، طہارت و پاکبازی، خوش اطواری، تعظیم و خدمت استاذ میں بے مثل و بے مثال تھے۔ اس وجہ سے صدرالشریعہ کے عزیز خاطر اور معتمد و منظور نظر ہوگئے صدرالشریعہ آپ کو اپنی اولاد کی محبت دیتے آپ کی تعلیم کا اس قدر خیال فرماتے کہ ایک سبق کا ناغہ نہ ہونے دیتے کبھی کبھار فرماتے ’’کچھ بھی ہوجائے عبدالعزیز کا ایک سبق بھی نہیں چھوٹ سکتا‘‘۔ (حیات حافظ ملت ص ۷۰)

رفقائے حافظ ملت کا امتحان سالانہ اور آپ کا امتیاز: حافظ ملت قدس سرہ کی پوری جماعت کا ہر فرد نہایت ذہین وفطین وروشن دماغ تھا، ساتھ ہی محنت کش، علم کا حریص، دین کا مخلص تھا یہی وجہ ہے کہ بعد میں ہر ایک اہل سنت وجماعت کا عظیم ترین ترجمان ثابت ہوا اور حافظ ملت کو سب پر امتیاز حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دارالخیر اجمیر شریف میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے مہتمم جناب مولوی نثار احمد نے آخری سال ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء میں طلبہ کے امتحان کے لیے علامہ فضل حق رامپوری، علامہ معین الدین اجمیری، صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، علامہ سلیمان اشرف بہاری جیسے افاضل کو دعوت دی وہ تشریف لائے، حافظ ملت نے امتحان میں امتیازی مقام حاصل کیا۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ فرماتے ہیں:

”حافظ ملت کی علمی وجاہت کا خطبہ آج نہیں بلند ہوا، بلکہ آپ جامعہ معینیہ اجمیر مقدس میں زیر تعلیم تھے تو وہاں کا امتحان لینے اس دور کے علمائے کبار کا قافلہ تشریف لایا جس میں محقق معقولات حضرت مولانا فضل حق رامپوری محشی حواشی زاہدیہ امور عامہ بھی تھے آپ نے تمام علما و مشائخ کے محضر میں حافظ ملت اور ان کے رفقائے درس کا امتحان لیا حافظ ملت سے باقاعدہ شرح مواقف کے امور عامہ مع حواشی زاہدیہ کا امتحان لے کر اظہار تاثر فرمایا کہ ہندوستان میں اس استعداد کے طلبہ تو کیا علما بھی نہیں پائے جاتے، پھر فرمایا کہ ایک کتاب سے ان کی ہر کتاب کا امتحان ہوگیا، پھر آپ نے باقی کتابوں کا نمبر آپ کو امتحان کے بغیر مرحمت فرمادیے ساتھ ہی بطور انعام ایک جلد شفا شریف کی عطا فرمائی“۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۶۰)

دستار فضیلت وسند فراغت: حافظ ملت اور رفقاے درس کا امتحان فضیلت تو دار العلوم معینیہ اجمیر میں ہو گیا تھا البتہ دستار ابھی نہیں ہوئی تھی، اسی اثنا میں فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ وہاں سے دست بردار ہو کر بریلی شریف تشریف لے آئے تو حافظ ملت بھی اپنے شرکائے درس سمیت استاذ کی ہمرکابی میں بریلی شریف آگئے اور منظر اسلام بریلی شریف میں صدر الشریعہ سے شرح چغمینی اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ مع شرح تجرید اور امام رازی اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات خصوصی طور پر پڑھا ۱۳۵۲ھ میں دستار وسند سے شادکام ہوئے۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۲۰۴)

جلالت علم: حضرت حافظ ملت قدس سرہ علم وفضل کے آفتاب وماہتاب، علوم رائجہ، فنون درسیہ کے بحر بے کراں تھے فقہ وحدیث، منطق وفلسفہ، معانی و بلاغت، بدیع ومناظرہ، ہیئت وتوقیت، فرائض وتفسیر، کلام وصرف، نحو واصول سب میں ماہر و بے مثال تھے آپ کے اسی تبحر علم ودانش، جلالت فقہی، وسعت آگہی کے سبب ارباب فکر وفہم نے آپ کو جلالۃ العلم کا لقب دیا اس کے علاوہ آپ کی جلالت علمی پر وہ تلامذہ روشن ثبوت ہیں جن کے علم ومعرفت، درک ودرایت، عرفان ومعرفت کا خطبہ پڑھا جارہا ہے، آج دنیا ان کی مثال لانے سے قاصر ہے، مثلاً! یگانۂ زمانہ سرخیل علما حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف مصباحی بلیاوی، حضرت علامہ سید عبد الحق گجہڑوی، حضرت علامہ ظفر علی نعمانی مصباحی، حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، علامہ ارشد القادری مصباحی، حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی مصباحی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی مصباحی، ممتاز الفقہا والمحدثین سلطان الاساتذہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی وغیرہم، حاصل یہ کہ حافظ ملت علم وعمل کے انجمن تھے وہ محض عالم نہیں بلکہ عالم گر تھے، ان کے فیوض درس سے جس کو تھوڑا سا حصہ مل گیا وہ خود عالم وآگہی کا بحر مواج بن گیا، آج علما ہوں یا

حکما ارباب سیاست ہوں یا دانشوران دین سبھی آپ کے عرفان کامل کا خطبہ بلند کررہے ہیں۔

درس وتدریس: حافظ ملت قدس سرہ میدان درس وتدریس کے فرماں روا تھے، تدریس کا عمل آپ نے عہد طالب علمی ہی میں شروع کر دیا تھا البتہ باضابطہ طور پر آپ نے یہ کام مبارکپور کے مدرسہ مصباح العلوم سے شروع کیا اور وہیں اپنی زندگی بھر مظاہرۂ تدریس فرمایا، ایسا فیضان علم عام وتام فرمایا کہ اس کی بھینی خوشبو عالمی پیمانے پر محسوس کی گئی، جس سے ہزاروں ہزار لوگوں کے مشام جاں معطر ہوگئے، حسن تدریس کے باعث ارباب فکر نے آپ کو مدرس اعظم گردانا، یوں ہی آپ کے اخلاص عمل، اجتہاد بالغ، جہد مسلسل، کوشش پیہم کے سبب مصباح العلوم مدرسہ سے دارالعلوم، اور دارالعلوم سے الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں بے مثال علمی شہرستاں بن گیا۔

اسلوب تدریس، خصوصیات: حافظ ملت کا طریقۂ تدریس فقیہ اعظم صدرالشریعہ کے طرز تدریس کا آئینہ تھا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ فرماتے ہیں:

> ''آپ کی درسی تقریروں کی بھی شان یہ تھی کہ کم الفاظ میں اسرار ونکات کی موشگافیاں بیان فرماتے جو طالب علم جس قدر تیار ہوکر آتا اتنا ہی محظوظ ہوتا آپ کی اختصار پسندی کی وجہ سے بعض کم ذوق طلبہ کو کہتے سنا جاتا کہ حافظ ملت کے اس اختصار کے باوجود ان کی شہرت تدریس فہم سے بالاتر ہے در اصل یہ آپ کا تدریسی کمال تھا کہ اعتراضات واشکالات خود بہ خود حل ہوجاتے، ایک بار اس ناچیز سے فرمایا کہ ''میں نے ہندوستان کے مقتدر اساتذہ کا طریقۂ درس دیکھا ہے، اکثر

حضرات درس میں بسط و تفصیل کے ساتھ مالہ وماعلیہ سے بحث
کرتے تھے ..... لیکن حضرت ایسا نہیں کرتے؟ فرمایا
صدرالشریعہ قدس سرہ بہت اختصار سے کام لیتے ، اور تمام
بحثوں کو چند الفاظ میں سمیٹ لیتے ، کامیاب طریقۂ درس یہی
ہے اور میں اسی کا پابند ہوں"۔

(حیات حافظ ملت ص ۳۱۹)

حیات حافظ ملت ص ۳۱۸/۳۱۹ رمیں متعدد تدریسی خصوصیات بیان کی گئی
ہیں چند یہ ہیں:

(۱) حافظ ملت زیر درس کتاب کی تفہیم کرتے شرح کے مضامین اور حواشی کا
ذکر نہ کرتے۔

(۲) مصنف کے بیان کردہ اعتراض وجواب پر اکتفا کرتے ، اگر مصنف
نے اعتراض ذکر کیے بغیر جواب دیا ہے تو آپ اختصار کے ساتھ اعتراض کی
وضاحت کرتے پھر جواب واضح فرماتے۔

(۳) اعتراض کی وضاحت کرتے وقت مصنف کی عبارت میں مورد
اعتراض کا تعین فرماتے ، معترض کی دلیل کے جس حصے کو لے کر مجیب کا جواب ہوتا
اس کا بھی تعین فرماتے۔

(۴) اختلاف اقوال سامنے ہونے کی صورت میں مفتی بہ اقوال کو مبرہن فرماتے۔

(۵) حنفی شافعی اختلاف عبارت میں ہوتا تو مسلک حنفی کی ترجیح قدرے بسط
وتفصیل سے کرتے۔

(۶) فقہ، تفسیر اور حدیث کی وہ عبارتیں جن سے اہل سنت کی حقانیت ثابت ہوتی
ہے انہیں قدرے مفصل بیان فرما کر بدمذہبوں کا بطلان دلائل قاہرہ سے کرتے۔

(۷) ہر کتاب کا سبق پڑھانے سے قبل عبارت خوانی ضرور کراتے۔

(۸) درس میں موقع بموقع اصلاح وتربیت بھی فرماتے رہتے اور ساتھ ہی علمی نکات بھی بیان کرتے۔

(۹) احادیث کی روشنی میں اسلام کی صداقت، کفار ومشرکین اور ملحدین کی گمراہی، اہل سنت کی حقانیت، فرق باطلہ کا بطلان بڑے زوردار انداز میں فرماتے۔

(۱۰) مسلک حنفیت کی افضلیت پر دلائل وبراہین قائم فرماتے۔

صدرالشریعہ سے حافظ ملت کا والہانہ لگاؤ: حضور حافظ ملت قدس سرہ کی شخصیت کی تعمیر میں یوں تو متعدد اساتذہ کی کاوشیں شامل ہیں مگر خصوصی طور پر جس ذات کی نشست وبرخواست رفتار وگفتار، اصلاح وتقویٰ، علم وعرفان، اخلاص و عنایت تدریس وشفقت نے ان کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ فقیہ اعظم صدرالشریعہ علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت ہیں. جنھوں نے حافظ ملت کو خزف سے کیمیا بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اسی لیے حافظ ملت نے بھی صدرالشریعہ سے عقیدت کی اور زندگی بھر صدرالشریعہ ان کی اولاد، احفاد متعلقات سے بھی محبت فرماتے رہے، مولانا بدرالقادری لکھتے ہیں:

> ''حافظ ملت علیہ الرحمہ کو اپنے استاذ ومرشد اجازت علیہ الرحمہ سے دلی محبت تھی، جب بھی نام نامی لیتے نہایت ادب واحترام سے حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ فرماتے''۔
>
> (حافظ ملت ص ۲۰۶)

صدرالشریعہ کو خطوط لکھتے تو اکثر یہ القاب استعمال فرماتے، سیدی مولائی، مرشدی وملجائی دامت معالیکم۔

اور پتہ اس طرح لکھتے:

> ''شرف ملاحظہ اقدس حضرت عظیم البرکت مولائے نعمت، عالی جناب، معلی الالقاب حضرت صدرالشریعہ مولانا

محمد امجد علی صاحب قبلہ زید فیضانہ ، اور اپنے نام سے پہلے
کفش بردار تحریر فرماتے"۔ (حیات حافظ ملت ص ۴۷۶)

یوں ہی صدر الشریعہ کو اپنا مالک خود کو غلام کہتے مولانا بدر القادری لکھتے ہیں:

"حضور حافظ ملت حضرت صدر الشریعہ کو"اپنا مالک" کہا
کرتے تھے، جب سے صدر الشریعہ نے آپ کو دار العلوم اشرفیہ کی
خدمت کے لیے بھیجا بس انھیں اشرفیہ ہی کی ترقی اور استحکام کی فکر
رہتی اور ہمہ وقت یہ خیال رہتا کہ مالک کی سونپی ہوئی پاسبانی میں
کہیں کوتا ہی نہ ہونے پائے" اشرفیہ کے نشیب وفراز اور تمام
حالات سے انھیں باخبر کرتے رہے ان سے مشورے طلب کرتے
ان کی دعائیں چاہتے"۔ (حیات حافظ ملت ص ۴۷۶)

"صدر الشریعہ سے حافظ ملت کی شیدائیت ووفا کیشی کا یہ بھی ایک روشن آئینہ ہے کہ مبارکپور تشریف رکھنے کے بعد جب بھی حافظ ملت کو یہ خبر ملتی کہ صدر الشریعہ رضی اللہ المولیٰ تعالیٰ عنہ سٹھیاؤں اسٹیشن سے فلاں دن فلاں ٹرین سے گزرنے والے ہیں تو کھانا لے کر اسٹیشن ضرور جاتے"۔ (معارف حافظ ملت ص ۲۹)

یوں ہی حافظ ملت کی سچی عقیدت کا تابناک پہلو ہے کہ صدر الشریعہ کی اولاد واحفاد میں جس نے بھی آپ سے درد آشامی کے لیے حاضری دی اس کو اپنا مخدوم زادہ ہونے کے ناطے اس توجہ اور محبت سے پڑھایا کہ در بے بہا بنا دیا آج وہ اہل سنت کے بے مثال ترجمان کی حیثیت سے متعارف ہیں، جیسا کہ امام القراء حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ قادری پاکستان، سلطان الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ، حضرت مولانا مفتی ثناء المصطفیٰ قادری ہاوڑا بنگال، حضرت مولانا مفتی بہاء المصطفیٰ قادری بریلی شریف، پھر شہزادگان صدر الشریعہ میں رئیس المفسرین علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، علامہ مفتی بہاء

المصطفیٰ قادری کو اپنے ادارے میں تدریس پر مامور فرمایا۔یوں ہی نسبت صدر الشریعہ کے سبب رئیس القلم علامہ ارشد القادری، فیض العارفین علامہ غلام آسی، مفتی محمد شریف الحق امجدی پر خصوصی شفقت فرما کر انھیں تاریخ کا زریں ورق بنایا اور تاحیات ان سے محبت فرماتے رہے۔

مولانا بدر القادری لکھتے ہیں:

> "حافظ ملت علم و معرفت اور عادات و اخلاق میں حضور صدر الشریعہ کے مظہر تھے، آپ اپنے استاذ و مرشد کی شخصیت ہی نہیں بلکہ ان کی ایک ایک صفت سے محبت فرماتے تھے، ان کے عزیز و اقارب ان سے تعلق رکھنے والی ہر شی حافظ ملت کو محبوب تھی"۔ (حیات حافظ ملت ص ۲۰۶)

غرض صدر الشریعہ کی شفقت و عنایت بیکراں حافظ ملت کی سعادت و عقیدت بے نہاں کے اس حسین امتزاج نے عربی یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں عظیم مے خانۂ علم و ادب دے کر اہل سنت کا سر فخر سے بلند کر دیا اور نہ جانے کتنے تشنہ کاموں کو شراب فکر و آگہی سے مخمور کر کے بڑے بڑے فرزانوں کا مقتدا بنا دیا، اور تاحال یہ سلسلۂ فیض رواں دواں ہے۔

<u>حافظ ملت ادب و تہذیب کے پیکر</u>: استاذ کی تکریم و مشائخ کا احترام، بڑوں کا ادب گراں قدر جوہر ہے، یہ انھیں نفوس قدسیہ کے ہاتھ آتا ہے، جو بڑے بیدار بخش اور خوش نصیب ہوتے ہیں، بلکہ ادب شناسی ہی سے ان کی بخت وری کا سورج روشن ہوتا ہے، سچ ہے باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔

جلالۃ العلم، استاذ العلما، مظہر صدر الشریعہ حافظ ملت علامہ عبد العزیز قدس سرہ مشائخ و اکابر اساتذہ کرام کے بڑے مؤدب تھے، تاحیات ان کے نیاز مند رہے؛ خصوصاً صدر الشریعہ قدس سرہ کا جس قدر ادب و احترام فرماتے اس کی نظیر

نایاب ضرور ہے۔

مولانا بدر القادری لکھتے ہیں:

''یوں تو حافظ ملت اپنے تمام اساتذہ واکابرین اہل سنت کا بے حد ادب کرتے تھے، مگر جس شخصیت کے علم وفضل نے حافظ ملت کی ذات پر زیادہ اثر ڈالا تھا وہ تھے حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی القادری رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت صدر الشریعہ اپنے وطن گھوسی تشریف لاتے تو آپ سے نیاز حاصل کرنے کے لیے علما، فضلا، رؤسا اور زائرین کی بھیڑ جمع رہتی اور آپ کی نشست گاہ ہر وقت بھری رہتی، اگر صدر الشریعہ بیٹھک سے کسی کام کے لیے اٹھ کر اندر جاتے تو تمام اہل مجلس سروقد کھڑے ہوجاتے اور واپس تشریف لاتے تو دوبارہ کھڑے ہوجاتے اور آپ کے بیٹھنے پر سب لوگ بیٹھتے، مگر اس مجلس میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو اس وقت تک سروقد کھڑا رہتا جب تک حضرت خود اسے بیٹھنے کے لیے نہ کہتے اور وہ بیٹھتا بھی تو باادب دوزانوں، یہ تھا حضرت صدر الشریعہ کا چہیتا شاگرد عبدالعزیز جسے دنیا نے آگے چل کر حافظ ملت محدث مبارکپوری اور محدث مرادآبادی کے القاب سے پہچانا، سچ ہے باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ حافظ ملت خود باادب تھے اور یہی جوہر انھوں نے اپنے فرزندوں، تلامذہ میں منتقل فرمایا''۔

(حیات حافظ ملت ص ۲۰۶)

اور مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی لکھتے ہیں:

''حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں ہمیشہ دو زانوں بیٹھتے، حضور صدر الشریعہ کسی ضرورت سے کچھ دیر کے لیے کہیں تشریف لے جاتے تو سب لوگ کھڑے ہو جاتے، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان جب کمرے سے باہر ہو جاتے تو سب لوگ بیٹھ جاتے پھر وقت واپسی سب لوگ کھڑے ہو جاتے، مگر حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی واپسی تک ہاتھ باندھے کھڑے ہی رہتے، جب حضرت صدر الشریعہ واپس آکر تشریف فرما ہو جاتے اس کے بعد حافظ ملت پھر دو زانوں بیٹھتے''۔ (معارف حافظ ملت ص ۷۳)

مبارکپور میں حافظ ملت کی جلوہ افروزی: صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تا حیات اپنے ضلع اور علاقہ سے باہر ہی تدریس و تعلیم، حفظ مسلک، ترویج دین کی خوشبو پھیلاتے رہے ادھر وہابیت اور دیوبندیت نے موقع سے فائدہ اٹھا کر قصبہ مبارکپور میں اپنے پنجے گاڑ دیے، ہر سو نجدیت و وہابیت کا غلبہ چھا گیا، سنیت کا لہلہاتا چمن خزاں رسید ہو گیا، ایک مسیحا کی سخت ضرورت ہوئی، صدر الشریعہ کو بڑا احساس ہوا کہ ہمارے ضلع میں اسلام و سنیت کے کام کی شدید حاجت ہے، مبارکپور اس کے لیے بہت موزوں ہے کیوں کہ وہاں وہابیت کا زیادہ اثر ہے، نیز سرپرستی میں وہاں ادارہ بھی قائم ہے، اور وادی پر خار میں علم و عرفان کی کشت زاری اجڑے دیار کی آبادکاری خزاں رسیدہ چمن کی سبزہ زاری بلکہ باغ فردوس کی سچی پاسبانی و باغبانی، سنی مسلمانوں کی مسیحائی کے لیے اپنے چہیتے، آئینہ کامل حضور حافظ ملت کو ۱۳۵۲ھ میں بریلی شریف بلایا، اور ارشاد فرمایا:

''میرا ضلع بالکل خراب ہو گیا ہے، دیوبندیت بڑھ رہی

ہے، اس لیے میں آپ کو دین کی خدمت کے لیے بھیج رہا ہوں، میں نے عرض کیا حضور میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا، فرمایا میں نے آپ سے ملازمت کے لیے کب کہا میں تو دین کی خدمت کے لیے کہہ رہا ہوں آپ ملازمت سمجھ کر جایئے بھی نہیں میں چپ ہو گیا، تو فرمانے لگے، میں آپ کو دین کی خدمت کے لیے مبارکپور بھیجتا ہوں جایئے"۔ (حافظ ملت نمبر ص ۷۲)

حافظ ملت روانہ ہونے لگے تو مبارکپور کی مہنگائی اور ہوش ربا حالات سے باخبر کرتے ہوئے فرمایا:

"حافظ صاحب میں آپ کو اکھاڑے میں بھیجتا ہوں، حافظ ملت نے عرض کی حضور اکھاڑے میں اترنے کے لیے کچھ داؤ پیچ بتایئے، ارشاد ہوا خدا آپ کا حافظ و ناصر ہے"۔

(حیات حافظ ملت ص ۷۲)

امتثال حکم کرتے ہوئے حافظ ملت قدس سرہ ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ کو سراپا راجستھانی کیسری رنگ کا عمامہ سجائے، بادامی رنگ کی شیروانی زیب تن کیے ہوئے شرعی پاجامہ پہنے، قدموں میں لدھیانوی سرخ جوتے، ہاتھوں میں عصا لیے ہوئے امتیازی شان و آن کے ساتھ مبارکپور جلوہ افروز ہوئے۔

ایثار کی پاپوش ہے اخلاص کا جامہ
بے نفس کردار کا ہاتھوں میں عصا ہے
تابندہ جبیں پر یہ تقدس کی لکیریں
کہتی ہے صداقت کہ کوئی مرد خدا ہے

اور اخلاص و وفا، غیرت و حمیت کے جذبۂ بیکراں حکم استاذ پر جانثاری کے ولولہ کاملہ سے سرشار یہ کہتے ہوئے میدان کارزار میں اترے۔

بہار آئی ہے سورش ہے جنون فتنہ ساماں کی
الٰہی خیر رکھنا تو میرے جیب و گریباں کی

حافظ ملت نے بحیثیت صدرالمدرسین مصباح العلوم میں تدریس شروع فرمائی ساتھ ہی قصبہ کے اندر تقریروں کا سلسلہ جاری کیا، وہابیت کی چولیں ہل اٹھیں دیوبندی مولوی شکر اللہ کا دم گھٹنے لگا، اس کے عزائم خاک میں ملنے لگے، اس لیے اس نے آپ کو الجھانے کے لیے تردیدی تقریروں کا آغاز کردیا، چار مہینوں تک حافظ ملت نے دفاعی اور جوابی ومناظراتی خطاب فرمایا حق کا بول بالا ہوا، وہابیت مرگئی، حافظ ملت استاذ کی دعاؤں کے طفیل اس اکھاڑے سے کامیاب و کامران گزر گئے۔

حافظ ملت اور خدمت اشرفیہ: حافظ ملت قدس سرہ اپنے استاذ کے حکم پر مرمٹنے کے جذبات سے شرابور تھے وہ صدرالشریعہ کو اپنا آقا و مالک کہتے اور مانتے تھے، ہمیشہ ان کی اطاعت شعار رہے، ان کی نافرمانی کا کبھی واہمہ بھی اپنے قریب نہ آنے دیا۔

اپنے اسی نصب العین کے مطابق مبارکپور جب سے تشریف فرما ہوئے اشرفیہ کی ترقی کی فکر فرماتے رہے، محض تعمیل کے طور پر ادارہ کی تعمیر وترقی، تعلیم وتربیت کے شعبے بڑھانے میں مصروف رکھا ہر معاملے میں صدرالشریعہ سے مشورہ لیتے رہے، اشرفیہ کی ایسی بے مثال خدمت کی کہ آج اشرفیہ کو ہندوستان کے ہر کونے سے دیکھا جاسکتا ہے، اشرفیہ سے حافظ ملت کو قلبی لگاؤ اور اس کی خدمت کا اندازہ ان کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے آپ فرماتے ہیں:

''میں پیدا ہی کیا گیا تھا اشرفیہ کے لیے اس کے لیے زحمتیں برداشت کرتا ہوں، اور اسی میں مرجانا ہے، اور ایک بار فرمایا، اشرفیہ میں نے اپنے پسینے سے نہیں اپنے خون سے سینچا

ہے"۔ (انوار حافظ ملت ص ۲۵، روایت مولانا نسیم بستوی)

آپ کی غیر موجودگی میں مولانا شمس الدین جونپوری، استعفا دے کر چلے گئے، طلبہ میں اضطراب پیدا ہو گیا، استاذ کے ہرے بھرے گلشن میں باد خزاں کے جھونکے دیکھ کر بے چین ہو گئے، اور طلبہ کو اکٹھا فرما کر یوں لب کشا ہوئے:

"اس (دار العلوم اشرفیہ) کو بہر حال اس حال پر چلنا ہے، پھلنا پھولنا ہے اس کی پستی کو میں کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا اس کے لیے عبد العزیز اپنی جان کھپا سکتا ہے، اپنے کو مٹا سکتا ہے مگر آخری دم تک اس کی پستی کو نہیں دیکھ سکتا، اشرفیہ برابر بڑھ رہا ہے، ترقی کر رہا ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اشرفیہ نے جو اتنی ترقی کی ہے اور ترقی کرے اس کی تعلیمی نظام بہتر سے بہتر ہو"۔ (حیات حافظ ملت ص ۲۹۹؍۳۳۰)

اس سے واضح ہے کہ حضور حافظ ملت اشرفیہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتے تھے، اور کیوں نہ ہو کہ استاذ گرامی کی روحانی مسرتیں اسی میں مضمر تھیں، حافظ ملت نے ادارہ مصباح العلوم کو مدرسہ سے دار العلوم اور دار العلوم کو جامعہ اور یونیورسٹی بنا دیا، اشرفیہ کی پاسبانی اس اخلاص سے کی کہ اپنے آخری آرام کے لیے بھی اسی میں رہنا پسند فرمایا اور آج بھی اشرفیہ ہی کے اندر جلوہ فرما ہیں۔

اشرفیہ اور صدر الشریعہ: دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم سے حضرت صدر الشریعہ کا اٹوٹ رشتہ ہے، صدر الشریعہ کے بغیر اس ادارے کی تاریخ قطعاً نامکمل ہے، صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ۱۳۲۹ھ سے لے کر تادم حیات سر پرست رہے، اس کی غایت محبت کا عالم یہ تھا کہ اپنے سب سے چہیتے ممتاز شاگرد حضور حافظ ملت قدس سرہ کو اس کے لیے منتخب فرمایا، اور اپنی پوری زندگی حافظ ملت کو کسی اور مدرسے میں دیکھنا پسند نہ کیا بلکہ ۱۳۶۱ھ میں ایک بار دار العلوم کے صدر سے

حالات کشیدہ اور انتظامی معاملات خراب ہو گئے تو حافظ ملت نے صدر الشریعہ کو لکھ کر اطلاع دی کہ حضور نے جس مقصد کے لیے مجھے بھیجا ہے وہ فوت ہو رہا ہے، اور ایسی صورت میں اب وہاں پر رہنا نہ ہو پائے گا اور دار العلوم اشرفیہ چھوڑ دیا، جامعہ عربیہ ناگپور فروکش ہو گئے صدر الشریعہ کو شدید احساس ہوا کیوں کہ انھوں نے حافظ ملت کو مبارکپور کے حالات کو سدھارنے کے لیے بھیجا تھا اور باغ فردوس کی پاسبانی کے لیے مقرر فرمایا تھا اس لیے زور دے کر صدر الشریعہ نے حافظ ملت کو مبارکپور آنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ آپ کو مبارکپور ہی کی سرزمین پر رہ کر کام کرنا ہے، حکم استاذ پر حافظ ملت سرنگوں ہو گئے اور ناگپور چھوڑ کر مبارکپور دوبارہ آ گئے اور صدر الشریعہ کو اطلاع دی کل بروز یک شنبہ بوقت عصر مبارکپور آ گیا، آج مدرسہ جا کر کام شروع کر دیا مولوی محمد سلیمان صاحب ہفتہ کے روز مکان گئے ہیں سنا ہے آٹھ روز میں آئیں گے باقی حالات بدستور ہیں۔

میری نگاہوں نے جھک جھک کر لیے بوسے
جہاں جہاں سے تقاضۂ حسن یار ہوا
(حافظ ملت نمبر ص ۲۵۸)

اطلاع پا کر صدر الشریعہ بے حد خوش ہوئے اس سے صدر الشریعہ کا اشرفیہ سے گہرا تعلق خاطر ظاہر ہوتا ہے، سچ فرمایا مولانا بدر القادری نے کہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں کہ:

''مبارکپور کی سرزمین پر اشرفیہ جیسا علمی مرکز بنانے میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی کامل توجہ شامل حال تھی آپ حافظ ملت کو اپنا نائب مطلق تصور فرماتے تھے اس لیے اسی وادی پرخار میں علوم و عرفان کی چمن بندی کے لیے انھیں منتخب کیا''۔

(حیات حافظ ملت ص ٦٨)

اسی طرح ایک بار نائب حافظ ملت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کسی بات پر نالاں ہو گئے اور اشرفیہ چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے اور کپڑے کی تجارت شروع کر دی، صدر الشریعہ کو معلوم ہوا تو آپ ان کے گاؤں بھوجپور کے قریب رتسڑ ضلع بلیا خود تشریف لے گئے اور مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی کے ذریعہ انھیں بلایا اور فرمایا کہ آپ کے ہوتے ہوئے آپ کی جگہ کوئی اور پر نہیں کر سکتا، اشرفیہ کے درو دیوار آپ کو یاد کرتے ہیں آپ مبارکپور تشریف لے چلیں اور اپنے عہدے پر کام کریں، انشاء اللہ آئندہ کوئی شکایت نہ ہوگی، حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ تیار ہو کر اشرفیہ حاضر ہو گئے، پھر مبارکپور ہی کے ہو کر رہ گئے۔ (صدر الشریعہ نمبر)

صدر الشریعہ دارالعلوم اشرفیہ کو اپنا ادارہ سمجھتے تھے اسی لیے ہر کمی کا تدارک خود بڑھ کر کرتے تھے، سال میں کئی بار تشریف لاتے امتحان کے ایام میں ایک دو روز پہلے ہی حاضر ہو جاتے اگر کسی کتاب میں بچے کمزور ہوتے تو اس کتاب کے مدرس کو بلا کر سوال فرماتے، دارالعلوم کی تنزلی کسی بھی اعتبار سے برداشت نہ کرتے ہمیشہ اس کی روشن اقبالی کے خواہاں رہتے اس کی مخالفت ہرگز گوارا نہ فرماتے۔

آپ آخری حج کے لیے روانہ ہوئے تو حافظ ملت گھوسی تشریف لے گئے صدر الشریعہ کے ساتھ اندارہ اسٹیشن پر پہنچے تو عرض گزار ہوئے کہ حضور اشرفیہ کے بارے میں مجھے کچھ خطرات محسوس ہو رہے ہیں اور اس کا مستقبل کچھ تاریک نظر آ رہا ہے، اس پر حضرت نے فرمایا:

> ''اشرفیہ چلے گا، بڑھے گا، ترقی کرے گا، اور جو اس کی مخالفت کرے گا ذلیل ہوگا''۔

(حیات حافظ ملت ص ۳۳۷، روایت مولانا عبدالمبین نعمانی)

آج صدر الشریعہ کے ارشاد کا نتیجہ آسمان کے سورج کی طرح دیکھا جا سکتا ہے کہ صدر الشریعہ و حافظ ملت کی علمی یادگار مسلک و فکر رضا کے اس بلند مینار

کی مخالفت کرنے والے ذلت ورسوائی کی کھڈ میں گر رہے ہیں جبکہ اشرفیہ کا مشن یعنی پیغام رضا کو عام کرنے والے عروج آشنا ہیں وہ چمک رہے ہیں، مولائے کریم مسلک اعلیٰ حضرت کے اس عظیم مرکز کے واہداف ونظریات سے ٹکرانے والوں کو فہم وبصیرت سے نوازے آمین۔

حافظ ملت صدر الشریعہ کے آئینہ کامل: حافظ ملت قدس سرہ کے اساتذہ میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اعمال واقوال، علوم وافکار، رفتار وگفتار، عادات واطوار نے آپ کے اوراق حیات پر گہرا نقش ثبت کیا اس لیے آپ نے صدر الشریعہ کو اپنا آئیڈیل بنایا اور ہر وصف ہر عمل ان کا اپنا کر انھیں کی تصویر کامل اور آئینہ ومظہر صادق بن گئے۔

خود حافظ ملت قدس سرہ فرماتے ہیں:

> ''ہم نے صدر الشریعہ سے علم بھی سیکھا اور عمل بھی سیکھا، ہر بات وہ بتاتے نہ تھے، ہم نے تو انھیں دیکھ دیکھ کر سیکھا، انھیں عمامہ باندھتے دیکھا تو عمامہ باندھنا سیکھ لیا، انھیں سر جھکا کر وقار سے چلتے ہوئے دیکھا تو چلنا سیکھ لیا، انھیں کھاتے ہوئے دیکھا تو کھانے کا طریقہ سیکھ لیا''۔ (انوار حافظ ملت ص ۴۱،۴۲)

حضرت مولانا غلام محمد خان عزیزی بھیروی علیہ الرحمہ صدر المدرسین انوار القرآن بلرامپور کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ ملت نے اپنے چلنے کا طریقہ دکھاتے ہوئے فرمایا، میں نے چلنا بھی حضرت صدر الشریعہ سے سیکھا ہے، چلا اس طرح جاتا ہے مولانا موصوف تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں، دورۂ حدیث کے سال موسم سرما میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان صبح کے وقت مدرسہ جانے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا، حضرت جب راستہ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ زمین سمٹی جارہی ہے، لوگ ہزار کوشش کرتے لیکن حضرت سب کے

آگے ہی رہتے (اس لیے کہ انھیں طی ارض کی صفت حاصل تھی) میں نے بھی کوشش کی کہ قریب ہو جاؤں لیکن نہ ہو سکا، حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان لال چوک کے قریب پہنچ گئے تھے، حضرت کی رفتار میں غیر معمولی تبدیلی دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھا جب قریب پہنچا تو حضرت نے مجھ سے سوال فرمایا کہ دیکھو ان دو سایوں میں کیا فرق ہے؟ یک بیک ایسا سوال جس کا جواب سوچنے کا بھی موقع نہ تھا میری زبان سے برجستہ نکل گیا کہ بہت بڑا فرق ہے، سوال فرمایا کہ کیا فرق ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہ حضور کا سایہ ہے اور یہ آپ کے غلام کا ہے، فرمایا نہیں ان دونوں سایوں کے سروں کو دیکھو کیا فرق ہے؟ اب جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک نمایاں فرق نظر آیا میں نے عرض کیا کہ حضرت کا سر مبارک چلنے میں متحرک نہیں نظر آتا بلکہ بغیر ارتعاش کے آگے بڑھتا جا رہا ہے، اور میرا سر چلنے میں متحرک نظر آرہا ہے، اس پر فرمایا کہ میاں یہی تو بات ہے میں نے چلنا بھی حضرت صدر الشریعہ سے سیکھا اور چلا اس طرح جاتا ہے، اب ذرا غور کیجئے کہ چلنا فطری انداز ہے، اور جو انداز شروع شروع میں اختیار ہو جاتا ہے اس کے برخلاف چلنا بڑا دشوار ترین امر ہے، بلکہ قریب المحال ہے لیکن حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے روش میں بھی بزرگوں کا انداز روش اختیار فرمایا، اور اپنے انداز روش کو بزرگوں کے انداز روش میں جو عین سنت کے مطابق ہوتی ہے، ڈھال لیا۔ (انوار حافظ ملت ص ۹۷ و حیات حافظ ملت ص ۵۴۴)

گویا حضور حافظ ملت اپنی روش و رفتار، علم و عمل، درس و تدریس، خطاب و مناظرہ، تبلیغ و ارشاد، تحریر و اصلاح، اقوال و اتباع سنت و قرآن ہر معاملے میں چلتے پھرتے صدر الشریعہ تھے۔

حافظ ملت صدر الشریعہ کے چہیتے شاگرد: مسلمہ حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ ایک استاذ سے فیض درس لینے والوں کی تعداد بے شمار ہوتی ہے مگر ان میں چند

ہی وہ خوش قسمت تلامذہ ہوتے ہیں جو اپنے استاذ کے چہیتے قابل فخر علمی یادگار اور اوصاف استاذ کے حامل عملی نمونہ اور عزیز خاطر ہوتے ہیں پھر ان میں اخص الخاص منظور نظر ایک ہی دو ہوتے ہیں حقیقت ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال کے وقت ایک ہزار مجتہد شاگرد اور غیر مجتہد بے شمار تلامذہ چھوڑا مگر مقرب خاص قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف اور مدون فقہ حنفی حضرت امام محمد علیہما الرحمہ ہی ہوئے اسی طرح حضرت صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس میں گزاری مسند نشینان درس و تدریس کی ایک بھاری تعداد تیار فرمائی آج علمی، دینی درسگاہوں میں جو فکر و فضل کے چرچے ہیں انہیں کے فیض یافتگان کی برکتیں ہیں لیکن ان نصیبہ وروں میں صدر الشریعہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز، منظور نظر، جلالۃ العلم، استاذ العلما حافظ وقاری عبد العزیز محدث مبارکپوری اور شیخ العلم والعلما، سند المدرسین حضرت علامہ سردار احمد قادری رضوی محدث اعظم پاکستان ہوئے ان دونوں سے صدر الشریعہ بے حد محبت فرماتے انہیں اپنی اولاد سے زیادہ مانتے۔

وجہ یہ تھی کہ دونوں پڑھنے میں بڑے باذوق، خدمت استاذ میں مخلص، راست باز، صداقت شعار تھے صدر الشریعہ خود فرمایا کرتے:

> ''میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے ایک مولوی سردار احمد (ابو الفضل محدث اعظم پاکستان) اور دوسرے حافظ عبد العزیز (حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)''۔

(المصباح میگزین بحوالہ حیات حافظ ملت ص ۸۲۵)

استاذ سے والہانہ عقیدت: خود حضور حافظ ملت کے اس فرمان سے روشن ہے، آپ فرماتے ہیں:

''جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو حضرت
صدر الشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب
کو ایک کتاب (غالباً قطبی) کا درس دیتے تھے، ہم لوگ حضرت
کی درس گاہ سے نکل کر باہر ہونے لگتے تو ہم میں کا ہر ایک
صدر الشریعہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا حتی کہ کبھی
کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے چنانچہ کچھ روز بعد آپس
میں طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا
کریں تاکہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے''۔

اس عقیدت کیشی، الفت و خدمت کی قدر افزائی ایک یقینی امر ہے اسی لیے دونوں اقلیم علم و فن کے فرماں روا ہوئے، حافظ ملت کو صدر الشریعہ نے کچھ زیادہ ہی اپنا قرب خاص عطا فرمایا انہیں اپنا چہیتا، دلارا، شاگرد قرار دیا اور ان پر ایسی نوازش فرمائی کہ اپنا خلیفہ بنایا اپنے ضلع کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں دی پورے ہندوستان کے لیے علم کا سرچشمہ بنایا اپنے صاحب زادوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ ہی کا انتخاب فرمایا، بزرگوں کے یہاں حاضری کے وقت آپ کو اپنے ساتھ رکھتے۔

مفتی محمود اختر قادری لکھتے ہیں:

''بارگاہ صدر الشریعہ میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی
امتیازی شان اور خصوصیت کا اندازہ اس امر سے ضرور ہو سکتا
ہے کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو جب اپنے ضلع اعظم گڑھ
کے لیے ایک ذی استعداد و باصلاحیت عالم دین اور صاحب
اخلاص و تقوی مربی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کام کے لیے
حضور حافظ ملت (علیہ الرحمہ) کو منتخب فرمایا اور پھر اپنے اکثر

صاحب زادوں کو تعلیم و تربیت کے لیے آپ ہی کی خدمت میں بھیجا، نیز خصوصی اجازت وخلافت عطافرما کر سلسلۂ رضویہ امجدیہ کی اشاعت کا بار گراں آپ ہی کے سپرد فرمایا حضرت محدث اعظم پاکستان اور حضور حافظ ملت پر حضور صدر الشریعہ کی خصوصی نوازش اور نگاہ کرم ہی کا اثر ہے کہ ان دونوں شخصیتوں کے ذریعہ صدر الشریعہ کا فیضان علم وعرفان سارے عالم میں عام وتام ہوتا چلا گیا ان دونوں حضرات کے تلامذہ و فیض یافتہ افراد کا جو سیل رواں آج نظر آرہا ہے اس کی نظیر مشکل ہے''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۴)

اور مولانا بدر القادری لکھتے ہیں: ''مقبول عوام مقولہ'' تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے'' کے مصداق حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بھی حافظ ملت پر بے حد شفیق اور باپ سے زیادہ مہربان تھے ان کے دل میں بھی اپنے اس ہونہار شاگرد کے لیے بے حد وقعت اور محبت تھی اور کامل وثوق تھا کہ حافظ ملت سے ملک میں میرے علوم کو فروغ ہوگا اسی اعتماد کا نتیجہ تھا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے مولوی عطاء المصطفیٰ صاحب اور قاری رضاء المصطفیٰ صاحب سے لے کر بعد کے تقریبا تمام فرزندان گرامی اور پوتوں کو حافظ ملت کی سرپرستی میں دے دیا اور لائق فائق شاگرد نے اپنے باوقار استاذ کی عطا کی ہوئی علمی امانت اس کے وارثین تک پہنچانے میں ذرہ برابر کسر نہ اٹھا رکھی''۔ (حیات حافظ ملت ص ۶۷)

شاہ زادگان صدر الشریعہ اور حافظ ملت: حضور حافظ ملت قدس سرہ اپنے استاذ صدر الشریعہ قدس سرہ کے بڑے نیاز مند اور عقیدت کیش تھے کیونکہ ان پر صدر الشریعہ کے الطاف وکرم بے حساب تھے اور اسی سبب سے حضور حافظ ملت شہزادگان صدر الشریعہ کا بھی بے حد احترام کرتے ان پر شفقت بے کراں فرماتے

ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ رکھتے۔

مولانا بدرالقادری فرماتے ہیں:

''تلامذہ پر حافظ ملت کی کرم نوازی سے تاریخ عزیزی لبریز ہے ،مگر استاذ محترم حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے شہزادگان کے ساتھ یہ عنایات وکرم کا بادل موسلا دھار برستا تھا فرزندان صدرالشریعہ میں سے بعض کو گودوں میں کھلا کر بڑا کیا اور وہی شعور کو پہنچے تو احترام وعقیدت کی کامل رعایت کے ساتھ ان کی تعلیم وتربیت فرمائی اور انہیں تاعمر تاج سر بنا کر رکھا''۔

(حیات حافظ ملت ص ۳۰۹)

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور حافظ ملت: علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صدرالشریعہ کے تیسرے صاحب زادے ہیں علم فرائض کی شہرہ آفاق کتاب سراجی میں حضور حافظ ملت کے ہم سبق تھے ،مگر حافظ ملت مخدوم زادہ ہونے کے ناطے ان کا بڑا احترام کرتے اپنے جامعہ میں انہیں مدرس رکھا مسلم شریف ان کے زیر درس کیا پھر وہ پاکستان کوچ کر گئے اور ۱۹۶۱ء میں گھوسی آئے تو حافظ ملت خود ملاقات کے لیے گھوسی تشریف لے گئے۔

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری فرماتے ہیں:

''میں جب ۱۹۶۱ء میں ہندوستان حاضر ہوا تو حافظ صاحب خود میرے مکان پر ملنے کے لیے تشریف لائے۔اتفاق سے میں دوسری جگہ تھا تو تشریف لائے اور ملاقات کی اور نہایت ہی محبت سے پیش آئے اور یہ میری آخری ملاقات تھی''۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۸)

نیز فرماتے ہیں:

”جب میں دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس تھا تو حافظ صاحب نے مسلم شریف جو میرے متعلق تھی اور کئی سال تک جب تک میں مبارکپور رہا دورہ کے طلبہ کو مسلم شریف پڑھایا کرتا تھا، بعد میں جب بحیثیت شیخ الحدیث کے جامعہ محمدی شریف آیا تو مجھے بخاری پڑھانے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئی“۔

(حافظ ملت نمبر ص ۸۸)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ملت قدس سرہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کا بڑا اعزاز فرمایا کرتے تھے اور علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کے دل میں حافظ ملت کی بھی بڑی وقعت تھی۔

علامہ قاری رضاء المصطفیٰ قادری امجدی اور حافظ ملت: حافظ ملت نے قاری رضاء المصطفیٰ قادری کی بچپن سے تربیت فرمائی اور ہم دوش علم کیا تا حیات ان پر مشفقانہ نظر رکھی نیز ان کی مخدوم زادگی کا بھی لحاظ قائم رکھا جیسا کہ خود قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں:

”انھوں نے مجھے گود کھلایا، جب مبارکپور جامعہ اشرفیہ میں صدر المدرسین ہو کر تشریف لائے تو میری عمر سات سال تھی میں درجۂ حفظ میں داخل تھا مگر میری رہائش اور طعام کا حضرت سیدی حافظ ملت قدس سرہ نے اپنے پاس انتظام فرمایا“۔

(حیات حافظ ملت ص ۳۱۰)

مولانا بدر القادری فرماتے ہیں:

”محترم قاری رضاء المصطفیٰ قادری سات سال کے تھے کہ حافظ ملت کے سایہ تربیت میں آگئے، حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ان کی طفلانہ شرارتوں کو بھی اپنے اخلاق کریمانہ سے

بطیّب خاطر قبول کیا۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے کودنے کے دھن
میں کبھی گھنٹوں غائب رہتے مگر حافظ ملت جب تک انھیں تلاش
کراکے ساتھ بٹھا نہ لیتے کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ ۷ر سال
کے بچے کو سکھاتے پڑھاتے جوان کردیا حافظ قرآن، قاریٔ بے بدل
بنانے کے ساتھ درس نظامیہ کی تکمیل کرادی اور ساتھ ہی تربیت
اخلاق کا پورا پورا اہتمام فرمایا"۔ (حیات حافظ ملت ص ۳۱۰)

اور جب قاری صاحب قبلہ عملی میدان میں اتر پڑے نیو میمن مسجد کراچی پاکستان کے خطیب وامام ہوگئے تو حافظ ملت ان کے پاس شفقت بھرے خطوط لکھتے ضروری نصیحت بھی فرماتے، محبّ من ذوالمجد والفضل والعزم والکرم جیسے پر عظمت الفاظ اعزاز سے نوازتے اور وہاں سے جب آپ گھوسی تشریف لاتے تو حافظ ملت خود گھوسی پہنچ کر اپنے اس مخدوم زادہ اور تلمیذ سے ملاقات کرتے، مسرور ہوتے، قاری صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

"پاکستان سے جب میں گھر (گھوسی) پہنچتا تو مجھ سے ملنے
کے لیے دوسرے ہی روز حضرت قادری منزل تشریف لاتے،
بارہا میں نے درخواست کی کہ حضور میں تو خود حاضر ہونے والا تھا
تو فرماتے تھے مجھے خود آکر ملاقات کرنے سے مسرت حاصل
ہوتی ہے"۔ (ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۴۴۶)

محدث کبیر اور حافظ ملت: حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی اپنے والد گرامی صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے دو سال بعد ہی حافظ ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، دس سال ان سے علم وتربیت حاصل کی، حافظ ملت نے اس دوران آپ کے اوپر کیسی عنایت وشفقت کی موسلا دھار بارش فرمائی، آپ خود اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے دو سال بعد
شوال ۱۳۶۹ھ میں حضرت والدہ ماجدہ نے تحصیل علم کی غرض سے
مجھے مبارکپور بھیجا، ساتھ ہی حضور حافظ ملت سے اکتساب فیض کی
تاکید بھی فرمائی، بالآخر میں نے دوران تحصیل دس سال تک کفش
برداری کا شرف حاصل کیا، اور شدت کے ساتھ یہ احساس بیدار
ہوگیا کہ حافظ ملت صرف علم کے کوہ گراں نہیں بلکہ وہ تعلیم و تربیت
اور شفقت و محبت میں بھی ایک شفیق باپ کی طرح ہیں، آپ نے
ایک حد تک ہمارا داغ یتیمی بھی مٹایا"۔ (المصباح ص ۱۳)

دوران تعلیم آپ کی اکثر درسی کتاب حافظ ملت نے اپنے اور علامہ حافظ عبدالرؤف کے پاس رکھیں، بعض کتابیں آپ کو بطور خصوصی تنہا پڑھائیں، اور بڑی مسرت کا اظہار فرمایا، بلکہ فراغت پر برملا فرمایا:

"میں نے جو کچھ بھی حضرت صدر الشریعہ سے حاصل کیا
وہ سب ضیاء المصطفیٰ کو دیدیا"۔ (حیات حافظ ملت ص ۱۶۵)

اور سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ عزیزیہ کی خلافت و اجازت سے بھی شاد کام فرمایا، غرض ایسا نکھارا اور سنوارا کہ اپنا اور صدر الشریعہ کا سچا جانشین، مظہر و آئینہ بنادیا، آج یقیناً محدث کبیر حضور صدر الشریعہ کے علمی و عملی نمونہ ہیں، حضور حافظ ملت کے وارث علم و عمل مظہر فکر و تقوی ہیں، درس نظامی اور تخصص سے فراغت کے بعد بھی حافظ ملت کی عنایات جاری رہیں، آپ کو دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم کا صدر المدرسین بنا کر روانہ کیا، ساتھ ہی چند باذوق طلبہ بھی آپ کے ساتھ بھیجا، دو سال کے بعد دارالعلوم فتحیہ فرفرہ ہگلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز فرمایا، ۱۳؍شوال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں دارالعلوم اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث علامہ عبدالرؤف کا وصال ہوگیا، تو حافظ ملت نے اپنے دارالعلوم کے لیے آپ کو

منتخب فرمایا، اور آپ کی اہمیت وضرورت اور اپنی بارگاہ میں آپ کی مقبولیت اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اپنی جگہ مقرر کرتا ہوں اور آج سے یہی میری ساری کتابوں کا درس دیں گے''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۵)

پھر لکھ کر بھی ناظم ادارہ مولانا شفیع صاحب کو دیدیا کہ میری غیر موجودگی میں بخاری شریف مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب پڑھایا کریں گے''۔

(بیان محدث کبیر رمضان شریف ۱۴۲۹ھ)

اور ۶ر۷ر ماہ بعد یہ لکھ کر کمیٹی کو دیدیا کہ:

''میری مصروفیت بڑھ گئی ہے اور میں بیمار بھی رہتا ہوں، میں نے اپنی غیر موجودگی میں بخاری شریف پڑھانے کی ذمہ داری مولانا ضیاء المصطفیٰ کو دی، میں اس بارے میں خفیہ طور پر طلبہ سے رپورٹیں لیتا رہا، طلبہ بھی مطمئن ہیں اس لیے میں ان کو مستقل بخاری شریف پڑھانے کی ذمہ داری دے رہا ہوں''۔

(ایضاً)

غرض کہ حافظ ملت نے درس وتدریس میں محدث کبیر کو اپنا نائب مطلق بنایا تھا، یوں ہی صوبہ بنگال کے تعلیمی بورڈ نے ساڑھے چار ہزار تنخواہ کے ساتھ محدث کبیر کو دعوت کا ٹیلی گرام بھیجا، حافظ ملت کو گوش گزار کیا گیا تو فرمایا، میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اشرفیہ کے لیے بلایا ہے، ان کو یہاں رہنا ہے، اور اکثر فرمایا کرتے تھے، میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اپنی جگہ پر رکھا ہے، اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جتنے امور مجھ سے متعلق ہیں وہ سب میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کے سپرد کردیئے''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۶)

''محدث کبیر اپنے ابتدائی دور میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ بلرامپور کے ایک جلسے میں تشریف لے گئے، وقت واپسی سے پہلے حافظ حنیف صاحب نے ٹکٹ ایک منگائے یا دو کا تردد دور کرنے کے لیے حضور حافظ ملت سے عرض کیا: حضور مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب آپ کے ساتھ جائیں گے؟ تو ارشاد فرمایا: حافظ جی آپ نے کیا کہہ دیا مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب میرے مخدوم زادے ہیں میں ان کے ساتھ جاؤں گا وہ میرے ساتھ نہیں جائیں گے''۔

(معارف حافظ ملت ص ۷۳/۷۴)

یوں ہی جامعہ اشرفیہ میں آپ کے تشریف لانے کے ابتدائی زمانے میں ایک صاحب نے حضور حافظ ملت سے کہا حضور مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب کی فی الحال ادارے میں ضرورت نہیں ہے لہٰذا انھیں چھ ماہ کے لیے کسی اور مدرسے میں بھیج دیا جائے، حافظ ملت جلال میں آگئے اور فرمایا:

> ''کیا کہا آپ نے؟ ضیاء المصطفیٰ کو میں نے اشرفیہ کے لیے بلایا ہے وہ یہیں رہیں گے، کسی کی مخالفت سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا وہ بڑھتے رہیں گے''۔

(بیان محدث کبیر ۲۸/ مارچ ۲۰۰۹ء)

یہ ہیں حضور حافظ ملت کی عنایات ونوازشات کی وہ بارشیں جن میں محدث کبیر نہاتے رہے اب دن کے آفتاب کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حافظ ملت حضرت محدث کبیر پر نہایت مہربان تھے اور محدث کبیر اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر حافظ ملت کے بہت ہی عزیز تھے سچ فرمایا ہے مفتی محمود اختر قادری نے کہ حضور حافظ ملت کے بے شمار شاگردوں میں بہت سارے علم وحکمت کے آفتاب وماہتاب ہیں اور ہر ایک سے ایک جہان علم روشن وتابناک ہے مگر خصوصی مقام ومرتبہ چندے معدودے ہی کو حاصل ہے جن میں جامع معقول ومنقول استاذ الاساتذہ حضرت

علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ، نائب مفتی اعظم شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ، قائد اہل سنت رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ رحمۃ الباری، بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی مبارک پوری اور حضرت علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ کو بہت ہی نمایاں اورامتیازی درجہ حاصل ہے"۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۴)

یوں ہی محدث کبیر ان خوش نصیب تلامذہ میں سے ایک ہیں جن پر حافظ ملت اظہار فخر وناز کرتے تھے، ڈاکٹر شکیل اعظمی کا بیان ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے جشن تاسیس کے زریں موقع پر دارالعلوم اشرفیہ میں ابنائے قدیم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی مؤثر اور رقت انگیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ میں نے آج تک کوئی کاغذی اخبار واشتہار تو نہیں شائع کیا (حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی، مفتی عبدالمنان صاحب، علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا قمر الزماں اعظمی، اور موجود ممتاز شاگرد وعلما کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندۂ جاوید اخبارات و اشتہارات جنھیں ہم نے بڑے اہتمام کے ساتھ خون جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے، کاغذی اخبارات واشتہارات پڑھ کر ردی کی ٹوکریوں یا گندی نالیوں میں ڈال دیے جاتے ہیں یا پھاڑ کر راستوں میں بکھیر دیے جاتے ہیں، قدموں کے تلے آ کر پامال ہوجاتے ہیں لیکن یہ وہ اخبارات واشتہارات ہیں جو نہ کسی کے پھاڑنے سے پھٹ سکتے ہیں نہ راہوں میں ڈالے جاسکتے ہیں اور نہ بادو باراں کی یورشوں سے معدوم ہوسکتے ہیں۔

عام کاغذی اخبارات واشتہارات اپنے عارضی وجود کے ساتھ وقتی افادیت ہی کے حامل ہوتے ہیں لیکن یہ میرے شائع کردہ اخبارات واشتہارات تو اپنے

قیمتی وجود سے اور پھر اپنے تلامذہ کے تسلسل وتوسط سے رہتی دنیا تک خلق خدا کے لیے صحیح معلومات کا ذریعہ اور رشد وہدایت کا وسیلہ بنے رہیں گے، **فالحمد للہ علی ذلك**۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۱۰)

حضور حافظ ملت قدس سرہ کا کریمانہ سلوک اسی طرح صدر الشریعہ کے تمام شہزادوں اور پوتوں کے ساتھ جاری رہا، حضرت مولانا شمس الہدی شہزادۂ صدر الشریعہ کے صاحبزادے مولانا قمر الہدیٰ صاحب حافظ ملت کے پاس زیر تربیت تھے صدر الشریعہ نے ان کے قیام وطعام کے تعلق سے استفسار فرمایا تو حافظ ملت نے اطلاعاً لکھا کہ ان کا خورد ونوش میرے ساتھ ہے اور میں حضور ہی کا کھاتا ہوں اس۔ لیے حضور اس کا قطعاً خیال نہ فرمائیں حضور کی دعا کافی ہے۔

(مکتوب حافظ ملت محررہ ۲ ر صفر المظفر ۱۳۶۹ھ)

حافظ ملت اور محدث کبیر: حضور حافظ ملت اپنے کردار بلند، حسن اخلاق، شفقت بے کراں، اخلاص بے نہاں کے سبب شمع انجمن تھے، ہزاروں ان کے پروانے اور شیدائی تھے، حضرت محدث کبیر ان میں ایک ممتاز مخلص شاگرد، جانثار تلمیذ، عاشق صادق، وفا شعار، عقیدت کیش، خوش اطوار والہ وفدائی بن کر رہے، اور آج تک ہیں۔

اپنے دس سالہ عہد طالب علمی میں نہایت سعادت شعاری وطہارت نفسی کے ساتھ کفش بردار رہے اس کے بعد مسلسل اخلاص ووفا کا مظاہرہ کرتے رہے، جامعہ اشرفیہ میں تدریسی زمانہ میں حافظ ملت کے سچے بہی خواہ اور دست وبازو کی حیثیت سے رہے، غرض آپ کی زندگی حافظ ملت کی محبت والفت ووفا کیشی سے عبارت ہے آپ حافظ ملت کی روحانی قوت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”میں نے دیکھا کہ حافظ ملت سے جس نے دریوزہ وگداگری رکھی وہ اگر مٹی تھا تو سونا ہوگیا، اور اگر ان سے نفرت

ومخالفت کی تو اگر چہ وہ سونا تھا مٹی سے بھی بدتر ہو گیا، میں تو
ہمیشہ ان کی بارگاہ میں غلامانہ حیثیت سے رہا جب کہ میں
استاذ زادہ تھا اور اسی حیثیت سے وہ مجھے نوازتے بھی تھے"۔
(بیان محدث کبیر، شب جمعہ ۲۷/مارچ ۲۰۰۹ء)

محدث کبیر حافظ ملت کے ایسے مداح ہیں کہ رزم و بزم خلوت وجلوت تدریسی وتقریری، اصلاح وتبلیغ ہر ایک میں ان کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں، دوران ذکر ایسا لگتا ہے کہ ہر بن مو سے ادب واحترام کے موتی بکھیر رہے ہیں، چہرہ خوشیوں سے دمک رہا ہوتا ہے جو آپ کی سچی عقیدت کا آئینہ ہوتا ہے۔

مفتی محمود اختر قادری آپ کی محبت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''محدث کبیر کو بھی اپنے استاذ گرامی سے ایسی والہانہ
عقیدت ومحبت تھی اور ہے جو درجۂ عشق ووارفتگی کو پہنچی ہوئی ہے،
اسی لیے میں نے بارہا دیکھا کہ انھیں اپنی ذلت و رسوائی تو
گوارہ ہے مگر استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شان
میں ادنیٰ گستاخی بھی برداشت نہیں اس معاملے میں آپ نے
اچھے اچھے نامی گرامی مولوی اور مقرروں کو بھی لتاڑ کے رکھ دیا،
حافظ ملت علیہ الرحمہ سے آپ کی والہانہ وارفتگی ہی کا یہ نتیجہ تھا
کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے دوران قیام بہت سارے نامساعد
حالات پیدا ہوئے، بارہا بڑی سے بڑی مخالفتوں کا سامنا بھی
کرنا پڑا، بارہا ان سے قریب رہنے والوں نے آپ کو مخلصانہ
مشورہ بھی دیا کہ آپ الجامعۃ الاشرفیہ کو خیر آباد کہہ دیں، بہت
سے ادارے آپ کے مشتاق ہیں مگر جواب میں آپ صرف
یہی فرماتے کہ مجھے یہاں میرے استاذ نے رکھا ہے، ریٹائر

ہونے تک میں یہاں سے خود نہ جاؤں گا خواہ کتنا ہی ذلیل کیا جاؤں ہاں کوئی مجھے ہٹا دے یہ دوسری بات ہے، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے آپ کی گہری محبت وعقیدت ہی کارفرما تھی کہ حضرت کے وصال کے بعد سب سے پہلے آپ ہی نے یہ ذہن دیا کہ الجامعۃ الاشرفیہ کا سربراہ اعلیٰ حضرت ہی کی اولاد سے ہونا چاہیے، ورنہ اشرفیہ سے حافظ ملت کے خانوادے کا تعلق برقرار رہنا مشکل ہے، پھر آپ نے حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب قبلہ اور مولانا سید اصغر امام صاحب قبلہ کو ہمراہ لے کر شدید گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں اشرفیہ کے اراکین سے ملاقاتیں کیں، اور ہر ایک کو یہی ذہن دیا کہ آج رات کی میٹنگ میں مولانا عبدالحفیظ صاحب کو سربراہ اعلیٰ بنائے جانے میں بھرپور حمایت کی جائے، پھر جب اتفاق رائے سے حضرت عزیز ملت کو الجامعۃ الاشرفیہ کا سربراہ اعلیٰ نامزد کر دیا گیا تو علامہ اس قدر مسرور و مطمئن نظر آئے جیسے دولت بے کراں حاصل ہوگئی"۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۷/۲۸)

خانوادۂ صدرالشریعہ اور حافظ ملت: صدرالشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کی بے کراں چاہت قلبی محبت کے سبب حافظ ملت ان کی اولاد کی حیثیت پر فائز تھے ان کے عہد حیات تک حافظ ملت خانوادے کے اہم رُکن تھے، اور بعد وصال وہی سرپرست ہوگئے، اس حیثیت سے حافظ ملت نے خانگی معاملات پسماندگان پر ذمہ دارانہ توجہ رکھی، حضرت مولانا عبدالشکور اعظمی نے ایک بار راقم سطور سے بیان کیا کہ: صدرالشریعہ کے وصال کے بعد حافظ ملت ہی

قادری منزل کے سرپرست تھے وہ شہزادگان و دختران کی تعلیم سے لے کر ان کے رشتے قائم کرنے تک کے معاملات میں دخیل تھے، انھوں نے ہی صدرالشریعہ کی شہزادی سعیدہ خاتون سے میرا رشتہ طے فرمایا، حافظ ملت قادری منزل گھوسی تشریف لایا کرتے تھے مخدومۂ اہل سنت اہلیہ صدرالشریعہ علیہا الرحمہ ان سے باپردہ کلام فرمایا کرتی تھیں، گھریلو معاملات کے بارے میں مشورے لیا کرتی تھیں اور حافظ ملت پورے طور پر خیال کیا کرتے تھے، حافظ ملت نے شہزادگان صدرالشریعہ کو ان کی تعلیم کے دوران ایک باپ کی سی شفقت دی۔

محدث کبیر فرماتے ہیں:

''میں نے دوران تحصیل دس سال تک حضرت کی کفش برداری کا شرف حاصل کیا اور شدت کے ساتھ احساس بیدار ہو گیا کہ حافظ ملت صرف علم ہی کے کوہ گراں نہیں ہیں، بلکہ وہ تعلیم و تربیت، شفقت و محبت میں بھی ایک شفیق باپ کی طرح ہیں، آپ نے ایک حد تک ہمارا داغ یتیمی بھی مٹا دیا''۔

(حیات حافظ ملت ص ۳۰۹)

حافظ ملت قدس سرہ مخدوم زادوں کا احترام کرنے کے ساتھ ان کا مستقبل تابناک بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور صدرالشریعہ کی حرم محترم کو اپنی ماں کی حیثیت دیتے، ان کا بیحد ادب کرتے۔

مولانا بدرالقادری مصباحی فرماتے ہیں:

''صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی زوجۂ محترمہ علیہا الرحمہ (المتوفی ۲۹/رجب ۱۴۱۵ھ یکم جنوری ۱۹۹۵ء کا حافظ ملت عمر بھر ماں کی طرح ادب ولحاظ فرماتے رہے ان کی ہر بات حافظ ملت کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی، مجھے اچھی طرح معلوم

ہے کہ گھوسی اور اس کے مضافات کے لوگ مخدومہ نانی جان
صاحبہ کی وساطت سے حافظ ملت کی خدمت میں اہم سے اہم
مسئلہ کو بھی پیش کرنا آسان سمجھتے تھے دارالعلوم اشرفیہ میں طلبہ
کے داخلے عموماً نصف شوال سے پہلے ہوا کرتے تھے اور اس
کے لیے بھی مجلس انتظامیہ کی طرف سے ایک تعداد مقرر کی جاتی
تھی مگر وقت گزر جانے کے بعد اور مقررہ کوٹہ پورا ہو چکنے کے
باوجود اگر کسی طالب علم کے لیے مخدومہ علیہا الرحمہ سفارش
فرما دیتیں تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اسے مبارک پور سے واپس
جانا پڑا ہو"۔ (حیات حافظ ملت)

حافظ ملت کا ایک وصف امتیاز: حافظ ملت قدس سرہ بے شمار اوصاف حسنہ،
کمالات حمیدہ کے پیکر تھے ان میں ایک وصف نہایت اعلیٰ اور امتیازی شان کا تھا
جس کے معترف سارے دانشور تھے اس میں آپ اپنے ہم عصروں پر بلا مبالغہ
فائق تھے وہ تھا آپ کا حسن اخلاق۔

بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ مکارم اخلاق کی اس
بلندی پر فائز تھے جس کو بلاشبہہ انبیاء اور اولیاء کی اتباع کبریٰ کا
مقام دیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر مستثنیات سے قطع نظر کر لی
جائے تو آپ سے تعلق رکھنے والے ہزار ہا شاگردوں، کئی ہزار
مریدوں اور بے شمار معتقدوں اور متعلقین میں یہ عام خیال ہے
کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جس سے بھی ملتے وہ یہ سمجھتا کہ
حضرت مجھ سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں اور جناب والا مجھ پر
خاص نظر کرم فرماتے ہیں"۔ (حیات حافظ ملت ص ۲۰۱)

مولانا سید ظہیر الدین زیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''آپ (حافظ ملت) نہایت نرم خو، نرم جو اور نرم گفتار تھے، ہر ایک سے برابر محبت فرماتے، ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے، ہر ایک کی عزت کرتے اور کبھی کسی کی دل شکنی نہ فرماتے، آپ نہایت خلیق منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے، بایں ہمہ دین کے معاملے میں، اور اللہ جل وعلا اور اس کے حبیب پاک علیہ التحیۃ والسلام کی ذات کے بارے میں ایک مومن کامل کی طرح بڑے حساس اور نازک مزاج تھے، کسی ادنیٰ بدعقیدگی کو برداشت کر لینا ان کی قوت ایمانی کے لیے ناممکن تھا''۔

(حافظ ملت نمبر ص ۱۰۴)

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں:

''حضرت کی رفعت اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر کس و ناکس اپنے آپ کو حضرت کا مقرب و مقبول شمار کرتا، جو لوگ آپ کی ایذا رسانی میں کسر نہ اٹھا رکھتے جب ان سے بھی ملاقات ہوتی تو نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے''۔ (المصباح ص ۱۳)

صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

''اب ان کے اخلاق گراں مایہ کو دیکھئے، علم وفن کی گہرائی، تحقیق و تدقیق کی گیرائی اور تعلیم و تدریس کی جولانی صرف اہل نظر کو متاثر کرتی ہے، لیکن اخلاق و مروت کی شمیم جاں فزا ہر خاص و عام کے دل میں گھر کرتی ہے، اخلاق و کردار ہی وہ آئینہ ہے، جس میں انسان کے بطن کا عکس بہت صاف دکھائی دیتا ہے، حافظ ملت ہمدردی و غمگساری، تواضع و انکساری، بلند

ہمتی وعالی ظرفی ،چشم پوشی وروداری ،صاف دلی وقدر افزائی ،
سخاوت وفیاضی ،شجاعت پامردی وغیرہ ہر وصف میں اس درجہ
کمال پر تھے کہ اس کمال کا ایک وصف بھی کسی میں اتر آئے تو
اسے امتیاز واختصاص کے آسمان پر پہنچانے کے لیے کافی ہو‘‘۔
(انوار حافظ ملت ص ۱۲)

علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم دہلی فرماتے ہیں:

’’آپ کے اندر قوت اخلاق کی بے پناہ کشش تھی اور ہر
عالم وعامی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا، تمام سہولتیں
ہوتے ہوئے بھی انکسار نفس کا یہ عالم تھا کہ چائے خود اپنے ہاتھ
سے بنایا کرتے تھے بوقت ضرورت کپڑے بھی سل لیا کرتے
تھے اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بڑی فرحت ومسرت
محسوس کیا کرتے تھے‘‘۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۹۷)

درج ذیل واقعہ آپ کے حسن اخلاق کا آئینہ ہے:

’’ایک بار حافظ ملت ٹرین سے سفر کر رہے تھے اتفاقاً اسی
ٹرین سے ایک ایسے صاحب بھی محو سفر تھے جو پس پشت آپ کی
شکایت کر کے ایذا دیتے رہتے تھے کسی صاحب کے بتانے پر
آپ کو معلوم ہوا کہ وہ اسی ٹرین میں ہے آپ اگلے اسٹیشن پر
اپنے ڈبے سے اتر کر ان کے پاس گئے اور ملاقات کی نیز
پورے سفر بھر انھیں کے ساتھ رہے، اور انھیں اس بات کا ایک
شائبہ بھی نہ ہونے دیا کہ ان کی کوئی بات حضرت تک پہنچی ہے‘‘۔
(حیات حافظ ملت)

وفات حسرت آیات: پاسبان ناموس مصطفیٰ، ترجمان مسلک رضا، جانشین

صدر الشریعہ، استاذ الاساتذہ، جلالۃ العلم، علامہ شاہ عبد العزیز محدث مبارکپوری یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ ۳۱ رمئی ۱۹۷۶ء شب دوشنبہ ۱۱ ربج کر ۵۵ رمنٹ پر قرآن وحدیث کی بھینی خوشبوؤ سے جہان سنیت کو مشکبار کرتے ہوئے مبارکپور کے باغ فردوس سے حقیقی باغ فردوس کی طرف روانہ ہو گئے۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون".

کیا خبر تھی موت کا یوں حادثہ ہو جائے گا
یعنی آغوش زمیں میں آسماں سو جائے گا

اور کسی نے کہا تھا۔

بزم علم و فضل کا مسند نشیں
ملک کی روشن رہی جس سے جبیں
آج وہ خلد بریں میں جا بسا
جو کہ تھا صدر الشریعہ کا امیں

۱۳۹۶ھ

علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی مصباحی علیہ الرحمہ

علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی نائب حافظ ملت جلیل الشان مدرس عظیم المرتبت فقیہ، بے مثال محقق، باوقار اور فرض شناس اسکالر، مسلم قانت، انسان کامل اور خاص بندۂ خدا تھے، حافظ ملت کے بعد محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی کے آپ ہی بڑے شفیق استاذ تھے، اور رشتہ میں خسر بھی۔

ولادت: بھوجپور، پوسٹ سکھر پورہ، ضلع بلیا کے اندر ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔

نشو ونما: والدین کریمین کے سایۂ عاطفت میں آپ پروان چڑھے، گھر کا ماحول دینی تھا، اس لیے شروع ہی سے آپ کا ذہن وشعور دین سے مانوس تھا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے علاقائی مدرسے میں حاصل کی ، پھر معیاری تعلیم کے لیے باہر کا رخ کیا اور دار العلوم اہل سنت مصباح العلوم مبارکپور حاضر ہوئے ، چند ماہ میں اپنی خوش روی ، سعادت اطواری ، جلائے ذہنی ، لیاقت علمی ، روشن فکری کے سبب اساتذہ وطلبہ سب کے یہاں مقبول ومحبوب ہو گئے ، خصوصاً استاذ العلما ، جلالۃ العلم ، معمار قوم وملت ، حضور حافظ ملت کے منظور نظر چہیتے ہو گئے ، نہایت امتیازی شان کے ساتھ دار العلوم سے فارغ ہوئے۔

آغاز تدریس: آپ نے تدریسی خدمت کا آغاز حضور مفتی اعظم کے زیر شفقت مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف سے کیا تھوڑے ہی عرصہ بعد حضور حافظ ملت نے اپنے ادارہ اشرفیہ میں آپ کا تقرر فرمالیا اور اپنے کرم سے منصب شیخ الحدیث کی نیابت ، تعلیمی نظام کی نگرانی ، معاملات طلبہ کا محاکمہ ، شعبۂ افتا وقضا کی نگرانی ، امتحانات دار العلوم کی انتظامی ذمہ داری ، امتحانات بورڈ کی تیاری وغیرہ آپ کے حوالے کر دیا ، آپ نے ہر فریضہ پورے طور پر ادا فرما کر اپنے اخلاص ووفا کا بھرپور ثبوت دیا اور حافظ ملت کے دست وبازو ثابت ہوئے۔

تدریس وتفہیم کا ملکہ: حضرت علامہ عبد الرؤف قدس سرہ کی تدریسی مہارت کا سکہ رواں تھا اساتذہ ہوں یا طلبہ سبھی آپ کے حسن تفہیم کے معترف تھے ، حضور مفتی اعظم قدس سرہ آپ کے تدریسی کمال سے بہت متأثر تھے جب آپ ان کے مدرسہ مظہر اسلام سے دار العلوم اشرفیہ کے لیے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے فرمایا:

مولانا عبد الرؤف کا جانا ہمارے مدرسے کی موت کے مرادف ہے''۔ (حیات حافظ ملت ص ۱۳۲)

اور آپ کے استاذ گرامی حافظ ملت خود بھی آپ کی تدریسی صلاحیت سے بہت مطمئن تھے اسی لیے اپنی غیر موجودگی میں بخاری شریف اور دیگر اپنے درس کی کتابیں

پڑھانے کی آپ کو اجازت دے رکھی تھی اور یہ شرف صرف آپ کو حاصل تھا آپ کے بعد محدث کبیر ہی کو ملا، آج کوئی بھی اس سعادت میں آپ کا سہیم وشریک نہیں۔

صاحب تذکرہ کے تدریسی کمال، اچھوتے انداز تعلیم، دل کش طرز تفہیم پر وہ علما واساتذہ خود دلیل ہیں، جو آج اپنے عہد کے سلاطین تدریس، صنادید تفہیم، تاجداران تربیت مانے جا رہے ہیں، سردست ان کے ایک مایہ ناز شاگرد حضرت مولانا مفتی محمد انور علی مصباحی کا بیان بطور شہادت ملاحظہ فرمائیں، وہ فرماتے ہیں:

> ''حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ مشکل سے مشکل مسائل چٹکیوں میں ایسا حل فرما دیتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی تھی، کبھی کبھی مشکل کتابوں میں کوئی ایسا مشکل مقام آجاتا کہ گھنٹوں مطالعہ کے بعد بھی کچھ پلے نہ پڑتا، ذہن پر اندھیرا بالکل چھایا رہتا، تھک ہار کر سو جاتا صبح کو اس خیال سے، ڈرا سہا ہوا درس گاہ میں حاضر ہوتا کہ آج تو مطالعہ سے کچھ حاصل نہ ہوسکا ہے، استاذ کی تقریر بھی رائیگاں ہی جائے گی، مگر عبارت خوانی کے بعد حضرت جب تقریر شروع کرتے تو تاریک ذہن ایسا روشن ہو جاتا کہ یہ احساس تک باقی نہ رہتا کہ کبھی یہ مسئلہ میرے لیے مشکل بھی تھا۔
>
> (سہ ماہی جام شہود ص ۲۷، جولائی ستمبر ۲۰۰۵ء)

اور علامہ رکن الدین اصدق مصباحی قدرت تدریس اجاگر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

> ''ایک بار ہم لوگ ملا حسن پڑھ رہے تھے اسی دوران گھنٹی لگ گئی اور دوسری جماعت کے طلبہ آکر قطاروں میں کھڑے ہوگئے، حضرت کی جب ان پر نظر پڑی تو تقریر سمیٹ کر ختم

کردی اور کتاب بند کرتے ہوئے فرمایا،تم لوگ سمجھ رہے ہوگے کہ جتنی باتیں میری ذہن میں محفوظ تھیں میں نے وہ سب تمہارے سامنے انڈیل کر رکھ دی ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، میں نے جتنی تقریر پورے صفحہ پر کی ہے صرف دو سطر پر کر سکتا ہوں ، مگر میری عادت ہے کہ میں طلبہ کی فہم دیکھ کر گفتگو کرتا ہوں ، اور اتنی ہی باتیں بتانے کی کوشش کرتا ہوں جن کو ان کا ذہن مستحضر کر سکے''۔

(سہ ماہی جام شہود ص ۲۷/۲۸، جولائی، ستمبر ۲۰۰۵ء)

شوق تدریس: آپ قلبی لگاؤ، توجہ ولگن، شوق والہانہ کے ساتھ پڑھاتے تھے ، اسباق بڑی پابندی سے پڑھایا کرتے ، پڑھانا آپ کو اس قدر مرغوب ومحبوب تھا کہ قید نصاب اور مقدار مقرر سے بالاتر ہوکر پڑھاتے اکثر امتحان سے پہلے ہی پوری کتاب پڑھا دیتے پھر طلبہ کے انتخاب کے مطابق کوئی دوسری کتاب بھی پڑھاتے۔

علامہ سید رکن الدین اصدق فرماتے ہیں:

''آپ نصاب کی قید سے بالاتر ہوکر ہر کتاب پوری کتاب پڑھاتے تھے بارہا سال کے اختتام سے پہلے کتاب ختم ہوجاتی تو طلبہ کی پسند کے مطابق اور کتاب بھی پڑھا دیتے ہم لوگوں کے درس کی کتاب ملاحسن ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تو سالانہ تعطیل میں دو ماہ باقی ہیں کوئی کتاب انتخاب کر کے بتاؤ تو اسے بھی پڑھا دوں ، میرے درسی ساتھیوں میں مفتی محمد عبید الرحمٰن پورنوی اور مولانا اسرار احمد اعظمی (بابا) کا زیرک و ذہین طالب علموں میں شمار ہوتا تھا ، ان لوگوں نے

خواہش ظاہر کی کہ خیالی پڑھادی جائے واضح رہے کہ خیالی
اصول انداز میں پیچیدہ مباحث پر مشتمل کتاب ہے آپ
معقولات میں ماہر تھے آپ نے ہنس کر فرمایا کہ خیالی میں تو
صرف خیال کی باتیں ہیں اس کے بعض مباحث تو تمہارے
ساتھیوں کو پلے ہی نہیں پڑیں گے کتاب وہ پڑھو جو زندگی میں
کبھی کام آئے اس کے بعد خود ہی فرمایا کہ ''مناظرہ رشیدیہ''
پڑھ لو، ہم لوگوں نے بھی اس انتخاب کو پسند کیا اور کتاب شروع
ہوگئی یہ کتاب فن مناظرہ میں ہونے کے سبب طلبہ کے لیے
بہر حال غیر مفید نہیں ہے''۔

(سہ ماہی جام شہود ص ۲۸ ر جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء)

یقیناً آپ کا یہ عمل اخلاص نیت اور طلبہ پر شفقت کے باب ہی سے شمار ہوسکتا ہے۔

باب تدریس میں آپ کی فکری خصوصیت: عموماً اساتذہ اوقات درس ہوشیار، ذہین طلبہ کی طرف توجہ رکھتے اور انہیں سمجھانے کی فکر کرتے ہیں مگر صاحب تذکرہ کی فکر کچھ الگ ہی تھی آپ فرماتے ہیں:

''استاذ کا عام مزاج یہ ہے کہ وہ ذہین طلبہ کو ہی اپنا
مخاطب بناتے ہیں اور میری کوشش یہ رہتی ہے کہ ہر جماعت
کے سب سے غبی طالب علم کو اپنا مخاطب بناؤں کیونکہ جب یہ
سمجھ لے گا تو دوسرے ذہین طلبہ بدرجہ اولیٰ سمجھ لیں گے''۔

(سہ ماہی جام شہود ص ۲۸ ر جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء)

یوں ہی آپ فرماتے:

''ایک مدرس کا کمال یہ نہیں کہ اونچی شرح کی روشنی میں

کتاب سمجھائے بلکہ تدریس کا کمال یہ ہے کہ جو کتاب سامنے
رہے اس کتاب کی حیثیت سے اس کتاب کی تفہیم کرائی جائے“۔
(حیات حافظ ملت ص ۱۳۴)

علم نجوم میں دستگاہ کامل: علم نجوم نہایت مشکل فن ہے علما میں اب ناپید ہوتا جارہا ہے، حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ اس علم میں ماہر و کامل تھے، اس پر درج ذیل واقعہ شاہد و دلیل ہے، مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی فرماتے ہیں:

”میری عہد طالب علمی کے آخری ایام تھے ایک صبح مولانا محمد اختر حسین دربھنگوی نے آسمان کے افق مشرق پر روشنی کی ایک تلوار دیکھی، جب میں نماز صبح کے لیے بیدار ہوا تو مولانا اختر حسین نے مجھے بتایا، مگر اس وقت وہ غائب ہو چکی تھی، دوسری صبح کو اذان فجر سے پہلے اٹھا اور بھی کئی ساتھی جگ گئے ابھی بالکل اندھیرا تھا، دیکھا تو افق مشرق پر ایک کہکشانی تلوار چمک رہی تھی جس کا قبضہ نیچے کی طرف تھا اور نوک بلندی کی جانب، ہم دیر تک اسے دیکھتے رہے جب کنارہ مشرق روشن ہو گیا تو وہ ہلال عید کی طرح غائب ہو گئی، حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ کے درس گاہ میں پہنچنے کے بعد کتاب کھولنے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کی موجودگی میں حضرت سے کہکشانی تلوار کا ذکر کیا، طلوع کا وقت معلوم کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اسے دیکھنے کے بعد میں کل بتاؤں گا، ہم سبھوں کو کل کے وقت کا بڑی بے چینی سے انتظار رہا، دوسرے دن جب ہم درسگاہ پہنچے تو حضرت نے فرمایا ہاں میں نے بھی اسے دیکھا وہ ایک دمدار ستارہ ہے، جو سو برس کے بعد طلوع ہوتا ہے، آزادی سے پہلے بھی اسی طرح جھاڑو کی شکل کا ایک ستارہ طلوع ہوا تھا جس کے بعد ہندوستان سے انگریز جھاڑ بہار کر نکال باہر کیے گئے تھے، دیکھو اب اس ستارے کے کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں قرینہ ہے کہ خون خرابہ کی شکل میں نتائج رونما ہوں گے، چنانچہ جو نتائج سامنے آئے اسے ہر کسی نے کھلی آنکھوں سے دیکھا، اس سے کچھ ہی دنوں بعد

پاکستان میں الیکشن ہوا، مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی جیت ہوئی، اور اس نے بنگلہ دیش کی مانگ شروع کردی، ذوالفقار علی بھٹو نے اس کا مطالبہ پورا نہ کر کے جنگ شروع کردی، جس کے نتیجے میں ہزاروں آدمی قتل کیے گئے، ہندوستان چھوڑ کر وہاں جانے والے لاکھوں افراد بے خانماں برباد ہوئے اور بالآخر ہندوستان کی مداخلت سے بنگلہ دیش ایک علیٰحدہ ملک وجود میں آیا۔

فریاد کر رہی ہے یہ ترسی ہوئی نگاہ
دیکھے ہوئے کسی کو بہت دن گزر گئے

(سہ ماہی جام شہود، جولائی، ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۲۹)

فقہی درک وکمال: درس نظامی کے جملہ فنون کے ساتھ آپ کو فقہ وافتا میں مہارت تامہ اور عبور کامل حاصل تھا، بلکہ اس فن میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا، اسی لیے حافظ ملت قدس سرہ نے دارالافتا والقضا کی نگرانی آپ کے حوالے کر رکھی تھی، حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ آپ سے اپنے فتاوی کی تصدیق وتصویب لیتے رہے، کبھی کبھار بعض مسائل پر علامہ عبدالرؤف گھنٹوں بحث فرماتے، جب تک مسئلہ منقح نہ ہوجاتا دستخط نہ فرماتے۔

مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی آپ کی فقہی بصیرت اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارے عہد میں دارالعلوم اشرفیہ کا شعبۂ افتا بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ سے متعلق تھا آپ استفتا کا جواب لکھنے کے بعد حافظ ملت اور حافظ جی علیہ الرحمہ سے تصدیقی دستخط حاصل کیا کرتے تھے، حافظ ملت کے پاس تو کبھی نہیں دیکھا، البتہ مشکل مسائل میں حافظ جی علیہ الرحمہ سے اکثر آپ کو استصواب رائے کرتے دیکھا، بحر العلوم جیسا

فقہی جزئیات پر گہری نظر رکھنے والا مفتی جس سے استصواب
رائے کی ضرورت محسوس کررہا ہے اس کی فقہی بصیرت میں بھلا
کس کو کلام ہوسکتا ہے؟ ایک بار ایک چھوٹے سے مسئلہ میں
دیر تک دونوں میں بحث کے انداز کی گفتگو سن کر حیران بھی ہوا
تھا، مسئلہ یہ تھا کہ کسی نے چار رکعت نماز فرض کی نیت سے
شروع کی اس میں سہو واقع ہوا تو کن صورتوں میں فرض ضائع
ہوگئی اور نفل باقی رہی اور سہو کی کن صورتوں میں فرض باقی رہی
اور نفل بھی ادا ہوگئی، اور کن صورتوں میں فرض تو گئی اور نفل کا
ثواب بھی جاتا رہا، سچی بات تو یہ ہے کہ اسی دن مجھے سہو کی تمام
صورتوں اور اسکے احکام کا علم ہوا، معقولات و منقولات کا درس
دے لینا اور بات ہے، اور فقہی جزئیات پر باریک بینی سے نظر
رکھنا اور بات ہے۔

(رسالہ سہ ماہی جام شہود، ص۳۰ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ۱۴۲۶ھ)

مولانا محمد اسلم گورکھپوری ان کی شان فقاہت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ مسائل جزئیہ کے استخراج کا طریقہ بیان
فرمارہے تھے، درمیان میں تمثیل فرمایا کہ دارالافتا میں کئی استفتا
ایسے آئے کہ اب تک میرے مطالعہ سے اس طرح کا جزئیہ
نہیں گزرا بالآخر کافی غور وخوض کے بعد میں نے اسے کلیہ کے
تحت داخل کیا، ان حالات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل
نہیں کہ حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ کی فقہی
بصیرت کس معیار کی تھی؟ بلکہ درج بالا سے یہ واضح ہورہا ہے
کہ آپ کو اس بات پر بھی مہارت حاصل تھی کہ کون سا جزئی

مسئلہ کس کلیہ کے تحت کیوں اور کس طرح داخل ہوگا؟''

(حافظ ملت نمبر و حیات حافظ ملت ص ۱۳۳)

اس تفصیل سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضرت علامہ عبد الرؤف علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک بے مثال فقیہ، نبوی احادیث کے واقف کار، تفسیر کے رمز شناس، اصول و فقہ و حدیث کے دانا، اصول و تفسیر و کلام وغیرہ کے ماہر تھے۔

ایک عظیم فقہی کارنامہ: آپ کی زندگی کے ناقابل فراموش تاریخی، زندۂ جاوید کارناموں میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوی کی ترتیب، تہذیب، تعلیق، فہرست سازی، طباعت و اشاعت کا کارنامہ ہے، اس کا داعیہ یہ ہوا کہ ۱۳۷۸ھ یا ۱۳۷۹ھ میں تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرتاج امت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی علیہ الرحمہ مبارکپور جلوہ افروز ہوئے تو حضرت علامہ عبد الرؤف قدس سرہ نائب شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، سلام و دست بوسی کے بعد عرض گزار ہوئے، حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ کی اشاعت کی کوئی سبیل ہوئی؟ اس کے افادۂ عام کا کوئی بندوبست ہوا یا نہیں؟۔

مفتی اعظم نے جواباً ارشاد فرمایا'' آپ لوگوں کے سوا کس سے اس کی توقع ہے؟

مفتی اعظم کا شفقت بھرا جملہ علامہ عبد الرؤف قدس سرہ پر بہت اثر انگیز ہوا، بلکہ ان کی غیرت علمی کے لیے انگیخت، اور مہمیز ثابت ہوا، اسی وقت فتاوی رضویہ کی تصحیح و ترتیب، تعلیق و تہذیب، نشر و اشاعت کے لیے تن تنہا آمادہ اور کمر بستہ ہوگئے، پھر مولانا محمد شفیع، مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب علیہما الرحمہ، نیز بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ سے اپنا ارادۂ خیر ظاہر کیا، یہ تینوں حضرات بھی ہمنوا ہوگئے، اس کے بعد استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور فتاوی رضویہ کی ترتیب و اشاعت اور اس کے لیے سنی

دارالاشاعت کے قیام سے متعلق اظہار خیال فرما کر دعا کی درخواست کی، حضور حافظ ملت بے حد خوش ہوئے، ان کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا بڑی دعائیں دیں اور ہر طرح سے امداد کا وعدہ فرمایا بڑا حوصلہ دیا، علامہ عبدالرؤف اس کے بعد بریلی شریف گئے اور مولانا ساجد علی خاں قادری مہتمم جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف سے فتاوی رضویہ کی تیسری جلد سے لے کر آٹھویں تک کا مسودہ مبارکپور لائے اور کام پوری تندہی سے شروع کر دیا، ایک طرف ترتیب وتحقیق فتاوی کا کام کرتے، دوسری طرف اپنے ہم نواؤں کو لے کر مبارکپور اور دیگر علاقوں میں سنی دارالاشاعت کے لیے چندہ کرتے، اوقات درس میں درس بھی دیتے، یہ سلسلۂ عمل جاری رہا اور فتاوی رضویہ کی تمام جلدوں کی تصحیح وتہذیب کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا البتہ پانچ ہی جلدیں ابھی طبع ہوئی تھیں باقی تشنہ طبع ہی تھیں کہ آپ سفر آخرت فرما گئے، اس طرح سنی دارالاشاعت مبارکپور کے قیام سے لے کر اس کی شہرت ومقبولیت تک علامہ عبدالرؤف کی حیثیت اصل و بنیاد کی تھی اس حوالے سے ان کی سرگرمیوں کی تھوڑی تفصیل بحر العلوم کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

> ''مولانا عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ سنی دارالاشاعت کی اسکیم بنانے والے تنہا تھے، اس کے بعد چندہ وصول کرنے میں وہی پیش پیش تھے بریلی شریف سے فتاوی کا مسودہ وہی لائے، مبیضہ انھوں نے کرایا، دونوں کا مقابلہ حرف بہ حرف انھوں نے ہی کیا، پریس والوں سے معاملہ انھیں کا کام تھا، کاپی پروف فہرست اور عنوان کی تیاری بار بار لکھنؤ جانا حتی کہ کتاب بھی خود ہی لانا اور یہاں طالب علموں کے ساتھ مل کر بنڈل ڈھونا، کس کس بات کو یاد کیا جائے، کتاب چھپ گئی تو لوگوں کو خطوط لکھنا، آرڈر بک کرنا، ان کے لیے پارسل سینا، اس کو بھیجنا،

کون سا کام تھا جو تنہا مولانا نے نہ کیا ہو، اور اس خاموشی اور بے نیازی سے کہ صلے کی خواہش نہ داد کی پرواہ"۔

(مقدمہ فتاویٰ رضویہ ج ۵/ ص ۲۳)

یہ کام کتنے مشکل ہیں موصوف ہی کے قلم سے ملاحظہ فرماتے چلیں:

"مولانا عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ اکیلے ہی سب کام کرلیا کرتے تھے، اس لیے ہم لوگوں کو احساس نہ ہوتا تھا، لیکن اب جب کہ کام سے سابقہ پڑا تو معلوم ہوا کہ کام کتنا مشکل اور زہرہ گداز ہے"۔ (مقدمہ فتاوی رضویہ ۵/۲۴)

لیجیے چلتے چلتے فتاویٰ رضویہ کی اہمیت اور علامہ عبدالرؤف کی جاں سوزی، عرق ریزی، جفاکشی کی ایک جھلک مولانا سید رکن الدین اصدق کے خامہ عنبر شمامہ سے بھی ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

"کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ فتاوی رضویہ جماعت اہل سنت کے لیے قیمتی سرمایہ ہے؟ اگر صحیح ہے تو یہ سرمایہ کہاں اور کس طرح محفوظ ہوا اسے بھی جاننے کی کوشش کیجیے، میں جس زمانے میں داخل ہوا تھا، فتاویٰ رضویہ کی ترتیب کا کام بڑی سرگرمی سے چل رہا تھا، اور یہ کام محقق دوراں حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کے سپرد تھا، درس کے علاوہ آپ کا تمام وقت اسی میں گزرتا، فتاویٰ رضویہ کے بوسیدہ اوراق سامنے بکھرے ہوتے اور آپ ان میں غرق نظر آتے، سیکڑوں بوسیدہ کتابچوں کی شکل میں پھیلے ہوئے ہزاروں فتاویٰ کو ابواب کی ترتیب کے ساتھ جمع کرنا اور اسے ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش کرنا ہی کم دشوار کام تھا؟ چہ جائیکہ کرم خوردہ اور ناخواندہ عبارتوں کو اپنی فکری صلاحیت

کے ذریعہ سیاق وسباق کی عبارت سے جوڑ کر اس طرح معانی پیدا کرنا کہ مفتی کے مدعیٰ پر کوئی حرف نہ آئے، ایسا کام ہے جس کے تصور ہی سے کلیجہ آب ہو جاتا ہے"۔

"ایک بار کسی ضرورت سے خدمت میں حاضر ہوا، محویت کے باعث کچھ دیر بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے، سید صاحب دو سطر عربی عبارت اوپر ہے اور دو سطر نیچے ہے اور درمیان کی کئی سطریں غائب ہیں اسی کی خانہ پری اس طرح کرنا کہ عبارت الحاقی معلوم نہ ہو اور اوپر نیچے کی عبارت سے اس انداز سے اس کا رابطہ ہو کہ مفتی کے بیان پر کوئی آنچ نہ آئے، یہ ایک مشکل کام ہے، بہت سی جگہوں پر اردو عبارت کی کئی سطریں ندارد ہیں، سیاق وسباق کے میزان پر تول کر وہاں ایسی عبارت ضم کرنا کہ اعلیٰ حضرت کے بیانیہ تیور کو صدمہ نہ پہنچے، یہ بھی کچھ آسان کام نہیں"۔ (سہ ماہی جام شہود جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۳۰/۲۹)

اس سے درخشاں آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ عزیمت کے کوہ گراں علم وفضل کے جبل شامخ، ملت کے سچے ہمدرد، مسلک کے صحیح پاسبان، اعلیٰ حضرت کے عاشق زار، بڑے جفاکش اور محنتی تھے۔ ان کا یہ عظیم کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل اور تاریخ میں محفوظ رکھنے کا سزاوار ہے۔

مسائل طلبہ کا تصفیہ: آپ کو معاملہ فہمی، حل مسائل اور تصفیۂ مقدمات کا ملکہ حاصل تھا، حضور حافظ ملت قدس سرہ کو آپ کی معاملہ فہمی پر کامل اعتماد تھا، اسی لیے جب بھی طلبہ کا کوئی ژولیدہ مقدمہ ان کی خدمت میں درپیش ہوتا تو وہ آپ کے حوالے کر دیتے، ذیل کا یادگاری واقعہ ان کی بیدار مغزی، دوررسی، جولانی طبع اور فکر رسا کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی دام ظلہ کا بیان ہے:

"نواح مبارکپور کے گاؤں مصطفیٰ پور میں جلسہ تھا، عشا کے بعد طلبہ غول کے

غول جلسے میں ہنستے بولتے جارہے تھے، ہمارے جھنڈ میں اٹھارہ طلبہ تھے، مولانا شاہ مبین الہدیٰ گیاوی جوان دنوں جمشید پور میں ہیں، میرے قافلے میں تھے اور ان کے ایک ہمدرد مولوی عبدالوحید جبل پوری بھی اسی کارواں میں شامل تھے دونوں میں وقتی طور پر کچھ چشمک ہوگئی جو عموماً ساتھیوں میں ہوجایا کرتی ہے، مولوی عبدالوحید نے مزاج مزاحیہ پایا تھا، طلبہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے، دوستو! شعر وشاعری کی محفل گرم کرتے چلو راستہ جلد طے ہوگا، اب سنیے میں نے ایک تازہ کلام کہا ہے، وہ طنزیہ کلام کسی اور کا تھا گیاوی صاحب کونشانہ بنا کر مزاحیہ طرز پر وہ پڑھنے لگے، مولانا کچھ تیز مزاج واقع ہوئے تھے برہم ہوگئے، اور تمام طلبہ نے شرارت سے قہقہہ بازی شروع کردی، دوسرے دن شامت اعمال کہیے کہ حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوگیا، البتہ مولانا نے غلطی یہ کی کہ خود مدعی بن کر پوری جماعت کو مدعیٰ علیہ بنادیا گواہ کوئی بھی نہ تھا، طلبہ نے عدالت میں پیشی سے پہلے ہی یہ طے کرلیا تھا کہ کیا بولنا ہے اور کیا نہیں؟ یہ پیمان بھی باندھ لیا کہ جوایک کا بیان ہوگا وہی سب کا بیان ہوگا، پہلے شخص کے بیان سے کوئی بھی سرموانحراف نہیں کرے گا، نوٹس پانے کے بعد ہم سبھی حاضر عدالت ہوئے، حضرت نے سبھوں کو قطار میں بٹھایا اور سب سے الگ مجھے بیٹھنے کا حکم فرمایا، اس کے بعد کچھ یوں گفتگو کا آغاز ہوا:

سوال: رات تم سب لوگ مصطفیٰ پور جلسے میں جارہے تھے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: راستے میں عبدالوحید جبل پوری کچھ اشعار پڑھ رہا تھا، اور تم لوگ ہنس رہے تھے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: ان اشعار میں صراحۃً یا کنایۃً مبین الہدیٰ کا نام آرہا تھا؟

جواب: جی نہیں۔

سوال: مبین الہدی کے والد کا نام یا ان کی طرف کسی طرح کا اشارہ؟

جواب: جی نہیں۔

سوال: بیت الانوار، مدرسہ عین العلوم یا کم از کم گیا ہی کا کوئی تذکرہ؟

جواب: جی نہیں۔

ایک سے سولہ تک سبھی سے یہی سوال ہوئے، سبھوں کا جواب بھی بس ایک ہی تھا، کوئی قاضی ہوتا تو مقدمہ یہیں خارج کر دیتا اور مولانا مبین الہدیٰ کے الزامات کو پاگل کی بر قرار دیتا، مگر جولانی طبع کا اچھوتا رنگ ملاحظہ فرمایئے، اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا سید صاحب ہنسنے کا تو سبھوں کو اقرار ہے، ہنسی کے لیے کچھ مافی الضمیر کا ہونا ضروری ہے، آپ کو آپ کی نسبی شرافت کا واسطہ جتنا میں پوچھوں سچ سچ بتایئے گا، یہ جملہ سنتے ہی میرے پورے بدن پر جھرجھری طاری ہوگئی اور میں ''گویم مشکل وگرنا گویم مشکل'' کے گرداب میں پھنس گیا اس کے بعد دریافت فرمایا:

عبدالوحید جب اشعار پڑھتا تھا تو آپ کے حاشیۂ ذہن پر کسی کا سراپا ابھر کر سامنے آتا تھا؟ اب مفر کی کوئی گنجائش نہ تھی اور دل دہلا دینے والا واسطہ پہلے ہی مل چکا تھا، میں نے عرض کیا جی ہاں، پھر پوچھا وہ کون تھا؟ میں نے صاف گوئی سے نام کی تفصیل بھی بتا دی، میرے تمام ساتھی سراسیمگی کی حالت میں بیٹھے دل ہی دل میں کہہ رہے تھے۔

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں
کچھ نہ دوا نے کام دیا

آخر میں مولانا گیاوی کو مخاطب کر کے فرمایا: تم کو مدعیٰ علیہ کی فہرست میں سید صاحب کا نام شامل نہیں کرنا چاہیے تھا، اگر تم سے یہ بھول نہیں ہوئی ہوتی تو آج میں سبھوں کو سزا دیتا، پھر مجرم طلبہ کی طرف رخ کر کے فرمایا، سید صاحب کے طفیل

تم سب کو معاف کر رہا ہوں، اگر یہ ایک نام کاغذ پر نہ ہوتا تو آج تم لوگوں کی ایسی سزا کرتا کہ کچھ دنوں تک تم اسے یاد رکھتے، ایک طالب علم کو دوسرے طالب علم کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے، یہ کتنی بڑی بے غیرتی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی دل آزاری کی جائے، آج کے بعد کبھی بھی ایسی شکایت مجھ تک پہنچی تو میں کسی کو نہیں بخشوں گا''۔(سہ ماہی جام شہود جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ عبد الرؤف قدس سرہ دقت نظری، معاملہ فہمی کے بے تاج بادشاہ تھے اور سادات کرام کا بڑا احترام کرتے تھے۔

قناعت و بے نفسی: صاحب تذکرہ علامہ عبد الرؤف قدس سرہ بڑے قانع، متواضع، بے نفس واقع ہوئے تھے، آپ کثیر الاولاد تھے، عسرت و تنگ دستی کے شکار رہتے مگر کبھی بھی انہوں نے اضافہ تنخواہ کی درخواست نہ دی نہ قلت مشاہرہ کی شکایت کی اور نہ ہی کسی اونچی تنخواہ والے ادارے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا، حافظ ملت کو آپ کی تنگ حالی کا ایک بار بہت زیادہ احساس ہوا، انتظامیہ کو بلا کر کہا مولانا عبد الرؤف صاحب ادارہ کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں مدرسہ کی تنخواہ کے علاوہ ان کے پاس دوسری آمدنی نہیں ہے، کثیر الاولاد ہونے کے سبب عسرت میں مبتلا رہتے ہیں، ان کی تنخواہ میں کم از کم سو روپے کا اضافہ ضروری ہے انتظامیہ نے اسے بطیبِ خاطر قبول کیا''۔(سہ ماہی جام شہود جولائی ۲۰۰۵ء ص ۳۶)

تحمل و بردباری: صبر و شکیب، تحمل و بردباری ایک عظیم دولت ہے جس انسان کے اندر یہ وصف جمیل موجود ہو اسے عظمت کی سر بلندیاں نصیب ہوتی ہیں، حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ تحمل کے پیکر تھے نہ انہیں انا تھی نہ اپنی ذات کے لیے کسی سے نفرت و عداوت، اپنے لیے کبھی کسی سے ناراضگی کا اظہار کیا نہ غصے کا اگر کسی نے آپ کو کچھ اذیت رساں بات کہہ دی تو اسے ٹال دیا گویا اس شعر کے کامل مصداق تھے۔

واذا مررت باللئیم یسبنی
قلت ثمہ أنہ لا یعنینی

حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی صاحب تذکرہ کے تلمیذ رشید ہیں ان کے قلم سے تحمل کا واقعہ ملاحظہ کریں وہ رقم طراز ہیں:

''میں نے استاذی الکریم حضرت علامہ عبدالروٴف علیہ الرحمہ کو اپنی ذات کے لیے غصہ کرتے کبھی نہ دیکھا، حتی کہ آپ نے ایک طالب علم کی کسی ناروا حرکت پہ سرزنش فرمائی، اس نے کمرے میں جا کر آپ کی شان میں نازیبا کلمات کہنا شروع کیا، کسی نے آپ کو اس کی اطلاع کر دی، فرمایا اسے بکنے دو اس کے دماغ کی چول کچھ ڈھیلی ہوگئی ہے، سبحان اللہ! سزا تو کیا کرتے، پیشانی پر بل تک نہ آیا نہایت خوبصورتی سے ٹال گئے''۔

(سہ ماہی جام شہود ص ۳۴)

اسی طرح ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں ان کے جلال و جمال کے دونوں رخ آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں:

''ڈاکٹر محمد شعیب نامی ایک شخص حاجی محمد عمر کا رشتہ دار اور انہیں کا بھیجا ہوا مدرسہ اشرفیہ میں آیا اور حافظ عبدالروٴف صاحب کے پاس پہنچ کر ایک کاغذ پیش کرتے ہوئے میراث کا مسئلہ دریافت کیا کہ اس میں میرا کیا حصہ ہوگا؟ حضرت نے وہ کاغذ دیر تک دیکھنے کے بعد فرمایا، اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں بنے گا۔ حضرت کے سامنے سے کاغذ اٹھا کر اس میں کچھ ردو بدل کیا، پھر کاغذ بڑھا کر پوچھا، اب بتایئے میرا کیا حصہ ہوگا؟ حضرت نے کاغذ ملاحظہ فرمانے کے بعد سنجیدگی سے فرمایا

اب بھی تمہارا کوئی حصہ نہیں بنے گا ڈاکٹر نے اب سمجھ لیا کہ مسئلے کو ایسی شکل دینا کہ میں حصہ دار قرار پاؤں یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے اس نے عرض کیا حضرت! آپ ہی مسئلے کو ایسی شکل دیدیں کہ ان میں میرا حصہ بن جائے ۔اور میز پر سو روپئے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کے پان کے لیے ہے (اب آپ جلال میں آگئے) اور شعلہ بار آنکھوں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر فرمایا تم نے کاغذ اٹھا کر اس میں جور دو بدل کیا تھا اگر اس ترمیم سے تمہارا حصہ بن جاتا تو بھی میں جواب نہ لکھتا کیونکہ میں جان گیا تھا کہ تم مسئلے کے مطابق حصہ پانا نہیں چاہتے بلکہ حصہ پانے کے لیے مسئلہ کو اپنی طبیعت کا مسالہ بنانا چاہتے ہو شرم نہیں آتی اس کے لیے تم سو روپئے مجھے رشوت پیش کررہے ہو یہ ایوان شریعت ہے دنیا داروں کی کچہری نہیں ہے۔ ڈاکٹر کا گمان رہا ہوگا کہ اس زمانے میں سو روپئے تو عام مولویوں کی مہینہ بھر کی تنخواہ بھی نہیں ہوتی ہے اس پیش کش کو آپ بڑی خوش دلی سے قبول کرلیں گے مگر اسے جب زبردست پھٹکار ملی تو بھڑک اٹھا اور بولا آپ کو کچھ نہیں آتا ہے کس نے آپ کو مفتی بنادیا ہے ان ہتک آمیز جملوں پر آپ کو کوئی طیش نہیں آیا فرمایا ہاں مجھے کچھ نہیں آتا ہے مگر تو میرے کمرے سے نکل جا ڈاکٹر اٹھا اور چلا گیا''۔ (سہ ماہی جام شہود ص ۳۴)

حافظ ملت اور علامہ عبدالرؤف علیہما الرحمہ: علامہ حافظ عبدالرؤف قدس سرہ کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے عشق کی حد تک محبت تھی۔

حضرت مولانا بدر القادری فرماتے ہیں:

”حضرت علامہ عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ ملت
کے ایسے عاشق صادق اور جاں نثار تھے جس کی مثال نہیں ملتی
وہ صحیح معنی میں حضرت حافظ ملت کے نائب اور مظہر تھے
انہوں نے عسرت وتنگ دستی کی زندگی گزاری مگر اشرفیہ اور
حضرت حافظ ملت کا ساتھ چھوڑنا گوارانہ کیا حالانکہ وہ چاہتے تو
کسی بھی بڑے سے بڑے مدرسے میں اونچے سے اونچے
مشاہرہ پر جاسکتے تھے، حضور حافظ ملت کی انتھک محبت دیکھ کر
آپ کی یہی تمنا تھی کہ کسی طرح وہ تمام تدریسی امور سنبھال
لیں اور حافظ ملت کو دیگر دینی امور میں تن دہی سے کام
کرنے دیں“ملخصاً (حیات حافظ ملت ص ۱۳۶)

حاصل یہ کہ استاذ سے سچی محبت، بہی خواہی جذبۂ اخلاص کے ذریعہ حضرت علامہ عبدالرؤف ہر عمل ہر میدان میں قدم بہ قدم شانہ بہ شانہ ہوکر حافظ ملت کا تعاون کرتے رہے، جامعہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی کی تجویز سے لیکر اس کے تعمیری منصوبوں اور ساری سرگرمیوں میں آپ نے حافظ ملت کا دست و بازو بن کر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جامعہ اشرفیہ کے معماروں میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہوئے۔

علامہ عبدالرؤف اور حافظ ملت: حضور حافظ ملت کے تلامذہ میں حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ سب سے زیادہ نمایاں مقام کے حامل تھے، حافظ ملت کی نگاہ میں بڑے مقبول اور چہیتے تھے حافظ ملت ان کو اپنا دست و بازو جانتے تھے، ہر اہم کام میں ان کو اپنا نائب بناتے ان سے مشورے لیتے، ان کا علمی مقام طلبہ کے سامنے اجاگر کرتے، چنانچہ ۱۹۶۴ء کے امتحان ششماہی کے موقع پر حضور حافظ ملت نے اساتذۂ دارالعلوم علامہ عبدالرؤف، علامہ شمس الحق اعظمی، مولانا سید حامد

اشرف کچھوچھوی کی موجودگی میں تمام طلبہ کونصیحت کرتے ہوئے بطور ترغیب فرمایا:

''یہ مولانا عبدالرؤف بے شک میرے شاگرد ہیں میں نے انھیں پڑھایا ضرور ہے مگر باللہ العظیم یہ مجھ سے زیادہ قابل ہیں''۔(روایت مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی سہ ماہی جام شہود جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۲۵)

اسی طرح علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا تو حافظ ملت نے ذیل کے جو کلمات تعزیت پیش فرمائے تھے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ ملت کے وہ کس قدر چہیتے منظور نظر تھے اور ان کی کیا علمی حیثیت، شخصی وجاہت تھی، علامہ عبدالرؤف کے وصال کے بعد ایک مرتبہ حافظ ملت نے فرمایا:

''(۱)وہ میرے دست و بازو تھے، ان کے انتقال کے بعد میں بہت مایوسی کا شکار ہوا، لیکن قدرت الٰہی نے میری رہبری و یاوری فرمائی، پھر ذہن میں آیا کہ یہ دنیا کارگاہ عمل ہے یہاں کتنے عظیم سے عظیم اور کتنے بڑے سے بڑے مدبر و منتظم آئے اور چلے گئے، گویا۔ع

ہزار شمع بگزشتند و انجمن باقیست

لیکن دین کا کام تائید الٰہی سے جاری رہا، مجھ کو مایوس ہو کر اس بڑے منصوبے سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ادارہ کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی سعی وجد وجہد جاری رکھنا چاہیے''۔

(ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۸۵ء)

(۲)ایک بار فرمایا:

''حافظ عبدالرؤف صاحب کے انتقال سے عبدالعزیز کے بازو ٹوٹ گئے، عبدالعزیز عبدالرؤف اور عبدالرؤف

عبدالعزیز تھے"۔ (ماہنامہ اشرفیہ نومبر ۱۹۷۶ء)

(۳) علامہ عبدالرؤف کے وصال کے بعد تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر حافظ ملت ادارہ واپس آکر اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ کی آنکھیں پُر آب تھیں چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی لوگ حلقہ کیے بیٹھے تھے، آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا "آہ آج ہمارا داہنا بازو ٹوٹ گیا"۔ (سہ ماہی جام شہود ص ۳۶ جولائی ۲۰۰۵ء)

محدث کبیر اور علامہ عبدالرؤف: محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کو اپنے مؤقر اساتذہ میں حافظ ملت کے بعد سب سے زیادہ علامہ عبدالرؤف قدس سرہ پر فخر ہے ان سے آپ کو دلی لگاؤ اور قلبی محبت ہے، علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ بھی محدث کبیر پر زیادہ ہی شفیق تھے، انھیں آپ کی علمی استعداد و پختگی، کمال قوت وصلاحیت پر بڑا اعتماد تھا، یہی وجہ ہے دارالعلوم فتحیہ فرفرہ کے اندر منصب شیخ الحدیث کے لیے جب حافظ ملت نے آپ کا انتخاب فرمایا تو علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ نے بڑے پر جوش انداز میں حمایت کی، بلکہ محدث کبیر کچھ وجہ سے پس وپیش ہو رہے تھے، اس پر علامہ عبدالرؤف نے نہایت حوصلہ مند لہجے میں فرمایا:

> "میری بات مانو اور فرفرہ جاکر منصب شیخ الحدیث سنبھال لو یہ کام تمہارے لیے بہت مناسب ہے، تم سے بہتر یہ کام دوسرا نہ کر سکے گا"۔ (روایت محدث کبیر)

علامہ عبدالرؤف کو محدث کبیر کی سعادت شعاری، نیک طینتی، وجاہت علمی، صلابت فکری نیز مخدوم زادگی کے سبب ان سے بڑی محبت تھی، پہلی بیوی سے محدث کبیر کی علیحدگی کے کچھ عرصہ بعد علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ نے اپنی شہزادی میمون النساء علیہا الرحمہ کو آپ سے منسوب فرمایا مگر وہ پہلے ہی بچے کی ولادت کے موقع پر انتقال کر گئیں، بچے کا نام تھا، ریاض المصطفیٰ چند ماہ بعد وہ بھی اللہ کو پیارا ہو گیا۔

وصال پر ملال: ۱۳؍شوال المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۲؍دسمبر ۱۹۷۱ء کو نور دیدۂ حافظ ملت مخزن علم وحکمت ، عاشق اعلیٰ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف مصباحی بلیاوی نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ وصدر سنی دارالاشاعت مبارکپور جاں آفریں کو پیارے ہوئے ،انا للہ و انا الیہ راجعون .

سلسلہ حج وزیارت

اوقات مخصوصہ میں کعبہ شریف کا طواف کرنے اور عرفات میں ٹھہرنے کا نام حج ہے صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے ارشاد الٰہی ہے:

"ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکاً وهدیً للعٰلمین فیه اٰیٰت بینٰت مقام ابراهیم ومن دخله کان اٰمناً ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلاً ومن کفر فان الله غنی عن العٰلمین".

(آل عمران آیت ۹۶،۹۷)

ترجمہ:" بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے مکہ میں برکت والا اور سارے جہان کا رہنما اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہوا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس کے گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے"۔

نیز ارشاد ہے:

"وأتموا الحج والعمرة لله" (البقرة،آیت ۱۹۶)

"اور حج وعمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو"۔

حدیث پاک میں حج کی فرضیت کا یوں بیان آیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال أيها الناس قد فرض عليكم الحج فحجوا".
(صحیح مسلم ج۱رص۴۳۲، باب فرض الحج مرۃ فی العمرۃ)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہٰذا حج کرو"۔

حج بے شمار فضائل وفوائد کا پیکر ہے، مثلاً گناہوں کا کفارہ ہے، فقر وفاقہ کا ازالہ بھی، دخول جنت کا پروانہ ہے، رفع درجات کا وسیلہ بھی، انعام وبخشش کا ذریعہ ہے، ایمانی تحفظ وضمانت کا واسطہ بھی۔

خصوصی بات تو یہ کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی عظیم تعمیری یادگار یعنی کعبہ شریف کی زیارت سے شادکامی ہے جو یقیناً جلال الٰہی کا مظہر انوار وتجلیات کا مرکز رحمت وبرکت خدا کا عکس جمیل ہے، اس خانۂ خدا کی زیارت عظیم دولت، فریضے کی ادائیگی، بخت کی ارجمندی بلکہ معراج زندگی ہے۔

حضرت سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہا، محدث کبیر، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری رب العالمین کے فضل وعطا، رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا سے اب تک چھ بار سعادت حج سے شادکام ہو چکے ہیں۔

آپ کا پہلا حج بڑا یادگاری اور اہمیت کا حامل، متعدد خصائص کا جامع، تفصیل کا طالب ہے، لہٰذا یہاں قدرے تفصیل پیش کی جاتی ہے:

یہ حج ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں آپ نے کیا، اس سفر میں آپ کی والدہ مکرمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ بھی ہمراہ تھیں، اس کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ بھی ہے کہ روانگی کے دن جلالۃ العلم، استاذ العلما، علامہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ تشریف لائے اور اپنے قابل فخر ممتاز و وفا شعار تلمیذ محدث کبیر کو مبارکبادی سے نوازا، ضروری نصائح وہدایات سے سرفراز

کیا، پھر روانگی کے وقت حکم دیا کہ میرے لیے بارگاہ رسالت مآب علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں حاضر ہوکر یہ عرض کیجیے گا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے شریعت کے مطابق حاضری کی سعادت عطا فرمادیں۔

مئو تک حافظ ملت قدس سرہ محدث کبیر کے ساتھ رہے پھر مبارکپور روانہ ہوگئے، چونکہ حافظ ملت کو محدث کبیر پر بہت زیادہ اعتماد تھا اس لیے ان کے ذریعہ اس پیغام کے بھیجنے پر بیحد خوشی تھی اور اب بغیر فوٹو حج کو جانے کی صرف امید ہی نہیں یقین ہو چلا تھا جیسا کہ ان کے درج ذیل بیان سے خوب واضح ہے فرماتے ہیں:

"سالہا سال مختلف ذرائع سے اس مقصد (حج وزیارت) کے حصول میں کوشش بھی کی مگر کامیابی نہ ہوسکی بڑی پریشانی نہایت مایوسی تھی کہ میرے مخدوم زادے حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب خلف الرشید حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ ایک سال قبل حاضر بارگاہ رسالت ہوئے ان کے ذریعہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں درخواست بھیجی"۔ (حیات حافظ ملت ص ۲۴۳ بحوالہ آداب حج وزیارت از مولانا محمد اسلم بستوی)

محدث کبیر نے بھی استاذ گرامی کی درخواست پہنچانے کا حق کما حقہ ادا کیا، پچیس دن مسلسل روضۂ اقدس کے مواجہہ میں پانچوں نماز کے بعد رو رو کر یہی دعا کرتے رہے کہ حضور میرے استاذ گرامی حافظ ملت کو بلا فوٹو اپنی بارگاہ میں بلا کر حج وزیارت کی سعادت عطا فرمادیں۔

چنانچہ ایک انٹرویو میں محدث کبیر نے فرمایا:

"میں پچیس روز تک مدینہ شریف میں تھا، پانچوں نمازوں کے بعد بارگاہ رسالت مآب میں حاضری دیتا تھا اور سلام پیش کرتا تھا، اور ہر بار حافظ ملت کے لیے رو رو کر دعا کرتا رہا اور

الحمد للہ اس کے بعد ہی والے سال، یعنی ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں حافظ ملت حج وزیارت کو تشریف لے گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محدث کبیر کی التجائیں قبول ہوئیں۔

حافظ ملت قدس سرہ کو بھی اس کا اعتراف تھا اسی لیے جب حج سے واپس تشریف لائے اور سفر نامۂ حج تیار فرمایا تو لکھا کہ بارگاہ رسالت مآب میں میری حاضری کا اصل سبب مولوی ضیاء المصطفیٰ کی دعائیں ہی ہیں"۔ (بیان محدث کبیر)

پہلے سفر حج سے محدث کبیر کا اصل مقصد اپنی ماں کو حج کرانا تھا اس لیے کمال عنایت کے ساتھ اپنی ماں کی خدمت کرتے رہے، ماں کی فرمائش کے مطابق متعدد مقامات مقدسہ کی زیارت بھی فرمائی، خصوصاً، غار حرا تنہا اپنی ماں کے ساتھ حاضر ہوئے اور دیر تک وہاں ٹھہر کر زیارت کی۔

اس سفر کا ایک یادگار علمی مباحثہ: یہ بھی ایک اتفاقی حادثہ ہے کہ وہ عرب شریف جہاں سے اسلام کا سورج طلوع ہوا، اور پوری دنیا میں اس کی روشنی پھیلی، آج ان پر اسی اسلام کے دشمنوں کا تسلط قائم ہو چکا ہے، اقتدار انھیں کے ناپاک ہاتھوں میں ہے، یعنی منافقانہ زمانہ، وہابی، غیر مقلد جن کے عقائد باطلہ اور عزائم فاسدہ کی وجہ سے مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا طوفان برپا ہے، انھیں کے بارے میں مفتی اعظم علیہ الرحمہ استغاثہ کرتے ہوئے عرض گزار ہیں۔

ترے حبیب کا پیارا وطن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

اہل حق علما وحجاج کرام حج کے ایام میں وہابی ائمہ کے پیچھے نماز کی ادائیگی کا مسئلہ لے کر سخت مشکلات سے دو چار ہوتے ہیں، علمائے اہل سنت مسجد حرام یا مسجد نبوی شریف میں اپنی جماعت الگ کرتے ہیں یا جماعت کے بعد اپنی نماز تنہا

پڑھتے ہیں۔

تو وہابی مطوّع بہت پریشان کیا کرتے، بسا اوقات ان سے بحث ومباحثہ کی بھی نوبت آجاتی ہے، حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی پہلے حج کے موقع پر پچیس روز کے لیے مدینہ شریف میں فروکش تھے اپنی ہر نماز علیٰحدہ پڑھتے رہے، ایک رات مسجد نبوی شریف میں عظمت مصطفیٰ پر بڑی ایمان افروز فکر انگیز تقریر فرمادی، وہابی مطوع چڑھ گئے اور علیٰحدہ جماعت کا بہانہ لے کر گرفتار کرلیا، اپنے قاضی کے پاس لے گئے، ان کے قاضی سے محدث کبیر نے بڑی جرأت مندی کے ساتھ زبردست علمی، فقہی مکالمہ کیا، قاضی گھبرا گیا یہ مکالمہ محدث کبیر کے تصلب فی الدین، استحضار جزئیات، کمال علمی، درایت فقہی، مہارت حدیثی، مباحثانہ قدرت، مناظرانہ صلاحیت کا روشن آئینہ ہے، لیجیے محدث کبیر کی ہی زبانی اس کی علت اور تفصیل ملاحظہ کریں آپ فرماتے ہیں:

"۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں جب میں پہلی مرتبہ حج کے لیے والدہ محترمہ کے ساتھ گیا تھا، مدینہ منورہ کے قیام کا زمانہ تھا میں پنجگانہ نماز علیٰحدہ جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا، ایک روز بعد نماز مغرب ایک شخص نے آکر کہا ہم روزانہ جماعت کا اجلاس کرتے ہیں آج ہمارے مبلغ صاحب آئے نہیں ہیں، اگر آپ چل کر تقریر کردیں تو ہمارا اجلاس ہوجائے، میں نے کہا ضرور کردوں گا، میں گیا اور فضائل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جم کر تقریر کردی، عشا کی اذان ہوئی تو تقریر ختم کردی، اس تقریر کی بنا پر تبلیغیوں کو مجھ سے چڑھ ہوگئی، دوسرے یا تیسرے دن عصر کی نماز کے دوران ایک افغانی آیا جو مدینہ یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔

اس نے سلام پھیرنے کے بعد کہا: آپ نے عصر کے بعد نماز کیوں پڑھی؟

محدث کبیر: ٹائم تو ہے۔

افغانی: جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

محدث کبیر: بہت سے لوگ ادھر ادھر پڑھ رہے ہیں۔

اس پر وہ خاموش ہوگیا، پولیس آئی اور گھیر لیا ان میں کا ایک بولا۔

پولیس: ہمارے ساتھ چلو۔

محدث کبیر: کہاں؟

پولیس: قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز کے یہاں۔

محدث کبیر: دو رکعت سنت تو ادا کرلوں۔

پولیس: نہیں فوراً چلو۔

قاضی مخاطب ہوکر پوچھا، انھیں یہاں کیوں لائے ہو؟

پولیس: انھوں نے (عصر کے وقت والا افغانی معترض) اس کے خلاف شکایت کی ہے کہ یہ فلاں وقت میں الگ نماز پڑھ رہا تھا۔

قاضی: آپ الگ نماز کیوں پڑھ رہے تھے؟

محدث کبیر: کچھ مصروفیت تھی۔

افغانی: میں نے ان کو کل عصر کی نماز بھی الگ پڑھتے دیکھا ہے۔

قاضی: کل عصر کی نماز الگ کیوں پڑھی؟

محدث کبیر: عصر کی نماز چونکہ آپ لوگ مثل اول ہی میں ادا کرلیتے ہیں جب کہ مثل اول ختم بھی نہیں ہوتا اور ہم حنفی ہیں اور ہم حنفی مثل اول میں نہیں پڑھ سکتے، امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی قول ہے۔

قاضی: ظہر کہاں پڑھتے ہیں؟

محدث کبیر: ساری نمازیں مسجد نبوی شریف میں پڑھتا ہوں۔

قاضی: جماعت سے یا علیحدہ؟

محدث کبیر: آپ لوگ لاؤڈ اسپیکر پر نماز ادا کرتے ہیں جب کہ لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا جائز نہیں۔

قاضی: اگر رمضان میں لاؤڈ اسپیکر پر اطلاع دی جائے کہ چاند نکل آیا تو اس بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟

محدث کبیر: وہ اعلان ہوگا اور یہ نماز ہے۔

قاضی: تم زندیق معلوم ہوتے ہو نماز اور روزے کے درمیان تفریق کر رہے ہو۔

محدث کبیر: میں نماز اور روزے کے وجوب میں کوئی تفریق نہیں کرتا میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ ایک شخص امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے امام کی آواز اس تک نہیں پہنچ رہی ہے ایک دوسرا شخص جو نماز میں شامل نہیں اس نے اس مقتدی سے کہا امام سجدے سے اٹھ چکا ہے تو بھی اٹھ جا، اس کے کہنے پر اس شخص نے سجدے سے سر اٹھا لیا تو کیا نماز اس کی ہوگی؟

قاضی: نہیں۔

محدث کبیر: پھر وہی شخص جس نے اس نمازی کو سر اٹھانے کو کہا تھا آپ کے پاس آکر شہادت دیتا ہے میں نے اپنی چشم سر سے دیکھا کہ رمضان کا چاند نکل آیا ہے تو اس کی شہادت پر اعتماد کریں گے یا نہیں؟

قاضی: کیوں نہیں؟ اس کی شہادت بالکل قبول کی جائے گی۔

محدث کبیر: شیخ صاحب نماز، روزے کے درمیان تفریق نہیں کرتے جبکہ اس صورت میں تفریق کر رہے ہیں (لہٰذا بقول قاضی خود قاضی صاحب زندیق ٹھہرے)

قاضی: عصر کی نماز مثلین کے بعد کیوں ادا کرتے ہو؟

محدث کبیر: چونکہ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہی قول ہے کہ نماز عصر مثلین کے بعد ادا کی جائے اس لیے ایسا کرتے ہیں۔

قاضی: امام اعظم کا قول ضعیف ہے علما نے اس کے خلاف کیا ہے۔

محدث کبیر: مذہب و قول کے ضعیف وقوی ہونے کا دارو مدار کسی کی مخالفت یا

موافقت پر یا مخالفین وموافقین کی کثرت پر نہیں یہ تو مبنی ہے دلائل کی قوت وضعف پر تو جب امام اعظم ابوحنیفہ کے دلائل قوی ہیں تو علما ان کے قول کے خلاف کریں بلکہ سارا عالم اس کے خلاف کرے تو بھی ان کے حق میں کوئی مضر نہ ہوگا۔

قاضی: کون سی دلیل ابوحنیفہ پیش کرتے ہیں؟

محدث کبیر: امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا:

کنا فی سفر مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاراد المؤذن ان یؤذن فقال ابردثم ارادفقال ابردثم اراد فقال ابرد وصلی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حین ساوی الظل التلول"

ترجمہ: یعنی ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈا کرو پھر ارادہ کیا تو پھر فرمایا ٹھنڈا کرو، اور پھر ارادہ کیا تو فرمایا ٹھنڈا کرو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت نماز ظہر ادا فرمائی جب سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔

قاضی: یہ لمبی دلیل ہے؟

محدث کبیر: میں حنفی ہوں میں ہی نہیں بلکہ امام ابن حجر عسقلانی شافعی اور امام قسطلانی شافعی ان دونوں حضرات نے بخاری کی اپنی اپنی شرح میں فرمایا اسی طرح امام جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اور یہ بھی شافعی ہیں۔ تینوں حضرات شافعی ہیں سب یہی فرماتے ہیں سایہ ٹیلوں کے مساوی نہیں ہوتا جب تک کہ ہر شئی کا سایہ ڈیڑھ مثل یا اس سے زائد نہ ہوجائے۔ تو جب حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نماز ظہر ادا فرمائی تو کیسے ہوسکتا ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل کے بعد ہی ہوجائے اس وقت مسجد نبوی شریف کا شیخ الحدیث بھی آچکا تھا۔

شیخ الحدیث اور قاضی: یہ تو سفر میں ہے۔

محدث کبیر: میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ سفر کا واقعہ ہے لیکن وجہ ابراد سفر نہیں ہے بلکہ شدۃ حر یعنی گرمی کی شدت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے" فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الصلوۃ فقال اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ" ترجمہ: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

یہ صریح دلیل ہے کہ ابراد و تاخیر کا سبب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سفر میں ہونا نہیں تھا بلکہ اس کا سبب گرمی کی شدت ہے تو جب گرمی کی شدت ہوگی تو ہم نماز مؤخر کریں گے خواہ ہم سفر میں ہوں یا حضر میں اب اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو موضوع کا رخ بدلتے ہوئے بہت کرخت آواز میں بولا۔

قاضی: لاؤڈ اسپیکر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

محدث کبیر: شیخ جی پہلے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کے بارے میں بتاؤ! کیا تم اس سے مطمئن نہیں ہو؟

قاضی: لاؤڈ اسپیکر کے بارے میں اپنا خیال بتاؤ؟

محدث کبیر: کچھ دیر لاؤڈ اسپیکر کے تعلق سے بحث ہوئی۔ جب بھی کوئی مسئلہ میں منہ کی کھاتا اور کوئی جواب نہ بنتا تو رخ بدل کر فوری طور پر دوسرا موضوع چھیڑ دیتا، اس طرح تقریباً ایک گھنٹہ یا کچھ زائد سے الٹ پھیر گفتگو ہوتی رہی۔

بالآخر کہتا ہے، جاؤ اگر تمہیں ہمارے پیچھے نماز پڑھنی ہے تو ٹھیک ورنہ اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔

محدث کبیر: کیا نماز سے منع کر رہے ہو؟

قاضی: نہیں بلکہ اگر ہمارے ساتھ پڑھنی ہے تو ٹھیک ورنہ مسجد میں نہ آنا۔

محدث کبیر: میرے لیے تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ

ہے کہ گھر میں بیٹھا رہوں۔

قاضی: جاؤ لیکن اگر مسجد میں نظر آ گئے تو تمہارے لیے بہتر نہ ہوگا۔

محدث کبیر: میں وہاں سے نکل آیا اور ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کہا شیخ جی آپ کو بلا رہے ہیں، میں واپس گیا تو میرا اور میرے معلم کا نام پوچھا، میں نے دونوں کے نام بتا دیے، پھر کہتا ہے جاؤ میں تمہارے معلم کو لکھ دیتا ہوں کہ تمہیں فوراً ہندوستان بھیج دیا جائے میں واپس چلا آیا اور دوسرے دن شام کو اپنے معلم سے ملکر معلوم کیا کہ کہیں واپسی کا آرڈر تو نہیں آ گیا ہے، لیکن سرکار کا کرم ہوا اس طرح کا کوئی آرڈر نہ آیا، ہاں اس واقعہ کے بعد اتنی دشواری ضرور ہوئی کہ اس سے پہلے ہر نماز ریاض الجنہ میں جماعت کے ساتھ ادا کر لیتا تھا اور اس کے بعد ہر نماز مسجد نبوی شریف میں جگہ بدل بدل کر بغیر جماعت کے تنہا ادا کرتا رہا۔

یہ حج آپ نے تقریباً انتیس، تیس سال کی عمر میں کیا۔

دوسرا حج: ۱۹۹۰ء۔

تیسرا حج: ۱۹۹۴ء۔

چوتھا حج: ۱۹۹۷ء۔

پانچواں حج: ۲۰۰۳ء۔

چھٹا حج: ۲۰۰۸ء میں کیا۔

اول الذکر کے علاوہ کی تفصیل دستیاب نہ ہو سکی۔

عمرے: حضرت محدث کبیر طبعی طور پر جمع خیر نیک عمل کے دلدادہ اور حریص و مولع واقع ہوئے ہیں، اسی لیے مواقع حج پر عمرے کثرت سے فرماتے رہے خصوصاً پہلے حج کے وقت تو بہت ہی زیادہ عمرے کیے تھے۔

زیارت مدینہ منورہ: مدینہ طیبہ الٰہی جلووں کا خزانہ ہے، مہبط ملائکہ ہے، قرار دل کی عاشاں ہے، سکون قلب بے کساں ہے، مرہم زخم سوختہ جاں ہے،

بلاریب اس کے ذرے رشک مہر وماہ ہیں ، اس کے نورانی نظارے فخر عرش وفردوس ہے، اس کی فضائیں فرشتوں کی گزرگاہ ہیں، اس سے ہوکر پاس ہونے والی ہوائیں مشک وعنبر فشاں ہیں، اس کی خاک سرمۂ چشمان اولیا ہے، اس کی گلیاں جنت نشاں ہیں، اس کی راہیں قدم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پامال ہیں، اس کے خار گلہائے جہاں سے عزیز تر ہیں، کیوں؟

اس لیے کہ شہر مدینہ ہی وہ پاکیزہ سرزمین ہے جہاں جان جہاں جلوہ افروز ہیں، جہاں روضۂ شہنشاہ دوجہاں ہے، جو بلاشبہ کعبہ کا بھی کعبہ ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

وہ رسول رونق افروز ہیں جو مقصود کائنات ہیں، وجہ تخلیق کون ومکاں ہیں، بشارت ومژدۂ جانفزا ہیں، انیس بے کساں ہیں، مونس ناتواں ہیں، مالک ہر دو جہاں ہیں، قاسم نعمت ہیں، صاحب شفاعت ہیں ، محبوب اہل ایماں ہیں، نور چشم عاشقاں ہیں، سرور قلب آشفتہ جاں ہیں، جن کے شوق دید میں عشاق تڑپتے ہیں، دل زوار مچلتے ہیں ، اشک موتیوں میں ڈھلتے ہیں ، وہی آقا وہاں آرام فرما ہیں، ان کے مقدس شہر مدینہ، ان کے روضۂ نور بار، ان کے حرم نورانی، ان کی مسجد پاک کی زیارت کتنی بڑی فیروزمندی ہے؟ وہی جانیں گے جو عشق نبی کے درد ولذت سے آشنا ہیں۔

محدث کبیر بھی ان آشفتہ حالوں میں سے ایک ہیں، جنھیں عشق نبی کی سوزش حاصل ہے، شہر مدینہ کی زیارت ان کے لیے قرار دل ہے وہ روضۂ اطہر کا دیدار اپنے لیے معراج روح، شفائے امراض، سکون اضطراب تصور کرتے ہیں۔

مگر اس صدر شک ملائک دربار گہربار میں باریابی ہر ایک کی ارجمندی کہاں؟ وہاں

صرف اسی کو وصول ممکن ہے جسے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اذن حضوری حاصل ہو، سچ کہا کسی نے۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

محدث کبیر ان بیدار بختوں، خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں سرکار عرش جاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دربار نور بار میں بلایا، اپنے روضۂ اقدس کی زیارت عطا کی، پھر ایک بار نہیں بلکہ چھ بار اور ہر بار متعدد ایام تک اپنے شہر کرم میں قیام سے نوازا، جب جب محدث کبیر حج کے لیے عرب شریف تشریف لے گئے، زیادہ دنوں مدینہ طیبہ ہی میں رہے، یہ ہے آپ کا عشق رسالت اور مقبولیت بارگاہ اللھم زد فزد۔

سلسلۂ نکاح وزواج

نکاح نبوی سنت ہے اس کی اہمیت مسلمہ حقیقت ہے، قرآن واحادیث میں اس کی مشروعیت اور تاکید بیان ہوئی ہے، حضرت محدث کبیر اتباع سنت اسلاف میں ازدواجی رشتہ سے منسلک ہوئے، آپ کا پہلا نکاح جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں طلب علم کے دوران حضرت مولانا فاروق صاحب اعظمی علیہ الرحمہ حسین پور گھوسی مئو کی صاحبزادی بدرالنساء صاحبہ سے ۱۹۵۵ء میں ہوا ان سے تین اولاد ذکور ہوئے۔

(۱) مولانا علاء المصطفیٰ قادری

(۲) مولانا عطاء المصطفیٰ قادری

(۳) مولانا جمال مصطفیٰ قادری

پھر کچھ ایسے ناگفتہ بہ حالات در پیش ہوئے کہ آپ نے طلاق دے کر بدرالنساء صاحبہ سے علاحدگی اختیار فرمالی۔

البتہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا آپ نے خود اہتمام فرمایا، آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی خصوصی التفات فرمایا، آج یہ سب ذمہ دار عالم وفاضل، اسلام کے ناصر وناشر، مسلک رضا کے حامی وپاسبان ہیں انشاء اللہ آئندہ صفحات میں ان کی حیات وخدمات کا تعارفی جائزہ پیش ہوگا۔

ایک عرصہ کے بعد علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قدس سرہ نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی صاحبزادی میمون النساء صاحبہ سے نکاح فرمایا، ان کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، نام ریاض المصطفیٰ رکھا گیا، مگر افسوس ناک حادثہ یہ درپیش ہوا کہ حضرت محدث کبیر کلکتہ کے اندر دینی خدمات میں مصروف تھے، ادھر آپ کی اہلیہ محترمہ میمون النساء سخت بیمار ہوئیں اور عرش آشیاں ہوگئیں، ان کے انتقال کا صاحبزادے ریاض المصطفیٰ پر زبردست اثر ہوا، اور چند مہینوں میں وہ بھی روانہ ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر کلکتہ ہی میں ایک خاتون محترمہ نور جہاں صاحبہ سے شادی کی ان سے ایک بچی ہوئی اس کا نام نور الصباح ہے دونوں بحمدہ تعالیٰ باحیات ہیں، البتہ شادی کے قلیل عرصہ کے بعد ہی آپ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، بحیثیت نائب شیخ الحدیث تشریف لے آئے، نور جہاں صاحبہ کو کلکتہ چھوڑنا گوارہ نہ ہوا، جس کی وجہ سے آپسی معاملات بگڑ گئے اور مفارقت ہوگئی، صاحبزادی نور الصباح انھیں کی کفالت ونگرانی میں ہیں، ان کے بعد محدث کبیر نے، نانیہال رسڑا بلیا میں، مخدومہ اہل سنت محترمہ صابرہ صاحبہ دامت برکاتہا سے عقد فرمایا، جو آج تک حضرت والا کی زوجیت میں ہیں، اور رفاقت کا پورا حق ادا کر رہی ہیں، ان کے شکم سے ایک صاحبزادہ اور تین صاحبزادیاں ہیں، نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا ابو یوسف محمد قادری ازہری

(۲) عالمہ کنیز عائشہ امجدی

(۳) فاضلہ سعیدہ خاتون امجدی

(۴) متعلمہ فاطمہ زہرا امجدی

کل اولاد: ازواج بالا سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے محدث کبیر کو اولاد ذکور و اناث دونوں سے سرفراز فرمایا، ان کی کل تعداد نو ہے۔

اولاد ذکور:

(۱) حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری ناظم اعلیٰ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی، مئو، یوپی۔

(۲) حضرت مولانا مفتی عطاء المصطفیٰ قادری استاذ و مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی پاکستان۔

(۳) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری صدرالمدرسین طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی

(۴) حضرت مولانا ابو یوسف محمد قادری ازہری استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو۔

(۵) ریاض المصطفیٰ قادری مرحوم

اولاد اناث:

(۱) محترمہ عالمہ کنیز عائشہ صاحبہ (زوجہ) مولانا شاہد رضا قادری مصباحی ادری، مئو۔

(۲) محترمہ عالمہ فاضلہ سعیدہ خاتون (زوجہ) مولانا شاہد رضا شمسی کریم الدین پور گھوسی، مئو۔

(۳) عزیزہ فاطمہ صاحبہ متعلمہ کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی مئو۔

(۴) محترمہ نور الصباح صاحبہ ہاوڑہ کلکتہ، بنگال۔

تربیت اولاد

ایک باپ پر اپنی اولاد کو تربیت حسنہ سے آراستہ کرنا، اسلامی رنگ سے رنگنا،

مذہبی درک وشعور بخشنا، صحیح ایمان وعقائد سے روشناس کرنا حق لازم ہے۔

اسلامی تربیت کیا ہے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ "**مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد**" میں نہایت اچھوتے پیرائے میں فرماتے ہیں:

"زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے آداب بتائے، قرآن مجید پڑھائے، استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کردے، اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے، بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید کرے، عقائد اسلام وسنت سکھائے، کہ لوح سادہ فطرت اسلامی کو قبول حق پر مخلوق ہے، اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا، حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیا وعلما کی محبت وتعظیم کی تعلیم کرے، کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ بقائے ایمان ہے، سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے علم دین، خصوصاً وضو غسل نماز وروزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت، لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے، جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۴۵۴ رسالہ مشعلۃ الارشاد)

حضرت محدث کبیر دام ظلہ نے خود جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ علم کی خوشبو سے مشک بار تھا جس خانوادے میں پرورش پائی وہ ان سے پہلے نو پشتوں سے علم دین کے انوار سے تاباں تھا، جس باپ کی شفقت میں تربیت پائی ہے وہ فقہ

ودانش کا آبشار، حقوق کا پاسدار تھا، جس کی آغوش میں پروان چڑھے وہ دینی آگہی کے ساتھ تربیت اولاد کے فن سے مکمل آگاہ وواقف تھی، جس معاشرہ اور سوسائٹی میں بچپن گزارا وہ نہایت پاکیزہ اور مثالی تھا، غرض پورا خانوادہ حسن تربیت کا گہوارہ تھا۔

اس لیے محدث کبیر نے بھی اسلامی طرز وطریق کے مطابق ہی اپنے بچوں کی تربیت فرمائی، انھیں دینی، مذہبی، مسلکی تہذیب سے آراستہ فرمایا، علم دین کی دولت سے بہرہ ور فرمانے کی سعی تمام فرمائی، اور الحمدللہ آپ اپنے مقصد خیر میں کامیاب ہوئے۔

آج آپ کی ساری موجودہ اولاد ذکور واناث دینی علم وآگہی سے پیراستہ ہیں۔

اولاد کے حق میں آپ کی تمنا

یہ حقیقت ہے کہ محدث کبیر کا خاندان پشتہا پشت سے علم اور علما کے وجود سے مالا مال ہے، مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ دینی علم محض اپنی کوشش، اپنی چاہت سے حاصل نہیں ہوتا ہے نہ کسی کو وراثۃً ملتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی لیے محدث کبیر اولاد کو دین کا عالم بنانے کی فکر اور ہر ممکن کوشش کے ساتھ رب قدیر عز اسمہ سے خصوصی دعائیں مانگتے رہے، بلکہ دور دراز بعض مقامات کا سفر کرکے اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور ان کے وسیلے سے دعا مانگی۔

چنانچہ ایک بار احمد آباد تشریف لے گئے اور حضرت شاہ قطب عالم علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے تو ان کے یہاں کا پتھر خاص اسی مقصد سے اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی ساری اولاد کو عالم وفاضل بنائے، اور دوسری بار زیادتی علم کی

دعا مانگی، جیسا کہ ۱۱ر جولائی ۲۰۰۸ء شب جمعہ کو صوفی مسجد شہر ڈربن میں عظمت اولیا کے موضوع پر تقریر کے دوران آپ نے خود بیان فرمایا، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے سنا، فرمایا کرتے تھے، کہ حضرت شاہ قطب عالم ایک رات نماز تہجد کے لیے اپنے حجرے سے نکلے ان کے حجرے سے مسجد پندرہ میٹر کے فاصلے پر تھی، رات تاریک تھی پاؤں میں ٹھوکر لگ گئی، آپ نے بے ساختہ کہا، لوہا ہے کہ لکڑ ہے، پتھر ہے کہ کنکر ہے؟ نہ جانے کیا ہے زبان سے جو جو نکلتا گیا وہ سب اس میں ہوتا گیا۔

محدث کبیر فرماتے ہیں کہ میں نے خود اس چیز کو دیکھا ہے لوگ کہتے تھے کہ جو اس پتھر کو ایک بار میں جس نیت سے اٹھا لے گا اللہ تعالیٰ اس کی وہ نیت پوری فرمادے گا، تو میں بھی وہاں گیا اور اسے اٹھاتے وقت یہ نیت کی کہ اللہ تعالیٰ میرے تمام بچوں کو عالم دین بنادے اس کے بعد ایک بار وہاں پھر گیا اور یہ نیت کی کہ ''میرے ایک بچے کو خوب زیادہ علم دین عطا فرما'' بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول ہوئیں اور آپ کی نگرانی میں پروان چڑھنے والی ہر اولاد دولت علم سے شادکام ہے سبھی اولاد ذکور ہندوستان کی عظیم عربی دینی درسگاہ صدرالشریعہ کی یادگار جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فارغ التحصیل ہیں، جب کہ اولاد اناث خود آپ کے قائم کردہ ادارہ نسواں کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی سے تعلیم یافتہ ہیں۔

سلسلۂ ذکر اولاد

(۱) حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری

ولادت: ۸ر مارچ ۱۹۶۲ء۔

مقام ولادت: کریم الدین پور گھوسی، مئو۔

حضرت مولانا علاء المصطفیٰ صاحب دام ظلہ محدث کبیر کے پہلے نور عین ہیں،

آپ اپنے والدین اور دادی جان علیہا الرحمہ کی خصوصی عنایت و التفات میں پروان چڑھے۔

تسمیہ خوانی: تاجدار مسند ارشاد، مجدد ابن مجدد، شیخ الاسلام، مفتی اعظم، علامہ شاہ آل رحمٰن ابوالبرکات مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی قدس سرہ نے اپنے مبارک زبان سے آپ کو تسمیہ خوانی کرائی۔

ابتدائی تعلیم: قاعدہ، ناظرۂ قرآن، اردو وغیرہ اپنی دادی جان علیہا الرحمہ سے پڑھا، اور جب اردو عربی اچھی طرح پڑھنے لگے، فارسی عربی پڑھنے کے قابل ہو گئے تو اپنے بڑے والد حکیم شمس الہدیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے نام سے قائم ادارہ شمس العلوم گھوسی میں داخلہ لیا اور وہاں ابتدائی عربی فارسی سے لے کر ہدایۃ النحو تک پڑھا۔

اعلیٰ تعلیم: معیاری تعلیم کے لیے آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کا رخ کیا، آپ کے والد گرامی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ اس وقت وہاں شیخ الحدیث تھے، ان کی نگرانی و ہدایت میں تعلیم مکمل کی، ۱۹۷۸ء میں درجۂ فضیلت سے فارغ ہوئے، اور سند فراغت سے سرفراز ہوئے، البتہ درمیان میں ایک سال کے لیے مدرسہ فیض العلوم جمشید پور تشریف لے گئے اور محقق عصر حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ کی تربیت میں رہے۔

اساتذۂ کرام: آپ کی تعلیم و تربیت، تثقیف، تہذیب میں جن جلیل القدر اساتذہ کا اہم رول رہا ہے ان کے اسمائے عالیہ حسب ذیل ہیں:

(۱) بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم شمس العلوم گھوسی، مئو، یوپی۔

(۲) محدث کبیر سلطان الاساتذہ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا جامعہ امجدیہ گھوسی، مئو۔

(۳) صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی صدر المدرسین

جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ۔

(۴) نصیر ملت پیر طریقت شیخ المعقولات حضرت علامہ نصیر الدین صاحب قبلہ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ۔

تدریس و خدمات: صاحب تذکرہ نے مدرسہ ضیاء الاسلام گوپال گنج بہار سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا، چھ ماہ وہاں رہے پھر مادھوسنگھ کے ارکان مدرسہ نے اپنے ادارے کے لیے آپ کو دعوت دی، آپ نے قبول کر لی اور چلے آئے، دو سال تک پوری محنت سے پڑھایا، بعدہ اپنے والد کے قائم کردہ ادارہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی مئو کی نگرانی اور ادارت کے لیے ایک بہترین منتظم اور مہتمم کی ضرورت پڑی تو محدث کبیر کے حکم پر ۱۹۸۴ء میں مذکورہ دونوں اداروں کے انتظام کا عہدہ قبول کرلیا اور تا حال نہایت جد و جہد، محنت و لگن سے ادارت فرمارہے ہیں، آپ کار ادارت میں بڑے چاق و چوبند واقع ہوئے ہیں۔

اسرار ادارت پر گہری نظر رکھتے ہیں، اس لیے متعدد اداروں کے لوگ امور ادارت میں آپ سے استفادہ کرتے ہیں، واضح رہے کہ آغاز میں مدرسین کی قلت کے سبب درجہ ثالثہ تک بعض کتاب پڑھاتے بھی تھے، میرا خیال ہے کہ ۲۰۰۲ء تک ادارت کے ساتھ تدریس بھی کرتے رہے، پھر امور ادارت کی وفرت کے سبب مصروف ہو گئے اب صرف انتظام وانصرام کے کام انجام دے رہے ہیں۔

اشاعتی خدمت: آپ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی کے بہترین منتظم ہونے کے ساتھ نہایت سرگرم اشاعتی ادارہ دائرۃ المعارف الامجدیہ کے ڈائرکٹر بھی ہیں، آپ کی کاوشوں سے اب تک اس ادارے سے متعدد مذہبی، مسلکی، درسی کتابیں طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

(۱) فتاویٰ امجدیہ اول۔

(۲) فتاویٰ امجدیہ دوم۔

(۳) فتاویٰ امجدیہ سوم۔

(۴) فتاویٰ امجدیہ چہارم۔

(۵) کشف الاستار شرح معانی الآثار اول۔

(۶) کشف الاستار شرح معانی الآثار دوم۔

(۷) خطبات محدث کبیر اول۔

(۸) خطبات محدث کبیر دوم۔

(۹) صدر الشریعہ حیات وخدمات۔

(۱۰) اسلامی اخلاق وآداب۔

(۱۱) فضائل ومسائل حج وعمرہ۔

(۱۲) تفہیم الفرائض۔

(۱۳) مشینی ذبیحہ کا شرعی حکم۔

(۱۴) معرکۂ حق وباطل (مناظرۂ بجرڈیہہ)

(۱۵) علم حدیث میں صدر الشریعہ کی تحقیقات۔

(۱۶) حیات محدث کبیر۔

علاوہ ازیں رسالہ سہ ماہی امجدیہ کئی سالوں سے پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، آمین۔

ازدواجی زندگی: پہلی بار ۴/ اگست ۱۹۸۵ء کو حکیم غلام مصطفیٰ مرحوم کی صاحبزادی کے ساتھ رشتۂ نکاح سے منسلک ہوئے مگر عرصہ بیس سال گزرنے کے باوجود کوئی اولاد نہ ہوئی ، اس لیے شعبان ۱۴۲۹ھ ستمبر ۲۰۰۸ء کو سیٹھ منیر کی صاحبزادی محترمہ مجید النساء صاحبہ کے ساتھ دوسری شادی کی ہے مولائے کریم انھیں اولاد نرینہ سے بہرہ ور فرمائے۔

بیعت وخلافت: صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کے توسط سے آپ کے خاندان کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے خاندان سے نہایت مستحکم رشتہ ہے، اسی لیے آپ اپنے خاندانی روایت کے مطابق شیخ شریعت پیر طریقت، عارف باللہ مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی شہزادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارادت کیش ہیں، اور دینی کارناموں، مذہبی خدمات، علمی وعملی استحکام کی بنیاد پر شیخ خانوادۂ رضویہ تاج الشریعہ، نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ العالی بریلی شریف کے ذریعہ ۲ر ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے شادکام ہیں فالحمد لله علیٰ ذالك، اس پر راقم سطور شاہد ہے بر سر اسٹیج حضور تاج الشریعہ نے بایں الفاظ خلافت کا اعلان فرمایا'' میں مولانا علاء المصطفیٰ صاحب کو بشرط علم وعمل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت دیتا ہوں''۔

شخصیت: وجیہ وبارعب، صحت مند، بلند اخلاق، مہمان نواز، راست باز، سعادت آثار، نیک سیرت، وفا شعار، عالم دین، عامل شرع۔

(۲) مولانا مفتی عطاء المصطفیٰ قادری

ولادت: آپ قادری منزل محلّہ بڑا گاؤں قصبہ گھوسی مئو میں پیدا ہوئے

تربیت: والدین کریمین اور جدہ مکرمہ کی شفقتوں میں پروان چڑھے،

تعلیمی ابتدا: درک وشعور کو پہنچے تو اپنی دادی جان حرم صدر الشریعہ علیہا الرحمہ سے اکتساب علم شروع کیا انہیں سے عربی اردو قاعدہ، ناظرۂ قرآن وغیرہ مکتبی کتب پڑھیں، پھر مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں داخلہ لیا اور ابتدائی عربی، فارسی پڑھی، بعدہ اپنے والد گرامی محدث کبیر کے سایہ میں رہ کر جامعہ اشرفیہ مبارک پور

میں عالمیت وفضیلت مکمل کیا اور سند فراغت سے شاد کام ہوئے۔

علمی لیاقت: منشی، مولوی، عالم، فاضل، قاری، مفتی۔

پاکستان کا سفر: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے آپ فارغ ہوگئے تو آپ کے بڑے والد رئیس المفسرین علامہ عبدالمصطفیٰ از ہری علیہ الرحمہ نے آپ کو پاکستان بلایا آپ وہاں پہنچے اس وقت علامہ از ہری کے ادارہ ''دارالعلوم امجدیہ'' کراچی کے لیے ایک عالم اور مفتی کی حاجت تھی آپ کو کمال علمی، استعداد فقہی کے باعث منصب افتا وتدریس پر فائز فرمادیا۔ الحمدللہ آپ دونوں کے اہل ثابت ہوئے اور آج تک بحسن وخوبی اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہیں ادارے کی نیک نامی میں چار چاند لگا رہے ہیں۔

تحریر وتصنیف: مولانا عطاء المصطفیٰ امجدی تدریس وافتا کے ساتھ تصنیف وترجمۂ کتب نگارش مضامین کا خاصا ذوق رکھتے ہیں، اب تک آپ کے متعدد مضامین وتصنیفات وترجمہائے کتب منظر عام پر آکر مقبول انام ہیں۔

(۱) ضیاء النحو۔

(۲) ضیائے اصول حدیث۔

(۳) کف ثوب کا مسئلہ (کپڑا موڑ کر نماز پڑھنے کا حکم)

(۴) ترجمہ مشکوۃ المصابیح۔

(۵) ترجمہ منہاج العابدین۔

آپ کا قلم بڑا برق رفتار ہے، ضیاء النحو ستر صفحات پر متجاوز ہے مگر آپ نے اس کو صرف دس دن میں مکمل کرلیا خود اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

> ''الحمدللہ علی احسانہ دس یوم میں یہ رسالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا یعنی ۲۸ اگست ۱۹۸۹ء کو شروع کیا اور ۷ ستمبر ۱۹۸۹ء کو اختتام پذیر ہوا''۔ (ضیاء النحو صفحہ ۱)

اسی کتاب پر رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ تقریظ و تاثر لکھتے ہوئے آپ کے علمی کمال اور فنی استعداد کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

"اس کتاب کے جواں سال مصنف، مولانا عطاء المصطفیٰ سلمہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں اس تعلق سے وہ بھی علوم امجدی کے صحیح وارث ہیں ابھی عنفوان شباب کی منزل سے گزر رہے ہیں، لیکن علمی استعداد قابل قدر ہے تحقیق و جستجو کا شوق اور خوب سے خوب تر بننے کی لگن ایک عظیم مستقبل کا پتہ دیتی ہے"۔ (ضیاء النحو ص ۵)

حاصل یہ کہ علمی پختگی فنی استحکام، تدریس و افتا، دعوت و تبلیغ، حفظ و اتقان، وسعت مطالعہ، استحضار مسائل، نشر مذہب، اشاعت مسلک وغیرہ اوصاف حمیدہ میں اپنے والد محدث کبیر دام ظلہ کے آئینہ ہیں۔

(۳) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری

آپ محدث کبیر دامت برکاتہم کے تیسرے صاحب زادے ہیں آپ عالم و فاضل ہونے کے ساتھ کہنہ مشق مفتی، مقبول انام تعویذ نویس نیز مصنف و خطیب ہیں۔

جائے ولادت: قادری منزل بڑا گاؤں گھوسی ضلع مئو

ابتدائی تعلیم: آپ کی دادی جان حرم صدر الشریعہ علیہا الرحمہ نے بسم اللہ خوانی کرائی پھر انہوں نے ہی آپ کو قاعدہ، سی پارے، ناظرہ قرآن، اردو وغیرہ مکتبی تعلیم سے آراستہ کیا۔

ابتدائی عربی فارسی: عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں مقامی ادارہ شمس العلوم گھوسی میں پڑھیں پھر وہیں درجہ مولوی یعنی درجہ رابعہ تک رہے۔

درجۂ عالمیت: مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد مئو میں حضرت مولانا مفتی عبد المنان

کلیمی کی سرپرستی میں درجۂ عالمیت کی تکمیل کی۔

درجہ فضیلت: فضیلت کی تحصیل کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ پہنچے اور اپنے والد بزرگوار محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کی شفقت وعنایت سے ۱۹۸۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

مشق افتا: درس نظامی کی تکمیل کے بعد نائب مفتی اعظم شارح بخاری، علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور علیہ الرحمہ سے ایک سال نہایت جاں فشانی کے ساتھ فتویٰ نویسی سیکھی۔

تدریس: مدرسہ فیض العلوم محمد آباد مئو سے آپ نے تدریسی خدمت کا آغاز کیا، وہاں ایک سال رہے، پھر شہرۂ آفاق ادارہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو میں مدرس مقرر ہوئے تین سال مسلسل تدریس کے ساتھ ادارے کو عروج بخشنے میں ہر ممکن کوشش صرف کی، بعدہ مادر علمی جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں آپ کی ضرورت ہوئی تو آپ وہاں نائب عالیہ کے مدرس اور باوقار مفتی کی حیثیت سے ۱۹۹۰ء سے ۱۵ ر مئی ۲۰۰۵ء تک خدمت دین انجام دیتے رہے، اس کے بعد طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو میں بحیثیت صدر المدرسین مقرر ہوئے اور تا حال اسی عہدے پر دین کے زریں عمل میں مصروف ہیں۔

تصنیف وتالیف: آپ ایک باذوق مصنف بھی ہیں متعدد کتابیں اب تک آپ کے قلم حقیقت رقم سے منصۂ شہود پہ آچکی ہیں۔

(۱) تعزیرات (ردوہابیہ میں بے مثال کتاب ہے)

(۲) تقلید کی شرعی حیثیت (اس میں مسئلۂ تقلید دلائل کے حوالوں سے واضح کیا گیا ہے)

(۳) غیر صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ ناجائز کیوں؟ (اس میں صحابہ کے ساتھ اولیا وصلحا کے لیے بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنے اور کہنے کا جواز ثابت کیا گیا ہے)

(۴) عہد نامہ کی شرعی حیثیت

(۵) مسلمانو! وہابیوں سے بچو (یہ وہابیوں دیوبندیوں کے غیر اسلامی افکار و عقائد پر مشتمل پوسٹر ہے)

تعویذ نویسی: یہ قوم کی خدمت کا بہت بڑا ذریعہ ہے آپ کو تعویذ نویسی کی اجازت اپنی دادی جان علیہا الرحمہ اور بڑے والد علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ، نیز اپنے والد محدث کبیر کے ذریعہ حاصل ہے، آپ کی تعویذات میں حیرت انگیز تاثیر ہے اسی لیے آپ کے پاس تعویذ چاہنے والوں کی بھیڑ رہتی ہے، آپ اس ذریعہ سے قوم کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا اچھا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

بیعت و خلافت: شیخ المشائخ عارف ربانی، مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت نور دیدۂ مفتی اعظم، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ بریلی شریف سے خلافت و اجازت کی دولت حاصل ہے۔ ۲ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ کو عرس امجدی کے موقع پر آپ اس نعمت عظمیٰ سے شاد کام ہوئے۔

ازدواجی زندگی: ۱۹۹۰ء میں آپ رشتۂ نکاح سے منسلک ہوئے اب تک اس سے چھ اولادیں ہیں ۴/ اولاد ذکور، ۲/ اناث۔

سب کے نام یہ ہیں:

(۱) ابو ہریرہ۔

(۲) ابو سعد۔

(۳) ابو حمزہ۔

(۴) ابو سعید۔

(۵) حنیفہ امجدی۔

(۶) سمیہ امجدی۔

اللہ عزوجل حضرت مولانا جمال مصطفیٰ صاحب قبلہ کو عمر خضر عطا فرمائے، اور ان کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے آمین حضرت مولانا ابو یوسف محمد ازہری اور دختر ان کے تفصیلی حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

سلسلہ بیعت وخلافت

بیعت وارادت:

بیعت کے معنی ہیں پورے طور سے بکنا۔ (الملفوظ کامل ص ۱۷۷ حصہ دوم)

اصطلاح میں اس کا معنی ہے، مرشد خاص یعنی کسی عالم سنی صحیح العقیدہ، صحیح الاعمال، جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا۔ (فتاوی افریقہ)

اس سے مقصود سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے سلسلے کا اتصال ہونا ہے، یہ حصول فیوض و برکات رفع درجات اور صلاح دنیا و عقبیٰ کا بہت بڑا ذریعہ ہے، قرآن کریم کی اس آیت سے اس کی مشروعیت پر روشنی پڑتی ہے:

"لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرة فعلم مافی قلوبهم فأنزل السکینة علیهم و أثابهم فتحاً قریباً" (سورہ فتح ۱۸)

اور اسلاف کرام واولیائے اسلام سے بیعت کا یہ سلسلہ بطور تواتر چلا آرہا ہے اس لیے اس کی افادیت ہر خاص وعام کے نزدیک مسلم ہے البتہ مرشد کے لیے چند شرطوں کا جامع ہونا اشد ضروری ہے ورنہ بیعت بے ثمر ہوگی۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بیعت اسی شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں، ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اولاً: سنی صحیح العقیدہ ہو۔

ثانیاً: کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی کی امداد کے اپنے ضروری مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

ثالثاً: اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو۔

رابعاً: فاسق معلن نہ ہو۔ (الملفوظ کامل حصہ دوم ص ۱۷۷)

اور مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کامل سے حسن عقیدت رکھے اور اس کے ساتھ نہایت مخلص ہو۔

اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں:

> ''کہ لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں، بیعت کے معنی نہیں جانتے۔ بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے، حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں، ان مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، اب دوسرے کو نہ دوں گا، حضرت خضر علیہ السلام غائب ہوئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے تو ان کو نکال لیا''۔
>
> (الملفوظ کامل ج ۲ ص ۱۷۸)

مرید اگر اس طرح اخلاص کامل اور عقیدت صادقہ سے سرشار ہو تو ضرور بالضرور اپنے سلسلۂ ارادت سے فیض پائے گا۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دربار پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا اور اگر اس کا شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ خالی نہ ہوگا، اور اگر بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معدن فیض و منبع انوار ہیں ان سے فیض آئے گا، سلسلہ صحیح متصل ہونا چاہیے، ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان

پر کھڑا کہہ رہا تھا، ایک روپیہ دے، وہ نہ دیتا تھا، فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ پوری دکان الٹ دوں گا، اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے، اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا، جن کے سب لوگ معتقد تھے، انھوں نے دکاندار سے فرمایا، جلد روپیہ اسے دے، ورنہ دکان الٹ جائے گی، لوگوں نے عرض کیا یہ بے شرع جاہل کیا کرسکتا ہے، فرمایا، میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی، معلوم ہوا کہ بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا، پھر اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انھیں اہل اللہ سے پایا، اور دیکھا کہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں، بات کیا تھی کہ شیخ کا دامن قوت سے پکڑے ہوئے تھا، ائمۂ دین فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر میں قیامت تک کے مریدین کے نام درج ہیں، جس قدر غلامی میں ہیں یا آنے والے ہیں، حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''رب عز وجل نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا کہ منتہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک کے مریدین کے نام تھے، اور مجھ سے فرمایا کہ "وهبتهم لك" میں نے یہ سب تمھیں بخش دیئے''۔ (الملفوظ کامل حصہ دوم ص ۲۰۰)

معلوم ہوا کہ جامع شرائط پیر سے ارادت اور صدق عقیدت حصول برکات اور عنایت وامداد کا وسیلہ ہے، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال سلسلہ کا بہت بڑا آلہ ہے، مخدوم گرامی ممتاز الفقہا استاذ العلما محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اسی مقصد جلیل سے شیخ الاسلام والمسلمین امام ربانی، شیخ لاثانی، شبیہ غوث جیلانی، عارف حقانی، شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی قدس سرہ (و ۱۲۹۳ھ م ۱۴۰۲ھ) کے مقدس نورانی ہاتھوں پر بیعت ہوئے، آپ اپنے پیر و شیخ پر اعتماد کامل رکھتے، مشکلات میں ان کی طرف لو لگاتے، حسن عقیدت سے سرشار ہیں، یہی وجہ ہے کہ

درس گاہ ہو یا تقریری اسٹیج، بزم ہو یا رزم، ہر جگہ ہر موقع پر پیر کامل کی یاد سے معمور ہوتے ہیں، اور جب ذکر کرتے ہیں تو یوں طرب ولگن سے جیسے ہر بن مو سے ادب واحترام کے پھول جھڑتے ہیں، مخلص ایسے کہ پیر کے وصال کے بعد کسی سے طالب بیعت ہوئے اور نہ اس کی ضرورت محسوس کی، لوگ زیادہ سے زیادہ مشائخ سے سلاسل کی اجازت وخلافت اکٹھا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، مگر محدث کبیر کو اپنے شیخ سے اجازت وخلافت کی دولت حاصل ہوگئی تو اس کو کافی جانا، کسی بھی اور شیخ سے اجازت نہ طلب کیا۔

اجازت وخلافت: مسند ارشاد پر جلوہ گر ہونے، سلسلہ کا شیخ ہونے، اہلیت خلافت کے لیے جہاں شرائط پیری کا جامع ہونا ناگزیر ہے، وہیں قلب مصفیٰ، فکر مجلیٰ کا حامل ہونا بھی لابدی ہے، جو طویل عرصہ تک عبادت وریاضت، تزکیہ باطن اور مجاہدۂ نفس سے ہاتھ آتا ہے، حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی، بحمدہ تعالیٰ ایسے باپ کے بیٹے ہیں، جو مشائخ ہدایت کے امام تھے، معرفت ربانی کے جلوں سے پرنور بھی، ایسی ماں کے فرزند دلبند ہیں، جن کی تربیت ظاہر وباطن کی خوشبو سے آج پورا خانوادۂ امجد مشک بار ہے، اس کا ہر فرد ہدایتوں کا آبشار بنا ہوا ہے، اور ایسے استاذ کے شاگرد ہیں، جو قیل وقال کی ہنگامہ خیزیاں قائم کرنے والے اسکالر تھے، صاحب دل وحال شیخ بھی جن کی فیض بخش تدریس نے ہزاروں درسگاہوں کے لیے تاجوران تدریس عطا فرمایا، تو نگاہ تربیت وتطہیر باطن نے بے شمار علم برداران رشد وعمل اور اصحاب معرفت تیار کر دیا ہے، گویا سعادت ازلی نے حضور محدث کبیر کی ایسی یاوری کی ہے کہ آپ بچپن سے ہی صفائے قلبی، جلائے باطنی سے بہرہ ور ہیں، انھیں ہا و ہو کے سوز وساز میں غرق آب ہونے کی ضرورت پڑی نہ مشاہدۂ نفس کی مشقت خیزی کی حاجت ہوئی، یہی وجہ ہے کہ ایک طرف آپ درس نظامی کی تکمیل فرماتے ہیں، ادھر آپ کے استاذ شیخ گرامی جلالۃ العلم حضور

حافظ ملت قدس سرہ آپ کو اپنے سلسلہ کی اجازت وخلافت عطا فرما دیتے ہیں۔
مفتی محمود اختر قادری دام ظلہ رقمطراز ہیں:

''درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ حضور محدث کبیر کو لے کر اپنے شفیق استاذ ومربی، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور وہیں سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی، پھر ایک ولی نے ولی کی بارگاہ میں عرض کی حضور آپ نے مجھے جو کچھ عطا فرمایا تھا میں نے وہ سب آپ کے لخت جگر مولوی ضیاء المصطفیٰ کے حوالے کیا''۔ (سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۴)

''اور جامعہ اشرفیہ کے اندر تدریسی عہد میں خود آپ کے مرشد وشیخ بھی اجازت و خلافت کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حافظ ملت نے آپ (محدث کبیر) کو یاد فرمایا، شیخ کا حکم ہوا، آداب حاضری بجالائے، ارشاد فرمایا، آپ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ میں نے بھیجا ہے، چنانچہ آپ قبلہ مفتی اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، مجھے حافظ ملت نے بھیجا ہے، حضور مفتی اعظم قبلہ اندر تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے، فوراً آپ کو سند خلافت واجازت عطا فرمائی، خاص طور پر دعائے سیفی شریف اور تمام اوراد وظائف بلا شرط اجازت عنایت کی''۔ (سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء ص ۲۵)

اس کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ آپ کا قلب وجگر مزکی ومصفی ہی تھا، جبھی عارف کامل قطب ربانی نے ریاضت ومجاہدہ کی ضرورت محسوس نہ کی اور نہ کوئی شرط ہی متعین

فرمائی، (ایضاً) معلوم ہوا کہ حضرت محدث کبیر اپنے استاذ و شیخ کے نزدیک حق آشنا وحق شناس مرشد وہادی منزل کے منصب جلیل پر رونق افروزی کے اہل تھے اور اپنے مرشد و پیر کامل کی نگاہ جوہر شناس میں بھی، اسی لیے آپ کو دعائے سیفی کی اجازت بلاشرط عطا فرمائی، جو شاید ہی کسی کو اس طرح ملتی ہو یقیناً۔

ع................ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

اس طرح حضرت محدث کبیر عنفوان شباب ہی سے شیخ شریعت ہیں، شیخ طریقت بھی، البتہ آپ نے پیری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا، لیکن جب کوئی آپ ہی سے مرید ہونے پر مصر ہو جاتا ہے تو اس کی خواہش کے احترام میں مرید کر لیتے ہیں، ورنہ آپ حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ العالی سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے ہیں۔

۱۲ر فروری ۲۰۰۸ء بروز اتوار شہر ڈربن کے این، ایم، جے، ہال کے اندر خطاب کے وقت فرمایا کہ استاذ گرامی حضور حافظ ملت قدس سرہ والد ماجد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی زندگی میں فرمایا کرتے مرید ہونے کے لیے حضور صدر الشریعہ کی ذات کو غنیمت جانو، ان کے بعد فرماتے رہے، اب شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم کی ذات بابرکات کو غنیمت جانو اور میں کہتا ہوں کہ عصر حاضر میں حضرت تاج الشریعہ کو غنیمت جانو، جس کو بیعت ہونا ہو ان کے ہاتھوں پر بیعت ہو جائے، غور فرمائیں کہ حضرت محدث کبیر خود صاحب کمال شیخ طریقت ہونے کے باوجود حضرت تاج الشریعہ سے رشتۂ ارادت جوڑنے کی تحریض وترغیب فرماتے ہیں، پیر خانہ سے یہ آپ کی سچی عقیدت ومحبت کا آئینہ دار ہے ساتھ ہی حضرت تاج الشریعہ سے آپ کے تعلق خاطر کا واضح عکاس بھی، اس معاملے میں آپ ہو بہو اپنے والد ماجد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پیرو ہیں، وہ بھی تاحیات لوگوں کو اعلیٰ حضرت اور ان کے خانوادے سے جوڑنے کی سعی فراواں کرتے رہے۔

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی لکھتے ہیں:

"(صدرالشریعہ علیہ الرحمہ) امام احمد رضا کے وصال کے بعد خانوادۂ رضویہ کی عظمت وتقدس کے دفاع، پیرزادوں کے حلقۂ وسلسلہ کو دراز کرنے میں جی توڑ کوششیں کی ہیں، اور کامیابی حاصل کی ہیں، بریلی شریف اور گھوسی کا تعلق آج بھی اسی طرح استوار ہے جس طرح رضا اور صدرالشریعہ کا تعلق تھا"۔ (صدرالشریعہ نمبر ص ۲۸۲)

گویا حضرت محدث کبیر اپنے والد صدرالشریعہ کے مکمل آئینۂ فضل وکمال ہیں، سچ ہے "الابن سر لأبیہ" (بیٹا اپنے باپ کا پرتو ہوتا ہے)

بحیثیت مرشد برحق: مرشد لاثانی، شبیہ غوث اعظم جیلانی، شہزادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری، اور استاذ العلما جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ عبدالعزیز کی عنایت سے محدث کبیر سلسلہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، نوریہ، امجدیہ، عزیزیہ کے ماذون ومجاز شیخ ہیں۔ (جیسا کہ گزرا) ارباب طلب صادق کو مذکورہ سلاسل میں مرید فرماتے ہیں، مریدین کے اعمال ظاہری وباطنی کی اصلاح فرماتے، فرائض وواجبات، سنن ومستحبات کی ادائیگی کی تاکید، حرام وگناہ مثلاً گالی گلوج، چغلی وغیبت، ظلم وجبر، چوری وبدکاری وغیرہ سے بچنے کا حکم فرماتے ہیں، اس معاملے میں کسی کی کوئی رو رعایت نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدین پر رنگ عمل غالب نظر آتا ہے، چونکہ آپ عالمی شخصیت ہیں، متعدد ممالک میں ہر سال دورہ فرماتے ہیں، ان میں آپ کے معتقدین، مخلصین، محبین، مریدین موجود ہیں، اس لیے مریدین کی قلت تعداد کے باوجود کئی ہزار ہیں۔

ایک بار راقم السطور نے حضرت والا سے استفسار کیا کہ حضور والا کے مریدوں کی تعداد کیا ہے؟ جواباً فرمایا، مریدوں کی تعداد معلوم نہیں ہے، البتہ ہزاروں ہیں، آپ کے مریدین درج ذیل ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، ہندوستان، پاکستان، امریکہ، دبئ، لندن، انگلینڈ، برطانیہ، ساؤتھ افریقہ، موزمبیق، سوازی لینڈ، ملاوی، زمبابوے، موریشش وغیرہ۔

آپ کے خلفا: محدث کبیر تقسیم خلافت کے معاملے میں بہت محتاط ہیں، صرف اسی کو خلافت عطا فرماتے ہیں جس کو علمی، عملی لیاقت وصلاحیت ربانی خوف وخشیت، تقویٰ وطہارت میں کامل واکمل پاتے ہیں، اسی لیے اسلامی دنیا کی عظیم ترین شخصیت ہونے اور متعدد ممالک میں تلامذہ کی عظیم تعداد موجود ہوتے ہوئے۔

آپ کے خلفا کی فہرست بہت طویل نہیں میری معلومات کے مطابق درج ذیل حضرات آپ کی خلافت سے بہرہ ور ہیں:

(۱) حضرت مولانا سید ضیاء الحق صاحب۔

(۲) حضرت مولانا عبدالحمید پامرڈر بن ساؤتھ افریقہ۔

(۳) عزیز ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب، سربراہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔

(۴) حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین صاحب علیمی جامعہ علیمیہ جمداشاہی بستی۔

(۵) حضرت مولانا بشیر القادری علیہ الرحمہ جھارکھنڈ۔

(۶) حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب گونڈوی گجرات۔

(۷) حضرت مولانا مفتی عالمگیر رضوی دارالعلوم اسحاقیہ راجستھان۔

(۸) حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔

(۹) حضرت مولانا مفتی عطاء المصطفیٰ قادری استاذ دارالعلوم امجدیہ پاکستان۔

(۱۰) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری صدر المدرسین جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو۔

(۱۱) حضرت مولانا ابو یوسف محمد قادری استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو۔

سلسلہ فضل وکمالات

عشق رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

دیوانگی عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنالے

ارض وسماں، یہ سفل وعلا، برگ وشجر، یہ شمس وقمر، بحر وبر، یہ خشک وتر، عرش و کرسی، یہ لوح وقلم، جنت ودوزخ، یہ صراط وکوثر، مکان ومکیں، یہ سکون وحرکت، دنیا وعقبیٰ، یہ جن وانساں، گلاب وگلشن، یہ زیب وزینت، یہ جوش وتیور، یہ صحرا و جنگل سب کے سب محبوب رب العالمین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین علی التحیۃ والتسلیم کے جلوۂ وجود کے صدقے بلکہ ان کی محبت میں نظارۂ عالم ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ ع

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

ایسی جان جہاں ذات عرش جاہ سے عشق وعقیدت، الفت ومحبت کرنا، احسان شناسی کے ساتھ اہم فریضہ ہے، حدیث صحیح ہے سرکار فرماتے ہیں:

"لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین". (مسلم ومشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: "کامل ایمان والا کوئی اسی وقت ہوسکتا ہے جب میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کی اولاد، اور سارے ہی لوگوں سے زیادہ پیارا ہو جاؤں"۔

گویا محبت رسول کمال ایمان بلکہ جوہر ایمان وجان ایمان ہے، یہ اصل فلاح وصلاح سرمایۂ آخرت ہے یہ دولت اسی کے ہاتھ آتی ہے جس کے ساتھ رب قدیر عزاسمہ ارادۂ خیر فرماتا ہے، پھر وارفتگی وشیفتگی کی مقدار عشق کا کمال حاصل ہوتا ہے، اور عاشق صادق اس قدر لذت آشنا ہوتا ہے کہ اس کے اضافہ کے لیے دست بدعا ہوکر کہتا ہے۔ ع

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

کس طرح وہ عشق رسالت کے نقطۂ انتہا پر فائز ہو جاتا ہے، اور اس کا انگ

انگ انگ خود وارفتگی کا آبشار ہو کر گویا ہوتا ہے۔ ع

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

عصر حاضر کے عبقری فقیہ وداعی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ العالی کو عشق رسول کے حوالے سے دیکھا جائے تو آپ عشق صادق کی منزل اعلیٰ پر فائز نظر آتے ہیں۔

آپ عشق وعرفان کی وجدانی کیفیتوں سے سرشار ہیں، درد ہجر، شوق وصال کی دولت سے بہرہ ور ہیں، آپ کے سینے میں عشق ووارفتگی کا لاوا سلگ رہا ہے، سوز دروں سے قلب وجگر کباب ہیں مگر اس راز اندروں پر شکیب وتحمل کا ایسا پہرا بٹھا رکھا ہے کہ بہ آسانی ہر کوئی اس سے واقف نہیں ہوسکتا۔ ع

اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیاموز ۔۔۔ کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیان در طلبش بے خبر آنند ۔۔۔ کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

سرشاری عشق مصطفیٰ پر آپ کی زندگی کے اوراق شاہد ہیں۔

اول: سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، ہر حال ہر موڑ پر آپ ذکر سرکار میں منہمک ہیں، زبان مدح وستائش سے تر ہے، انگ انگ عظمت نبی کا علم بلند کرنے میں مصروف ہے، سچ ہے "من احب شیئا اکثر ذکرہ" جو جس سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

اسی طرح درس حدیث ہو یا درس قرآن، درس فقہ ہو یا درس تفسیر، وعظ و نصیحت ہو یا تبلیغ ودعوت، ارشاد وبیعت ہو یا تلقین حق، رزم و بزم ہو یا خلوت و جلوت ہر وقت ہر طرح ذکر سرکار کر رہے ہیں، گویا ذکر سرکار ہی آپ کے لیے سکون وقرار اور زندگی کا انیس ہے۔

دوم عمل بالشرع: آپ کی زندگی سنت وشریعت کا آئینہ ہے، آپ شرع کے احکام،

خدا ورسول کے فرمودات کے عامل ہیں، فرائض وواجبات کے ساتھ سنن ومستحبات، نوافل ومندوبات کی ادائیگی میں بھی نہایت چاق وچوبند ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ اتباع سنت وشریعت، عشق رسول کی فرع ہے، جو جس قدر عشق رسالت سے سرشار ہوتا ہے اسی قدر اتباع شریعت کی لذتوں سے آشنا ہوتا ہے، الفت رسول ہی کا کرشمہ ہے کہ آپ بے ضرورت شرعیہ اپنی تصویر کھنچوانا ویڈیو اور مووی بنوانا، یوں ہی لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھانا، ثبوت ہلال کے لیے ٹیلی فون، فیکس، ٹی وی، ریڈیو وغیرہ کا استعمال کرنا بدمذہبوں سے اختلاط ومداہنت اختیار کرنا کسی طرح گوارا نہیں فرماتے، نہ اس سلسلے میں کوئی نرم گوشہ رکھتے ہیں، اسی طرح علم وعمل کی دنیا میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سوم: تقریر وتدریس، ارشاد وتبلیغ کے ذریعہ عشق رسول وحب سرکار کے جام سے ارباب ایمان کو مست ومتوالا بنا رہے ہیں، درسگاہ ومحافل میں طلبہ وعوام کو بادۂ حب نبی سے سرشار ہونے کی دعوت ترغیب فرماتے ہیں۔

چہارم: آپ کے عشق رسالت واولیا کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ ہر سال عرس امجدی کے پہلے دن یعنی یکم ذی قعدہ کو آپ کے زیر انتظام مشاعرۂ نعت ومنقبت ہوتا ہے۔ آپ کے برادر اصغر حضرت مولانا فداء المصطفیٰ قادری مصرع طرح مقرر فرماتے ہیں، جو غالباً اعلیٰ حضرت یا مفتی اعظم یا استاذ زمن کے کلام سے ہوتا ہے، اس پر خصوصاً گھوسی کے کہنہ مشق شعرا طبع آزمائی کر کے نعت ومنقبت کے اشعار تیار کرتے اور شریک محفل ہوتے ہیں، محدث کبیر زینت محفل ہو کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں، سب کے ساتھ نہایت شفقت وعنایت کا مظاہرہ فرماتے، پروگرام کا سارا خرچ آپ خود اٹھاتے ہیں۔

عرس کے موقع پر مشاغل کے ہجوم ہوتے ہوئے محفل مشاعرہ ونعت کی دھوم رچانا، اس کا اہتمام کرنا عشق مصطفیٰ واولیا کی جلوہ سامانی ہی ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی موجودگی میں جب بھی نعت شریف پڑھی جاتی ہے تو

آپ نہایت مؤدب، وقار و تمکنت کے ساتھ خاموش بیٹھتے اور اکثر آنکھیں پرنم رہتی ہیں، خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا یا حضور مفتی اعظم واستاذ زمن علیہم الرحمہ یا حسان عصر تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا خاں ازہری کا وجد آفریں کلام پڑھا جاتا ہے، تو آپ کے دل کی دنیا غیر ہوتی ہے، آپ کے اوپر کیف و وجد طاری ہوجاتا ہے، آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوجاتی ہیں۔

کسی نے خوب کہا ہے۔ ع

لاکھ برس گئی گھٹا سوز دروں نہ کم ہوا
آگ سی ہے لگی ہوئی دیدۂ اشک بار میں

کسی نے اور کہا۔ ع

بھڑک جاتی ہے جب یہ آگ تو بجھنے نہیں پاتی
چراغ عشق جل جاتا ہے تو مدھم نہیں ہوتا

اور اس بات کا راقم عینی شاہد ہے کہ بخاری شریف جلد دوم کتاب المغازی پڑھاتے وقت جب صحابۂ کرام کی ستم رسیدگی اور مظلومیت کے واقعات بیان فرماتے ہیں اور ان پر ظلم و جور کے توڑے جانے والے پہاڑوں کا تذکرہ فرماتے ہیں تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ پڑتی ہیں، اشک کے قطرات سینے پر ٹپکتے رہتے ہیں۔

غرض یہ کہ آپ عشاق مصطفیٰ میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں، آج اسی سرشاری عشق کی سرفرازی ملی ہے کہ آپ فلک پیما، عبقری، ہمہ جہت، عالمی شخصیت سے متعارف و معروف ہیں درج ذیل شعر آپ کی حرز جاں ہے۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
وہ آگ لگائی ہے جو آگ بجھا دے گی

پنجم: محبت و عشق کا تقاضہ ہے کہ محبوب کے دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی رکھی جائے، آپ دشمنان مصطفیٰ مثلاً وہابیوں، دیوبندیوں، نیچریوں، صلح

کلیوں، غیر مقلدوں، رافضیوں، ندویوں وغیرہم سے سخت نفرت وعداوت رکھتے ہیں، کھلے عام ان کارد بلیغ فرماتے ان سے مناظرہ کرتے ان کی سازشوں، دسیسہ کاریوں، فریب کاریوں کو طشت از بام کرتے اور مسلمانوں کو ان کے دھوکوں سے بچانے کی سعی میں لگے رہتے ہیں، آپ کا یہ عمل یقیناً حب رسالت ہی کے نتیجے میں ہے۔

علمی جلالت: محدث کبیر علوم وآگہی، فکر وشعور کے بحر بے کراں ہیں اصول ہو یا فروع، معقولات ہوں یا منقولات، دینی درسیات ہوں یا دنیاوی معلومات سب میں کامل واکمل ہیں، راقم سطور کے علم کے مطابق حضرت ممدوح قبلہ درج ذیل فنون میں دستگاہ رکھتے ہیں:

(۱) علم قرآن (۲) علم تفسیر (۳) اصول تفسیر (۴) فن حدیث (۵) اصول حدیث (۶) اسمائے رجال (۷) جرح وتعدیل (۸) علم فقہ (۹) اصول فقہ (۱۰) علم کلام (۱۱) علم منطق (۱۲) علم فلسفہ (۱۳) علم نحو (۱۴) علم صرف (۱۵) علم بلاغت (۱۶) علم معانی (۱۷) علم بیان وبدیع (۱۸) علم لغت (۱۹) علم عروض (۲۰) علم ہیئت (۲۱) علم توقیت (۲۲) علم فرائض (۲۳) فن تجوید وقراءت (۲۴) علم سیر (۲۵) علم سلوک (۲۶) علم تصوف (۲۷) علم اخلاق (۲۸) علم مناظرہ (۲۹) علم حساب (۳۰) تاریخ (۳۱) ادب (۳۲) علم افتا (۳۳) علم عقائد (۳۴) علم الرد (۳۵) علم رسم قرآنی (۳۶) علم سیاست (۳۷) علم طب وحکمت (۳۸) علم قضا (۳۹) فن خطابت (۴۰) سمت قبلہ کی تخریج۔

ان کی علمی تقریروں، فقہی مجلسوں، تحقیقی تحریروں، مجلسی گفتگو اور تدریس سے ہر ایک پر ثبوت فراہم کیا جاسکتا ہے۔

محدث کبیر کے تبحر وکمال، علمی جاہ وجلال ہی کی وجہ سے ارباب اہل سنت، خواص ہوں یا عوام سبھی علامہ اور محدث کبیر کے لقب سے اس طرح پکارتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ دونوں کلمے علمی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، آج آپ کی جلالت علمی

سکۂ رائج الوقت کی طرح مسلم ہے، اکابر ہوں یا اصاغر، معاصر و موافق ہوں یا معاند و مخالف سبھی آپ کی عظمت علم کے معترف ہیں، چند تحریری شواہد ملاحظہ ہوں۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضرت موصوف علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بھی حدیث وفقہ میں اپنے عظیم المرتبت باپ کی قابل فخر یادگار ہیں، سند کے ساتھ صحیحین کی سیکڑوں حدیثیں انھیں از بر یاد ہیں، اس وقت اپنے معاصرین میں علمی تبحر وقوت حافظہ، نکتہ رسی، علم وفن کی جامعیت درس و تدریس اور خطابت ومناظرہ میں وہ اپنا ہمسر نہیں رکھتے ہیں''۔ (ضیاء النجوص ۴)

علامہ یٰسین اختر مصباحی فرماتے ہیں:

''محدث کبیر کا علم واستحضار علم میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پورے ہندوپاک کے اندر نہایت ممتاز و نہایت نمایاں ہے''۔(سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۵ء)

مولانا افتخار احمد قادری لکھتے ہیں:

''محدث کبیر عظیم نکتہ آفریں، محدث کبیر تجربہ کار ناقد، رجال حدیث کی تعدیل وجرح کے ماہر، علوم قرآن وحدیث میں پختہ کار اور راسخ ہیں، فقہ حنفی کے عظیم فقیہ، جزئیات و اصول کے حافظ ہیں''۔

(ترجمہ از عربی سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا نومبر ۲۰۰۴ء)

علامہ نور الحسن نوری صدر المدرسین جامعہ تبلیغیہ رسول آباد فرماتے ہیں:

''محدث کبیر علم وفضل کے روشن ستارہ ہیں، علوم وفنون پر محدث کبیر کامل دسترس رکھتے ہیں''۔(محررہ ۲۶؍ربیع النور ۱۴۲۶ھ)

علامہ مسیح احمد مصباحی فرماتے ہیں:

''بلا شبہ آپ علوم شرعیہ کے جامع خصوصاً علم حدیث میں مرتبۂ کمال پر فائز ہیں، تفقہ فی الدین میں اپنے والد گرامی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے مظہر اتم ہیں، عصر حاضر کے علما آپ کے تبحر علمی کے معترف ہیں''۔ (محررہ ۱۱ر شعبان ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدر القادری ہالینڈ فرماتے ہیں:

''محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی عصر حاضر میں حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حافظ ملت کے علمی اور روحانی سچے جانشین ہیں، اور ان کے علم وفضل کا مقابل اس دور میں ڈھونڈ نکالنا دشوار ہے''۔

(محررہ ۹ر شعبان ۱۴۲۹ھ)

علامہ ڈاکٹر عاصم اعظمی فرماتے ہیں:

''ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ الحاج ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی دور حاضر کے بلند پایہ متبحر عالم، بالغ نظر فقیہ، مایہ ناز محدث، بے دار مغز دانشور، نکتہ سنج خطیب فخر روزگار مدرس ومناظر ہیں''۔ (محررہ تأثر)

علامہ عبد المبین نعمانی فرماتے ہیں:

''میں نے علامہ کو درس گاہ میں بھی دیکھا ہے اور مناظرہ گاہ میں بھی اور جلسہ گاہ میں تو لوگ دیکھتے ہی رہتے ہیں، سچ پوچھئے تو حضرت علامہ ہر میدان کے شہسوار ہیں، اہل علم، حدیث میں آپ کی مہارت وکمال کے معترف ہیں تو اہل فقہ وفتویٰ آپ کے تفقہ فی الدین کے قائل ہیں''۔ (محررہ تأثر)

نیز ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں ایک بار موصوف ہی نے راقم سطور کے سامنے فرمایا، میری نظر میں اس وقت چند ہی لوگ علامہ کہلانے کے لائق ہیں، مثلاً علامہ ارشد القادری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، رئیس التحریر علامہ یٰسین اختر مصباحی۔

علامہ رضوان احمد شریفی فرماتے ہیں:

''محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی مروجہ تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ، بالخصوص علم حدیث میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ اور محدث کبیر جیسے خطابات کے یقیناً مستحق ہیں، آپ کی علمی جلالت ہر ایک کے نزدیک مسلم ہے، ماوشما کا کیا شمار؟ اکابر نے آپ کی علمی لیاقت کی تعریف کی ہے''۔ (محررہ تاثر)

علامہ مفتی عبد العزیز حنفی دام ظلہ پاکستان فرماتے ہیں:

''میں ناچیز ہیچ مداں ان کی ذات گرامی کے علمی مقام کا احاطہ نہیں کر سکتا، ان کی ذات ان کی علمی شخصیت کہیں بلند وبالا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس دور میں ان کے پایہ کا کوئی عالم نہیں ہے''۔ (محررہ تاثر)

یہ چند تحریریں یہاں پیش ہوئیں، ان کے علاوہ علما کے تاثرات کے باب میں ان کی علمی حیثیت پر شہادتیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں، مزید یہ کہ آپ کے ہزاروں ہزار وہ تلامذہ جو آج پوری دنیا میں اپنے علم وفضل، استعداد وصلاحیت کا سکہ جمائے علمی انوار وبرکات تقسیم کر رہے ہیں، وہ خود آپ کے تبحر وجلال علم پر روشن ثبوت ہیں، سردست چند فنون میں آپ کی مہارت کے شواہد بھی ملاحظہ ہوں:

تعریف اشیا اور لغت میں رسوخ: لغت واصطلاح کے اعتبار سے اشیا کی

تعریفات مختلف ہوا کرتی ہیں الگ الگ فنون کے اعتبار سے بھی شئی کی تعریف جداگانہ ہوتی ہے ان وجوہ کے اعتبار سے تعریفات اشیا مستحضر رکھنا بہت بڑا کمال ہے محدث کبیر کی ذات گرامی اس لحاظ سے بھی قابل فخر ورشک ہے فنون واصطلاح اور لغات کے لحاظ سے الفاظ کے جملہ معانی مختلفہ ان کے پیش نگاہ ہوتے ہیں۔

مولانا صدرالوریٰ مصباحی فرماتے ہیں:

''حاشیہ نگاری کے وقت میں استفادہ کی غرض سے اپنا پوراوقت صرف کرتا ہوں کبھی کبھی بعض حدودفقہیہ میں حضرت کسی چیز کی تعریف بولتے ہیں مگر قصور نظر کی وجہ سے مجھے اطمینان نہیں ہوتا لیکن جب میں کتابیں اٹھا کر دیکھتا ہوں تو بعینہ وہی تعریف ملتی ہے جو حضرت نے فی البدیہہ لکھوائی ہے۔

ایک بار کا واقعہ ہے لفظ ''نجاسة'' ایک حدیث میں آیا نجاست کی تعریف کی ضرورت پڑی، حضرت نے فرمایا: لکھواس کی تعریف ''مایستقذر شرعاً'' مگر میرا دل مطمئن نہیں ہوا، میں نے سوچا کہ استقذار کے لیے نجاست لازم نہیں ہے، پھر میں نے ''الاشباہ والنظائر'' کے آخر میں علامہ زین بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کا اکتالیسواں رسالہ (حدودفقہیہ کے بیان میں ہے) دیکھا تو اس میں بھی مجھے نجاست کی وہی تعریف ملی جو حضرت نے فرمائی تھی، صاحب اشباہ رقمطراز ہیں:

"النجاسة لغة مااستقذرته واصطلاحاًمستقذرة شرعاً".

(الرسالۃ الحاوی والاربعون اشباہ ص۱۱۹)

اس وقت میں دنگ رہ گیا، فیصلہ نہ کرسکا کہ یہ حضرت کی وسعت نظر ہے یا تواردذہنی''۔(سہ ماہی امجدیہ اپریل تاجون ۲۰۰۴ء)

اس کے علاوہ محدث کبیر کی شرح ترمذی میں تشریح الفاظ ولغات دیکھی جائے تو آپ کی مہارت لغات وتعریف الفاظ کا عقدہ کھلتا ہوا نظر آتا ہے۔

اصول حدیث پر وسعت نظر: ایک محدث کے کمال علمی سے یہ بھی ہے کہ

اصول حدیث اور اصطلاحات حدیث سے بخوبی واقف ہو، حضرت محدث کبیر نہ صرف واقف و آگاہ ہیں بلکہ احادیث کی اصطلاحات اور ان کے احکام کے حافظ ہیں، اس پر وہ لوگ شہود عدل ہیں جنھوں نے ان سے درس حدیث لیا ہے، دوران درس حضرت ممدوح آنے والی تمام اصطلاحات حدیث کی شافی ووافی تعریف وحکم ذکر فرماتے ہیں، اسکے علاوہ اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رمضان ۱۴۲۸ھ کو ڈربن ساؤتھ افریقہ کے اندر حضرت تشریف فرما تھے، زیارت کے لیے علما کی ایک جماعت حاضر تھی، مختلف علمی موضوعات پر حضرت والا افادہ فرمارہے تھے، اسی اثنا میں راقم سطور نے عرض کی کہ حضور ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ حدیث منکر بالکل غیر قابل اعتبار ہے، حضور والا ارشاد فرمائیں کہ حدیث منکر کیا ہے؟ اور اس کا شریعت میں اعتبار ہے یا نہیں؟ آپ نے برجستہ فرمایا کہ منکر حدیث ضعیف کی ایک قسم ہے، فضائل میں یقیناً اس کا اعتبار ہے، نخبۃ الفکر سمیت متعدد حوالوں کی روشنی میں حدیث منکر کے تعلق سے سیر حاصل تفصیل فرمائی۔ (افسوس کہ بیان ریکارڈ نہ کیا جاسکا)

اس وقت حاضر اہل علم حضرت کی علمی پختگی پر عش عش کر رہے تھے اور حیرت سے چہرۂ زیبا تک رہے تھے۔

اس کے چند ماہ بعد حل استفتا کے دوران مشہور محدث وامام حضرت امام احمد بن حنبل کا قول اور علامہ جلال الدین سیوطی کا ایک تائیدی استدلال نظر نواز ہوا جس سے راقم کا دل باغ باغ ہو گیا ملاحظہ ہو۔ حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی منانے کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے حدیث منکر کا قابل اعتبار ہونا یوں واضح فرماتے ہیں:

"وفی حدیث أنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عق عن نفسه بعد ماجاء ته النبوة قال الامام احمد هٰذا منکر ای حدیث منکر والحدیث المنکر من اقسام الضعیف لا انه باطل کما قد یتوهم

والحافظ السيوطی لم يتعرض لذٰلك وجعله اصلالعمل المولد قال لان العقيقة لاتعاد مرة ثانية فيحمل ذٰلك علىٰ ان هٰذا الذی فعله النبی صلی الله علیه وسلم اظهاراً للشکر علیٰ ایجاد الله تعالیٰ اياه رحمة للعٰلمين وتشرعاً لامته كما كان يصلی علیٰ نفسه لذٰلك قال فيستحب لنا اظهاراً لشكر بمولد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هٰذا كلامه". (سیرت حلبیه مصری ج۱/ص ۹٤)

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد نبوت یعنی چالیس سال کی عمر کے بعد اپنا عقیقہ کیا، یعنی بہ نیت عقیقہ جانور ذبح کیا، امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یہ منکر حدیث ہے، اور منکر حدیث ضعیف حدیث کی قسموں میں سے ہے، نہ یہ کہ وہ باطل ہے، جیسا کہ وہم کیا گیا ہے، اور علامہ جلال الدین سیوطی اس کے درپے نہ ہوئے اور انھوں نے اس حدیث کو عمل میلاد شریف کے لیے اصل ٹھہرایا فرماتے ہیں: "کیوں کہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا تو اسے اس بات پر حمل کیا جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عقیقہ کو اپنے رحمۃ اللعالمین ہوکر تشریف لانے کے اظہار شکریہ کے لیے اور امت کے لیے راہ دینی ظاہر کرنے کے لیے کیا، جیسا کہ اسی غرض سے خود اپنے اوپر درود بھیجا پس ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کے شکریہ کا ظاہر کرنا مستحب قرار پایا" یہ علامہ سیوطی کا قول ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ اجملیہ ج۳/۵۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث منکر کو باطل یا غیر قابل اعتبار سمجھنا سخت نادانی اور اصطلاحات حدیث کے احکام سے ناواقفیت ہے یہی ارباب حدیث کا موقف ہے اور محدث کبیر جمہور محدثین کے مؤید ہیں۔

حدیث واصول فقہ میں تطبیق: ایک بار راقم سطور نے عرض کی، حضور بہار شریعت حصہ چہارم کے اندر بحوالہ درمختار اور دیگر متعدد کتب فقہ میں لکھا ہوا ہے کہ

جمعہ کے دن ناخون جمعہ کے بعد ترشوانا افضل ہے، جبکہ بہار شریعت حصہ ۱۶ر میں اس کے خلاف ایک حدیث ضعیف نقل کی گئی ہے، صدرالشریعہ لکھتے ہیں:

"ایک حدیث ضعیف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے مونچھیں کترواتے اور ناخون ترشواتے"۔

(بہار شریعت حصہ ۱۶ر ص ۱۹۵)

تو آخر کیا وجہ ہے کہ جمعہ کے بعد ناخون ترشوانا مستحب و افضل ہے؟ کیا مذکورہ حدیث ضعیف کے مقابل کوئی حدیث صحیح موجود ہے؟۔

محدث کبیر نے فرمایا کہ:

"نماز جمعہ کے بعد ناخون ترشوانے کا حکم اس لیے ہے کہ نماز میں جسم کے جملہ اعضا و جوارح شامل ہوتے ہیں اور حدیث مذکور کے مقابل کوئی حدیث صحیح تو موجود نہیں ہے، لیکن اس کے مدمقابل مجتہد کا قول موجود ہے اور قول مجتہد حجت ہے اور جب تک حدیث صحیح موجود نہ ہو مجتہد کا قول معتبر و معتمد ہوگا"۔

یہ جواب محدث کبیر کے تبحر فی الحدیث ہونے کے ساتھ اصول فقہ کے ماہر ہونے کی دلیل ہے۔

محدثانہ عظمت ورفعت: ممتاز الفقہا محدث کبیر دامت فیوضھم العالیہ ایک عالمی اسکالر ہیں، ان کو مصدر فیض و حکمت، سرچشمۂ علم و برکت، تاجدار ولایت، حضور حافظ ملت اور رئیس العلم والعمل، نازش فقہ و درایت، حضرت علامہ عبدالرؤف قدس سرہما سے خصوصی طور پر اکتساب علم کا موقع ملا، پھر تو نہایت جاں فشانی، دماغ سوزی، محنت ولگن سے پڑھا اور دونوں بزرگوں نے صاحب تذکرہ پر الطاف وعنایت کی خوب بارش فرمائی جس میں نہا کر آپ ہر فن میں یکتا ہر علم میں کامل و ماہر ہوگئے، اور

چوں کہ حضور حافظ ملت کا خاص میدان علم حدیث تھا اس کی شمیم جاں فزا سے بے شمار فرزندان اسلام کی مشام جاں کو معطر فرمایا، سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا والہ وشیدا بنایا، ان گنت عشق وعقیدت کے اشجار ثمر دار لگائے۔ ان سے کب ممکن تھا کہ فن حدیث کے میدان میں اپنا کوئی پرتو کامل اور عکس جمیل نہ چھوڑتے؟

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ حضور حافظ ملت قدس سرہ نے اپنے بعض بے شمار خوشہ چینوں میں سے محدث کبیر ہی کو فن حدیث میں نیابت مطلقہ سے نوازا، اور کیوں نہ ہو کہ ان کے والد جلیل صدر الشریعہ قدس سرہ نے اپنے بعد حضور حافظ ملت کو اس فن میں اپنا نائب بنایا، حدیث کی اجازت وسند سے بہرہ ور فرمایا، تو حافظ ملت نے استاذ کی احسان شناسی میں مخدوم زادہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ کو اس امانت عظیمہ کا امین بنایا، انھیں اجازت حدیث اور سند دے کر ایک معتبر ومستند محدث سے تعارف کرایا اور بار بار یہ کہہ کر ان کی شخصیت کو اجاگر فرمایا:

"میں نے جو کچھ حضور صدر الشریعہ سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفیٰ کو دیدیا"۔ (حیات حافظ ملت ص ۱۶۵)

اس کا نتیجہ ہے کہ آج محدث کبیر فن حدیث میں مہارت کے حوالے سے محدث کبیر، ممتاز المحدثین، اور امیر المؤمنین فی الحدیث کہلاتے ہیں، نصف صدی سے متجاوز عرصہ ہو گیا، فن حدیث کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، ان کی مہارت حدیث اور خدمت حدیث کی برکات دیکھ کر پورا عالم سنیت کہہ رہا ہے کہ عصر حاضر میں حضور حافظ ملت قدس سرہ کے سچے علمی جانشین محدث کبیر ہی ہیں۔

فن حدیث میں محدث کبیر کے شیوخ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کو خاتم اکابر حضرت شاہ آل رسول میاں مارہروی، شیخ احمد زین دحلان مکی، شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ مکی، شیخ حسین بن صالح جمال اللیل، شیخ ابوالحسین نوری مارہروی اور خاتم المحققین شیخ محمد نقی علی خاں (والد گرامی) علیہ الرحمۃ

والرضوان سے احادیث کریمہ فنون وعلوم کی سندیں حاصل تھیں، انھوں نے جمیع سلاسل کی اجازت اپنے شہزادۂ گرامی خلف اصغر مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی کو عطا فرمائی، اور انھوں نے محدث کبیر کو اس نعمت سے سرفراز فرمایا۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام سلاسل کی اجازت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو دی اور صدر الشریعہ نے اپنے عزیز شاگرد حضور حافظ ملت قدس سرہ کو ان کی اجازت مرحمت فرمائی، پھر حافظ ملت نے اپنے منظور نظر فرزند روحانی محدث کبیر دام فیوضہ کو اس دولت گراں مایہ کا امین بنایا۔

اس طرح محدث کبیر کو دو جلیل الشان شیوخ ۔ (۱) حضور مفتی اعظم (۲) حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے حرمین شریفین، دہلی، خیر آباد، فرنگی محل، مارہرہ مطہرہ اور بریلی، بلگرام کی برکات وحسنات حاصل ہوئیں۔

سند حدیث: امام المحدثین سیدنا شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ سے حافظ ملت علیہ الرحمہ تک مشائخ حدیث کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بشر فربری رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابو الحسن عبد الرحمٰن بن مظفر داؤدی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابو الوقت عبد الاول بن عیسی بن شعیب سنجری ہروی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ سراج حسین بن مبارک زبیدی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابو العباس احمد بن ابی طالب الحجار رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابراہیم بن احمد التنوخی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ احمد زکریا بن محمد ابو یحییٰ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ شمس الدین محمد بن محمد الرملی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ احمد بن عبد القدوس ابو المواہب اشناوی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ احمد قشاشی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابراہیم کردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ۔

(اعلیٰ حضرت)

شیخ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(صدر الشریعہ)

شیخ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

(مفتی اعظم)

شیخ مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ

(حافظ ملت)

شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(محدث کبیر)

شیخ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہم

دیگر اسانید حدیث:

۱ شیخ ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی
۲ شیخ محمد سندی
۳ شیخ عثمان دمیاطی
۴ شیخ جمال الدین بن عبد اللہ مفتی مکہ
۵ شیخ عابد سندی مدنی
۶ شیخ علی حسین مرادآبادی
۷ شیخ خلیل الرحمٰن محمد آبادی
۸ شیخ سید احمد زین دحلان
۹ شیخ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ السراج مکی
۱۰ شیخ حسین بن صالح جمال اللیل

۱۱ شیخ ابوالحسین احمد نوری ۱۲ شیخ رضا علی خاں بریلوی

۱۳ شیخ محمد نقی علی خاں بریلوی ۱۴ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۱۵ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ۱۶ سید آل رسول مارہروی

(اعلیٰ حضرت)

شیخ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(صدر الشریعہ) (مفتی اعظم)

شیخ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ شیخ مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ

(حافظ ملت)

شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(محدث کبیر)

شیخ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہم

اس سند میں حضرت محدث کبیر سے امام بخاری تک حضور مفتی اعظم کے واسطے صرف تیرہ واسطے ہیں، جبکہ حضور حافظ ملت کی طرف سے صرف چودہ واسطے ہیں۔

حدیث مسلسل بالاولیت کی ایک عالی سند: اس میں حضور پرنور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانی تک مذکورہ بالا مشائخ عظام ہیں، اس کے بعد سند یوں ہے:

(۱) شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری۔

(۲) شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی۔

(۳) شیخ محمد بن عبد العزیز۔

(۴) شیخ احمد بن محمد الدمیاطی المعروف ابن عبد الغنی۔

(۵) شیخ مولانا احمد حسن الصوفی مرادآبادی۔

(۶) شیخ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی۔

(اعلیٰ حضرت)

شیخ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(صدر الشریعہ)

شیخ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

(مفتی اعظم)

شیخ مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ

(حافظ ملت)

شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(محدث کبیر)

شیخ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہم

حدیث مسلسل بالاولیت کی دوسری سند:

حضور انور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت ابو قابوس مولیٰ عبد اللہ بن عمر بن عاص۔

حضرت سفیان بن عمر بن دینار۔

حضرت سفیان بن عیینہ۔

حضرت عبد الرحمٰن بن بشر بن الحکم۔

حضرت ابو حامد احمد بن محمد یحییٰ بن بلال البز ار۔

حضرت ابو طاہر محمد بن محمد محمش الزیادی۔

حضرت ابو صالح احمد بن عبد الملک المؤ ذن۔

حضرت ابو سعید اسماعیل بن ابو صالح احمد بن عبد الما لک نیشاپوری۔

حضرت حافظ ابو فرح عبد الرحمٰن بن علی الجوزی۔

حضرت ابو فرح عبد اللطیف بن عبد المنعم الحرانی۔

حضرت ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراہیم الکبری المیدومی۔

حضرت شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد القدمیری۔

حضرت شیخ زین الدین عبد الرحیم بن ابو الحسین العراقی۔
حضرت الفضل عبد الرحیم بن حسین العراقی۔
حضرت شیخ ابو الفتح محمد بن ابو بکر بن حسین المراغی۔
حضرت شیخ الشہاب ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی۔
حضرت الشیخ سید ابراہیم الت ازلی۔
حضرت شیخ شمس الدین سخاوی القاہری۔
حضرت شیخ احمد مجی ابو ہرانی۔
حضرت شیخ وجیہ الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم علوی۔
حضرت شیخ سعید بن محمد المقر ی۔
حضرت شیخ محمد بن املح الیمنی۔
حضرت شیخ سید ابراہیم الجزاری المعروف بہ قدورہ۔
حضرت شیخ عبد الوہاب بن فتح اللہ بروحی۔
حضرت شیخ یحییٰ بن محمد شادی۔
یکے از فقرائے سید عبد الوہاب ابو المتقی۔
حضرت شیخ عبد اللہ بن سالم العصری۔
حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔
حضرت شیخ سید محمد عمر۔
حضرت شیخ ابو الرضا بن اسماعیل دہلوی (نواسۂ شیخ محقق)
حضرت شیخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔
حضرت شیخ سید مبارک فخر الدین بلگرامی۔
حضرت شیخ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔
حضرت شیخ سید طفیل احمد اترولوی۔

حضرت شیخ سید آل رسول احمد مارہروی۔
حضرت شیخ سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی۔
حضرت شیخ سید آل رسول احمد اچھے میاں مارہروی۔
حضرت شیخ سید آل رسول احمد مارہروی۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(اعلیٰ حضرت)

شیخ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(صدرالشریعہ)

شیخ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

(مفتی اعظم)

شیخ مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ

(حافظ ملت)

شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(محدث کبیر)

شیخ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہم

برکات سلاسل کی اشاعت: سلاسل مذکورہ کی اجازت سے بہرہ ور ہونے کے وقت سے لے کر محدث کبیر ان کی برکات عام کر رہے ہیں، ابتک ہزار ہا ہزار علما وفقہا اور محدثین کو ان سلاسل کی اجازت عطا فرما کر ان کے فیوض و برکات کی خوشبو پھیلا رہے ہیں، آپ تلامذہ و طالبین کو درج ذیل الفاظ میں حدیث کی اجازت وسند سے نوازتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سند الاجازۃ للحدیث النبوی الشریف

الحمد للہ الواحد الفرد العزیز علی تواتر نعمہ وتسلسل آلائہ واتصال رحمتہ والصلاۃ والسلام علی الصادق المصدوق

المرسل الى كافة الامم الدافع كل معضل مبهم المحفوظ اسمه المشهور وصفه المرفوع ذكره شاهداً ومبشراً ونذيراً سيدنا وسندنا محمد وعلى آله وصحبه العدول الثقات الذين ضبطوا الآثار والسنن فى الصدور وازالواعن متن الشريعة كل شذوذ واضطراب فاحرزوا صحيح المآل وحسن المآب اما بعد ! فان الأخ........................بن ....

من أهل ...قد سألنى الاجازة لعلم الحديث النبوى الشريف فقد اجزته بجميع مروياتى ومسموعاتى لا سيما بجامع البخارى كما اجازنى شيخى حافظ الملةالشيخ عبدالعزيز المحدث المرادآبادى عن صدرالشريعة بدرالطريقة الحكيم شيخ ابى العلاء محمد امجد على اعظمى عن الشيخ المجدد الامام احمد رضا واجازنى الشيخ مصطفىٰ رضا خان الشهير بالمفتى الاعظم فى الهند عن الشيخ المجدد الامام احمد رضا خان (١) عن ابيه وشيخه مولانا نقى على عن ابيه مولانا رضا على عن الشيخ خليل الرحمٰن الرامفورى عن الشيخ محمد أعلم سنديلوى عن الملا بحر العلوم الشيخ عبدالعلى اللكنوى عن ابيه ملا نظام الدين ح ثم عن الشيخ الامام احمد رضا عن شيخه السيد آل الرسول الاحمدى عن الشاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى ح ثم عن الشيخ الامام احمد رضا عن الشيخ السيد احمد بن زين دحلان رحمهم الله تعالىٰ رحمة واسعة (٢) وأوصيه بتقوى الله عز وجل فى السر والاعلان وان يعتصم بالكتاب والسنة فى كل حال و ان يتمسك بما عليه أهل السنة والجماعة ويعض عليه بالنواجذ

ويجتنب أهل الكفر والشرك والزيغ والضلال حيث كان وان لا ينسانى فى دعوته والله الموفق وبه الاعتصام وعليه التكلان .

العبد المفتقر الى رحمة ربه ضياء المصطفى القادرى

مؤسس الجامعةالامجدية الرضوية، غوسى، مئو (الهند)

مفاہیم احادیث کا استحضار: ارباب دانش بخوبی واقف ہیں کہ بعض احادیث کے متعدد معانی ومطالب ہوتے ہیں، اور بعض احادیث کے مفاہیم ظاہری وباطنی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں، ان سب کا احاطہ بہت بڑا کمال ہے، حضرت محدث کبیر دام ظلہ کو احادیث پر ایسا عبور حاصل ہے کہ حدیث کے جملہ محتملات ومفاہیم آپ کے پیش نگاہ رہتے ہیں، اس کا اندازہ اس وقت خوب ہوتا ہے جب آپ اپنی درس گاہ میں جلوہ افروز ہوکر محدثانہ شان کے ساتھ درس حدیث دے رہے ہوتے ہیں، یا منصب خطابت پر جلوہ آرا ہوکر احادیث کی تشریح سے قلب وایمان کو جلا بخش رہے ہوتے ہیں۔

درج ذیل واقعہ سے بھی مذکورہ دعوے پر روشنی پڑتی ہے:

وہ یہ ہے کہ اگست ۲۰۰۶ء شعبان ۱۴۲۷ھ میں محدث کبیر دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ کے سالانہ جلسہ میں بغرض خطابت تشریف فرما ہوئے، جلسہ کی دوسری شب کو جب آپ اسٹیج پر پہنچے تو مولانا افتخار احمد صاحب قادری استاذ دار العلوم قادریہ غریب نواز نے اپنی تصنیف ”حیات الانبیا“ پیش کی اور اس پر اظہار تأثر کی گزارش کی، محدث کبیر نے اپنی تقریر کے آغاز میں حیات الانبیا کے حوالے سے چند اہم گوشے نہایت دل کش اسلوب میں بیان فرمایا، پھر کتاب مذکورہ کی درج ذیل حدیث سنائی:

”عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ما من احد يسلم على الارد الله روحی حتی

ردعلیه السلام"(اخرجه احمد ج۲/ص۲۲۷/و ابو داؤد فی المناسك ج۱/ ص۹۶)

بعدہ ترجمہ کر کے تشریح شروع کی تو فرمایا، الفاظ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جب بھی کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوسلام کرتا ہے تو اللہ ان کی روح واپس فرماتا ہے اور وہ سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔

اور علی العموم یہی سمجھا جاتا ہے "رد الله روحی "کا ظاہری معنیٰ بھی یہی ہے، مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توجہ سلام کرنے والوں کی طرف کر دیتا ہے، اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں، وجہ یہ ہے کہ پورے عالم اسلام سے ہر وقت کوئی نہ کوئی امتی سرکار عالم پناہ کوسلام بھیجتا ہی رہتا ہے، تو ہر وقت اور ہر لمحہ وآن روح مصطفیٰ کو واپس کرنے کا کوئی حاصل نہ ہوگا، اور کلام کرنے والے کی طرف توجہ پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی برزخی حیات کے اندر معائنۂ ملکوتی احوال ومشاہدۂ رب ذوالجلال میں منہمک رہتے ہیں، تو سلام کرنے والوں کی طرف ان کی توجہ نہیں ہو پاتی۔

یہ معنی خیز ایمان افروز تشریح سن کر علما کی روحیں مسرت سے جھوم اٹھیں، ان کے چہرے خوشیوں سے تمتما اٹھے اور آپ کی علمی عظمت، حدیثی معرفت پر داد وآفریں دینے لگے۔

حدیث پر وارد اشکال کا انوکھا جواب: رمضان ۱۴۲۷ھ میں حضرت محدث کبیر ڈربن ساؤتھ افریقہ جلوہ بار تھے، آپ کے سامنے درج ذیل حدیث پڑھی گئی:

" عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه قال اذا اشتد الحر فابردوا بالصلاة فان شدة الحر من فیح جهنم واشتكت النار الی ربها فقالت یا رب أكل بعضی بعضاً فاذن لها

بنفسین نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف وھو اشد ماتجدون من الحرواشد ماتجدون من الزمھریر".(صحیح بخاری ۱/ص ۷۷/باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحروج۱/ص۴۶۲/باب صفۃ النار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی شدید ہوجائے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو، اس لیے کہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے جہنم نے رب قدیر عزاسمہ کی بارگاہ میں شکایت کی، کہ اے میرے رب میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھالیا ہے، تو اللہ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت مرحمت فرمائی، ایک سانس ٹھنڈی میں اور ایک گرمی میں، پھر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس حدیث کی تشریح میں علما فرماتے ہیں کہ جہنم سال میں دو سانس لیتا ہے ایک طرف سے سانس کھینچتا ہے اور دوسری طرف سے پھینکتا ہے، جس طرف کھینچتا ہے ادھر ٹھنڈک ہوجاتی ہے، اور جدھر نکالتا ہے ادھر گرمی ہوجاتی ہے۔

اس کی روشنی میں روئے زمین کے ایک طرف ٹھنڈی اور دوسری طرف گرمی ہونی چاہئے، جبکہ ایک وقت میں ایک ہی ملک میں مختلف موسم ہوتے ہیں یعنی ایک ہی ملک کے بعض علاقوں میں شدت کی ٹھنڈی ہوتی ہے تو دوسرے کچھ علاقوں میں گرمی شدت کی ہوتی ہے، تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے؟

محدث کبیر دام ظلہ نے جواباً فرمایا کہ حدیث بالا پر یہ اعتراض اس وقت پڑتا جب یہ ثابت ہوتا کہ جہنم کو سانس لینے کا صرف ایک مقام ہے یوں ہی سانس باہر نکالنے کا ایک ہی مقام ہے، مگر یہ کہیں ثابت نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس کے سانس کھینچنے اور باہر کرنے کے متعدد مقام اور منہ ہیں، تو ایک وقت جن جن مقامات اور اطراف سے سانس کھینچتا ہے، ادھر ادھر ٹھنڈک اور جن جن اطراف کو سانس پھینکتا ہے ان اطراف میں گرمی ہوجاتی ہے۔

احادیث پر وسعت نظر: کیرلا ہندوستان کا ایک ترقی یافتہ صوبہ ہے، اس میں مسلمانوں کی غالب اکثریت شافعی المسلک ہے، ان کا ایک نہایت عظیم الشان مشہور دینی تعلیمی ادارہ بھی ہے جس کا نام "مرکز الثقافة السنية" کالیکٹ ہے پورے صوبے میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔

ایک بار محدث کبیر دام ظلہ ادارۂ مذکورہ میں وارد ہوئے، گرمی کا موسم تھا، پہنچتے ہی آپ نے غسل کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، ایک شافعی طالب علم آپ کی خدمت میں لگ گیا اور غسل خانہ تک پہنچایا مگر وہاں پہنچتے ہی ایک حدیث اپنے مسلک کی پڑھی۔

"ماترك رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم القنوت بعد الركوع حتی مات" اور اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث نص صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے اور سرکار کا یہ آخری عمل تھا، جب کہ احناف رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کے قائل ہیں، لہٰذا ان کا یہ عمل اور موقف حدیث کے خلاف ہے۔

حضرت محدث کبیر نے اولاً ٹالتے ہوئے فرمایا کہ ہر مجتہد کا اپنا ایک مستدل ہے، ہم مقلد ہیں، ہمیں اس اختلاف میں نہیں پڑنا چاہئے، اس پر اس طالب علم نے سمجھا کہ محدث کبیر کے پاس جواب نہیں ہے، اس لیے اس نے اصرار شروع کر دیا، آپ نے تھوڑی دیر توقف فرمایا تو وہ مسکرانے لگا، آپ نے فرمایا، میں بخاری شریف سے تمہاری حدیث کے خلاف حدیث سنا دوں؟ اس نے کہا، ہاں سنائیے، آپ نے فوراً حضرت عاصم بن احول کی درج ذیل حدیث رباعی پڑھ دی:

"عن عاصم الاحول قال: سألت أنس بن مالك عن القنوت فقال: قد كان القنوت قلت: قبل الركوع اوبعده، قال: قبله قال: فان فلاناً (محمد بن سيرين) أخبرني عنك انك قلت: بعد الركوع فقال كذب انما قنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

بغدالرکوع شهراً اراه کان بعث قوماً يقال لهم القراء زهاء سبعين رجلا الی قوم من المشرکين دون اولٰئك وکان بينهم وبين رسول الله صلی الله عليه وسلم عهد فقنت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم شهرا يدعوعليهم". (بخاری ۱/۱۳۶/ باب القنوت قبل الرکوع" وج ا/ص ۴۴۹ روج ۲/ص ۵۸۸)

حدیث سن کر طالب علم ششدر رہ گیا پھر تحصیل یقین کے لیے پوچھنے لگا کہ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے؟

محدث کبیر نے فرمایا: ہاں یہ حدیث بخاری میں موجود ہے اور متعدد مقامات پر ہے اپنے اساتذہ سے نکلوا کر دیکھ لینا اور اگر بخاری شریف لے آؤ تو ابھی دکھائے دیتا ہوں، وہ حواس باختہ ہو کر خاموش ہو گیا اور شرم سے ایسا پانی پانی ہوا کہ دوبارہ اعتراض کی جرأت نہ کر سکا اور فداکارانہ خدمت کرتا رہا۔

یہ واقعہ محدث کبیر کی حدیث دانی کے ساتھ ان کی جلالت علمی، وسعت نظری، استحضار تام پر دلیل ہے، اس کے علاوہ آپ کے تحمل پر بھی ثبوت فراہم کرتا ہے۔

دینی جرأت اور استحضار مسائل: محدث کبیر دامت برکاتہ قوی حافظہ کے مالک ہیں، شرعی مسائل واحکام، جزئیات واصطلاحات ہمہ وقت ان کے پیش نگاہ ہیں۔

مسلکی حمایت، مذہبی حمیت ان کے رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے، جرأت دینی سے بہرہ ور ہیں، بلکہ اس معاملے میں کبھی کسی سے مرعوب ہوتے ہیں نہ کسی کی رعایت کرتے ہیں، آپ کی جرأت دینی کے جلوے آئے دن نظر آتے رہتے ہیں، یہاں چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

☆ حضرت مولانا افتخار احمد قادری لکھتے ہیں:

''ایک بار ۲۸ر رمضان کو عید کے چاند کی رویت ہو گئی، گھوسی کے علما کے مابین قضا کے مسئلہ میں مباحثہ شروع ہوا کہ

ایک دن کی قضا واجب ہوگی یا دو دن کی، تو علامہ ضیاء المصطفیٰ
صاحب نے شرعی اصولوں سے ثابت کیا کہ اس حال میں
دو دن کی قضا واجب ہوگی، اس لیے کہ شریعت کا قاعدہ ہے کہ
عبادات میں احوط پر عمل کیا جائے، اور فتاویٰ ہندیہ سے خود
شب عید میں واضح صریح مسئلہ نکال کر دکھا دیا کہ دو دن کی
قضا لازم ہے، یہ دلیل ہے کہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری ایک
عظیم فقیہ، نکتہ رس، صاحب نظر روشن فکر ہیں''۔

(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر ۲۰۰۴ء ص ۳۸ ر ترجمہ از عربی)

☆ ایک بار گھوسی میں فاسق کی گواہی پر ہلال رمضان کے ثبوت کا اعلان کر دیا گیا، محدث کبیر نے شہادت لینے اور اعلان کرانے والے کے پاس ایک عالم کو بھیج کر استفسار کرایا کہ ہلال رمضان کے لیے کم از کم ایک عادل یا مستور الحال کی خبر چاہیے، آج آپ نے جو اعلان کرایا اس کے لیے آپ کے پاس عادل یا مستور الحال کی خبر پہنچی ہے؟ اعلان کرانے والے صاحب نے کہا کہ فاسق کی خبر پر میں نے اعلان کرایا ہے، میں قاضی ہوں، قاضی اگر فاسق کی خبر قبول کر لے تو صرف گنہگار ہوگا مگر اعلان کرا سکتا ہے، محدث کبیر کے فرستادہ عالم دین نے فوراً سوال کر دیا کہ جب آپ نے فاسق کی خبر قبول کر لی تو کیا آپ گنہگار نہ ہوئے؟ اس پر انہیں احساس ہوا اور اپنا اعلان واپس لیا۔

غور فرمائیں اگر محدث کبیر بر محل استفسار نہ کرتے تو صحیح مسئلہ پر عمل نہ ہو پاتا۔
یہ محدث کبیر کی مردانہ بے باکانہ کوشش پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے۔

☆ جامع مسجد محلہ کریم الدین پور گھوسی کی تعمیر مکمل ہوگئی تو مصلیان و ارکان مسجد کا فیصلہ ہوا کہ محراب اور اگلی دیوار میں نقش و نگار والے ٹائلس لگائے جائیں، جمعہ کے دن مسجد کے اندر ہی اس مقصد کے لیے چندہ کا اعلان ہوا، نمایاں اشخاص

سے نام بہ نام چندہ طلب کیا گیا، محدث کبیر بھی نماز جمعہ کے لیے حاضر تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ محراب اور اگلی دیوار کی تزئین کے لیے چندہ ہو رہا ہے، آپ کتنا دیں گے، محدث کبیر نے فرمایا: اس کے لیے میں کچھ نہیں دوں گا ہاں مسجد کے اور کسی کام کے لیے آپ لوگ جتنا کہیں دے دوں گا، لوگ حیران ہو کر پوچھنے لگے کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ مسجد کی اگلی دیوار یا محراب میں ایسا نقش و نگار بنوانا یا ایسی چیز لگانا جس سے نمازی کا دل بٹے ممنوع ہے۔

محدث کبیر کے بیان نے عوام تو عوام ان علما کو بھی فکر و تأمل میں ڈال دیا، جو آگے بڑھ کر خود چندہ کر رہے تھے، اور سب کو اعتراف کرنا پڑا کہ محدث کبیر مسائل شرعیہ کے ایسے حافظ ہیں کہ ہمہ وقت جزئیات فقہ ان کے پیش نظر رہتے ہیں۔

☆ مولانا افتخار احمد قادری گھوسوی کا بیان ہے کہ محدث کبیر کے عالم شباب کی بات ہے، آپ جمعہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں تشریف فرما تھے خطیب صاحب نے تقریر کے دوران مسئلہ بیان کیا کہ نماز میں لباس کا ٹخنے سے نیچے ہونا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں جو نماز پڑھی جائے گی مکروہ تحریمی ہو گی، جس کا اعادہ واجب وضروری ہے۔

محدث کبیر خطیب سے ایک صف پیچھے تھے جوں ہی غلط مسئلہ سنا آپ کی جرأت دینی و ایمانی کو مصلحت و مداہنت گوارا نہ ہو سکی فوراً آپ کھڑے ہوئے اور تصحیح فرماتے ہوئے فرمایا کہ مسئلہ یہ نہیں ہے، بلکہ اس حال میں نماز صرف مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، اعادہ کی حاجت نہیں، پھر فتاوی رضویہ کا حوالہ بھی پیش کیا، مسجد میں موجود بعض دیگر علما نے آپ کی زوردار تائید بھی کی اور اقدام جرأت پر تحسین و آفریں کی۔

اس کے علاوہ آپ کی تقاریر، مناظرے، مقدمات کے فیصلے سب آپ کی جرأت دینی کے مظہر و آئینہ ہیں۔

قوت حافظہ اور دولت استحضار: ذہانت و فطانت ، ذکاوت واستحضاری

قوت جلائی فکر و اتقان خداداد نعمت ہے۔

رب قدیر عز اسمہ جس سے جس قدر ارادۂ خیر فرماتا ہے، اسی اعتبار سے اسے اس ارادہ سے شادکام فرماتا ہے، حضرت محدث کبیر کو منعم حقیقی کی فیاض بارگاہ سے اس نعمت کا حصۂ فراواں عطا ہوا ہے، آپ حیرت وآگیں قوت حافظہ کے مالک ہیں، اس کا اعتراف متعدد بزرگوں کو تھا اور عصر حاضر کے جملہ ارباب فکر و دانش کو بھی ہے، آپ نے چھ سال کی عمر میں پارۂ عم کی سورۂ فیل پڑھتے وقت اپنے والد صدر الشریعہ سے درج ذیل سوالات کیے تھے۔

(۱) ابابیل، کیا یہی ہیں جنھیں ہم دیکھتے ہیں؟

(۲) کیا یہ انھیں ابابیل کا واقعہ ہے، جنھوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا تھا؟

(۳) سجیل کا مطلب کیا ہے؟

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ان سوالات پر آپ کی روشن ذہنی ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا تھا، میرا یہ بچہ انشاء اللہ بہت بڑا عالم ہوگا۔

آپ کے خصوصی استاذ و مربی حضور حافظ ملت آپ کی زیادہ تر درسی کتابیں اپنے پاس رکھتے بلکہ امور عامہ تنہا آپ کو پڑھاتے ہوئے نہایت مسرور ہوتے، علامہ سید عبد الحق اعظمی رحمہ اللہ نے ایک بار حضور حافظ ملت سے پوچھا، بابو کیا پڑھتا ہے؟ اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا، انھیں (علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری) تنہا امور عامہ پڑھانے میں اتنی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ سو طلبہ بھی ہوتے تو وہ خوشی نہ ہوتی، وجہ یہی ہے کہ آپ کی طلب صادق، محنت ولگن کے ساتھ سلامت فکری، ذکاوت خاطری حضور حافظ ملت قدس سرہ کے یہاں مسلم و عیاں تھی۔

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد گورداسپوری قدس سرہ آپ کی ذہانت و فطانت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ضیغم اہل سنت حضرت علامہ حسن علی میلسی پاکستان فرماتے ہیں:

''حضور محدث اعظم پاکستان علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو خطوط صدرالشریعہ کے نام لکھا کرتے تھے، ان کی کاپیاں مجھے مفتی شریف الحق امجدی سے ملی ہے، ان میں حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا ضیاء المصطفیٰ ، مولانا فداء المصطفیٰ، رضاء المصطفیٰ (بابومیاں)، مولانا عبد المصطفیٰ کو بہت سلام اور پیار لکھا کرتے تھے، کئی بار مولانا ضیاء المصطفیٰ کی ذہانت کو سراہا، عزیزم ضیاء المصطفیٰ صاحب بہت ذہین ہیں''۔ (تاثر محررہ ۷/اگست ۲۰۰۸ء بروز جمعرات)

اس کے بعد علامہ میلسی دام ظلہ فرماتے ہیں:

''حالاں کہ محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان (علامہ ضیاء المصطفیٰ) کو ۱۹۴۸ء سے پہلے ایام نوعمری ہی میں دیکھا ہوگا تو یہ ایام طفولیت کی بات تھی''۔

اپنے بڑے ماموں حضرت فیض العارفین علامہ غلام آسی صاحب علیہ الرحمہ سے ''منیۃ المصلی'' کے صرف پانچ صفحات مع اجرائے قواعد، نحو وصرف پڑھا، آپ کو نحو وصرف کے جملہ قواعد مستحضر ہو گئے، آپ خود فرماتے ہیں:

''اس کے بعد مجھے کسی سے نحو وصرف کے قواعد پوچھنے نہ پڑے''۔ (انٹرویو محدث کبیر ۱۱/جولائی شب جمعہ ۲۰۰۸ء)

بلاشبہہ یہ آپ کی خداداد ذہانت کا کمال ہے، ورنہ تاحیات نحو وصرف کے اصول کی طلب ومطالعہ کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اس وقت اپنے معاصرین میں علمی تبحر وقوت حافظہ، نکتہ رسی، علم وفن کی جامعیت، درس وتدریس اور خطابت ومناظرہ

میں اپنا ہمسر نہیں رکھتے، ملخصاً"۔ (ضیاء النخوص ۴)

آپ کی جودت طبعی، قوت ذہنی سے ان لوگوں کو راہ انکار نہیں جن کو آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، یوں ہی جنھوں نے آپ کو میدان مناظرہ و مباحثہ میں دیکھا یا مجالس فقہ وشرع میں آپ کی مباحثانہ کمال کا مشاہدہ کیا ہے، یا ردفرق باطلہ بالخصوص رد وہابیہ وغیر مقلدین کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ملاحظہ کیا، راقم الحروف نے بارہا دیکھا کہ حضرت والا بخاری شریف کا درس دیتے اور آنکھ لگ جاتی، بیدار ہوتے تو تسلسل برقرار رکھتے، مثلاً اگر آنکھ بند ہونے سے پہلے صلی اللہ تعالیٰ کہہ چکے ہوتے تو آنکھ کھلنے پر علیہ وسلم ہی کہتے، یہ دیکھ کر جملہ رفقائے درس شکار استعجاب ہوجاتے، اسی طرح تقریری پروگرام سے تشریف لاتے اور فوراً درسگاہ میں جلوہ افروز ہوجاتے، شرح ہدایۃ الحکمت جیسی ادق کتاب سامنے رکھی جاتی آپ بلا تاخیر طلبہ کو عبارت خوانی کا حکم دیتے کوئی ایک طالب علم عبارت پڑھتا ادھر وہ عبارت خوانی سے فارغ ہوتا ادھر آپ کا مطالعہ ہوجاتا، اتنے ہی وقت میں خلاصہ ومفہوم عبارت بھی تیار فرمالیتے، ضرورت پر اصلاح عبارت بھی فرماتے، پھر نہایت پرتاثیر، سہل انداز میں حشو وزوائد سے خالی مسجع اس طرح تقریر فرماتے کہ ہر طالب علم کو سبق سمجھ میں آجاتا، کسی کو کوئی شک وشبہ نہ رہتا، پھر ترجمہ فرماتے، اس سے جہاں آپ کے حسن تدریس پر روشنی پڑتی ہے، وہیں آپ کی جلائے ذہنی، قوت استحضار کا بھی مظاہرہ ہورہا ہے۔ درج ذیل واقعہ بھی آپ کی جدت ذہنی پر شاہد ہے۔

مولانا بشیر احمد خان صاحب استاذ دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ کا بیان ہے کہ:

"میں نے ایک بار حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی سے تبرکاً عمامہ طلب کیا تو فرمایا: "فی الحال دو ہی تین عمامے ہیں،

جو استعمال میں ہیں، کیا دے دوں؟ اچھا دیکھوں گا" چند دنوں
کے بعد ہندوستان کے لیے روانہ ہو گئے، تقریباً ایک سال
گزرنے پر خلیفۂ مفتی اعظم مولانا عبدالحمید صاحب (پامر)
ڈربن ساؤتھ افریقہ، آستانۂ مرشد بریلی شریف حاضر ہوئے،
پھر گھوسی بھی حاضر ہوئے اور محدث کبیر دام ظلہ سے ملے واپسی
پر حضرت نے ان کو ایک عمامہ دیتے ہوئے فرمایا: کہ "مولانا
بشیر صاحب کو میری طرف سے یہ عمامہ عنایت فرما دیجیے گا"

یہ آپ کی خرد نوازی کے ساتھ زبردست قوت حافظہ پر دلیل روشن ہے، یوں ہی آپ کے ہزاروں ہزار تلامذہ، محبین، معتقدین، متوسلین ہیں، ان میں سے کسی سے ملاقات فرماتے ہیں تو نام کے ساتھ پہچانتے ہیں، نیز صحاح ستہ کی بیشمار احادیث مع اسمائے رجال ہمہ دم مستحضر ہیں۔

اتباع سنت و شریعت: محدث کبیر اپنے عظیم و جلیل کارناموں کی وجہ سے ایک عالمی شخصیت ہیں، ان کا ہر لمحہ سنت و شریعت کی پیروی، مذہب و مسلک کی اشاعت، احکام و مسائل کی ترویج میں صرف ہو رہا ہے۔

آپ کی ذات جس طرح علم و فضل، حرکت و عمل، فکر و جہد مسلسل میں ضرب المثل ہے، اسی طرح ذہنی رواداری، احکام شرع کی پابندی، سنتوں کی پاسداری میں بھی نمونۂ اسلاف ہے۔ آپ کی حیات کا ہر ورق عمل بالسنۃ سے آراستہ ہے، یہاں چند سنتوں پر آپ کی مداومت کا ذکر کیا جاتا ہے:

عمامہ کا استعمال: عمامہ کا التزام سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ ہے۔

محدث کبیر اپنے عنفوان شباب سے ہی اس کے عادی ہیں، سفر و حضر ہو یا منصب خطابت ہو یا مسند تدریس یا میدان مناظرہ ہو یا کوئی مکالمہ و مباحثہ، موسم

سرما ہو یا گرما، آپ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سنت جلیلہ پر عمل پیرا نظر آتے ہیں، ایسا کیوں نہ ہو آپ کے مشفق ومربی استاذ حضور حافظ ملت قدس سرہ نے اس کا حکم دیا تھا۔

واقعہ یوں ہے کہ دارالعلوم فتحیہ فرفرہ ہگلی بنگال کے لیے جب آپ کو شیخ الحدیث کی حیثیت سے بھیجنے لگے تو ارشاد فرمایا: کہ عمامہ باندھا کرو، محدث کبیر نے عرض کی: مجھے عمامہ باندھنا نہیں آتا، حافظ ملت نے فرمایا: کام آدمی کو کام سکھاتا ہے، اس کے بعد سے محدث کبیر نے عمامہ باندھنا شروع کیا اور آج تک مسلسل سنت رسول کے عامل، ارشاد استاذ کے پیرو ہیں۔

<u>ایفائے عہد:</u> وعدہ وفائی لازمی ذمہ داری ہے، حدیث میں آیا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ تمہارے لیے جنت کا ذمہ دار ہو جاتا ہوں۔

(۱) بات کرو تو سچ بولو (۲) جب وعدہ کرو تو پورا کرو (۳) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو (۴) شرم گاہ کی حفاظت کرو (۵) نگاہیں نیچی رکھو (۶) اپنے ہاتھوں کو روکو (یعنی ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ)

"رواہ عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵، حفظ اللسان)

حضرت محدث کبیر وعدہ وفائی میں مثالی حیثیت رکھتے ہیں، عوام ہوں یا خواص سبھی آپ کی وفا شعاری کے معترف ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب کسی کو آپ کی تاریخ مل جاتی ہے تو اسے یقین کامل ہوتا ہے کہ حضرت اپنے وجود مسعود سے ضرور سرفراز فرمائیں گے، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ کسی کے یہاں دعوت خطاب قبول فرما لیتے ہیں تو وعدے کے مطابق وہاں ضرور پہنچتے ہیں، خواہ راستے میں کیسی ہی مشاکل درپیش ہوں۔

☆ چنانچہ مولانا علیم الدین مصباحی نے اپنی شادی کے موقع پر "اکونڈا انڑھ" میں نکاح پڑھانے کی دعوت پیش کی، محدث کبیر نے دعوت قبول فرمالی، مقررہ تاریخ میں آپ مبارکپور سے شام کو روانہ ہوئے، مغرب کے وقت اعظم گڑھ پہنچے وہاں سے "اکونڈا انڑھ" کے لیے مولانا کی طرف سے کوئی گاڑی کا انتظام نہ تھا اس وقت کرایہ کی بھی گاڑی وہاں نہیں جاتی تھی، کیوں کہ گاڑی چلنے کے لائق روڈ نہ تھا، جب کہ "جین پور" سے وہاں تک تقریباً آٹھ کلومیٹر کی مسافت ہے، حضرت محدث کبیر رات کے اندھیرے میں تنہا شہر سے پیدل چل کر "اکونڈا انڑھ" پہنچے اور نکاح پڑھایا، کسی طرح بھی تکلیف کی شکایت کی نہ پیدل چلنے کا گلہ کیا بلکہ اپنی عادت خسروانہ کے مطابق مسرت و شادمانی کا اظہار فرما کر مولانا کی خوشیوں کو دوبالا کیا۔

☆ ایک بار مولانا بشیر احمد خاں صاحب استاذ دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ نے محدث کبیر سے تبرکاً ایک عمامہ کی فرمائش کی حضرت نے فرمایا: "میرے پاس یہاں صرف دو تین عمامے ہیں وہ سب استعمال میں ہیں، کیا دیدوں؟ اچھا دیکھوں گا آپ کو ایک عمامہ دوں گا" پھر متعدد ممالک کے دوروں پر نکل گئے، ملاوی، موزمبیق، سوازی لینڈ وغیرہ ہوتے ہوئے انڈیا واپس ہو گئے، تقریباً ایک سال بعد حضرت مولانا عبدالحمید پامر خلیفۂ مفتی اعظم ہند مدظلہ انڈیا اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، پھر محدث کبیر سے ملاقات کے لیے گھوسی بھی تشریف فرما ہوئے، واپسی کے وقت محدث کبیر نے ایک عمامہ ان کو دیا اور فرمایا: کہ "مولانا بشیر صاحب کو یہ عمامہ دے دیجیے گا" انھوں نے لاکر مولانا موصوف کو دیدیا، مولانا بشیر خاں صاحب یعنی حضرت کی اس کرم فرمائی اور وعدہ وفائی سے بے حد متاثر ہوئے۔

☆ ۲۰؍ مارچ ۱۹۹۹ء مطابق ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ بروز سنیچر شام کو آپ کے بھائی مولانا مفتی ثناء المصطفیٰ صاحب علیہ الرحمہ مہتمم و صدر المدرسین دارالعلوم ضیاء الاسلام

تکیہ پاڑہ کلکتہ بنگال کا انتقال ہوگیا۔ خبر پاتے ہی محدث کبیر ۲۱/ مارچ کو کلکتہ پہنچے، ۲۱/ مارچ کی رات ۱۲/ بجے تجہیز و تکفین اور تدفین سے فارغ ہوئے، اور فوراً بلا تاخیر رات ہی میں محض ایفائے عہد کے لیے گونڈہ یوپی کے لیے رخصت ہوگئے، جہاں آپ کو ۲۲/ مارچ کی رات میں تقریر کرنی تھی اور وقت پر پہنچ کر اپنی وعدہ وفائی کا زبردست مظاہرہ فرمایا، جب جلسہ کے ذمہ دار حضرت بابا محبوب مینا شاہ نے سنا کہ محدث کبیر ایسے حالات سے دوچار ہونے کے بعد بھی طویل سفر کر کے وقت پر تشریف فرما ہوگئے تو وہ بہت متاثر ہوئے۔

لیجیے انھیں کے الفاظ میں ان کے تاثر ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں:

"میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی سے اس قدر متاثر ہوں کہ اپنے واردات قلبی کو حقیقی الفاظ ومعانی کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں، میرا اندازہ ہے کہ وہ نہ صرف ایک متبحر عالم ہیں، بلکہ عارف باللہ ہیں، یہ راز سربستہ مجھ پر اس وقت کھلا کہ ۲۲/ مارچ ۱۹۹۹ء بروز پیر میرے دارالعلوم مینائیہ کا سالانہ اجلاس تھا، اس میں علامہ صاحب مدعو تھے جبکہ ۲۰/ مارچ کو ان کے بھائی مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی کا انتقال ہوگیا، تو ۲۱/ مارچ کو رات ۱۲/ بجے تک اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہے، تدفین و دعا وغیرہ سے فارغ ہوتے ہی محض ایفائے عہد کے لیے فوراً گونڈہ کو روانہ ہوگئے اور ہزاروں کلومیٹر چل کر ہمارے جلسے میں شریک ہوئے، ایفائے عہد کا اتنا پاس و اہتمام ہم نے علامہ صاحب ہی میں پایا"۔

(محررہ تاثر)

توکل علی اللہ: اللہ عزوجل کے فضل وکرم پر اعتماد اور بھروسہ کرنا، دنیا اور اہل

دنیا سے بے نیاز رہنا، سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے، محدث کبیر دام فضلہ بڑی سختی سے اس کے عامل ہیں، ایک بار آپ کے استاذ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ نے آپ کو توکل کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''اللہ کے اوپر اعتماد و توکل کرلو، کبھی کسی کے محتاج نہ رہو گے'' محدث کبیر نے اپنے اوپر توکل کو لازم کرلیا، تو توکلاً علی اللہ دور دراز کا سفر کرتے، دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ فرماتے، دعوت وارشاد کا کارنامہ انجام دیتے، کبھی کسی سے زادراہ یا نذرانہ طلب نہیں کرتے، زندگی میں بڑے بڑے امتحانات سے دوچار ہوئے سب میں کامران رہے، کبھی بھی توکل کا دامن نہ چھوڑا۔

ایک مرتبہ رمضان میں جامعہ اشرفیہ کے ناظم نے بلا وجہ صحیحہ آپ کی معطلی کا خط آپ کے پاس بھیج دیا، آپ نے علت صحیحہ کا مطالبہ کیا، تو ۲۲ / ماہ تک توکلاً علی اللہ بلا تنخواہ تدریس کا کام کیا کبھی اہل ادارہ سے بنام تنخواہ کچھ نہ مانگا اور کبھی کسی سے شکایت بھی نہ کی۔

یوں ہی آپ کے عہد صدارت میں حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب گونڈوی معاشی، تنگ حالی کے سبب مستعفی ہونے لگے تو آپ ان کو روکنے کے لیے اپنی پوری تنخواہ دینے کو آمادہ ہوگئے۔

قہقہہ سے اجتناب: مسکرانا اور ہنسنا اسلامی شریعت میں منع نہیں ہے، مگر ٹھٹھا لگا کر ہنسنا خلاف سنت ضرور ہے، کیوں کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکراتے اور ضحک فرمایا کرتے تھے، جس میں زیادہ سے زیادہ دندان مبارک جگمگا اٹھتے تھے، آواز نہیں نکلتی تھی۔

حضرت محدث کبیر اپنی بلند وجاہت شخصی کے باوجود نہایت ظریف الطبع واقع ہوئے ہیں، جہاں تشریف فرماتے ہیں اپنے ظریفانہ وحکیمانہ پرلطف جملوں سے ہر شخص کو مسرور کیے رہتے ہیں، ہر لفظ تبسم ریز ہر چہرہ مسرت بار ہوتا ہے، آپ خود

بھی لوگوں کے ساتھ خندہ رہتے ہیں، مگر کبھی بھی آواز نکال کر قہقہہ کے ساتھ نہیں ہنستے، ہاں منہ کھل جاتا ہے، اور دندان مبارک صرف دکھائی پڑتے ہیں۔

عربی ماہ وسن کے استعمال کا التزام: خواص اہل سنت کو معلوم ہے کہ اسلامی تاریخ قمری تاریخ ہی کا نام ہے، مسلمانوں کو اپنے کاروبار و عبادات وغیرہ سارے معاملات میں عربی ماہ وسن کا ہی استعمال ضروری ہے، جیسا کہ کتب تفاسیر اور کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے، مگر سوئے اتفاق آج مسلمان سے اس پر عمل تقریباً متروک ہوتا جارہا ہے، علی العموم انگریزی ماہ وسن کا استعمال عام ہے، اسی کو عوام وخواص سب نے قبول کرلیا ہے، اور اپنی شریعت کے اس حکم سے غفلت برت رہے ہیں، ایسے وقت میں محدث کبیر کی شخصیت بالکل جداگانہ ہے، وہ اس حکم شرعی پر سختی کے ساتھ عامل ہیں، وہ سوائے گورنمنٹی امور کے کبھی بھی کہیں بھی انگریزی تاریخ وسن کا استعمال نہیں کرتے، میں ۱۹۹۷ء سے فتویٰ لکھ کر ان سے تصدیق لیتا ہوں، ہمیشہ آپ دستخط کے ساتھ عربی ماہ وسن تحریر فرماتے ہیں، اس کے علاوہ بھی اپنے تمام کاموں کے لیے وہ قمری تاریخ کا استعمال فرماتے ہیں۔

غرض محدث کبیر کی پوری زندگی سنت نبوی کا آئینہ ہے، اگر تفصیل کی جائے تو دفتر چاہیے۔

آپ کے اتباع سنت کی خصلتوں میں سے ہے کہ آپ ہر مسلمان سے بڑی خوش روئی سے ملتے اور ہر مسلمان کو خوش وخرم دیکھنا چاہتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے احباب سے تعلقات استوار رکھتے، حق بولتے حق پر قائم رہتے، دشمنان اسلام سے دور رہتے، مذہب ومسلک سے ہمدردی رکھتے، اپنا کام خود سے کرنا پسند فرماتے، فقہ وحدیث اور علم دین کی اشاعت میں سرگرم رہتے، کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھوتے، پلیٹ مطابق سنت صاف کرتے، کھانے میں اول و آخر نمک یا نمکین چیز ضرور کھاتے، اکابر کا اعزاز واکرام فرماتے، اصاغر پر شفقت

فرماتے، کم خوردن کم خفتن پر عمل کرتے، حسب وسعت لوگوں کی حاجت برآوری کرتے، امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے، اسلامی لباس زیب تن فرماتے، اصلاح ناس کی فکر فرماتے، صلہ رحمی کرتے، رشتہ داروں سے معاملات اچھے بناتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

طہارت وتقویٰ: طہارت نفس وتقوی، گراں مایہ دولت، بے بہا نعمت، وسیلۂ قبول عبادت بلکہ اصل عبادت، نہایت نتیجہ خیز بارآور شئ ہے، یہ دولت جس کے ہاتھ آجائے وہ دونوں جہاں میں کامیاب وکامران ہے۔

الحمدللہ! جس ذات گرامی کے ذکر میں قلم رواں ہے وہ جہان علم وعمل کے نور سے منور ہے، سعادت وتقوی سے بہرہ ور بھی، بلکہ اس کی زندگی حزم واتقا سے عبارت ہے، اولاً تقوی کے معانی ومراتب، اقسام وفوائد بیان کیے جاتے ہیں تاکہ ایک متقی اور اس کی باتقوی زندگی کا تصور ذہن وفکر میں آسکے۔

رئیس المفسرین صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ معانی بیان فرماتے ہیں:

"نفس کو خوف کی چیز سے بچانا، عرف شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔

(۱) عوام کا تقوی ایمان لاکر کفر سے بچنا۔

(۲) متوسطین کا اوامر ونواہی کی اطاعت۔

(۳) خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے۔

(خزائن العرفان ص ۴)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تقویٰ کی سات قسم ہیں:

(۱) کفر سے بچنا، یہ بفضلہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

(۲) بدمذہبی سے بچنا، یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔

(۳) ہر کبیرہ گناہ سے بچنا۔

(۴) صغائر سے بھی بچنا۔

(۵) شبہات سے بچنا۔

(۶) شہوات سے بچنا۔

(۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا۔ یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔

(بحوالہ خزائن العرفان ص ۴)

تقویٰ کے بہت سے فوائد ہیں۔ حضرت امام غزالی نے آیات قرآنیہ کی روشنی میں بارہ فوائد شمار فرمائے، مختصراً یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) اللہ عزوجل صاحب تقویٰ کی مدح وستائش فرماتا ہے۔

(۲) متقی آدمی دشمنوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ متقی کی نصرت وحمایت فرماتا ہے۔

(۴) متقی دنیا میں حلال روزی پاتا ہے، آخرت کی ہولناکیوں سے نجات یافتہ ہوگا۔

(۵) متقی کے اعمال کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔

(۶) متقی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۷) متقی اللہ کا دوست ہوجاتا ہے۔

(۸) متقی کے اعمال مقبول بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں۔

(۹) اللہ عزوجل متقی کو عزت وکرامت سے نوازتا ہے۔

(۱۰) متقی کو فرشتے بوقت موت دنیا وآخرت کی بشارت دیتے ہیں۔

(۱۱) متقی جہنم کی آگ سے محفوظ وآزاد رہے گا۔

(۱۲) متقی ہمیشہ جنت میں رہے گا۔

حاصل یہ کہ تقویٰ میں یہ بارہ خوبیاں اور دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اور

فیروز منڈیاں اکٹھا فرمادی گئیں ہیں۔(منہاج العابدین ص ۲۲؍۲۳)

تقویٰ کے معانی واقسام کی روشنی میں دیکھا جائے تو محدث کبیر کی زندگی تقویٰ وطہارت، حزم واحتیاط کی مرقع نظر آتی ہے، ان کی گفتار ورفتار، افعال و کردار، اعمال واطوار، اقوال وانظار، نشست وبرخاست، اکل وشرب ہر ایک کام سنت وشریعت کے آئینے میں انجام پذیر ہو رہا ہے

اعمال تقویٰ کے چند نظائر:

(۱) ہندوستانی گورنمنٹ سے مدارس کا الحاق جائز وروا ہے، اور اس سے ایڈ لینا بھی اور ایڈ سے ملی ہوئی رقم بنام ''تنخواہ'' اپنے اوپر خرچ کرنا اور اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ فتاوی رضویہ ششم میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش اور بہار کے اندر سیکڑوں مدارس گورنمنٹ سے ملحق ہیں، ان کے اساتذہ گورنمنٹی ایڈ کی تنخواہ پر تدریسی کام انجام دے رہے ہیں، مگر یہ پوشیدہ نہ رہے کہ گورنمنٹ کا کاروبار حلال وحرام دونوں طرح کے ہیں، اس کی طرف سے بنام تنخواہ آنے والی رقم بلا امتیاز دونوں سے مخلوط ہوتی ہے، ایک مدرس وملازم پر اگر چہ رقم اجرت کہ حلال وحرام ہونے کی تحقیق وتفتیش لازم نہیں، بلکہ اس کے لیے حلال محض ہے، لیکن شبہ بہر حال برقرار رہتا ہے، یہی وہ شبہ ہے جس سے بچتے ہوئے بدر العلما حضرت علامہ مفتی بدرالدین احمد صاحب قبلہ قادری گورکھپوری قدس سرہ خلیفہ مفتی اعظم ہند نے دارالعلوم فیض العلوم براؤں شریف کی معمولی تنخواہ ہی پر قناعت کی، صدر مدرس کی ایڈڈ تنخواہ قبول نہ کی، جو تین سال تک آتی رہی، صاحب تذکرہ حضرت محدث کبیر دام ظلہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ۱۹۷۲ء میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث تشریف لائے اور ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۹ء تک منصب صدارت پر متمکن رہے، اس عرصے میں

آپ کی ایڈڈ تنخواہ آتی رہی، شبہ مذکورہ ہی کی وجہ سے آپ نے ایڈ کی رقم سے ایک روپیہ بھی اپنے اور اپنی اولاد پر خرچ نہ کیا بلکہ سب راہ خدا میں صرف کیا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ ۲۰۰۲ء میں ایک بار حضرت والا اپنے مہمان خانے میں جلوہ افروز تھے، گفتگو کے دوران ایڈ کی رقم کی بات آگئی آپ نے فرمایا، الحمدللہ میں نے ایڈ کی رقم سے ایک روپیہ اپنی ذات پر خرچ کیا نہ اپنی اولاد پر، کبھی ضرورت پڑی تو اپنے جامعہ میں کچھ دیدیا، کچھ کلیۃ البنات میں اور کبھی کسی حاجت مند کو دیدیا اب بھی غالباً ایک لاکھ پچاس ہزار روپئے کھاتے میں موجود ہیں، غور فرمائیں کہ ۲۸/ ۲۹ / سال کی ایڈڈ نوکری کی کتنی خطیر رقم ہوگی اس سے محدث کبیر کوئی بہت بڑی جائداد بنا سکتے تھے مگر آپ نے شبہ کی بنیاد پر ساری کی ساری رقم فی سبیل اللہ خرچ کی یہ یقیناً آپ کی ہمت مردانہ ہے اور اعلیٰ درجے کا تقویٰ ہے جو عصر حاضر میں آپ ہی کا حصہ ہے۔

(۲) ۲۰۰۰ء میں جب آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں صدر شعبۂ افتا اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے کام شروع کیا تو اسی شرط پر تشریف لے گئے کہ بلا معاوضہ میں افتا و تدریس حدیث کا کام کروں گا اور تین سال تک مسلسل بے معاوضہ کیا، اس دوران اپنی گاڑی اور اپنے خرچ سے مبارک پور سے گھوسی اور گھوسی سے مبارک پور کا سفر کرتے رہے، کبھی آمد و رفت کا خرچہ جامعہ سے طلب کیا اور نہ جامعہ نے بنام خرچ کچھ بھی دیا اور فی الحال خود اپنے جامعہ امجدیہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی میں بلا معاوضہ صدارت افتا و تدریس کا کام کر رہے ہیں، بلا شبہ اس طرح دل سوز، تن دوز کام وہ بھی بے اجرت کوئی متقی ہی کر سکتا ہے۔

(۳) جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کی طرف سے اساتذۂ ادارہ کے لیے ایک گاڑی ہے، حسب ضرورت اساتذہ استعمال کرتے رہتے ہیں، حضرت محدث کبیر دام ظلہ بے معاوضہ تدریسی زمانے میں کبھی بھی اس میں سوار نہ ہوئے ۲۰۰۳ء میں

اشرفیہ سے دست برداری کے بعد ایک بار فرمایا، الحمد للہ میں نے ریٹائر ہونے کے بعد سے جامعہ کی گاڑی میں قدم نہ رکھا جب بھی کہیں جانا ہوا تو میں اپنی گاڑی یا کرایہ کی گاڑی سے گیا، جامعہ کی گاڑی استعمال نہ کی، یوں ہی پورے زمانۂ تدریس میں کسی استاذ یا طالب علم کے ساتھ انتقامی کارروائی نہ کی، آپ کا یہ عمل تقویٰ ہی کے خانے میں رکھا جاسکتا ہے۔

(۴) ایک بار میں نے بینک میں جمع رقم کی زکوٰۃ کے تعلق سے مسئلہ پوچھا تو حضرت نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا، اسی دوران یہ بتایا کہ میری بچیوں کے نام بینک میں کچھ رقم جمع ہیں، میں ہر سال ان پر لازم آنے والی زکوٰۃ کی رقم الگ سے دیدیتا ہوں تا کہ وقت پر زکوٰۃ ادا کردیں، یہ بھی آپ کا کمال احتیاط وتقوی ہے، کہ بچوں سے زیادہ خود فکر فرماتے اور وقت پر ادا کرنے کی سعی کرتے اور خود ادائے زکوٰۃ کے لیے رقم بھی عطا کرتے ہیں، یہ ہے "قوا انفسکم و اھلیکم ناراً" پر آپ کا عمل۔

(۵) آج ترقی یافتہ ممالک میں گوشت "ایکسپورٹ" اور "امپورٹ" ہوتا ہے جو عام طور پر مشینی ذبیحہ کا ہوتا ہے، اس کے علاوہ "سلاٹر ہاؤسز" گورنمنٹ کے زیر اثر و تسلط ہوتے ہیں، جن میں ذبح شرعی کے شرائط کا کما حقہ لحاظ نہیں ہوتا، یوں ہی بعد ذبح بڑے جانوروں کا جثہ جن کو "کولڈ اسٹوریز" میں رکھا جاتا ہے وہ بھی گورنمنٹ کے قبضے میں رہتے ہیں، اسی لیے ان ممالک میں گوشت مشتبہ فیہ ہوتا ہے۔

حضرت محدث کبیر باہر ممالک کا دورہ فرماتے ہیں تو گوشت اور گوشت سے تیار شدہ اشیا کھانے سے بہت زیادہ احتراز فرماتے ہیں، میں خود عینی شاہد ہوں، حضرت والا ساؤتھ افریقہ تشریف فرماتے ہیں تو دسترخوان پر گوشت والی چیز نہیں کھاتے ہیں، پوچھنے پر فرماتے کہ ان سب ممالک میں گوشت کے معاملہ میں کوئی بھروسہ نہیں، البتہ جب میزبان اطمینان دلاتا ہے کہ یہ مسلم کا ذبیحہ ہے، یہ اپنے ذبیحے

کا گوشت ہے تو کھا لیتے ہیں، کھانے کے معاملے میں آپ کا یہ تقویٰ مثالی ہے۔

(۶) اسی طرح کچھ ممالک مثلاً ساؤتھ افریقہ کے اندر دودھ میں ایسا کیمیکل ملایا جاتا ہے کہ دودھ ہفتوں تک خراب نہیں ہوتا، پلاسٹک کی تھیلیوں اور ڈبوں میں بھر کر فریج میں رکھا جاتا ہے اور وہی استعمال کیا جاتا ہے، حضرت محدث کبیر اس دودھ سے تیار اشیائے اکل وشرب کے استعمال سے بھی احتراز تام فرماتے ہیں، اس دودھ سے بچنے کے لیے چائے بھی سادہ نوش فرماتے ہیں، ضعف و پیری کی اس عمر میں بھی آپ اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں سے دھوتے ہیں، محض اس لیے کہ کپڑوں کی طہارت میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہ رہے۔

(۷) حضور حافظ ملت قدس سرہ کی حیات میں بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ حج کے لیے تشریف لے گئے، تو حافظ ملت قدس سرہ نے محدث کبیر کو حکم فرمایا کہ ان کی جگہ افتا کا کام آپ سنبھالیں اس کا معاوضہ آپ کو دیا جائے گا، مولانا شفیع سے کہہ دوں گا وہ آپ سے مکمل بات کریں گے، پھر حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ناظم ادارہ مولانا محمد شفیع صاحب کو حکم دیدیا کہ مفتی عبدالمنان صاحب کی واپسی تک افتا کا کام مولانا ضیاء المصطفیٰ کریں گے، لہٰذا اس کا معاوضہ ان کو دیا جائے مگر مولانا محمد شفیع علیہ الرحمہ نے کوئی بات نہ کی، جب مفتی صاحب قبلہ واپس آ گئے تو انھوں نے حضرت محدث کبیر سے ملاقات کی اور کہا کہ افتا کی اجرت قبول کر لیجیے، تو محدث کبیر نے معاوضۂ افتا لینے سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ افتا کا معاوضہ متعین نہ تھا، اور اس کی مدت بھی، لہٰذا یہ اجرت مجہول ہوگی، اجارۂ فاسدہ کی اجرت مثل اگرچہ واجب ہے مگر میں مطلقاً نہ یہ اجرت لوں گا نہ اجرت مثل۔ (بیان محدث کبیر ۲۱ رستمبر ۲۰۰۸ء ۲۰ ررمضان ۱۴۲۹ھ)

واضح رہے کہ اجارۂ فاسدہ کی صورت میں اجرت مثل لینا یقیناً جائز وروا ہے، لیکن فساد بہر حال اثر انگیز ہے، اس لیے محدث کبیر نے کمال احتیاط وتقوی کا

دامن تھامتے ہوئے اجرت مثل بھی قبول نہ فرمائی، آپ کا یہ عمل اسلاف کے لیے نمونہ ہے۔

(۸) دارالعلوم فتحیہ فرفرہ ہگلی نقشبندی پیروں کے زیر اہتمام تھا، وہ عملی طور پر متصلب نہ تھے دیوبندیوں، وہابیوں سے ان کے گہرے رابطے تھے، اس لیے محدث کبیر نے اس میں دس سال پڑھایا مگر نہایت محتاط رہے، اس طویل عرصہ میں کبھی بھی ان کے یہاں سے آیا ہوا گوشت نہ کھایا محدث کبیر خود فرماتے ہیں:

"مدرسہ فتحیہ اصل میں پیروں کا مدرسہ تھا وہ لوگ ایسے ہی تھے کہ سنیوں سے بھی تعلق، دیوبندیوں سے بھی، سلسلہ ان کا نقشبندی، تو جیسے آج کل نقشبندی پائے جاتے ہیں ویسے ہی تھے، میلاد بھی قائم کریں، دیوبندیوں سے تعلق بھی رکھیں، اس بنا پر میں وہاں زندگی محتاط انداز میں گزارتا تھا، کبھی ان لوگوں کے گھر کا گوشت نہیں کھایا، کبھی اگر دعوت کا گوشت میرے کمرے پر آتا تھا تو میں کہتا میں گوشت نہیں کھاؤں گا مجھے مچھلی کھلاؤ بنگال میں رہ کر مچھلی کھانا چاہیے، گوشت کیا؟ اس طرح مجھے بہت محتاط رہنا پڑا"۔

غور فرمائیں! اتنے طویل عرصے تک ان پیروں کے گھروں سے آئے ہوئے گوشت کھانے سے احتراز رکھنا کتنا دشوار ہے، مگر محدث کبیر عزم وعزیمت کے کوہ گراں ہیں، کہ آپ کے احتیاط وتقوی میں کبھی تزلزل نہ آیا۔

اختصار کے پیش نظر یہ چند واقعات زیر تحریر آئے، ان سے محدث کبیر کی پاکیزہ، مطہر اور باتقوی زندگی بخوبی سمجھی جاسکتی ہے، یقیناً وہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر تقویٰ کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اسی لیے تقویٰ کے دینوی فوائد ان کے اندر نمایاں طور پر جھلک رہے ہیں۔

خودداری و بے نیازی: حضرت ممدوح قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے اوصاف جمیلہ میں یہ وصف نہایت نمایاں ہے، کہ آپ بڑے خود دار و بے نیاز صفت واقع ہوئے ہیں، تملق و چاپلوسی سے کوسوں دور ہیں، ارباب دولت کی رضا طلبی، جو آج وبائے عام ہے، آپ سے چھوکر نہیں گزری۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت، والد ماجد صدر الشریعہ، پیر و مرشد مفتی اعظم، استاذ گرامی حافظ ملت قدست اسرارہم کے پیغامات کو عام کرنے کے لیے ملک و بیرون ممالک کا دورہ کرتے ہیں، دعوت خیر و خدمت دین، نشر مسلک اور رشد و ہدایت کے لیے دور دراز مقامات کا شدر حال فرماتے ہیں، ان اسفار میں کیسے کیسے صبر آزما مراحل، جاں گسل حالات سے دوچار ہوتے ہیں، اس کا اندازہ صرف انھیں کو ہوسکتا ہے جو سفر کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے ہوں، مگر صبر و تحمل، جذبۂ خدمت اور خودداری کا عالم یہ ہے کہ داعی حضرات سے نہ تو مشقت سفر کا گلہ کرتے نہ ہی سفر خرچ کا مطالبہ کرتے اور نہ ہی نذرانہ کی فرمائش یا اس کی تعیین کرتے ہیں۔

حسب عادت دعوت و تبلیغ کا کام کر کے اگلے سفر کو روانہ ہو جاتے ہیں، اگر ارباب دعوت نے نذرانہ یا سفر خرچ دیدیا تو قبول فرمالیتے ہیں، کبھی بھی کسی پروگرام کے ذمہ داروں کی بے اعتنائی وغیرہ کی کوئی شکایت زبان پر نہیں لاتے، آپ کی خودداری کے واقعات اگر جمع کیے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے، یہاں بطور نمونہ مشتے خروارے چند پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) ۱۱؍جولائی ۲۰۰۸ء شب جمعہ کو حضرت محدث کبیر دام ظلہ ڈربن ساؤتھ افریقہ میں عالی جناب احمد فیض صاحب کے گھر جلوہ افروز تھے، ایک صاحب ایک نیا ہلکا بیگنی عمامہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی حضور یہ عمامہ آپ کے لیے تحفہ ہے قبول فرمائیں، آپ نے اپنی بے حاجتی پیش فرمادی، لیکن ان کا اصرار قائم رہا، تو ان کے دل کی تالیف کے لیے عمامہ لے لیا، پھر سب کے سامنے اپنے سر پر باندھا

اور چند ہی لمحوں کے بعد اتار کر واپس ان کے حوالے کر دیا اور یہ کہا کہ اب آپ پہنیں مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

(۲) اسی طرح اسی رات بارہ بجے کے بعد ایک صاحب جن کا نام محمد ہے، وہ ایک سائنٹفک کلکولیٹر خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے، حضور یہ نیا اور پروفیشنل سائنٹفک کلکولیٹر ہے، اس سے نماز کے اوقات وغیرہ نکالنے میں بڑی سہولت ہوگی، آپ اسے قبول فرمالیں، حضرت نے تھوڑی دیر ملاحظہ فرمایا، پھر ارشاد فرمایا، میرے پاس ایک پرانا سائنٹفک کلکولیٹر ہے، وہ میرے لیے کافی ہے، اس کو آپ رکھیں مجھے اس کی حاجت نہیں ہے، اور اصرار کے باوجود واپس کر دیا۔

ان دونوں واقعات کا میں عینی شاہد ہوں، اس سے اندازہ لگائیں کہ محدث کبیر کس قدر باوقار غیرت مند خود دار انسان ہیں کہ لوگ کتنی آرزو کے ساتھ تحائف پیش کرتے ہیں اور دلی چاہت رکھتے ہیں کہ حضرت ان کے تحفے قبول فرمالیں مگر آپ استغنا اور بے نیازی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتے، کیوں نہ ایسا ہو کہ آپ کے والد صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بڑے ہی غیور اور خود دار تھے، یوں ہی آپ کے شیخ و مرشد شیخ الاسلام حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ غیرت و خودداری، وقار و توکل کے نکتۂ انتہا پر فائز تھے، ان کی خودداری کا یہ واقعہ مشہور ہے۔

منظر بدایونی بیان کرتے ہیں:

''کشمیر کے کوئی صاحب تھے بارگاہ نوری کے عاشق زار تھے دل نے کروٹ لی اور کشمیر سے چل کر بریلی پہنچے، مقصد صرف یہی تھا کہ مرشد کی زیارت ہو جائے جو پوری ہوگئی، ایک قیمتی گھڑی ''اومیگا'' ساتھ لائے تھے، نذر بارگاہ کرنے لگے مگر مزاج سمجھ رہے تھے کہ دنیوی حرص سے جس کے وجود کو خالی رکھا گیا ہو اس کی بارگاہ میں کیسے لب کشائی کی جائے، بالآخر

زندہ باد اے ہمت مردانہ دل کی بات زبان پر آ گئی، حضور ایک
گھڑی لایا ہوں تا کہ حضرت اس سے وقت دیکھیں، ارشاد ہوا،
فقیر کو اس کی ضرورت نہیں، دوبارہ عرض کیا پھر ارشاد ہوا، فقیر کو
اس کی ضرورت نہیں، حضور بہت آرزو سے اسے خریدا ہے
اصرار ہوا تو جواب ملا کہ لاؤ تالیف قلب کے لیے داہنے ہاتھ
میں باندھا اور فوراً واپس کر دیا، ارشاد ہوا کہ آپ کی خواہش تھی
اس لیے باندھ لیا اب اسے آپ پہنئے''۔

(ماہنامہ حجاز جدید مئی، جون ۱۹۹۱ء ص ۲۶)

اس سے آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ محدث کبیر استغنا و بے نیازی، خودداری و بے غرضی میں اپنے پیر و مرشد کے مظہر اتم اور آئینۂ کامل ہیں، گویا آپ شیخ کامل کے اعمال وصفات وافعال و کردار، افکار و اطوار کی تصویر ہیں۔

حضرت کے ایک مخلص مرید جناب ناصر صاحب پامر کا بیان ہے کہ:

''رمضان ۱۴۲۸ھ میں محدث کبیر شہر ڈربن ساؤتھ افریقہ تشریف فرما تھے عالی جناب غلام بھائی کے گھر اقامت پذیر تھے، میں نے اپنی تنظیم جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے تحفہ و نذرانہ کے طور پر چار ہزار رینڈ کا لفافہ پیش کیا اس پر لکھا تھا:

From. Jama ate Razae Mustafa To. Hazrat

حضرت والا نے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ تو بہت زیادہ ہے اتنا میں کیا کروں گا اور فوراً .From کی جگہ .To اور .To کی جگہ .From لکھ کر واپس کر دیا۔

یوں ہی جامعہ اشرفیہ میں تدریس کے دوران حافظ ملت کے وصال کے بعد ایک بار آپ کو بلا وجہ صحیح معطل کیا گیا، آپ نے صحیح وجہ طلب کی کوئی معقول وجہ نہ بتائی گئی، تو بائیس مہینے تو کلاً علی اللہ بغیر تنخواہ لیے پڑھاتے رہے آخر کار معطلی کا خط

واپس لیا گیا اور آپ سے معافی مانگی گئی اور بائیس ماہ کی تنخواہ لینے کی گزارش کی گئی مگر آپ فرماتے رہے کہ مجھے اب توکل کی لذت مل گئی ہے مجھے مجبور نہ کیا جائے، محدث کبیر کا یہ استغنا یقیناً ان لوگوں کے لیے عبرت خیزی کا ذریعہ ہے جو محدث کبیر کی بے پناہ مقبولیت، عالمی سیاحت، فراخ حالت دیکھ کر حقد وحسد سے ان کے خلاف زبان طعن دراز کرتے، اور آسمان پر خاک پھینکنے کا کام کرتے ہیں، در حقیقت یہ وہی لوگ ہیں جو خود دنیوی زر کے حرص وآز میں اپنا ملک اپنا وطن چھوڑ کر اہل ثروت کی دریوزہ گری نیاز فاتحہ سے شکم پروری کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں، آج تک ان کا کوئی دینی کارنامہ سوائے چند چھوٹے چھوٹے کتابچوں یا ترجمہ نگاری کے کچھ نظر نہیں آتا، جبکہ محدث کبیر نے جامعہ امجدیہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ، امجدی رضوی مسجد، دار العلوم ضیاء الاسلام، اور ہزاروں ہزار با استعداد علما، فقہا، محدثین، مصنفین کی شکل میں دین کی وہ زریں خدمت کی جس کی مثال پیش کرنے سے زمانہ عاجز ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں محدث کبیر کے نقوش عمل اپنانے کی توفیق بخشے آمین۔

حکمت وتدبیر: کسی انسان میں حکمت وتدبیر کا وجود اس کی شخصی وجاہت وکمال کی روشن دلیل ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً" (سورہ بقرہ، آیت: ۲۶۹)

ترجمہ: جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

محدث کبیر دام ظلہ کو رب قدیر عز اسمہ نے اپنی فیاض بارگاہ سے اس دولت کی کثرت سے مالا مال فرمایا ہے، جامعہ اشرفیہ کے عہد صدارت میں متعدد بار آپ کی مدبرانہ صلاحیت کے جلوے دیکھے گئے۔

۱۹۹۹ء میں آپ کی غیر موجودگی میں طلبۂ فضیلت کے بارے میں یہ قانون پاس کیا گیا کہ جو طلبۂ فضیلت امتحان ششماہی میں پاس نہ ہوں گے انھیں دستار نہ

دی جائے گی ، یہ قانون طلبۂ فضیلت پر بہت شاق گزرا، انھوں نے دیگر درجات کے طلبہ کو اپنا ہم نوا بنا کر کلاس بائیکاٹ شروع کر دیا، اسٹرائک کی شکل تیار ہوگئی، قانون واپس لینے کا مطالبہ زوروں سے کیا، اساتذۂ جامعہ طلبہ کو سمجھا کر تھک گئے مگر کوئی کامیابی ہاتھ نہ آئی ، پھر آپ سے رابطہ کیا گیا، اس وقت آپ دعوت وتقریر کے دورے پر تھے، آپ نے اساتذۂ جامعہ پھر طلبہ سے بذریعہ فون گفتگو کی، پورے حالات کا جائزہ لے کر اپنا پر حکمت مدبرانہ فیصلہ صادر فرمایا، کہ میں بحیثیت صدر المدرسین قانون کو واپس لیتا ہوں، طلبہ فیصلہ سنتے ہی باغ باغ ہوگئے، اور کلاس شروع کر دیا، اس سے ادارہ بہت بڑے نقصان سے بچ گیا۔

یوں ہی آپ کے ادارہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ گھوسی کے چند بہار اور شمالی ہند کے طلبہ کے مابین کچھ آپسی رنجش کے سبب اختلاف ہوگیا، پھر یہ اختلاف صوبائی تعصب کی شکل اختیار کر گیا قریب تھا کہ دونوں گروپ میں جدال ہو جائے ، اس پر کنٹرول کے لیے بعض اساتذہ نے مشورہ دیا کہ یوپی کے طلبہ کا خارجہ کر دیا جائے ، وہ چلے جائیں گے تو حالات قابو میں آجائیں گے ، اس پر عمل کرتے ہی ایک طوفان کھڑا ہو گیا، اسٹرائک کا منظر سامنے آگیا تو محدث کبیر دام ظلہ سے رابطہ کیا گیا اور موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا گیا، اور فیصلہ طلب کیا گیا آپ نے فرمایا کہ دونوں گروپوں کے اہم اہم افراد کا اخراج کر دیا جائے ، چنانچہ جب آپ کے مشورے پر عمل کیا گیا تبھی حالات اپنے دستور پر آئے۔

نکتہ آفرینی: حضرت محدث کبیر کے اندر نکتہ آفرینی کی بڑی جلوہ نمائیاں ہیں، مجلسی گفتگو ہو یا بحث وتقریر ہر ایک میں واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے، آپ کی نکتہ آفرینی کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

مولانا افتخار احمد قادری گھوسوی بیان کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ الجامعۃ الاشرفیہ میں طلبہ اپنے مطالبات کے

سلسلے میں اسٹرائک پر آمادہ تھے، ایک طالب علم جس کا نام
سردار تھا اسے علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب تفہیم فرمارہے تھے،
جس کا میں مشاہد ہوں، علامہ نے طالب علم سے کہا، جانتے ہو؟
سرُ دار اور سرِ دار میں صرف حرکت وسکون کا فرق ہے، یعنی اگر
تم اسی لیڈری اور سرکشی پر قائم رہے تو اخراج کی پھانسی پر چڑھ
کر جامعہ سے معدوم ہو جاؤ گے"۔

(محررہ ۱۰/شعبان ۱۴۲۹ھ ۱۲/اگست ۲۰۰۸ء)

بدمذہبوں سے نفرت اور عدم موالات: اسلام دشمن فرقوں، مثلاً وہابیوں، دیوبندیوں، نجدیوں، رافضیوں، ندویوں، نیچریوں سے اتحاد اور ان سے دوستی کرنا ان کے ساتھ نرم گوشہ رکھنا ان کی مصاحبت کرنا، ان کے ساتھ نشست وبرخاست رکھنا ممنوع ہے۔

قرآن میں اس سے کھلی ممانعت موجود ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار "(سورہ ہود آیت ۱۱۳)

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ آگ تمہیں پکڑے گی۔

اور فرماتا ہے:

"یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا آبائکم واخوانکم اولیاء استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولهم منکم فاولئك هم الظلمون ".

(سورہ توبہ آیت ۲۳)

اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

اور فرماتا ہے:

"یا یها الذین اٰمنوا لا تتخدوا الکفرین اولیاء من دون المومنین".

(سورہ بقرہ ۱۴۴)

اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا

اور فرماتا ہے:

”لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلك فلیس من اللہ فی شیٔ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ“ (آل عمران آیت ۲۸)

مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمان کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو۔

یہ آیتیں نص صریح ہیں کہ اسلام دشمنوں کافروں، مرتدوں، منافقوں، بد مذہبوں سے کسی قسم کا کوئی اتحاد جائز نہیں، دینی معاملات میں ان سے کوئی بھی سمجھوتہ نہ کیا جائے۔

احادیث کریمہ بھی اس باب میں کثیر تعداد میں موجود ہیں چند یہاں نظر نواز کی جاتی ہیں۔

(۱) ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں کچھ فریب کار جھوٹے لوگ ہوں گے جو ایسی باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے، تو خود کو ان سے اور ان کو خود سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کردیں آزمائش میں نہ ڈال دیں“۔
(مسلم شریف ج۱ص۱۰)

(۲) ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ بد مذہب بیمار ہوں تو ان کی عیادت کو نہ جاؤ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں نہ حاضر ہو“۔

(۳) ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کافروں کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور ان سے نکاح نہ کرو“۔ (عقیلی فتاویٰ حرمین ص۷۰)

(۴) ''حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین حضرت ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو''۔

(۵) ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس سے چہرا پھیر لو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب سے نفرت فرماتا ہے، کوئی بدمذہب راہ راست پر نہیں ہوسکتا، وہ جہنم میں ٹڈی اور مکھی کی طرح گریں گے''۔ (فتاویٰ حرمین ص ۱۹)

مسطورہ بالا آیات واحادیث اور آثار کی روشنی میں اہل حق کا مسلک یہی ہے کہ کافروں، مشرکوں، بدمذہبوں، مرتدوں، رافضیوں، نیچریوں سے اتحاد اور میل جول درست نہیں سواد اعظم کا اس پر عمل ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی، صدر الشریعہ شاہ محمد امجد علی اعظمی، صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری، مفتیٔ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری، سید العلما مارہروی، شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی پیلی بھیتی، محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد گورداس پوری، حافظ ملت علامہ عبد العزیز مبارکپوری، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی، برہان ملت علامہ برہان الدین جبل پوری، علامہ عبد القادر بدایونی، سب کا یہی موقف رہا اور سب نے مرتدوں، منافقوں، بدمذہبوں سے بہر طور دور رہنے کا درس دیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی فرماتے ہیں:

''وہابیہ وغیر مقلدین، دیوبندی، مرزائی وغیرہم فرقے آج کل سب کافر و مرتد ہیں، ان کے پاس نشست و برخاست حرام اور ان سے میل جول حرام ہے، اگرچہ اپنا باپ یا بھائی یا بیٹے ہوں اور ان لوگوں سے کسی دنیاوی معاملت کی بھی اجازت نہیں''۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ النصف آخر ص ۳۱۱)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''موالات ہر کافر سے ناجائز وحرام ہے، قرآن مجید میں مطلقاً اس کی ممانعت وارد ہے''۔ (فتاوی امجدیہ جلد ۴رص ۳۵۴)

صدر الافاضل فرماتے ہیں:

''کفار سے دوستی ومحبت ممنوع وحرام ہے، انھیں رازدار بنانا، ان سے موالات کرنا ناجائز ہے''۔ (خزائن العرفان ص ۷۸)

اس کے علاوہ ابوالکلام آزاد نے ہندو مسلم اتحاد کی تحریک چلائی تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدر الشریعہ، صدر الافاضل متعدد علمائے اہل سنت نے اس اتحاد کی مخالفت کی، صدر الشریعہ نے اتمام حجت تامہ کے نام سے سوالات مرتب فرمائے، جن کا جواب ابوالکلام سے آخری دم تک نہ بن سکا اور استاذ العلما حضور حافظ ملت قدس سرہ تاحیات اپنے تلامذہ اور عوام اہل سنت کو موالات کافر سے روکتے رہے اور عملاً تقسیم ہندو پاک کے وقت آل انڈیا سنی کانفرنس سے محض اس لیے استعفا دے کر الگ ہو گئے کہ اس سے لیگ پارٹی اور بدمذہبوں سے اتحاد کو قوت مل رہی تھی اس کے استعفا کا لفظ لفظ جملہ جملہ بتا رہا ہے کہ انھیں وہابیوں، دیوبندیوں سے کسی طرح کا اختلاط گوارا نہ تھا۔ (یہ استعفا حافظ ملت کی تصنیف 'الارشاد' ص ۱۹ر میں مطبوع ہے)

محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ کافروں، مرتدوں سے اختلاط کرنے کے سخت مخالف تھے، پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت کی تحریک چلی، کچھ نوجوانوں نے چاہا کہ سنی وہابی دیوبندی، رافضی، شیعہ سبھی اسلامی فرقے متحد ہو کر اس تحریک کو آگے بڑھائیں اور گرفتاریاں دیں، محدث اعظم نے بدمذہبوں کے ساتھ گرفتاریاں دینا بھی گوارا نہ کیا، بلکہ اس موقع پر ان سے اتحاد کی جم کر مذمت کی، اور اپنے ہی پلیٹ فارم سے گرفتاری دینا روا جانا۔

چنانچہ مولانا محبوب رضا قدسی کراچی لکھتے ہیں:

"بعض جوشیلے نوجوان بضد ہیں کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک چلائی جائے مگر شیخ الحدیث اپنے اٹل فیصلے پر نہایت خود اعتمادی کے ساتھ عمل پیرا ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم غیروں کے ساتھ اشتراک عمل کو مناسب نہیں خیال کرتے ہم مطالبہ کی پوری حمایت کرتے ہیں مگر گرفتاریاں اپنے پلیٹ فارم سے ہی دیں گے، دوسرے اپنے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں دیں، ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا ہمارے واسطے فخر ومباہات ہے، مگر ہم اہانت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے والوں سے اشتراک عمل کسی طرح پسند نہیں کریں گے، چنانچہ اپنے اس صحیح فیصلے پر آخری دم تک ڈٹے رہے۔اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں جاری رہیں" (ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۲۳ و محدث اعظم پاکستان ص ۳۴۱)

تحریک میں دوسروں سے عدم اتحاد کی وجہ سے اپنے لوگ بھی آپ کے سخت مخالف ہو گئے، زندگی کے حالات بڑے سنگین ہو گئے مگر اپنے موقف پر قائم رہے آپ خود فرماتے ہیں، دور حاضر میں یہ چند روز عجیب گزرے اپنی زندگی کی تاریخ میں ایسے دن گزارنے کا پہلا اتفاق ہوا نہ اٹھتے چین نہ بیٹھتے چین نہ بولتے چین نہ چپ رہتے چین کہیں تو کیا کہیں؟ چپ رہا جائے تو کیوں کر؟ امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے فیض سے چین ملا ان کے بیان فرمودہ طریقے پر قائم رہنے سے تسکین ہوئی خلافت کمیٹی گاندھویت کے دور اور ندوہ کے نشو ونما کے زمانے میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا جولائحہ عمل رہا اس پر استقامت سے انھیں کے صدقے سے باعث قرار وسکون ہوا، فقیر نو ماہ سے متواتر تقریر وتحریر میں جمعہ کے خطبات اجلاس میں بلاخوف لومۃ لائم یہ بیان کرتا رہا کہ بد مذہبوں، بے دینوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، شیعہ،

رافضیوں، مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں، مرزائیوں، قادیانیوں سے میل جول سلام وکلام شرعاً منع اور ناجائز ہے، مجلس عمل میں چونکہ دین کے دشمن ملک کے دشمن غدار لوگ بھی شامل ہیں لہٰذا فقیر اس میں شامل نہیں۔

رہے حکومت سے مطالبات تو وہ مطالبات کرنا جائز وصحیح ہے، چنانچہ ہماری طرف سے بھی وہ مطالبات کیے گئے مگر ملک میں امن عامہ کو خطرے میں ڈالنا عام مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کو غلط طریقے سے استعمال کرنا، لوٹ کھسوٹ اور غدر کی صورتیں نکالنا شرعاً ہرگز درست نہیں، لائل پور میں بارہا تقریروں میں اپنے مسلک کو واضح کیا، لاہور کے جلسہ حزب الاحناف میں جلسۂ گڑھی شاہو میں اور کراچی جلسہ عرس میار کپور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز میں بھی اور مقامات میں بھی اپنا مسلک اہل سنت واضح کیا اور کھلے اور صاف الفاظ میں واضح کیا یہاں پر مجلس عمل کے بعض ذمہ داروں نے جلسۂ عام میں یہ اعلانیہ بیان کیا کہ اگر سردار احمد ہمارے ساتھ مل جائیں تو ہم سب اس کو اپنا امام بناتے ہیں اور ہم وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں، تبلیغی سب اس کے پیچھے لگنے کو تیار ہیں وہ ہمارے امام اور ہم ان کے مقتدی، بلکہ مجلس عمل کے ذمہ دار ایک وفد لے کر فقیر کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ ہم آپ کو سارے شہر لائل پور کا صدر اور امیر بنائیں گے، لہٰذا آپ سارے شہر لائل پور والوں کے امیر وامام بن جائیں مگر فقیر نے ان سب سے کہا کہ مجھے امارت کی حرص ہے نہ صدر وامام بننے کا لالچ۔

دیوبندی، وہابی مولویوں کے پیشواؤں نے جو عبارتیں شان الوہیت اور شان رسالت وشان صحابہ کرام وشان اہل بیت اطہار وشان بزرگان دین کے خلاف صریح بے ادبی وگستاخی کی ہیں اور لکھی ہیں، ان عبارتوں سے دیوبندی، وہابی توبہ کرلیں تو امامت تو امامت فقیر تو ان کا مقتدی بننے کو تیار ہے، اور اسی طرح جتنے گمراہ بے دین فرقے مجلس عمل میں داخل ہیں جب تک وہ گمراہی بے دینی

سے توبہ نہ کریں فقیر ان کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں، یہاں جب مجلس عمل والوں نے جلسہ وجلوس کے سلسلے شروع کیے اور فقیر کے متعلق بے دینیوں نے پروپیگنڈے کیے، تو بے دین تو دشمن تھے ہی اپنے بھی ان کے اثر میں آکر مخالف ہو گئے، حق کے چند گنتی کے افراد کے سوا سارا شہر مخالف ہو گیا۔

تقریباً ایک ماہ تک عجیب مخالف ہوا چلی، ایک ہفتہ بہت نازک فضا رہی، مگر حضرت داتا صاحب، حضور غوث اعظم، حضور غریب نواز اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقے فقیر امام اہل سنت کے فرمودہ طریقے پر قائم رہا اور مسلمانوں کے جلسہ وجلوس میں نہایت امن سے رہنے کی تبلیغ بلیغ کی، ایک ماہ کے بعد فضا کا رخ ایسا بدلا کہ اکثر لوگ موافق ہوئے اور مخالفین نے بھی استقامت کی داد دی اور یہ کہلایا کہ پبلک کے جذبے میں نہ بہنا اور اپنے نصب العین پر قائم رہنا اور ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے مگر اس کو سردار احمد نے کر دکھایا، اب فضا بحمدہ تعالیٰ اچھی ہے، اس نازک دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدست اسرارہم کے فیض نے بڑی دستگیری فرمائی اور حضرت مفتی اعظم قبلہ کی خدمت کی برکت سے بہت نفع پہنچا۔ (محدث اعظم پاکستان ۳۴۲ تا ۳۴۴)

حضرت محدث کبیر کے عہد میں بھی بہت سے ہوش ربا اوقات آئے، سنی وہابی اتحاد کی تحریکیں چلیں سیاست کی آڑ لے کر بہت سے خام علموں نے اتحادی تحریکوں میں حصہ لیا بلکہ بعض تو حد سے آگے بڑھ گئے انھوں نے کہہ دیا کہ حکومت کی نظر میں اپنی قوت کے اظہار کے لیے سارے اختلافات بالائے طاق رکھنا ہوگا ہر فرقے سے اتحاد ضروری ہے، بعضوں نے تو ہندو مسلم اتحاد کی بھی تنظیم کی تشکیل حلال گردانا اور اس کو شرعاً درست جانا اور کچھ نے ایسی کمیٹی میں ممبری عین شریعت جانا، جس میں وہابی، دیوبندی، تبلیغی اور مودودی ہر جماعت کے علما ممبر ہیں، مگر

محدث کبیر اپنی زندگی کے کسی بھی موڑ پر بدمذہبوں سے اتحاد کے قائل نہ ہوئے بلکہ اسٹیج سے برملا اس اتحاد اور اتحاد کرنے والوں کا رد بلیغ کرتے رہے اور آج بھی کر رہے ہیں۔

چنانچہ چھ صفر ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء کو عرس شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے موقع پر محدث کبیر نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''اس زمانے میں لوگ سیاست کا سہارا لے کر بدمذہبوں سے اتحاد کر رہے ہیں بلکہ یہ سراسر حدیث کے خلاف ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم'' ان بدمذہبوں کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو، نہ ان کی مجلسوں میں بیٹھو پھر آپ نے بدمذہبوں کے عقائد باطلہ کا رد بلیغ فرماتے ہوئے امت مسلمہ کو یہ سبق دیا کہ آدمی اگر صاحب ایمان ہے تو وہی قابل قدر ہے، آخر میں فرمایا اللہ نے مجھے جتنی قوت عطا فرمائی ہے اس کے مطابق میں اس طرح کی اتحاد کی مخالفت کرتا ہوں اور انشاء اللہ کرتا رہوں گا''۔ (سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۹ء ص ۶۷)

آج کل بہت سے لوگ ضرورت وحاجت کا سہارا لے کر مشترکہ تنظیموں میں حصہ لیتے ہیں ان کا رد فرماتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں:

''موجودہ حالات میں جو صورتیں پیش کی جاتی ہیں وہ ضرورت کی صورتیں نہیں اور اشتراک میں خود کو ضرورت کی حد تک محدود نہیں رکھا جاتا''۔ (سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء ص ۱۲)

آپ بدمذہبوں، وہابیوں باطل فرقوں کے ساتھ میل جول کے تعلق سے کھلا موقف رکھتے ہیں، ان سے موالات حرام جانتے ہیں اسی پر عامل بھی ہیں، آپ لکھتے ہیں:

''بدمذہبوں سے میل جول حرام ہے، ان کے پروگراموں اور دعوتوں میں

شرکت ممنوع ہے اس سے دین وایمان کو بڑا خطرہ ہے ملنے جلنے سے بڑی دینی مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ایسا کرنا منافع اور فوائد کے حصول کے لیے بھی ممنوع ہے، کیوں کہ شریعت کا اصول ہے "درامفاسد اولی من جلب المنافع" اور یہاں "اولی" واجب کے معنی میں ہے کہ اصول میں "اولی" اسی معنی میں آتا ہے جیسے "الحقیقة اولی من المجاز" اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجاز یا حقیقت کچھ بھی مراد لیا جاسکتا ہے مگر حقیقت مراد لینا بہتر ہے، بلکہ معنی یہ ہے کہ مجاز کے مقابل حقیقت ہی متعین ہے، بدمذہبوں سے اختلاط ایمان کے لیے زیادہ خطرناک ہے"۔

حضور اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا، غیر مقلد اگر نکاح پڑھائے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد فرمایا:

"اگر چہ نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں اگر کوئی ہندو مشرک زوجین کو ایجاب وقبول روبروئے گواہان کرادے اور شرائط صحت محقق ہوں نکاح ہوجائے گا مگر یہاں ایک نکتۂ جلیل ہے جسے وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالیٰ عزوجل ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہندو مشرک پڑھائے گا تو کوئی کلمہ گواہ سے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانے گا بخلاف ان کلمہ گویان کفر در دل کے کہ عوام ان کو خالص مسلمان جانتے ہیں حالاں کہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ وتصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے اور ان میں بہت تو کھلم کھلا ضروریات دین کے منکر اور قطعاً جمعاً مرتد کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے ان کے کفریات پر مطلع ہوکر پھر ان کو نیک اور صالح سمجھا تو ان پر بھی وہی حکم نقد وقت ہوگا ایسی صورت میں بحکم فقہ اصلاً متعلق نکاح نہ ہوگا لہٰذا احتیاط فرض ہے"۔

(فتاویٰ رضویہ پنجم ص ۱۴۴، سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا ستمبر ۲۰۰۹ء ص ۸/۷)

البتہ درج ذیل صورتوں میں ان کے نزدیک اشتراک عمل ہو سکتا ہے:

(۱) ردو مناظرہ کی مجالست۔

(۲) مسائل شرعیہ کی وہ صورتیں جن میں صرف اہل حق کی قیادت ہو اور انھیں کو عملاً غلبہ حاصل ہو۔

(۳) مصالح شرعیہ کی وہ صورتیں جن میں اگرچہ قیادت مشترک ہو مگر شرکت کرنے والے اہل حق مؤثر شخصیت کے حامل ہوں جن کے آگے گمراہ فرقے سر ابھارنے کی جرأت نہ کرسکیں اور نہ کارنامہ اپنے نام ریزرو کریں۔

(۴) وہ ضرورتیں شرعیہ جو بے اشتراک عمل پوری نہ ہو سکے۔

(۵) وہ ضرورت شرعیہ یا مصلحت شرعیہ جس میں اشتراک نہ ہو تو بد مذہبوں کو قوتیں حاصل ہونا مظنون ہو لیکن ان تمام استثنائی صورتوں میں ایک شرط مشترک یہ ہے کہ موالات کا کوئی عمل نہ برتا جائے۔

(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا ستمبر ۲۰۰۹ء ص ۸)

یہ صورتیں اعلیٰ حضرت کے فتاوٰوں اور اکابر و اسلاف کے اعمال سے مستفاد ہیں، آج کل بعض علما اپنے ذاتی اغراض کے لیے بے دھڑک اشتراک عمل کرتے ہیں جو قطعاً جائز نہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

''آج کل کچھ لوگ اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر بد مذہبوں سے اختلاط و اتحاد کو اتنی اہمیت دینے لگے کہ گویا انھیں اخوت دینی حاصل ہے ان بد مذہبوں کی بدعقیدگی اور اللہ و رسول کی جناب میں ان کی گستاخی و دریدہ ذہنی کے اظہار و اعلان سے نہ صرف گریز کرتے ہیں بلکہ اس دور کے ان علمائے معتمدین کے تبرا بازی سے بھی باز نہیں آتے جو اس سلسلے میں مسلمانوں کو حزم و احتیاط اور بد دین فرقوں سے اجتناب و احتراز کا حکم دیتے ہیں، ان لوگوں کا ایک گروہ یہاں تک کہتا

ہے کہ مسلمانوں کے دنیاوی مفاد کے تحفظ کی خاطر ہر کلمہ گو سے اتحاد ضروری ہے ایسی حالت میں اپنے دینی و اعتقادی اختلافات کو بالائے طاق رکھ دینا لازم ہے، پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے، حالاں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے بارگاہ رسالت کے گستاخوں سے میل جول کو ایمان کے لیے خطرناک ترین سم قاتل قرار دیا ہے''۔

استثنائی صورتوں کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

''استثنائی حکم صرف اسی صورت میں دیا جاسکتا ہے کہ اشتراک عمل کے بغیر مسلمانوں کے بنیادی حقوق کا حصول ناممکن ہو تو اس شرط کے ساتھ مشترکہ کوششیں جائز ہیں کہ وہاں نہ میل جول ہو نہ وہاں دوستانہ تعلقات کا ارتکاب ہو نہ اہل سنت کو دینی وقار کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو جب کہ ایمان شرطوں کا فقدان موجودہ حالات میں نہ صرف مظنون بلکہ واقع ہے، ان اتحادی مولویوں نے اب تک مسلمانوں کے کتنے بنیادی مسائل حل کیے؟ اور قید و بند میں ماخوذ کتنے افراد کو نجات دلانے میں کامیاب ہوئے؟ یہ لوگ تو ۱۹۹۲ء ۱۹۹۳ء کے فسادات میں ماخوذ مسلمانوں میں سے نہ کسی کی ضمانت کرا سکے نہ کسی کے مقدمے کی پیروی کا انتظام کر سکے، البتہ بہت سے مسلمانوں کو کتاب و سنت کے احکام سے منحرف کرنے کے حصہ دار بنتے رہے''۔ (سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا ستمبر ۲۰۰۹ء ص ۹)

حاصل یہ کہ محدث کبیر اس سلسلے میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر ہیں انھیں کے موقف پر عامل و قائم ہیں، اگر اس حوالے سے کسی نے ان کو چھیڑا ہے تو اس کو اس کی علمی حیثیت بتادی ہے، کتنے بڑے بڑے جبہ و دستار والے ہیں، جن کو آپ نے ان کی جہالت کا آئینہ دکھا دیا، ان کی زبانیں گنگ ہو کر رہ گئی ہیں، غرض اس معاملے میں آپ نے غیروں سے سمجھوتہ کیا ہے نہ ان سے نرم گوشہ رکھنے یا اتحاد کرنے والے خود ساختہ علما سے کوئی نرمی کی ہے، یہ ہے آپ کا علمی جاہ و جلال اور

عملی فضل وکمال۔

مقبولیت عامہ: خلق کے نزدیک قبولیت پانا ربانی عطیہ ہے، یہ نعمت محبوبان الٰہی کو حاصل ہوتی ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودا"

(مریم آیت ۹۶)

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے رحمٰن ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمادے گا۔

ایک جگہ اور فرماتا ہے:

"لھم البشری فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ" ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں بشریٰ ہے۔۔

امام رازی فرماتے ہیں:

"کہ بشریٰ سے مراد قبول فی الخلق ہے"۔ اہل معرفت کا ارشاد ہے، قبول فی الخلق کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عوام سے شروع ہو اور عوام ہی تک محدود رہے یا عوام کے بعد کچھ خواص میں بھی پیدا ہو جائے، یہ مقبولیت عنداللہ مقبولیت کی دلیل نہیں، یہ مقبولیت بسا اوقات عوام کالانعام بلکہ فساق وفجار کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

دوسری وہ کہ خواص سے شروع ہو اور ان کے ذریعہ عوام تک پہنچے یہ یقیناً حتماً اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی علامت ہے، حدیث صحیح سے اس پر روشنی پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل امین کو اس سے آگاہ فرما کر حکم فرماتا ہے کہ تم بھی اس سے محبت کرو، پھر تمام آسمان والوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے، بعدہ حکم دیتا ہے کہ زمین والوں میں ندا کردو یہ میرا محبوب بندہ ہے اس سے محبت کریں اس وجہ سے سارے اہل زمین اس سے

محبت کرنے لگتے ہیں‘‘۔(بخاری شریف)

ظاہر ہے باشندگان ملاء اعلیٰ اور حضرت جبریل خواص ہی ہیں، علاوہ ازیں حضرت جبریل ملک مقرب ہیں اور ان کی اس ندا سے مراد القاء فی القلب ہے تو حضرت جبریل امیں کا یہ القاء خواص ہی کے دلوں میں ہوگا۔

اب حضرت محدث کبیر دام ظلہ کی حیات پر نظر ڈالی جائے تو آشکار یہی ہوگا کہ ابتداءً آپ کی محبت خواص ہی میں پیدا ہوئی کیوں کہ عنفوان شباب میں اپنے حسن تدریس کے سبب طلبہ اور تلامذہ میں محبوب ہوئے، اپنے کمال علمی، تدبیر و کردار کی بلندی کی وجہ سے اپنے اساتذہ مثلاً حضور مفتی اعظم، حافظ ملت، علامہ عبدالرؤف، ،بحر العلوم اور ہم عصر اکابر جیسے مجاہد ملت، محدث اعظم، شمس العلما، بدر العلما، پاسبان ملت، شارح بخاری، تاج الشریعہ وغیرہم کی نگاہوں میں معزز و مقبول ہوئے۔

پھر عوام میں بھی ہر دل عزیزی شروع ہوئی اور بڑھتی رہی، یہاں تک کہ دنیا کے بیشتر ممالک کے سنی باشندوں کے مرکز عقیدت بن گئے، آج محدث کبیر پوری دنیائے سنیت پہ چھا گئے ہیں، ملک، شہر، گاؤں، دیہات کہیں بھی جائیں ان کے نام لیوا، ان کے شیدائی، ان کے معتقد، ان کے مداح موجود ہیں، اپنے ملک ہندوستان یا باہر ملک امریکہ، پاکستان، افریقہ، برطانیہ، لندن جہاں کہیں جب بھی قدم رنجہ ہوتے ہیں تو ان کی مقبولیت کے جلوے دیدنی ہوتے ہیں ہر طرف سے خواص و عوام کا ایسا حصار ہوتا ہے کہ محسوس ہوتا ہے محدث کبیر ایک شمع ہیں جس پر نثار ہونے کے لیے دنیائے سنیت ٹوٹ پڑی ہے، راقم سطور نے انڈیا اور ساؤتھ افریقہ کے اندر بارہا اس کا نظارہ کیا، ایئر پورٹ سے لے کر رہائش گاہ تک زُوار کی لمبی قطار لگی رہی، اور یہ مقبولیت دن بہ دن بڑھتی ہی جارہی ہے، واضح رہے کہ یہی مقبولیت عظمیٰ ہے جس کو مقبولیت عنداللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی سے دلوں پہ

حکمرانی کی جاتی ہے، اسی کو روحانیت کی تاجوری کہتے ہیں، ایک بادشاہ اپنی مادی طاقت سے رعایا کے اجسام و ابدان پر حکومت کرتا ہے، جبکہ اللہ کا محبوب اپنی روحانیت سے بندوں کے دل وجگر پر حکمرانی کرتا ہے۔

ہارون رشید کے عہد حکومت میں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد شریف قدم رنجہ ہوئے تو استقبال میں خلق کثیر اُمڈ پڑی، ہارون رشید نے ان کی یہ مقبولیت دیکھ کر اپنی بیوی سے پوچھا، میں تو بادشاہ ہوں مگر لوگ میرا اتنا اعزاز نہیں کرتے، یہ عبداللہ ابن مبارک کون اور کیا ہیں؟ کہ لوگ جوق در جوق ان کے استقبال میں ٹوٹے پڑ رہے ہیں، بیوی نے کہا، عبداللہ بن مبارک اور آپ کے درمیان بڑا فرق ہے، آپ مادی طاقت کے مالک ہیں، وہ روحانیت کے تاجدار ہیں، محبوبیت عظمٰی کے منصب پر فائز ہیں، مادی طاقت سے صرف جسم پر حکومت کی جاسکتی ہے، ذہن وفکر پر قبضہ نہیں جمایا جاسکتا، جبکہ روحانیت سے دلوں پر شہر یاری کی جاتی ہے حضرت محدث کبیر کی مقبولیت بتارہی ہے کہ وہ روحانیت کے منصب پر مسند نشیں ہیں اسی لیے وہ عصر حاضر میں سینوں کے لیے قرار دل، سکون جگر، نور بصیرت ہیں۔

سلاسل خدمات

مذہب ومسلک، دین وشرع کی خدمت وحفاظت، نصرت وحمایت، نشرو اشاعت کے نوع بنوع ذرائع، گوناگوں آداب اور وسائل ہیں۔ مثلاً تدریس، تحریر، تقریر، افتا، قضا، مناظرہ، تبلیغ، دعوت بیعت وارشاد، تعویذ نویسی، تاسیس مساجد، تاسیس مدارس، اہتمام ادارہ، نشر کتب، عقد اجلاس، شرکت مجلس فقہی، تربیت اولاد وغیرہ کسی خوشا نصیب کو ایک ہی ذریعہ خدمت ارزانی ہوجائے اور وہ کما حقہ اس سے دین کی خدمت کرلے تو اس کی زندگی کی معراج ہے، بڑا قابل اعزاز واکرام ہے۔

حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی وہ قابل فخر، بیدار بخت، مرد مجاہد و متحرک و فعال، ہمہ جہت شخصیت ہیں، کہ تن تنہا ان متعدد وسائط سے گراں بہا خدمت انجام دی ہے، اور تا حال سرگرم عمل ہیں، جس کا اندازہ ذیل کی تفصیل سے ہو سکے گا۔

سلسلۂ درس و تدریس

تدریس نا قابل انکار ضرورت ہے، یہ نظام عالم میں قانون رحمت کی عطر بیزی گھولنے کا اہم ذریعہ ہے، علما و فضلا کی جماعت، شعرا و ادبا کی ٹیم، حکما و اطبا کی صفیں پیدا کرنے، معتمد فقہائے راسخین کی فوج تیار کرنے کا وسیلہ ہے۔ خوابیدہ صلاحیت و استعداد بیدار کرنے کا مستحکم راستہ ہے، درس گاہوں کے اساتذہ، خانقاہوں کے مشائخ، اسی کے مرہون، رازی و غزالی، رومی و جامی، غوث و خواجہ اسی کا نتیجہ ہیں، آج تک علم و فضل کی باد بہاری اسی سے رواں، فکر و ادب کی خوشبو اسی سے مشک بار ہے۔ اسی لیے ہر زمانے میں علمائے اسلام نے تدریس کو اپنا مشغلہ بنایا، ماضی قریب کے اندر اس باب میں فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا زریں کارنامہ مسلم بین العوام والخواص ہے، اور عصر حاضر میں شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی تدریسی سروری کا خطبہ نہایت بلند اور عرش آشنا ہے۔

واضح رہے کہ تدریس ہر کسی کے بس کا کام نہیں، مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> ”آج تدریس کو یار لوگوں نے بہت آسان بنا لیا، علمی کاموں میں سب سے آسان تدریس کو سمجھا جانے لگا ہے، عالم یہ ہے کہ مدارس میں ایسے ایسے لوگ مدرس ہیں کہ حیرت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تدریس ایک بہت اہم اور مشکل کام

ہے، خود کتاب کے مضامین کو کما حقہ سمجھنا اور پھر طالب علم کو سمجھا
دینا کہ واقعی وہ سمجھ لے اتنا مشکل ہے کہ اس کی تعبیر کے الفاظ
نہیں، پھر اگر طالب علم ذہین ہے تو اس کے شبہات کو اس طرح
دور کرنا کہ وہ مطمئن ہو جائے صرف خداداد استعداد ہی سے
ہوسکتا ہے، طالب علم جو شبہہ وارد کر رہا ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟
وہ ابھی قادر الکلام نہیں، اپنی بات کما حقہ کہہ نہیں پاتا ہے، ایک
ماہر استاذ کا کام یہ ہے کہ وہ طالب علم کے غیر مرتبط جملوں سے
یہ اخذ کرلے کہ اس کو کھٹک کیا ہے؟ اور یہ کہنا کیا چاہ رہا ہے؟
جس مدرس میں یہ کمال نہیں وہ حقیقت میں مدرس نہیں''۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۴۱)

معلوم ہوا کہ تدریس بڑی سنگلاخ وادی اور حوصلہ شکن راہ عمل ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ مدرس کم از کم درج ذیل اوصاف کا حامل ہو۔

(۱) استعداد کامل۔
(۲) اظہار ما فی الضمیر پر قدرت۔
(۳) ژولیدہ اسباب کی تسہیل کا ملکہ۔
(۴) افہام و تفہیم کا فن۔
(۵) ناقص و مبہم اشکالات کو کما حقہ سمجھنے کی لیاقت۔
(۶) خوش روئی سے اشکال کی سماعت۔
(۷) تشفی بخش جواب دینے کی صلاحیت۔
(۸) مضامین کتاب کی کامل فہم۔
(۹) استحضار سبق۔
(۱۰) وسعت ظرفی و کثرت علمی۔

(۱۱) طلبہ کے حق میں اخلاص۔

(۱۲) جذبۂ تدریس۔

(۱۳) عفو درگزر، حلم و بردباری۔

(۱۴) حوصلۂ اصلاح و تربیت۔

(۱۵) دیانت داری و پاکبازی۔

(۱۶) عالی ہمتی، صبر وشکیب وغیرہ۔

حضرت محدث کبیر کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو ان کے اندر سارے ہی اوصاف مذکورہ روشن طور پر جھلک رہے ہیں۔

اسی لیے اکابر ہوں یا اصاغر سبھی آپ کو میدان تدریس کا شہنشاہ تسلیم کرتے ہیں، کوئی آپ کو سلطان الاساتذہ کہہ رہا ہے، تو کوئی استاذ الاساتذہ سے یاد کر رہا ہے، کوئی شہنشاہ تدریس کا لقب دے رہا ہے، کوئی تدریس میں آئینۂ صدر الشریعہ کہہ رہا ہے۔

حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی قادری مہتمم دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ فرماتے ہیں:

> ''میں نے علامہ کو درسگاہ میں بھی دیکھا اور مناظرہ گاہ میں بھی اور جلسہ میں تو لوگ دیکھتے ہی رہتے ہیں، سچ پوچھئے تو حضرت علامہ ہر میدان کے شہسوار ہیں''۔ (محررہ تأثر)

رئیس القلم علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں:

> ''درس و تدریس اور خطابت و مناظرہ میں وہ (محدث کبیر) اپنا ہمسر نہیں رکھتے ہیں''۔ (مقدمہ ضیاء النحوص ۴)

ضیغم اہل سنت حضرت علامہ حسن علی میلسی پاکستان فرماتے ہیں:

> ''ان کی تدریسی تعلیمی اور تبلیغی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے وہ فن تدریس کے بادشاہ ہیں''۔

(تأثر محررہ ۱۲؍ اگست ۲۰۰۸ء)

علامہ بدر القادری دی ہیگ ہالینڈ فرماتے ہیں:

''آپ (محدث کبیر) کا انداز تدریس حضور حافظ ملت سے ملتا جلتا ہے اور آپ زبردست تدریسی صلاحیت کے مالک ہیں''۔

(حیات حافظ ملت ص ۱۶۶)

حضرت علامہ مسیح احمد مصباحی صدر المدرسین انوار القرآن بلرامپور فرماتے ہیں:

''خادم کو مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں چھ سال تک ان (محدث کبیر) سے اکتساب علم کا شرف حاصل رہا، فن نحو، بلاغت، منطق، فلسفہ، اور حدیث کا سبق پڑھا ہر فن میں ان کو کامل و اکمل پایا انداز تفہیم ایسا کہ دقیق سے دقیق مسئلہ طلبہ کے ذہن وفکر میں اتار دینے کا ملکہ تھا درمیان تدریس کوئی طلبہ سوال کرتا تو اس کی ہمت افزائی کرتے ہوئے تشفی بخش جواب عنایت فرما کر سلسلۂ تدریس جاری رکھتے''۔ (تأثر محررہ ۱۲/اگست ۲۰۰۸ء)

آغاز تدریس: طالب علمی کے زمانے ہی سے آپ نے تدریس شروع کردی تھی اپنی جماعت اور اس سے نیچے درجہ کے طلبہ کو ان کی مطلوبہ کتابیں پڑھاتے رہتے تھے، خصوصاً رمضان شریف کی تعطیل گزارنے گھر پہنچتے تو دو چار روز آرام کرتے پھر پندرہ شعبان سے تدریسی عمل شروع کر دیتے، اس کے لیے گھوسی کے باذوق ذہین اور محنتی طلبہ جو کسی مدرسہ میں درس نظامی پڑھ رہے ہوتے انھیں قادری منزل بلاتے اور درس وتدریس کا سلسلہ مدت تعطیل بھر جاری رکھتے، تعطیل کے اندر آپ سے اکتساب علم کرنے والے طلبہ میں چند کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت علامہ فخر الدین صاحب نظامی سابق صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ مئو۔

(۲) حضرت علامہ ثناء المصطفیٰ قادری علیہ الرحمہ مفتی اعظم بنگال و سابق

صدر المدرسین ضیاء الاسلام ہاوڑہ بنگال۔

(۳) حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ شیخ الحدیث مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف، یوپی۔

(۴) حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری استاذ بدر العلوم گھوسی مئو یوپی۔

(۵) حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرحمٰن مرحوم خواہر زادہ حاجی عبد المنان صاحب بڑا گاؤں گھوسی، مئو۔

ان کے علاوہ بھی متعدد طلبہ رمضان میں آپ سے علمی تشنگی بجھاتے رہے، افسوس ان کے نام معلوم نہ ہوسکے، البتہ باضابطہ طور پر شوال ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء شمس العلوم گھوسی سے آغاز تدریس کیا، واقعہ یہ ہوا کہ سنہ مذکورہ میں آپ حافظ ملت قدس سرہ سے علم وفضل کی دولت حاصل کر کے خود فکر وادب کے چشمۂ صافی سے پیاسوں کو سیراب کرنے کے اہل ہو گئے۔

شمس العلوم میں صدر المدرسین: حسن اتفاق اسی دوران میں آپ کے برادر اکبر (حضرت علامہ حکیم شمس الہدیٰ اعظمی علیہ الرحمہ) کی یادگار مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں ایک ایسے جید عالم کی ضرورت در پیش ہوئی جو منصب صدارت سنبھال سکے، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے عالم کا مطالبہ ہوا، انھوں نے آپ ہی کا انتخاب فرمایا، اور وہاں کا صدر المدرسین بنا کر روانہ فرمایا، البتہ اس وقت شمس العلوم کی تعلیمی حیثیت بہت اچھی نہ تھی صرف مولوی کلاس تک وہاں بچے تھے، اس لیے حضور حافظ ملت قدس سرہ نے آپ کی علمی وجاہت، تدریسی صلاحیت کے لحاظ سے اپنے ادارہ اشرفیہ کے چند باذوق ذہین وفطین طلبہ بھی آپ کے ساتھ بھیجا ان میں چند کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ قادری شیخ الحدیث مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف، یوپی۔

(۲) حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ۔

(۳) حضرت مولانا محمد شریف صاحب گیاوی۔

(۴) حضرت مولانا محمد افسر علی صاحب قبلہ۔

ان کے علاوہ درج ذیل طلبۂ شمس العلوم بھی بڑے ہونہار، محنتی اور نمایاں تھے:

(۱) حضرت مولانا فخر الدین صاحب نظامی سابق صدر المدرسین محمد آباد گوہنہ مئو، یوپی۔

(۲) حضرت مولانا سیف الدین صاحب شمسی استاذ مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو، یوپی۔

(۳) ڈاکٹر فخر الدین قادری بڑا گاؤں بازار گھوسی مئو۔

(۴) مولانا رفیع احمد قریشی گھوسی، مئو۔

(۵) مولانا افتخار احمد اعظمی۔

(۶) جناب عبدالحفیظ صاحب۔

حضرت محدث کبیر کی آمد ہوئی ہر سو علم کی بہاریں چلنے لگی، تعلیمی معیار بہت بہتر سے بہتر ہونے لگا، طالبان نبوت کشاں کشاں آنے لگے، اچھے طلبہ کی بھیڑ ہوگئی، ادارہ کا نظام تعلیم اعلیٰ ہوگیا، الحاصل ایک مختصر سی مدت میں انقلاب برپا ہوگیا، ہر سو فکر وادب کی خوشبو پھیل گئی اس وقت مدرسہ میں بیرونی طلبہ کے لیے طعام کا انتظام نہ تھا اس لیے محدث کبیر نے کچھ لوگوں سے ایک، ایک، دو، دو بچوں کو کھلانے کی گزارش کی بہت سے لوگوں نے قبول کرلیا اور کھلانے لگے خود محدث کبیر چھ بچوں کو اپنے گھر کھلاتے رہے، یہاں تک کہ بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو مطبخ قائم کیا گیا، ۱۵ / جون ۱۹۶۱ء تک محدث کبیر یہاں بہ حیثیت صدر المدرسین جلوہ افروز رہے۔

حضرت مولانا افتخار احمد قادری شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی

اسمتھ، ساؤتھ افریقہ اس عہد کا نقشہ کھینچتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"علامہ کے ہموطن ہونے کے اساس پر اس زمانے سے میں نے انھیں (محدث کبیر) جانا ہے، جب میرا عہد طفولیت تھا میں وطن کے ادارہ دار العلوم شمس العلوم میں درجات پرائمری میں زیر تعلیم تھا، اس وقت علامہ اس ادارہ کے شیخ الحدیث و صدر المدرسین تھے مجھے یاد آتا ہے کہ اس وقت بھی ان کا علمی رعب و دبدبہ غیر معمولی تھا ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کی اکائیوں کے درمیان کا زمانہ تھا اس وقت ادارہ مذکورہ میں علامہ کی وجہ سے علمی بہار آ گئی تھی شمس العلوم کے اسی عہد زریں میں ڈاکٹر فخر الدین قادری، مولانا فخر الدین نظامی، ڈاکٹر افتخار وغیرہم نے علامہ سے درس حدیث پڑھا، اور فارغ التحصیل ہوئے، علامہ کے وہاں سے ہٹنے کے بعد وہاں دور خزاں آیا، اور پھر کافی عرصہ تک مذکورہ افراد کی صلاحیتوں کے حامل افراد ادارہ سے نہ نکل سکے"۔

(محررہ بیان ۱۴/اگست ۲۰۰۸ء بروز جمعرات)

معلوم ہوا کہ حضور حافظ ملت قدس سرہ محدث کبیر کے کچھ زیادہ ہی شفیق تھے، اسی لیے ان کے ساتھ اپنے ادارے کے چند باہوش طلبہ بھیجے اور آپ کی صدارتی صلاحیت پر بھی ان کو اعتماد کامل تھا جبھی فراغت کے فوراً بعد منصب صدارت پر فائز فرما دیا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محدث کبیر نے بڑی توجہ ولگن، دلچسپی سے نظم ونسق کو سنبھالا معیاری تعلیم کو بلند کرنے کی سعی بلیغ کی اور ادارہ عرصۂ قلیل میں بام رفعت کو چھونے لگا۔

حسن اتفاق: یہ اتفاق حسن ہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے والد صدر الشریعہ علیہ الرحمہ جب محدث سورتی ثم پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے علم وادب لے

کر عازم درس و تدریس ہوئے تو انہوں نے صدر الشریعہ کو پہلی ہی بار میں مدرسہ اہل سنت پٹنہ کا صدر المدرسین بنا کر بھیجا اور انہوں نے وہاں پہنچ کر تدریسی و تنظیمی صلاحیت کا ایسا جوہر دکھایا کہ وہاں کے مہتمم قاضی عبد الوحید علیہ الرحمہ نے ادارے کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا، اور استاذ گرامی حضور حافظ ملت قدس سرہ جب بارگاہ صدر الشریعہ سے کامل واکمل ہو کر فارغ ہو گئے تو صدر الشریعہ نے ان کو مبارک پور اعظم گڑھ کے مدرسہ مصباح العلوم کا صدر المدرسین بنا کر روانہ فرمایا، مبارک پور پہنچ کر حافظ ملت نے خوب علم وفضل کی برکھا برسائی، اسی طرح محدث کبیر جب اپنے استاذ حضور حافظ ملت کے خوان درس و تدریس سے آسودہ ہو چکے تو حافظ ملت نے آپ کو پہلی بار ہی میں دار العلوم شمس العلوم گھوسی کا صدر المدرسین بنا کر رخصت فرمایا، محدث کبیر نے حکم واشارۂ استاذ کے مطابق خوب فکری وادبی جواہر بکھیرے، گویا محدث کبیر کو عہدۂ صدارت اور اس کی استعداد ولیاقت وراثۃً حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں رہے منصب صدارت یا اس کے متوازی عہدہ پر فائز رہے۔

دار العلوم فتحیہ فرفرہ میں جلوہ افروزی اور پس منظر: جون ۱۹۶۱ء میں محدث کبیر شمس العلوم گھوسی سے مستعفی ہو کر صوبہ بنگال کی ممتاز دینی درسگاہ دار العلوم فتحیہ فرفرہ میں منصب شیخ الحدیث پر رونق افروز ہوئے، اس کا پس منظر یہ کہ محدث کبیر دام ظلہ پوری جاں فشانی اور جفاکشی کے ساتھ دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی کو تعلیمی اعتبار سے عروج آشنا کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے اسی دوران دار العلوم فتحیہ فرفرہ کے لیے ایک شیخ الحدیث کے مطالبہ کا خط جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ کے یہاں باریاب ہوا، حافظ ملت نے اس کے لیے محدث کبیر کو بلایا آپ حاضر خدمت ہوئے حضور حافظ ملت درس بخاری سے فارغ ہو کر آپ سے یوں مخاطب ہوئے میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کے

لیے آپ کو بلایا ہے اس کے بعد خاموش ہو گئے اور ایک لفافہ اپنے ڈسک سے نکا لا اور فرمایا اس کو پڑھ لیجیے۔

محدث کبیر کا ارشاد ہے کہ میں نے اس کو پڑھا اس میں ایک شیخ الحدیث کی ضرورت کا ذکر تھا اور تنخواہ اتنی لکھی تھی کہ اس وقت عموماً اتنی تنخواہ علما کی نہ ہوتی تھی میں نے پورا خط پڑھ کر آہستہ سے ڈسک کے اوپر رکھ دیا اور خاموش بیٹھ گیا، حافظ ملت نے فرمایا کیا رائے ہے؟ میں نے اسی لیے آپ کو بلایا ہے آپ یہ کام اپنے ذمہ لے لیں اور فرفرہ چلے جائیں اس پر محدث کبیر نے عرض کی حضور! منطق، فلسفہ، ادب، بلاغت پڑھانا ہو تو میں تیار ہوں، مگر حدیث پڑھانے کے لیے میں جھجھک محسوس کرتا ہوں، اس کی وجہ یہ کہ ہر فن میں اپنی رائے باری کرنے کی مکمل آزادی ہوتی ہے، جبکہ احادیث میں اگر کچھ من مانی کہا تو ایمان بھی جاتا رہے گا، اس لیے مجھے ہمت نہیں ہو رہی ہے۔

حافظ ملت نے فرمایا: آپ یہ کام (درس حدیث) کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو بلایا وہ تشریف لائے تو حافظ ملت ان کو خط دکھا کر فرمانے لگے کہ میں نے ان (محدث کبیر) کو اس جگہ کے لیے بلایا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔

علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ نے عرض کی حضور یہ تو ان کی سعادت ہے کیوں انکار کرتے ہیں پھر محدث کبیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا انکار مت کرو یہ کام آپ اچھا کر لیں گے حافظ ملت نے فرمایا میری بھی یہی رائے ہے کہ یہ کام قاعدے سے چلا سکتے ہیں پھر محدث کبیر کو اپنے ان دونوں شفیق استاذوں کی حوصلہ افزائی سے ہمت ہو گئی اور ان کے حکم پر سرنگوں ہو گئے بعدہٗ دونوں بزرگوں نے آپ کو گراں بہا نصیحتوں سے نوازا حافظ ملت نے فرمایا شیخ محقق عبدالحق

محدث دہلوی کا مقدمہ یاد کر لیجیے اور مطالعہ خوب قاعدے سے کیا کیجیے، عمامہ باندھا کیجیے، اس پر محدث کبیر نے عرض کی: کہ مجھے عمامہ باندھنے کا ڈھنگ نہیں ہے، تو فرمایا: کام کرنے سے کام آتا ہے، کام آدمی کو کام سکھاتا ہے۔

نائب حافظ ملت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"میری بات مانو اور فرفرہ جا کر منصب شیخ الحدیث سنبھال لو یہ کام بہت مناسب ہے تم سے بہتر یہ کام کوئی دوسرا نہ کر سکے گا، تمہارے دل میں جب ڈر ہے تو سنبھل کر پڑھاؤ گے جو نڈر ہوتے ہیں وہ کام سے چلے جاتے ہیں، جبہ وغیرہ خوب ٹھاٹ سے استعمال کیا کرو"۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دونوں اساتذہ جنہوں نے محدث کبیر کو خصوصی توجہ سے سنوارا اور نکھارا تھا، خام سے کندن بنایا تھا انہیں آپ کی حدیثی استعداد پر کتنا اعتماد تھا انھوں نے حوصلہ دے کر بظاہر دارالعلوم فتحیہ فرفرہ کا شیخ الحدیث بنایا اور در حقیقت دنیائے سنیت کا محدث اعظم بنا دیا یہی وجہ ہے کہ آج محدث کبیر اور محدث ساز سے معروف ومتعارف ہیں۔

یہاں فکر انگیز بات یہ ہے کہ دارالعلوم فتحیہ میں جس منصب عظیم کے لیے عالم کی ضرورت تھی ہر کہ ومہ اس کا اہل نہیں ہو سکتا، اس کے لیے موزوں وہی ہو سکتا ہے جو غزارات علمی کے ساتھ دراز عرصے کا کامیاب تجربہ رکھتا ہو، متداول کتب احادیث پر اس کی گہری نظر ہو، فن حدیث پر دستگاہ کامل کے ساتھ اصول حدیث کے اسرار ورموز سے بخوبی واقف وآشنا ہو، استخراج مسائل پر قدرت تامہ کے ساتھ اسمائے رجال، نقد وجرح، درجہ حسن وصحت وغیرہ سے آگاہ ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ خوبیاں ایک طویل عرصہ تک جہد مسلسل، محنت شاقہ، وسعت مطالعہ، کثرت تدریس، وفرت تحقیق سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں کسی نو فارغ التحصیل

کا اس منصب جلیل کو نبھا لے جانا نہایت مشکل و دشوار تر ہے، اس لیے کسی جواں سال فاضل کو اس مرتبۂ رفیع پر فائز نہیں کیا جا سکتا، مگر قربان جاؤ حافظ ملت کے حسن انتخاب پر، کہ آپ فرفرہ کے لیے اپنے ایک ایسی ہی تربیت یافتہ عالم کو منتخب فرماتے ہیں، جو جواں سال فاضل نوخیز ہے، نو فارغ التحصیل بھی، پرواز عقل شکار استعجاب ہے۔

لیکن جب حضور حافظ ملت کے کمال شخصیت ،اور محدث کبیر کے کمال محبوبیت پر نظر فکر ڈالی جائے تو حیرت واستعجاب کا بادل چھٹتا، تحیر کافور ہوتا جاتا ہے، اس لیے کہ استاذ العلما حضور حافظ ملت فن حدیث میں امام سیوطی، تفسیر میں امام رازی ،فقہ میں امام شامی ،تصوف میں امام غزالی، تدریس میں امام امجد علی تھے، انہیں پڑھانے کا ملکہ تھا پلانے کا ہنر بھی، انہوں نے شاگرد رشید محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کو پڑھایا بھی تھا، پلایا بھی، علم سفینہ بھی دیا تھا، علم سینہ بھی، یہی وجہ ہے کہ جب درجۂ فضیلت سے آپ فارغ ہوئے تو اپنے گھر مولانا توکل حسین صاحب حشمتی سے اپنی خوشی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ''مولوی توکل میرے مدرسے سے ایک سے ایک قابل لوگ نکلے، مگر مجھے جو مسرت اور خوشی ان (علامہ ضیاء المصطفیٰ) کے فارغ ہونے پر ہے وہ کسی کے نکلنے پر نہیں ہوئی''۔

اس کے بعد خوشی کی وجہ بیان فرمائی تھی:

> ''کیوں کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جو کچھ مجھے دیا تھا میں نے وہ سب ان کو دیدیا''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۵)

بعدہٗ مزار صدر الشریعہ پر حاضر ہو کر عرض کی:

''حضور آپ نے جو کچھ عطا فرمایا تھا میں نے وہ سب

آپ کے لخت جگر مولوی ضیاء المصطفیٰ کے حوالے کیا"۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۴)

گویا تکمیل فضیلت کے وقت ہی آپ نے محدث کبیر کو علوم سینہ اور علوم سفینہ دونوں کا سنگم بنادیا تھا، فن حدیث ہو یا فن اصول، فن تفسیر ہو یا فن فرائض، عرفان شریعت ہو یا علم طریقت ہر ایک کا شناور بنادیا تھا۔

معلوم ہوا کہ محدث کبیر دیگر فضلائے زمانے کی طرح نہ تھے، بلکہ فراغت کے ساتھ ہی ہر منصب عظیم کے لائق وقابل تھے، آپ کی اس استعداد وصلاحیت سے استاذ گرامی حافظ ملت بھی مطمئن تھے، اسی لیے انھوں نے بلالیت ولعل نو عمری ہی میں منصب شیخ الحدیث پر فائز فرمایا، یہ نگاہ استاذ میں آپ کی بلند حیثیت، علمی جلالت پر واضح اشارہ ہے۔

الغرض محدث کبیر اپنے شیخ کی دست بوسی وقدم بوسی کا شرف نیز دعائیں لے کر روانہ ہو جاتے ہیں، ادھر ادارہ کے ارباب حل وعقد شیخ الحدیث کے انتخاب وروانگی کی اطلاع پاتے ہیں تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے، اور پہلے ہی استقبال کے لیے اسٹیشن پہنچ جاتے ہیں، اپنے ذہن وفکر میں شیخ الحدیث کا اس کے عظیم منصب کے اعتبار سے مخصوص پیکر مثلاً بھاری بھرکم، لحیم وشحیم، عمر رسیدہ، سفید ریش ہوں گے، بیٹھائے ہوئے سراپا انتظار ہیں، کچھ دیر میں گاڑی اسٹیشن پہنچی، محدث کبیر اپنے ہلکے پھلکے، چھریرہ بدن، سبزہ آغاز، سیاہ ریش پیکر میں گاڑی سے باہر آئے، ذمہ داران ادارہ نے جب جانا کہ جس عظیم ہستی، جس شیخ الحدیث کے استقبال کے لیے ہم یہاں آئے وہ یہی ہیں، تو ان کا تصوراتی پیکر تخیلاتی مجسم یک لخت غائب ہو گیا، سوچ اور فکر کے پیچ وتاب میں آگئے، کہ ایسا نو عمر عالم ہمارے مرکزی ادارے کا شیخ الحدیث کیسے ہو سکے گا؟ اس منصب عظیم کو کیسے سنبھال سکے گا؟ مگر انھیں معلوم نہ تھا کہ آنے والا علوم صدر الشریعہ کا وارث ہے،

معارف حافظ ملت کا امین و جامع بھی، استعداد وصلاحیت کا تاجدار ہے، افہام و تفہیم کا سلطان بھی، بہر کیف چارو ناچار بادل ناخواستہ آپ کو اپنے دارالعلوم لے گئے اور ایک مختصر میٹنگ کر کے طے کیا کہ کل ذمہ داران ادارہ اور طلبہ کے سامنے تدریس کرائی جائے، اگر کامیاب ہوں، فبہا۔ ورنہ واپس کر دیا جائے اور حافظ ملت سے معذرت کر لی جائے گی۔

بعد مغرب جب محدث کبیر عشائیہ سے فارغ ہو چکے تو مہتمم ادارہ نے سوال کیا کہ آپ نے اقامت کی نیت تو ابھی نہیں کی ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا جب میں اسٹیشن پر پہنچا اور گاڑی سے قدم زمین پر رکھا اسی وقت نیت کر لی، پھر انھوں نے کہا کہ کمیٹی کا فیصلہ ہے کہ کل اراکین ادارہ کے سامنے طلبہ کو درس دیں، پھر آپ کے تقرر کا فیصلہ ہوگا، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، صبح تعلیم کا وقت ہوا محدث کبیر رونق درس گاہ ہوئے دست وچپ میں ارکان، سامنے معیاری اور منتہی درجات کے طلبہ بیٹھے، جلالین شریف، ہدایہ آخرین، میبذی، مقاماتِ حریری لائی گئی، اور عرض کیا گیا یہ کتابیں ابھی پڑھائیں، محدث کبیر نے پہلے ہدایہ آخرین میبذی اور جلالین اپنے اچھوتے اور دل کش انداز میں پڑھایا، ہر ایک تقریر ایسی شستہ، معنی خیز، ولولہ انگیز تھی کہ اس میں بیان کا زور، حسن استدلال کی شگوفہ کاری، زبان کی گل کاری، فکر کی گیرائی، امثال کی ندرت، نکتوں کی پرکاری، استخراج مسائل کی بہار، ردفرق باطلہ کا جلال، اپنے مشرب و مسلک کی تائید، اشکال کا جواب، وجوہ تفسیر کا واضح بیان، نکتہ آفرینی، درس کے مالہ وما علیہ سے بحث، عبارت کی تسہیل، عالمانہ وقار و جمال، علمی جاہ وجلال سب کچھ تھا، ارکان ادارہ و طلبہ تقریر درس سن کر انگشت بدنداں ہیں، ان کے ذہنی تخیلات وتصورات حرف غلط ثابت ہو چکے ہیں، طلبہ کے اعتراضات خشک وخاشاک بن کر اڑ چکے ہیں، ایسی وجاہت علمی، جلالت فکری پہلی بار دیکھی ہے، درس کی ادق کتابوں کی خشک

مفاہیم کو قلوب اذہان میں شراب طہور بنا کر اتارنے کا فن اولین مرتبہ ملاحظہ کیا ہے ،اب تو ان کے ذہن میں محدث کبیر کی عظمت کا سکہ بیٹھ چکا ہے علم وفضل کی دھاک جم چکی ہے،ان کے اعضا و جوارح ،قلب وزباں گویا ہو جاتے ہیں، کہ یہ عمر میں نوخیز مگر علم واستعداد میں بحر بے کراں ہیں، یہ عظیم محدث ہیں، عظیم مفسر بھی، عظیم معقولی، عظیم منقولی بھی ، عظیم فقیہ ہیں ، عظیم اصولی بھی ، ان کا وجود اپنے ادارے کے لیے نیک شگون ہے۔

تقریر جلالین کا ایک حصہ: جلالین شریف کی تقریر کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

"اذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خلفية "سے پورے رکوع کے متعلق تقریر یوں شروع فرمائی، یہاں چند باتیں غور طلب ہیں:

اول: یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا تو ان سے ایسا گناہ صادر نہیں ہوسکتا ،جس کی بنیاد پر وہ ظالم کہے جائیں، پھر انھیں "ولا تقربا هٰذه الشجرة فتكونا من الظلمين" کیسے کہا گیا؟

دوم: یہ کہ جب وہ جنت میں رکھے گئے اور انھیں جنت میں خلیفہ بنایا گیا تو انھوں نے ایسی لغزش کیوں کی؟ کہ وہ زمین پر اتارے جائیں؟

سوم: یہ کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ،آدم علیہ السلام غیر اللہ ہیں اور غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے۔

چہارم: یہ کہ "علم آدم الاسماء كلها" میں اسماء سے کیا مراد ہے؟ اور كلها سے یہاں کیا مقصود ہے؟

درج بالا سوالات قائم کر کے جواب کی طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا:

پہلا اعتراض اس وقت برمحل ہوسکتا ہے جب "ولا تقربا هٰذه الشجرة" سے "نہی" تحریم مراد ہو،لیکن اگر "نہی" تنزیہ ہوتو اس اعتراض کی گنجائش نہیں رہ

جاتی ، اور یہاں یہی مراد بھی ہے ، البتہ اب یہ اعتراض ہوگا کہ "فتکونا من الظٰلمین " کسے کہا گیا ؟ منہی تنزیہی یا مکروہ تنزیہی کا مرتکب ظالم نہیں کہلاتا، تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ، یہاں ظالمین کا لفظ پیار و محبت کے طور پر کہا گیا، جیسے کسی کو کہہ دیا جاتا ہے کہ، ارے بیوقوف ہی تو رہ گئے ، یوں ہی اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ انسان کو فرمایا "انه کان ظلوماً جهولاً" یہ بھی محبت کا جملہ ہے، یہ جواب بر تقدیر تسلیم ہے اور عدم تسلیم کی تقریر پر یہ کہا جائے گا کہ رب قدیر مختار کل ہے، اپنے جس بندے کو جس کلمے سے چاہے تعبیر کرے، کسی کو اس پر حق اعتراض نہیں ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے سوا، کوئی اور بھی کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ظالم تھے، معاذ اللہ یہ ہرگز روا نہیں، اگر کوئی کہے تو وہ خود ظالم ہے کافر ہو جائے گا۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے خلیفہ ضرور تھے مگر وہ خلیفہ فی الجنۃ نہیں، خلیفہ فی الارض تھے یعنی اللہ نے انھیں زمین پر اپنے احکام چلانے کا خلیفہ بنایا تھا، اسی لیے اللہ نے فرمایا: انی جاعل فی الارض خلیفة" یہ نہیں فرمایا "انی جاعل فی الجنة خلیفة" تو مطلب یہ ہوا کہ وہ پیدا ہی زمین پر خلافت کے لیے ہوئے تھے، اب اگر وہ ایسی کوئی صورت نہ پیدا کرتے کہ زمین پر اترتے تو خلافت کا مقصد کیسے پورا ہوتا؟ غرض مقصد خلافت کے لیے انھوں نے شجرۂ ممنوعہ سے کھایا اور جنت سے زمین پر اتارے گئے۔

البتہ اس جواب پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ جب مقصود بالا کے لیے آدم علیہ السلام نے خود ایسی صورت پیدا کی کہ زمین پر اتارے جائیں تو "فازلهما الشيطن " کہہ کر اس خطا کی نسبت شیطان کی طرف کیوں کی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے تا کہ شیطان یہ سوچے کہ میں نے تو سوچا کہ میں ان کے ساتھ دشمنی سادھ رہا ہوں، جب کہ اس کے برخلاف یہ زمین پر آ کر میرے ہی لیے زمین تنگ کرنے لگے۔

تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کی طرف سجدہ کیا تھا، لہٰذا وہ مسجود الیہ تھے، مسجود لہ نہ تھے جیسے کعبہ شریف کی طرف سجدہ کیا جاتا ہے، کعبہ کو نہیں کیا جاتا، لہٰذا وہ غیر اللہ کے لیے سجدہ نہ ہوا، اور تحت حرام داخل نہ ہوا۔

اور چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ "الاسماء" سے مراد اسماء مسمیات ہیں، یعنی اللہ نے انھیں اشیا کا علم دیا اور ان کے اسما کا بھی اور کلہا سے مراد ہے کہ اللہ نے انھیں ہر زبان بھی سکھائی، اس سے ایک یہ بھی مسئلہ واضح ہو گیا کہ زبانیں آدمیوں کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ تخلیق الٰہی ہے، کیوں کہ زبانیں تو اس وقت سے ہیں، جب سے حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جب کہ آدمی بہت بعد میں پیدا ہوئے۔

آخر کار ذمہ داران ادارہ اور طلبہ نے فن تفسیر و حدیث، منطق و فلسفہ میں آپ کی مہارت کا اعتراف کر لیا، دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے، البتہ ابھی مقامات حریری کی تدریس باقی تھی، اس کی بھی تدریس کا مطالبہ ہوا، مقامات حریری عربی ادب کی کتاب ہے، اس کے مضامین کچھ اس طرح کے ہیں کہ صالح طبع افراد کبھی اس سے رغبت نہیں رکھ سکتے، اسی لیے حضرت محدث کبیر نے دوران درس اس کی طرف توجہ نہ دی تھی، اس وقت فقہ و حدیث، تفسیر و اصول پر توجہ مبذول رکھی تھی، مقامات حریری دقیق لفظ کا گلدستہ ہے ساتھ ہی معانی و بیان و بدیع کے فنون کا پچاس مقامات پر کثرت سے استعمال بھی ہے، اس لیے جب پڑھانے کی آپ سے خواہش کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کتاب سے دلچسپی نہیں ہے۔ مگر لوگوں کا اصرار شروع ہو گیا تو آپ فرماتے ہیں، میں نے اسی دم اپنے استاذ کریم مربی و شفیق، استاذ العلما حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا تصور باندھا اور پڑھانا شروع کیا، پورا سبق خوش اسلوبی یعنی حل لغات، ترجمہ شعار، تفصیل تلمیح، بیان محاسن، استعارات و تشبیہات کے ساتھ بے جھجک تشفی بخش پڑھا

دیا، زبان میری اس دوران چلتی رہی مگر مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کس طرح چل رہی ہے، میں کیا بول رہا ہوں، اس کی تدریس میں میں نے کھلے طور پر حضور حافظ ملت کا تصرف محسوس کیا۔ (روایت مولانا شمس الحق مصباحی)

اس سے حضور حافظ ملت کی روحانی قوت پر روشنی پڑتی ہے۔

الحاصل آپ کے بے مطالعہ اس حیرت بخش تدریس نے سب کے دلوں پر آپ کی حکومت کا سکہ بیٹھا دیا اور آپ باتفاق رائے دارالعلوم فتحیہ فرفرہ ضلع ہگلی کے شیخ الحدیث بن گئے، اواخر جون ۱۹۶۱ء سے اپریل ۱۹۷۰ء تک تقریباً دس سال آپ نے وہاں علوم ومعارف اور فکر احادیث کی خوشبو پھیلائی، ذروں کو آفتاب بنایا، فکر و ادب کے اجالے پھیلائے جہالت کی تاریکیاں مٹائیں، ادارے کو بارونق اور پر بہار بنایا۔

مدرسہ منظر اسلام ہاوڑہ کلکتہ میں مسند نشینی: عالم دنیا اور آخرت کا چراغ ہے، حدیث پاک ہے "العلماء سرج الدنیا والآخرۃ" (کنز العمال)

اس کا وجود نور واجالا ہے، ظلمت وتاریکی کا ازالہ ہے، یہ جہاں رہے جہالت وتاریکی کی موت ہوتی ہے، علم ونور کو حیات ملتی ہے، اسی لیے عالم کا فریضہ اور لازمی ذمہ داری ہے کہ جہاں کفر وشرک، بدعت و جہالت کی گھٹائیں ہوں وہاں پہنچ کر علم وفضل، ایمان وہدایت کے دیپ جلائے، محدث کبیر طبعاً ادائے فرائض میں بڑے حساس، سبک رو واقع ہوئے ہیں، اسی احساس ذمہ داری نے آپ کی عنان التفات کو ہاوڑہ کی طرف مبذول کیا پس منظر یہ ہے کہ آپ دارالعلوم فتحیہ فرفرہ میں تدریس، قرب جوار میں دعوت وتبلیغ سے اشاعت دین وسنیت کر رہے تھے اسی دوران آپ کو معلوم ہوا کہ ہاوڑہ میں وہابیت اور دیوبندیت زوروں پر ہے اور مسلسل ان کی ریشہ دوانیاں بڑھ رہی ہیں، سنیت کمزور ہوتی جارہی ہے، اہل حق پر شب خون مارا جارہا ہے، ان کے خلاف ہوش ربا آندھیاں چل رہی

ہیں، انھیں بدعتی اور گمراہ کہہ کر متزلزل کیا جارہا ہے، گویا سنیت کشمکش میں ہے، مداوا کی طلب گار ہے، ایک مرد آہن، انقلاب آفریں شخصیت کی متلاشی ہے۔

محدث کبیر وہاں کے حالات سے واقف ہوئے تو آپ نے اس کی صدا پر لبیک کہا اور ہاوڑہ کو روانہ ہوگئے، مدرسہ منظر اسلام پہنچے اور اراکین ادارہ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ مدرسہ منظر اسلام کو دار العلوم کی شکل دی جائے اور درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم کرائی جائے، میں آپ لوگوں کی مدد کرنے کو تیار ہوں، اراکین نے آپ کی رائے قبول کی، آپ مدرسہ منظر اسلام میں قیام پذیر ہوگئے، یہ ادارہ بانئ مدارس کثیرہ رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی جد وجہد سے ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا تھا، مگر ابھی تک مکتب کی شکل میں چل رہا تھا، محدث کبیر نے اسے اسی نام سے ترقی دینا شروع کیا، فارسی اور ابتدائی عربی کا آغاز کرایا طلبہ کا ازدحام ہونے لگا مدرسہ کی عمارت تنگ دامانی کا شکار ہوگئی، تو آپ نے ارکان کے مشورے سے زمین کی خریداری کا منصوبہ بنایا، متعدد زمینیں دیکھیں لیکن مفاد پرست افراد کی ناپاک کوششوں اور حرکتوں سے حاصل نہ ہوسکیں، بالآخر آپ نے اپنے اور حاجی قاسم کے مابین دار العلوم ضیاء الاسلام کی موجودہ زمین راز میں رکھ کر اس کے لیے قرض لیا اور کچھ چندہ کر کے خریدا اور رجسٹری کرائی، اس کے بعد جلسۂ سنگ بنیاد کرایا، جس میں استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، گل گلزار برکات حضرت سید العلما مارہرہ شریف، رئیس اڑیسہ مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی علیہم الرحمہ، بالخصوص حاضر ہوئے۔

حضرت سید العلما علیہ الرحمہ نے سنگ بنیاد کے وقت پوچھا نام کیا ہے؟ بتایا گیا کہ منظر اسلام تو فرمایا: نہ اس کا نام یا تو دار العلوم امجدیہ رہے گا یا دار العلوم ضیاء الاسلام رہے گا پھر فرمایا کہ نام ضیاء الاسلام ہی رہے گا۔ (بیان محدث کبیر)

اور آج تک اسی نام سے معروف ہے، اسی سے واضح ہوگیا کہ دار العلوم ضیاء الاسلام کے بانی حضرت محدث کبیر ہیں، بہر کیف دار العلوم کی بنیاد پڑتے ہی صوبائی پیمانے پر اس کا شہرہ ہوگیا ہر طرف سے طالبان علوم نبوت کشاں کشاں آنے لگے، محدث کبیر دار العلوم کے تعلیمی و تعمیری منصوبوں کی تکمیل میں مصروف ہوگئے عرصۂ قلیل کے اندر حسن نظم و نسق، معیار بلند، تربیت صحیحہ کے سبب ادارہ اپنی شناخت بنانے میں کامیاب ہوگیا، محدث کبیر اہل ہاوڑہ کے لیے خصوصاً اور اہل صوبۂ بنگال کے لیے عموماً عظیم نعمت و رحمت ثابت ہوئے، بلکہ وہاں کے عوام اہل سنت کے دلوں کی دھڑکنیں بن گئے اس طرح ضیاء الاسلام کے ساتھ ضیاء المصطفیٰ کا ایسا حسین امتزاج ہوا کہ پورے صوبۂ شبستانوں میں علم و فضل کے چراغ جل اٹھے، محدث کبیر اسی علمی، فکری، عملی ضو کی طنابیں، وسیع سے وسیع تر کرنے میں منہمک تھے، اور ابھی یہاں آئے ہوئے ڈیڑھ ہی سال ہوئے تھے کہ استاذ العلما حافظ ملت قدس سرہ کے دست راست جامعہ کے نائب شیخ الحدیث بحر علم و تحقیق، پیکر فکر و تدقیق، ماہر فن حدیث، سند العلما حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف علیہ الرحمہ قادری بلیاوی ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء کو وصال فرما گئے۔

ان کا ارتحال حافظ ملت کے لیے بڑا صدمہ رسا اور فکر انگیز ثابت ہوا، کیوں کہ ایک طرف دار العلوم کی ایک باوقار درسگاہ سونی ہوگئی دوسری طرف دنیائے سنیت اور جہان درس و تدریس میں عظیم خلا پیدا ہوگیا، ایک باعظمت عہدہ خالی ہوا، ایک بہت مخلص مشیر کار او جھل ہو گیا۔

حضور حافظ ملت کو اس کا بدل لانے کی فکر ہوئی، نظر دوڑائی ملک کے گوشے گوشے میں نامور تلامذہ، اجلہ علما، بے مثال فضلا موجود تھے، آخر کار نگاہ دوررس، محدث کبیر، فقیہ شہیر، سلطان الاساتذہ، شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہ پر آ کے ٹھہر گئی۔

جسے چاہا در پہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

حافظ ملت نے محدث کبیر کو جامعہ اشرفیہ میں نائب شیخ الحدیث کے عہدے پر دینی خدمت انجام دینے کے لیے حاضر ہونے کا حکم نامہ صادر فرمایا۔

جامعہ اشرفیہ میں تقرری: محدث کبیر کو استاذ ومربی، مخدوم ومحسن، حضور حافظ ملت قدس سرہ کا حکم نامہ ملا، شوال ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں حاضر بارگاہ ہوگئے، حضور حافظ ملت نے اول روز آپ کو نائب شیخ الحدیث کا منصب عطا فرمادیا، اور علامہ عبد الرؤف علیہ الرحمہ کی ساری ذمہ داریاں بھی تفویض فرمادیں ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ:

''میری غیر موجودگی میں میری جگہ بخاری شریف کا درس دیا کریں گے''۔

اس پر محدث کبیر نے نیاز مندانہ انداز میں عرض کیا کہ ''حضور میں بخاری شریف کا درس اس شرط پر دوں گا کہ جب آپ واپس تشریف لائیں تو میرے پڑھائے اسباق کا اعادہ فرمادیں'' حافظ ملت نے فرمایا ''ہاں مجھے بھی یہ مسئلہ معلوم ہے کہ امام فاسق ہو تو اس کے پیچھے پڑھی نماز کا اعادہ واجب ہے'' (یعنی امام اگر فاسق نہ ہو تو اعادہ کی حاجت نہیں) ملخصاً (سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء ص ۲۶)

فحول علما، اکابر اور افاضل تلامذہ کی بھیڑ میں حافظ ملت کا یہ انتخاب روشن دلیل ہے کہ حافظ ملت کو محدث کبیر کی استعداد، صلاحیت پر کامل بھروسہ تھا اور ان سے موجودہ خلا کے پر ہونے کی امید واثق بھی، جبھی علامہ عبد الرؤف صاحب علیہ الرحمہ کی جگہ آپ کا تقرر فرمایا۔

حافظ ملت اول وقت ہی میں تدریس بخاری کی اجازت بلکہ اس کا حکم دے کر واضح اشارہ کر رہے ہیں کہ محدث کبیر فن حدیث میں کامل و ماہر ہیں اور مستقبل کے وہی شیخ الحدیث ہیں، حافظ ملت نے آپ کے پڑھائے اسباق کو

دہرانے کی حاجت محسوس نہ فرمائی جیسے کسی متقی جامع شرائط امامت کی اقتدا میں پڑھی نماز کے اعادہ کی حاجت نہیں ہوتی، یہ آپ کے ماہر فن ہونے کا روشن ثبوت ہے اور اس سے آپ کے حسن تدریس، کمال تفہیم پر بھی روشنی پڑتی ہے، آپ کا یہ اختصاص یقیناً قابل ذکر ہے کہ تلامذۂ حافظ ملت میں حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کے بعد محدث کبیر کی وہ تنہا بیدار بخت شخصیت ہے جس کو حضور حافظ ملت کی ظاہر حیات میں ان کے درس کی معرکۃ الآرا کتاب حدیث ''بخاری شریف'' پڑھانے کا شرف ملا ہے۔

درس نظامی پر دستگاہ کامل: درجات عالمیت، فضیلت اور تخصص میں مشکل و دشوار تر فنون کی متعدد کتب داخل نصاب ہیں جن کو پڑھانے کے لیے عمیق مطالعہ کی حاجت ہوتی ہے، جن کے مضامین و مفاہیم بہت جلد ذہن سے رخصت ہو جاتے ہیں، ارباب تدریس کو اس کا تجربہ ہے، اور اس کا ان کو اعتراف بھی ہے، حضرت محدث کبیر جملہ درسی فنون پر عبور رکھتے ہیں، کمال استحضار کا عالم یہ کہ مشکل سے مشکل فن کی کتابیں بڑے فرح و سرور اور انبساط کے ساتھ پڑھاتے رہے اور آج بھی پڑھا رہے ہیں۔

ان کے مطالعہ کے لیے بس اتنا وقت کافی ہوتا ہے جتنا عبارت خوانی میں صرف ہو، ایک طرف طالب علم کتاب کی عبارت پڑھتا ہے، آپ کا مطالعہ ہو جاتا ہے، اسی میں پوری بحث کا حاصل مستحضر ہو جاتا ہے، پھر آپ بڑے حسین پیرائے میں ایسی تقریر درس فرماتے ہیں کہ طلبہ کے ذہن میں اتر جاتا ہے۔

فقہ و حدیث پر آپ کے ید طولی کا اعتراف سبھوں کو ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے علاوہ فنون مثلاً فلسفہ، منطق، فرائض، اصول، بلاغت، ادب، سبھی مروجہ فنون پر آپ کی مضبوط علمی گرفت ہے۔

راقم السطور نے اپنے عہد طالب علمی کے اندر مناظرہ کی شہرۂ آفاق کتاب

''مناظرہ رشیدیہ'' فلسفہ کی مشکل ترین کتاب ''شرح ہدایۃ الحکمت'' علم فرائض کی معرکۃ الآرا کتاب ''سراجی'' اور حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب ''ترمذی شریف'' اور ''بخاری شریف'' کا درس حضرت والا سے لیا، کبھی بھی کسی قسم کی کمی محسوس نہ کی خود حضرت کو کسی کتاب کی تدریس کے وقت ایک منٹ کے لیے رکتے یا کسی مضمون کی تفہیم میں جھجکتے نہ دیکھا، یوں ہی کبھی بھی کوئی سبق مشکل ہونے کے سبب روز آئندہ پر نہ ٹالا۔

محدث کبیر کے ایک ممتاز اور خصوصی شاگرد حضرت مولانا صدرالوری مصباحی آپ کی مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''آپ فلسفہ، منطق، ہیئت وغیرہ کا بھی درس دیتے ہیں، ان میں بھی کافی مہارت معلوم ہوتی ہے، زمانہ طالب علمی میں بارہا میں مذکورہ فنون کی کتابیں اوقات درس کے علاوہ لے کر جاتا فوراً ہی برجستہ آپ پڑھا دیتے جب کہ معلوم نہیں کتنے برس پہلے ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا''۔

(سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء ص ۲۷)

مولانا افتخار احمد قادری گھوسوی استاذ دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ نے محدث کبیر دام ظلہ سے نحو کی مشہور ادق کتاب ''شرح جامی'' کا خصوصی درس لیا ہے وہ اپنا تأثر عربی زبان میں یوں بیان کرتے ہیں:

> ''اننی قد تلقیت منه درس شرح الجامی فی علم النحو بشهر رمضان المبارک ۱۹۶۷ء شهراً کاملاً فوجدته واسعاً بارعاً فی علم النحو وهو یحیط بجمیع جوانب البحث ولا یدع فراغاً خلال الدرس ''۔

ترجمہ: میں نے ۱۹۶۷ء کے پورے ماہ رمضان میں فن نحو کی کتاب شرح جامی حضرت محدث کبیر سے پڑھی، میں نے انھیں علم نحو میں وسیع العلم اور ماہر و کامل پایا، آپ بحث کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتے اور دوران درس کچھ تشنہ نہ چھوڑتے۔

(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۳۷)

حضرت مولانا مسیح احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ انوار القرآن بلرامپور فرماتے ہیں:

"(محدث کبیر) برصغیر کی عظیم عربی یونیورسٹی مبارکپور میں شیخ الحدیث اور پرنسپل کے عہدے پر عرصہ دراز تک متمکن رہے ہزاروں تشنگان علوم دینیہ کو آبشار علم سے فیض یاب فرمایا، خادم کو بھی مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ میں چھ سال تک ان سے اکتساب علم کا شرف حاصل رہا، فن نحو، بلاغت، منطق، فلسفہ، مناظرہ اور حدیث کا سبق پڑھا ہر فن میں ان کو کامل واکمل پایا"

(تأثر محررہ ۱۱ر شعبان ۱۴۲۹ھ)

مولانا فیض احمد صاحب مصباحی پریٹوریہ ساؤتھ افریقہ بیان کرتے ہیں:

"محدث کبیر نے ۱۹۹۸ء میں میری جماعت کو شرح جامی پڑھائی پہلے سبق کے آغاز کے وقت حضرت نے فرمایا کہ پچیس سال کے بعد اس کتاب کی زیارت ہو رہی ہے"۔

موصوف کہتے ہیں:

"اس طویل عرصہ کے بعد تدریسی نوبت کے باوجود ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضرت نے پوری مقدار بے جھجک پڑھائی، عبارت خوانی کی تکمیل کے ساتھ حضرت کا مطالعہ بھی ہو جاتا

اور نہایت مفصل پڑھاتے''۔

یہ تو محدث کبیر کے تلامذہ کی تحریری شہادتیں ہیں، ان کے علاوہ ہزاروں ہزار وہ تلامذہ اپنی تدریسی، تقریری، تحریری، فقہی، مناظراتی مہارت کی شکل میں آپ کے فضل و کمال پر روشن ثبوت ہیں، جو دنیا کی بڑی بڑی درسگاہوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں منصب تدریس کی زینت ہیں۔

آپ کی تدریس بخاری اور خصوصیات: عصر حاضر میں درس بخاری کو نہایت آسان سمجھ لیا گیا ہے، محض ختم کرانے کی فکر کی جاتی ہے۔اس لیے اکثر مدارس میں صرف ورق گردانی کرائی جاتی ہے، بعض مدارس میں راقم نے خود دیکھا کہ ایک ایک دن میں آٹھ آٹھ، دس دس صفحات یوں پڑھا دیے جاتے ہیں کہ طالب علم عبارت خوانی کرتا جاتا ہے، استاذ سنتا رہتا ہے جب کوئی مشکل حدیث آجاتی ہے تو استاذ نہایت اجمال کے ساتھ اس کی تشریح کر دیتے ہیں، یا یہ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ یہی حدیث آگے آرہی ہے، وہاں تفصیل کی جائے گی۔اس طرح سلسلۂ عبارت خوانی کے ساتھ پوری بخاری کا درس مکمل ہو جاتا ہے اور طلبہ کو معلوم بھی نہیں ہو پاتا کہ بخاری میں ہے کیا؟۔

اور بعض مدارس کے شیخ الحدیث خود بخاری شریف پڑھاتے ہیں مگر ان کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وقت درس شروع ہوتے ہی وہ ترجمۂ حدیث میں لگ جاتے ہیں، اور گھنٹے بھر میں سات آٹھ صفحات کا ترجمۂ محض کر دیتے ہیں، شاید اسی برق رفتاری کے ساتھ بلا افہام و تفہیم درس دینے کی وجہ سے درس بخاری کے سال کو ''دورہ کا سال'' اور طلبہ کو ''دورہ کے طلبہ'' کہا جاتا ہے۔

بعض ایسے بھی اساتذۂ بخاری ہیں جو محض حالات رواۃ پر توجہ صرف کرتے ہیں اور سال بھر میں بمشکل سو دو سو صفحات پڑھا کر خانہ پری کرتے ہیں، لیکن ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی تدریس بخاری کا انداز افراط و تفریط سے

پاک اور محققانہ ہے، دونوں جلدوں سے کم از کم دو دو سو صفحات پڑھاتے ہیں۔

راقم سطور نے ۱۹۹۴ء میں حضرت والا سے بخاری کی ہر دو جلد سے دو دو سو صفحات پڑھے۔

آپ کی تدریس بخاری میں درج ذیل خوبیاں نمایاں طور پر جلوہ ریز ہوتی ہیں۔

(۱) حدیث کا سلیس و با محاورہ ترجمہ۔

(۲) مشکل الفاظ کی لغوی اور شرعی تشریح۔

(۳) مشکل حدیث کی تسہیل و تفہیم اور دل نشین تشریح۔

(۴) حدیث اور باب میں مناسبت کا ذکر۔

(۵) حدیث سے فقہی مسائل کا استخراج۔

(۶) باب سے متعلق ضروری احکام کا بیان۔

(۷) آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ سے مذہب حنفی کی تائید و توثیق۔

(۸) بدمذہبوں کی مستدل احادیث پر محققانہ بحث۔

(۹) بدمذہبوں کے استدلال کی کیفیت اور رد کامل۔

(۱۰) راوی مطعون کے عیب و طعن کا بیان۔

(۱۱) راوی کے احوال کا اجمالی ذکر۔

(۱۲) ایک نام کے دو راویوں میں کنیت وغیرہ کے ذریعہ امتیاز و فرق کا بیان۔

(۱۳) کسی کلمہ پر متعدد احتمالات اعراب کی توجیہ و تفصیل۔

(۱۴) عظمت رسل و صحابہ کا اظہار و اثبات۔

مولانا صدر الوری مصباحی آپ کی تدریس بخاری کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> ''جب (محدث کبیر) بخاری شریف کا درس دیتے ہیں تو اپنے معارض احادیث کی توجیہ، پھر اپنی تائید میں اس کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان فرماتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کوئی

موجودہ دور کا مدرس ہے یا امام جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی شاگرد ہے، جو اپنی تائید میں حدیثیں وافر مقدار میں مستحضر کئے ہوئے ہے"۔ (سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء ص ۲۷)

آپ اپنی ان تدریسی خوبیوں، محققانہ انداز تعلیم کی وجہ سے جملہ مدرسین ومحدثین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، اسی وجہ سے بڑے بڑے اور نامور مدارس کے محدثین، معلمین، اراکین شوال وشعبان میں آپ کو مدعو کرتے اور آپ سے افتتاح واختتام بخاری شریف کراتے ہیں۔

تدریس ترمذی کے امتیازات: امام ابوعیسیٰ ترمذی کی شہرۂ آفاق ومعرکۃ الآرا کتاب "جامع ترمذی" صحاح ستہ میں ایک اہم کتاب ہے۔

تقریباً درس نظامی کی جملہ درسگاہوں، اداروں میں داخل نصاب ہے یہ اپنے چند خصائص کی وجہ سے دیگر کتب حدیث سے ممتاز ہے مثلاً۔

(۱) اضطراب روایت کی طرف اشارہ۔

(۲) رواۃ کا ذکر۔

(۳) فی الباب کہہ کر تعدد روایات کی طرف اشارہ۔

(۴) اختلاف ائمہ کا اجمالی ذکر۔

(۵) مصنف کے ذاتی نظریہ وموقف کا بیان۔

(۶) صحت وضعف کے اعتبار سے درجات حدیث کی تعیین۔

اسی لیے اس کتاب کی تدریس آسان نہیں ہے، ہر ادارے میں وہی استاذ اس کو پڑھانے کی جرأت کرتا ہے، جو فن حدیث، اصطلاحات حدیث، اسماء الرجال پر معتد بہ وسعت نظر رکھتا ہو۔

استاذ گرامی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی فن حدیث کے ممتاز عالم ہیں، وہ رواۃ حدیث، اسماء الرجال، نقد وجرح، اصطلاحات حدیث

وغیرہ جملہ ضروریات علم حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں، اسی لیے انہیں محدث کبیر اور امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے، انھیں درس حدیث کا ملکۂ تامہ ہے، خصوصاً تدریس ترمذی میں اپنا جواب نہیں رکھتے، آپ اس کی تدریس میں مذکورہ خصائص کو اجاگر کرتے ہیں، ساتھ ہی تمام طرق روایات کا احاطہ کرتے، مخارج حدیث کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ اس حدیث کو کس محدث نے کس کتاب میں اور کس باب میں نقل کیا ہے؟ اختلاف ائمہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، مذاہب باطلہ کا رد کامل کرتے ہیں، آپ کی تدریس ترمذی کے خصائص پر مولانا صدرالوری مصباحی زید مجدہ نے شاندار گفتگو کی ہے۔

لیجیے انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

''ترمذی شریف کا ایک اہم عنصر فی الباب ہے، یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد اس کی بھی صراحت کرتے ہیں کہ اس باب میں اور کتنے صحابہ سے روایت ہے ان کا نام بھی بیان فرماتے ہیں اور باب کے تحت جن صحابہ کا ذکر ہوتا ہے ان میں یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ حدیث کی کن کن کتابوں میں ان سے روایت کی گئی ہے ترمذی شریف پڑھنے والے طلبہ اس باب کے شہود عدل ہیں کہ حضرت محدث کبیر قبلہ جب جامع ترمذی کا درس دیتے ہیں تو فی الباب پر مفصل کلام فرماتے ہیں کہ فلاں صحابی سے فلاں نے تخریج کی فلاں سے فلاں نے''۔

ذیل میں ہم ایک نظیر، ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ سئل عن المسح علی الخفین ، فقال للمسافر ثلاثۃ وللمقیم یوم"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے موزے پر مسح کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن۔

امام ترمذی اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں:

(فی الباب عن علی و ابی بکرۃ وابی ھریرۃ وصفوان بن عسال وعوف بن مالک وابن عمر وجریر)

اس باب میں حضرت علی حضرت بکرۃ حضرت ابو ہریرہ، حضرت صفوان بن عسال حضرت ابن عمر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے۔

میرے پاس جہاں تک محفوظ ہے حضرت محدث کبیر قبلہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد نے تخریج کی، حضرت ابوبکرہ سے ابن خزیمہ نے حضرت صفوان بن عسال سے امام احمد، نسائی، ترمذی، ابن خزیمہ نے اور عوف بن مالک سے امام احمد نے۔

یہ ہے طرق روایات پر حضرت محدث کبیر قبلہ کی وسعت نظر، یوں ہی روایت میں جو اضطراب ہوتا ہے، امام ترمذی نے اسے بھی کافی حد تک بیان کیا، حضرت محدث کبیر اس پر بھی مفصل کلام فرماتے ہیں، چنانچہ آداب خلا سے متعلق حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں:

"حدیث زید بن ارقم فی اسنادہ اضطراب"

حدیث زید بن ارقم کی سند میں اضطراب ہے۔

یہ اضطراب عموماً تین طریقے سے بیان کیا جاتا ہے، بلکہ تقریر ترمذی میں تین ہی کے ذکر پر اکتفا کیا، مگر حضرت محدث کبیر اس موقع سے چھ طریقوں سے اضطراب بیان فرماتے ہیں:

گفتگو بہت لمبی ہو جائے گی ورنہ میں دوران تدریس حضرت کے بیان کیے ہوئے سبھی طریقوں کو ضرور ذکر کرتا، تاہم اگر کسی کو ضرورت پڑی تو انشاء اللہ بیان بھی کر سکتا ہوں"۔ (سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء ص ۲۶ر۲۷)

جذبۂ تدریس: آپ کو تدریس سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے، آپ کو یہ شوق اور لگن اپنے والد صدر الشریعہ سے وراثۃً ملا ہے، صدر الشریعہ نے اپنی پوری متاع حیات تدریس پر نچھاور کر دی تھی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مذہب و مسلک کی حفاظت، فکر رضا کی اشاعت، دین و شرع کی صیانت کے لیے تدریس ہی کے ذریعہ سپہ سالار تیار کیے جا سکتے ہیں، اور الحمد للہ انھوں نے ملت کا محافظ، دین کا مجاہد، علم و عمل کا صدر، فکر و تدبیر کا سورج، احادیث کا حافظ، وعظ و خطاب کا سلطان، کلام الٰہی کا مفسر، کتب درس کا شارح، لوح و قلم کا شہسوار، خانۂ خدا کا نگہدار، اہل سنت کا متکلم و مناظر تیار فرما کر سنیت کی دیوار مستحکم کر دی، یہی نظریہ حضرت محدث کبیر کو ودیعت ہوا، اسی لیے عہد طالب علمی سے ہی تدریسی مشغلہ آپ کے لیے ایسا قرار دل رہا کہ ادارے میں نچلے درجات کے طلبہ کو ان کی خواہش کی کتاب پڑھاتے اور تعطیل کلاں میں مقامی طلبہ کو اپنے گھر بلا کر پڑھاتے، بعد فراغت شمس العلوم گھوسی دار العلوم فتحیہ مدرسہ اہل سنت کمرہٹی، دار العلوم ضیاء الاسلام، جامعہ اشرفیہ میں بڑی جفاکشی سے پڑھایا، ان اداروں کے اندر تعلیم کے علاوہ اوقات میں بھی باذوق طلبہ کو پڑھاتے رہے۔

اشرفیہ میں تدریس کے زمانے میں آپ مبارک پور کے اندر قیام رکھتے تھے، وہاں بھی بعد مغرب پڑھایا کرتے، چنانچہ مولانا صدر الوری صاحب نے اپنے عہد تعلم میں محدث کبیر سے علم ہیئت پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے مغرب بعد میرے قیام گاہ پر آجایا کرو، وہ روزانہ اشرفیہ سے مبارک پور جاتے رہے اور محدث کبیر پوری لگن سے پڑھاتے رہے۔

یوں ہی جب رمضان گھوسی میں گزارتے تو اہل ذوق طالبان علم کو درس دیا کرتے، مولانا افتخار احمد گھوسوی نے اس طرح ۱۹۶۷ء کے رمضان میں شرح جامی کا آپ سے درس لیا، آپ نے اس شوق ولگن سے پڑھایا کہ وہ آج تک آپ کے حسن تدریس کا خطبہ پڑھ رہے ہیں، ابھی عمر کی ۷۶/چھہترویں بہار میں ہیں، ضعیف ونقاہت میں محصور ہیں، کمزوری وناتوانی کا دور دورہ ہے مگر یہ آتش شوق بجھی نہیں، بلکہ روز افزوں بڑھتی نظر آرہی ہے، یہی وجہ ہے کہ روزانہ جامعہ امجدیہ رضویہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی دونوں اداروں میں پابندی سے درس حدیث وفقہ دے رہے ہیں، افتا وقضا کے گر سکھا رہے ہیں۔

سلسلۂ قرطاس وقلم

تحریر وقلم نہایت مہتم اور مستحکم دیرپا وسیلۂ خدمت دین ہے، لیکن بے پایاں مشکل فن ہے۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے، سب سے آسان فن تقریر ہے، اس سے دشوار تدریس، سب سے مشکل تحریر ہے۔

اس کی اہمیت وضرورت ہر جگہ ہر وقت محسوس ومسلم رہی، مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

> ”قلم کی قوت وطاقت اور اس کی اہمیت وافادیت ہر عہد اور ہر دور میں مسلم رہی ہے، اس کے ذریعہ بڑے بڑے معرکے سر کیے گئے ہیں، اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیے گئے ہیں، عظمت قلم کا ہر صاحب علم وفضل انسان نے اعتراف کیا ہے، گزشتہ اقوام وملل کے واقعات وحکایات ان کے احوال وظروف ان کی عادات وطباع، ان کی دینی علمی اور سیاسی، سماجی سرگرمیوں سرگزشتوں کا آج ہمیں جو کچھ علم ہے،

وہ اسی قلم کی برکتوں کا نتیجہ ہے، اگر الہامی طور پر انسان کے
اندر یہ صلاحیت ودیعت نہ کی جاتی اور قلم کا یہ فیضان نہ ہوتا تو
حقائق ومعارف کے نہ جانے کتنے سوتے خشک ہو چکے ہوتے،
حکمت ودانائی کی نہ جانے کتنی محفلیں اجڑ چکی ہوتیں، اور علم و
فضل کے نہ جانے کتنے چراغ گل ہو چکے ہوتے، ملخصاً''۔
(نقوش فکر ص۵۴/۵۵)

تحریر کی انھیں برکتوں اور ضرورتوں کے سبب اس کی دشوار گزار وادی میں ارباب علم نے حسب توفیق جادہ پیمائی کی ہے اور قابل قدر یادگاریں چھوڑی ہیں، صاحب تذکرہ محدث کبیر دام ظلہ العالی کو فن تحریر میں ملکہ اور دستگاہ کامل حاصل ہے، آپ کا قلم رواں دواں ہے، اس پر بجرڈیہہ کا تحریری مناظرہ، فقہی سیمیناروں میں آپ کے تحریری خطبات صدارت، رسائل میں مطبوع مقالات ومضامین سیکڑوں کتب اہل سنت پر گراں قدر تقریظات، ہزاروں مدارس کے معائنہ جات، ترمذی شریف کی شرح کا موجودہ اثاثہ یہ سب روشن ثبوت ہیں۔

آپ کی قلمی پختگی ارباب قلم کے نزدیک مسلم ہے میں نے بارہا فقیہ عصر مفتی محمد معراج القادری مصباحی دام ظلہ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''علامہ صاحب قبلہ کا قلم بھی بہت پختہ ہے اور ان کے
تحریری جملے اور الفاظ بڑے باوزن ہوتے ہیں''۔

علامہ بدر القادری مصباحی ہالینڈ فرماتے ہیں:

''گو تحریری کام کا آپ کو مختلف مصروفیات کی وجہ سے
موقع نہیں ملتا تاہم آپ تحریری صلاحیت کے بھی مالک ہیں ملک
کے موقر جرائد میں آپ کے متعدد مقالات ومضامین شائع

ہو کر داد تحسین حاصل کر چکے ہیں''(حیات حافظ ملت ص ۱۶۶)

البتہ تدریس پر زیادہ توجہ والتفات، دعوتی و تبلیغی اسفار کی کثرت، قومی و ملی اعمال کی وفرت کے سبب اس باب میں بہت زیادہ سرمایہ تو نہیں ہے، تاہم جو آپ کی قلمی خدمات ہیں وہ قابل قدر ہیں۔

(۱) ہزار سے زائد فتاوے۔

(۲) متعدد تحقیقی مضامین۔

(۳) فقہی سیمیناروں کے درجنوں خطبہائے صدارت۔

(۴) سیکڑوں کتب اہل سنت پر معلوم افزا تقاریظ۔

(۵) رسالہ مشینی ذبیحہ (یہ اردو اور انگلش میں طبع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے)

(۶) علم حدیث، تدوین حدیث، اسمائے رجال وغیرہ سے متعلق سیکڑوں صفحات پر مشتمل بے نظیر تحقیقات کا مجموعہ جو مبارکپور سے گھوسی منتقل ہونے میں ضائع ہو گیا۔

(۷) فقہ حنفی کے اصول کو قرآنی آیات اور صحیح احادیث سے تشیید کا آغاز، چند اصول کے اثبات کے بعد مصروفیت ہو گئی اور کام موقوف۔

(۸) جامع ترمذی کی شاندار علمی تحقیقی اردو شرح (جو ابھی زیر ترتیب ہے)

(۹) فتاوی امجدیہ پر کچھ ضروری کام

(۱۰) حاشیۂ طحاوی پر عربی میں ایک معتدبہ کام، آپ خود فرماتے ہیں:

> ''اپنے عنفوان شباب میں فتاویٰ امجدیہ اور حواشی طحاوی پر کام شروع کیا تھا لیکن درسگاہی ذمہ داریوں اور جلسوں کی کثرت کی وجہ سے تسلسل نہ رہا، اور جو کچھ کیا تھا وہ بھی ضائع ہو گیا''۔(فتاوی امجدیہ ج ۳ ر مقدمہ)

حاشیۂ طحاوی پر دوبارہ کام کچھ حصہ کا کیا تھا جس میں مولانا صدرالوری

مصباحی معاونت کرتے رہے، وہ خود اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں:
حضرت محدث کبیر کا یہ حاشیہ طحاوی مندرجہ ذیل خوبیوں پر مشتمل ہے۔
(۱) حدیث کی جامع شرح۔
(۲) احکام شرع کا استنباط۔
(۳) متعارض احادیث کے درمیان تطبیق۔
(۴) اپنے مسلک کی تائید۔
(۵) اصطلاحات فقہیہ کی تعریف۔
(۶) حدیث کی تخریج۔
(۷) اسمائے رجال پر کلام۔
(۸) صدر الشریعہ کے حواشی کی تنقیح۔
(۹) اپنی خداداد تحقیقات۔ (سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء ص ۲۸)

ایک فکر انگیز مضمون

یہاں آپ کے مضامین میں سے صرف ایک مضمون ''کیا حج سبسیڈی شریعت اسلامی کے منافی ہے؟'' ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے، جس سے ان کی تحریری قوت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے، وہ لکھتے ہیں:
''اوائل مارچ کے اخبارات میں حج سبسیڈی کے تعلق سے کچھ خبریں، اہل صحافت کے مضامین نظر میں آئے، خبروں میں بتایا گیا تھا کہ حکومت ہند کے وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے اپنے دورۂ سعودی عرب کے دوران، سعودی عرب کے وزیر خارجہ سے یہ کہا کہ ہم حاجیوں کے کرایۂ حج میں سبسیڈی دیتے ہیں، ہم یقین سے نہیں بتا سکتے کہ ہمارے وزیر خارجہ کو اس بیان کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ہوسکتا ہے کہ جسونت سنگھ اپنی پارٹی بی، جے، پی، کو سعودی حکومت کی نظر میں مسلمانوں کی

خیر خواہ جتانے کا ارادہ رکھتے ہوں اور قوی احتمال یہ ہے کہ حج سبسیڈی بند کرانے کے متعلق سعودی وزیر سے ان کی کوئی ساز باز ہو اس لیے کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ بی، جے، پی، اور حکومت سعودی دونوں ہی امریکہ کے طوق غلامی میں گرفتار ہیں، بہرصورت سعودی وزیر نے جسونت سنگھ کا بیان سنتے ہی مسلمانان ہند کے اوپر بربادیٔ حج کا فتویٰ صادر کردیا، اس کے کچھ ہی عرصہ بعد مملکت سعودیہ کے وزیر خارجہ جناب سعود الفیصل نے ہندوستان میں مقررہ سعودی سفیر کے ذریعہ حکومت ہند پر اعتراض کیا اور حج سبسیڈی کو اسلامی شریعت کے منافی قرار دیا نیز دلیل یہ پیش کی کہ حج کی ادائیگی کرنے والے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ صرف اسی صورت میں سفر کرسکتا ہے جب کہ وہ آمد ورفت اور دوران حج قیام وطعام کا پورا خرچ اپنی حلال کمائی سے ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

تعجب ہے کہ سعودی عربیہ کے وزیر خارجہ کے اس بیان پر اخبارات کے بعض کالم نویس حضرات نے بھی دعوے ودلیل کا تنقیدی جائزہ لئے بغیر ایسے مضامین شائع کردیئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سعودی وزیر کا بیان ان کی نگاہ میں کوئی آیت قرآنی ہے یا حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ ان مضامین کے لکھنے سے پہلے نہ علمائے کرام سے رجوع کیا گیا اور نہ اس کے تمام گوشوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا بعد میں بعض اخبارات نے علما سے اس عنوان پر مضامین طلب کیے اس لیے ہمیں اس موضوع پر کچھ کہنا ضروری ہوا۔

(۱) ہمیں تسلیم ہے کہ آزادیٔ ہند کے بعد سے جو حکومت بھی آئی اس نے مسلمانوں کے حقوق کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اختیار کیا اور مسلمانوں کو اگر کوئی سہولت بھی دی گئی تو اس کے پیچھے کوئی جذبۂ اخلاص کارفرما نہ تھا بلکہ مقصود یا تو مسلمانوں کی زبان بندی تھی یا اپنی خفت مٹانا یا دنیا کے سامنے اپنی انصاف پسندی کا جھوٹا مظاہرہ کرنا۔

کرایۂ حج کی سبسیڈی کا محرک بھی کوئی اس سے الگ نہیں ہے مگر اس سے مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ مالی فائدہ ہوجاتا تھا، اخبارات کے کالم نویس حضرات نے سعودی وزیر کی حمایت میں یہ طریقہ کیوں اپنایا کہ حاجیوں کا یہ حقیر سا فائدہ بھی مرگھٹ تک پہنچا دیا جائے، کیا سعودی وزیر کے بیان اور اخبارات کے ان مضامین سے انتہا پسند لیڈروں کو سبسیڈی بند کرنے کا بہانہ نہ ملے گا؟۔

(۲) قرآن حکیم میں یہ تصریح کہیں نہیں ہے کہ حج کے تمام اخراجات صرف اپنی حلال کمائی سے پورے کیے جائیں، البتہ مسلمانوں پر طیب وحلال روزی کھانے پہننے اور اپنی تمام ضرورتوں کی تکمیل میں استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، عبادات اور معاملات زندگی کے کسی بھی گوشہ میں ناجائز آمدنی یا غلط ڈھنگ سے حاصل کی ہوئی سہولتوں کو قرآن حکیم واحادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ناجائز وحرام قرار دیا گیا ہے، اس سلسلے میں حج کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، مسلمان کا ہر کام جائز ذریعہ اور صحیح ڈھنگ سے ہونا ضروری ہے اور یہ بات اپنی ہی کمائی پر منحصر نہیں ہے بلکہ وراثت وہبہ اور تبرع وغیرہ سے جو مال حاصل ہو وہ اگر چہ اپنی کمائی نہیں ہے پھر بھی ناجائز نہیں ہے۔

(۳) حج سبسیڈی ایک قسم کا ''ڈسکاؤنٹ'' ہے، یہ سبسیڈی بعض سامانوں کی قیمت یا کسی کام کی اجرت میں رعایتی سہولت کے طور پر بھی مہیا کی جاتی ہے، اس طرح کا ڈسکاؤنٹ تقریباً تمام ممالک میں رائج ہے، اگر چہ اس کے مواقع اور مقدار میں یکسانیت نہیں بلکہ ہر ملک اپنی ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے اس کا تعین کرتا ہے، ہمارے ہی ملک میں کاشت کاری کے سامانوں اور موٹے غلے دست کاری کی صنعتوں اور ایکسپورٹ، امپورٹ وغیرہ کی کئی اشیا میں سبسیڈی دی جاتی ہے، کئی کمپنیاں اور تجارتی مراکز بھی اپنے سامانوں میں ڈسکاؤنٹ دیتے ہیں، اگر قیمتوں کی تخفیف شرعاً ناجائز ہے تو مسلمانوں کو کسی بھی چیز کی سبسیڈی اور

ڈسکاؤنٹ لینا ناجائز ہوگا، پھر تو ہمارے کھانے، پینے اور پہننے، علاج، معالجہ میں بھی ناجائز چیزوں کا استعمال لازم آجائے گا، اس لیے سعودی وزیر کو چاہیے کہ ان کے عدم جواز کا فتویٰ بھی صادر کر دیں۔

دراصل کسی چیز کی قیمت کا طے کرنا بائع اور مشتری کے ذمہ ہوتا ہے، خواہ وہ بازار بھاؤ پر یہ سودا کریں یا کمی بیشی کے ساتھ، انھیں شرعاً اس کا حق حاصل ہے، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چیزوں کا بھاؤ مقرر کرنے کی فرمائش کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار کیا، اور اس موقع پر آپ نے جو جملہ ارشاد فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ:

''لوگوں پر سامانوں کا بھاؤ تھوپ دینا ظلم ہے''۔

(ابوداؤد ج ۲ رص ۴۸۹۔ ابن ماجہ ص ۱۵۹)

حنبلی فقہ کی مشہور کتاب میں بھاؤ مسلط کرنا ظلم وجبر قرار دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہتیرے سامان بازار بھاؤ سے کم یا زائد پر دنیا بھر کے مسلمان خریدتے اور بیچتے ہیں اور آج تک اسے کسی عالم نے حرام تو کیا مکروہ بھی نہیں کہا، بلکہ شریعت اسلامی نے تو یہاں تک اجازت دی ہے کہ ایک شخص کسی بھی دام پر سامان بیچنے کے بعد طے شدہ دام کو گھٹا سکتا ہے، ہدایہ میں ہے:

"ویجوز للمشتری ان یزید للبائع فی الثمن ویجوز للبائع ان یزید للمشتری فی المبیع ویجوز ان یحط عن الثمن". (ہدایہ جلد ۳ رص ۷۵)

ترجمہ: یعنی خریدار کے لیے جائز ہے کہ بائع کی خاطر دام بڑھا دے اور بائع کو جائز ہے کہ خریدار کے لیے سامان میں اضافہ کر دے یا طے شدہ دام سے کم لے۔ اس مسئلہ میں جو حکم بیع وشرا کا ہے، وہی حکم اجارہ کا بھی ہے۔

اس بحث سے قطع نظر کر کے یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ کم از کم ۸۰ رفیصد حاجیوں کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ جدہ کا اصل کرایہ آمد ورفت کیا ہے؟ تو انھیں سبسیڈی کی کیا

خبر ہوگی؟ پھران پر حج کے برباد کرنے کا الزام کیسے رکھا جائے؟ حج کمیٹی عازمین حج سے کرایہ کے نام پر جو رقم طلب کرتی ہے اتنی رقم وہ لوگ کرایہ کے نام پر پیش کر دیتے ہیں، حاجیوں کو صرف کرایہ کی خبر ہوئی انھیں یہ نہیں معلوم ہوا کہ اس میں ڈسکاؤنٹ ہوا ہے یا نہیں، کیوں کہ حج کمیٹی اس کام میں حاجی کی وکیل ہوتی ہے اور ٹکٹ کی بیع وشرایا اجرت آمد ورفت کا معاملہ حج کمیٹی نے ڈائرکٹ جہاز کمپنی سے کیا نہ کہ حکومت ہند سے کیا، اس لیے حاجی نے نقل وحمل کرنے والی کمپنی کو اجرت میں طے شدہ رقم ادا کر دی، جہاز کمپنی اور حکومت ہند کا سبسیڈی سے متعلق باہمی معاہدہ کیا ہے اس کا اجیر ومستاجر یعنی جہاز کمپنی اور حاجی کے باہمی معاملۂ اجارہ پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اگر یہ صورت ہو کہ حکومت خود ٹکٹ فروخت کرتی ہے اور عام ریٹ سے کم دام وصول کرتی ہے تو اس سے عقد اجارہ میں فساد کہاں سے آیا کہ اس سفر کو سفر حج کے بجائے سفر حرام قرار دیا جائے؟ کیوں کہ اجیر کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اپنی اجرت یا کرایہ میں کمی بیشی کرے، مان لیجیے کہ تمام حجاج سبسیڈی کی شرط ہی پر جہاز کا ٹکٹ خریدتے ہیں تو بھی اس سے حج پر کیا اثر پڑا؟ کیا سبسیڈی کا مطالبہ حرام ہے؟ اگر حرام ہے تو اس کی حرمت پر قرآن یا حدیث سے دلیل پیش کی جائے، تاکہ استدلال کی صحت وسقم پر غور کیا جائے، دراصل سبسیڈی کا مطالبہ کوئی شرط نہیں ہے، بلکہ اس کا مآل دام کی تخفیف ہے اور خریدار کو حق ہے کہ بازار بھاؤ سے قیمت کم کرانے کا مطالبہ کرے یا اسی دام پر خرید کر لے۔

(۴) ہمیں تسلیم ہے کہ حج کی فرضیت کے لیے حنفیہ اور جمہور ائمہ کے نزدیک استطاعت مالی شرط ہے لیکن کیا شرائط وجوب نہ ہونے کی صورت میں حج نہیں ہوسکتا؟ فرضیت حج کی شرطوں میں ایک شرط بلوغ دوسری شرط آزادی ہے تو جس طرح نابالغ اور غلام کا حج صحیح ہے، اسی طرح ایک غریب مسلمان کا کیا ہوا حج بھی صحیح ہے، بلکہ نابالغ اور غلام کا حج صحیح ہونے کے باوجود صرف نفلی حج ہوگا، کہ بالغ

ہونے کے بعد استطاعت پائی جائے تو اسے اپنے فریضہ سے سبکدوش ہونے کے لیے دوبارہ حج کرنا پڑے گا، لیکن اگر ایک غریب بالغ مسلمان حج کرے تو تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حج فریضہ حج کے طور پر مانا جائے گا، مالدار ہونے کے بعد اس کو دوبارہ حج کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

سعودیوں کی دلچسپی کے لیے فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''الکافی'' کی ایک عبارت پیش ہے:

''الثالث شرط الوجوب حسب وهو الاستطاعة فلو تكلف العاجز الحج اجزاه ووقع موقعه لكن ان كان فى الحج كلا على الناس لمسألته اياهم وتثقيله اياهم كره له وان لم يكلف كلا على احد لقوته على المشي والتكسب بصناعة او معاونة من ينفق عليه فهو مستحب له'' (الکافی ج ۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹)

ترجمہ: تیسری شرط استطاعت ہے جو صرف وجوب حج کی شرط ہے، تو اگر کوئی مجبور تکلیف جھیل کر حج کرے تو فریضہ ادا ہو جائے گا، اگر حج میں بھیک مانگ کر لوگوں پر بوجھ بنے گا اور انھیں پریشانیوں میں مبتلا کرے تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور اگر کسی پر بوجھ نہ بنے بلکہ پیدل چلنے اور کچھ کر کے کمانے پر قادر ہے یا کوئی اس پر بطور تعاون خرچ کرے تو اس کے لیے حج مستحب ہے۔

اس تفصیل کے بعد بھی اگر سعودی وزیر کو صحت حج کے لیے اپنی حلال کمائی ہی کی شرط پر اصرار ہو تو ہمارے اس سوال کا جواب دیں کہ اگر شوہر نے اپنی کمائی سے بیوی کو حج کرایا یا کسی امیر نے ایک غریب مسلمان کو اپنے خرچ سے حج پر بھیجا تو کیا آپ کے فتوے کے مطابق یہ دونوں گنہگار نہ ہوں گے؟

بیوی اور غریب تو اس لیے گنہگار ہوں گے کہ انھوں نے حج کا احرام باندھ کر آپ کے بقول حج کو برباد کر دیا، رب قدیر کا ارشاد ہے ''لا تبطلوا اعمالکم''

اور اسی کا حکم ہے "واتموا الحج والعمرة لله" شوہر اور غریب کو حج کرانے والے مالدار اس لیے گنہگار ہوئے کہ انھوں نے بربادی حج میں ان کا تعاون کیا ،اور اس لیے بھی کہ ان دونوں نے اپنا مال ضائع کیا،قرآن کریم میں ارشاد ہے "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" اور یہ بھی فرمایا ہے "ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" ہمیں تو صاف نظر آتا ہے، حج سبسیڈی بند کرنے کے لیے بی، جے، پی، اور سعودی وزیر خارجہ کی ملی بھگت ہے ،اور خوش فہمی میں صحافی حضرات اسے حکم قرآنی سمجھ بیٹھے۔

(۵) اس موقع پر لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ بھی کوئی معنی نہیں رکھتا کیوں کہ جج صاحب نے قرآن وحدیث یا فقہ کی کتابوں سے فیصلہ کیا ہوتا تو اس کی کوئی دینی حیثیت ہوتی، جج صاحب یا کوئی مفتی یا منصب امام کے علمبردار نہیں ہیں کہ کتاب و سنت کو علمائے ملت سے بہتر سمجھ سکیں ،علاوہ ازیں اس فیصلہ میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ سبسیڈی کی وجہ سے لوگوں کا حج برباد ہوتا ہے، بلکہ اس فیصلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ حکمرانوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ حج پر جانے والوں کے لیے حکومت کی مالیت پر بوجھ ڈالیں ،اس فیصلہ کا حاصل یہ ہوا کہ جج صاحب نے حکمرانوں پر بے جا اخراجات کا الزام عائد کر کے ان حکمرانوں کی نااہلیت پر ماتم کیا ہے، نہ کہ حاجیوں کے حج کو باطل قرار دیا ہے۔

(۶) سبسیڈی کے معاملہ میں سب سے زیادہ اہم جو بات پیش کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ دینی امور میں غیر مسلموں سے مدد لینا مذہب اسلام کی تحقیر ہے، اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انا لا نستعین بمشرك" ہم غیر مسلموں سے مدد نہیں مانگتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حج دین کا اہم رکن ہے، اس کے لیے سبسیڈی کی اجازت نہ ہونا چاہیے، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ، حدیث شریف کا یہ حکم دینی امور سے متعلق ہے، کہ دین کے کاموں میں غیر

مسلموں سے مدد نہ لی جائے۔

مثلاً جہاد میں شرکت، قربانی کے جانور ذبح کرانے، ان کی زمین پر یا ان کے روپیہ سے مسجد بنانے میں ان سے مدد نہ مانگی جائے، بیع وشرا اور اجارہ وغیرہ اس قبیل سے نہیں ہے بلکہ سامان کا دام یا سفر کے کرایہ کو کم کرانا ہر شخص کا اپنا ذاتی حق ہے، علاوہ ازیں دینی امور میں مدد مانگنے کی ممانعت ہے، اور ہم نے سبسیڈی مانگی نہیں تھی بلکہ حکومت نے خود دی ہے، اور یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ حاجیوں نے سبسیڈی مانگی تھی تو براہ راست اجارہ سفر اور کرایہ میں یہ الگ بات ہے کہ اس اجارہ سے ضمناً حج کا تعلق بھی ہے، جس کا کوئی اثر حج پر نہیں پڑے گا، کیوں کہ اعتبار اصل کا ہوتا ہے نہ کہ ضمنی امور کا۔

(۷) حکومت سعودی کے حکمرانوں کو نہ جانے کب سے ہندوستانی زائرین حرم کے ساتھ اتنی ہمدردی ہوگئی ہے کہ ہوائی سفر کی سبسیڈی کو بنیاد بنا کر انھوں نے ہندوستانی حاجیوں کے حج کو بربادی کے ردی خانے میں جھونک دیا، ان بزرگوں کو کیا کبھی یہ خیال آیا کہ کبھی ایک روز، کبھی دو روز، کبھی تین روز قبل ان کی حکومت جو حج کراتی ہے، اس سے لاکھوں حاجیوں کے حج کا کیا بنتا ہے؟ اسی طرح رمضان المبارک کے روزوں پھر عیدوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

ہندوستان میں سعودی حکومت کے ریزہ خوار کم نہیں ہیں، انہیں میرے اس جملے سے تکلیف ضرور ہوگی، مگر میں معذرت کے ساتھ سعودی عرب کی رویت ہلال اور اس پر مرتب ہونے والے عبادات کی حقیقی صورت واضح کرنے کے لیے برطانیہ میں مقیم مشہور فاضل دیوبند مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی کی کتاب ''اسلامی ماہ اور رویت ہلال'' سے چند مشاہیر علما کے فتاوے اور ماہرین فلکیات کے تأثرات پیش کرنا چاہتا ہوں، تاکہ حقائق اجالے میں آجائیں، سب سے پہلے کتاب کے مؤلف مولانا قاسمی ہی کے تأثرات ملاحظہ فرمائیں:

''سعودیہ میں ایک شام نظر آجانے والا چاند کہاں غائب ہو جاتا ہے؟ جو برصغیر میں صاف وشفاف آسمان پر لاکھوں متلاشی آنکھوں کو دوسری شام کو بھی دکھائی نہیں دیتا ہے، دنیا بھر کے فلکیاتی ماہرین سے اس مسئلے پر استفسار کیا جائے تو سب کی متفقہ رائے ہوگی کہ سعودی عرب میں اعلان کردہ تاریخوں پر چاند دکھائی دینا قطعاناممکن ہے'' (اسلامی ماہ ص ۷۴)

پروفیسر غلام نبی طارق کا بیان ہے کہ:

''یقین کیجئے کہ جس روز سے وہاں (سعودیہ میں) پہلی ذی الحجہ شمار کی گئی اس روز تو کیا اس سے اگلے روز بھی ہمیں چاند نظر نہ آیا ہم نے پورا مطلع چھان مارا''۔ (اسلامی ماہ ۷۶)

مفتی عبدالغنی صاحب کاوی صدر و مفتی مدرسہ اشرفیہ راندیر (سورت) لکھتے ہیں:

''صد افسوس !سعودی اعلان (بابت ہلال رمضان ۱۴۰۷ھ) شرع وہدایت کے خلاف ہونے کے باوجود تسلیم کیا، اعلان سعودیہ شک وشبہ سے خالی نہیں لہٰذا اس پر عمل احتیاطاً مناسب نہیں'' (اسلامی ماہ ۱۹۶)

مفتی سعید احمد پالن پوری تحریر کرتے ہیں:

''سعودیہ کی خبر کے بارے میں بہت سے لوگوں کو گمان یہ ہے کہ وہاں رویت پر فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ نیا چاند پیدا ہوتے ہی رویت مان لی جاتی ہے، اور اس بدگمانی کے لیے واضح قرائن ہیں، اس لیے سعودیہ کی رویت کی خبر پر فیصلہ کرنا جائز نہیں''۔

(اسلامی ماہ ص ۱۹۷)

مفتی رشید احمد لدھیانوی کا تبصرہ پڑھیے:

(۱) ''بحالت صحو (مطلع صاف رہنے کے وقت) جب کہ رویت سے کوئی امر مانع نہیں، پوری مملکت (سعودیہ) میں صرف ایک یا دو افراد کا چاند دیکھنا، اور ان کے سوا کسی کو بھی نظر نہ آنا محال عادی ہے''۔

(۲) ''وہاں شہادت سے دوسرے روز بھی رویت عامہ نہیں ہوتی، یعنی دوسری رات کا چاند بھی عوام کو دکھائی نہیں دیتا''۔

(۳) ''چودھویں یا پندرہویں شب کو بدر کامل ہونا لازم ہے، مگر شہادت کے لحاظ سے سولہویں سترہویں کو بدر کامل ہو رہا ہے''۔

(۴) ''جس روز مشرق کی طرف بوقت صبح چاند نظر آئے اس روز ہی بلکہ اس سے ایک روز بعد بھی رویت ہلال محال ہے کیونکہ ان ایام میں غروب شمس سے قبل ہی قمر غروب ہو جاتا ہے اور حکومت سعودیہ میں بسا اوقات خود اسی روز ہی رویت کا اعلان ہو جاتا ہے جس روز بوقت صبح مشرق میں چاند دیکھا گیا''۔

(۵) ''جہاں رویت پر شہادت ہوئی اس کے سوا دنیا میں کہیں بھی حتی کہ مغرب بعید میں بھی اس روز رویت نہیں ہوتی''۔

(۶) ''شہادت کی رو سے چاند کی عمر کا پہلا دن پہلی تاریخ قرار پا رہا ہے، یہ بدیہی البطلان ہے اس لیے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہلال پیدائش سے بھی قبل نظر آ سکتا ہے، اگر شہادت کا طریقہ کار صحیح ہوتا، سعودی عرب کا پاکستان سے زیادہ سے زیادہ ایک روز کا فرق ہو سکتا ہے وہ بھی دائمی نہیں''۔

(اسلامی ماہ اور رویت ہلال ص ۲۰۰/۲۰۱)

طیار آلتی قولاج رئیس شئون دینیہ جمہوریہ ترکی کا ایک اقتباس:

''چاند کی تحقیق کی غرض سے پانچ افراد پر مشتمل ہمارا وفد ۱۶/اگست ۱۹۹۹ء مطابق رمضان ۱۴۱۹ھ کو سعودیہ پہنچا ۲۲/اگست کو عبد العزیز بن باز سے ملاقات میں ہم نے کہا کہ آپ اپنے معتمد اشخاص و علما کو ہمارے ساتھ کر دیں تا کہ ہم سب

مل کر ہدی یا شفا پہاڑ پر جا کر چاند تلاش کریں، شیخ بن باز نے کہا، اس کی کوئی ضرورت نہیں چاند کی خبر ملنے پر حکومت کی طرف سے اعلان ہو جائے گا، ہم نے وضاحت کی کہ ہم علما اس بارے میں عوام کے روزوں اور عید کے ذمہ دار ہیں کہ مشکوک شہادتوں پر لوگوں کو رمضان ہی میں عید کرائیں ہم نے قران شمس وقمر اور فلکی حساب کا ذکر کیا مگر ہماری پریشانی کا شیخ بن باز نے کوئی نوٹس نہیں لیا ہمارے اصرار کے باوجود ہمارے ساتھ چاند دیکھنے کے لیے کسی کو بھیجنے پر تیار نہ ہوئے''۔

''ترکی کا وفد ۲۲؍اگست کو مکہ مکرمہ سے سعودیہ کے سب سے اونچے پہاڑ شفا پر دوربین ودیگر آلات کے ساتھ پہنچا، ساتھ میں تجربہ کار ماہر فلکیات عارف جوکلو بھی تھے، مگر چاند نظر نہ آیا کیونکہ وہ غروب آفتاب سے بیس منٹ پہلے ہی ڈوب چکا تھا، سعودیہ حکومت کی طرف سے اسی روز اعلان ہوا کہ کل ۲۳؍اگست کو عید الفطر ہے، ترکی کے وفد نے بے اطمینانی کے سبب ۲۳؍اگست روزہ رکھا پھر ۲۳ رہی کو ہمارے ساتھ کئی اور ماہرین نے بھی چاند تلاش کیا مگر آج بھی نظر نہ آیا ۲۲؍اگست کو سورج گہن ہوا جو امریکہ کے بعض شہروں میں ہزاروں افراد نے مشاہدہ کیا سورج گہن کے دن چاند کی رویت زمین سے محال ہے، تو اس سے سعودیہ کے گواہوں کی شہادت کا حال بھی روشن ہے''۔ (اسلامی ماہ، مختصراً، ۹۵ تا ۹۸)

یعنی قران شمس وقمر سے گھنٹوں پہلے ہی سعودیہ میں شوال ۱۴۱۹ھ کا چاند نظر آنے کی شہادتیں گزر گئیں اس کے بعد اب ایک اور فتوی ملاحظہ فرمائیں۔ مفتی نظام الدین صاحب مفتی دار العلوم دیوبند رقم طراز ہیں۔ اگر کوئی شخص شہادت دے کہ میں نے قران شمس وقمر سے پہلے نیا چاند دیکھا ہے تو یہ شہادت باطل وغیر معتبر ہے اس لیے کہ شہادت عقلا ونقلا ہر طرح غلط ہے۔ (اسلامی ماہ ص ۱۹۹)

سوال یہ ہے کہ جب جدید آلات کے ذریعہ رویت ہلال کا انتظام بھی موجود ہے اور ایک وفد چاند کی رویت اور اطمینان کے لیے بے چین ہے تو شیخ بن

باز کا ان کے تعاون سے گریز کیوں؟

ع.........کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اب تک علمائے اسلام نے سعودی حکومت کے ذریعہ تاریخ سے قبل حج کرائے جانے پر سکوت کیوں اختیار کیا؟ تو جواباً عرض ہے کہ محتاط حضرات اپنی صحت حج کی کوئی نہ کوئی سبیل نکال ہی لیتے ہیں اور میں اس کی بھی وضاحت کردوں کہ یہ مسئلہ عوام کے سامنے بار ہا رکھا گیا، بلکہ کئی ممالک کے علما کی جانب سے حکومت سعودیہ کو بھی اس امر کی طرف متوجہ کیا گیا بالآخر مایوسی ہی ہاتھ آئی۔

شرح ترمذی: صحاح ستہ میں جامع ترمذی نہایت معرکۃ الآرا کتاب ہے اس کی تدریس میں حضرت محدث کبیر دام ظلہ اپنا ثانی نہیں رکھتے اسی لیے عرصہ دراز سے اکابر علما اور آپ کے فیض یافتہ فضلا آپ سے اصرار پیہم کرتے رہے، حضور والا ترمذی شریف کی شرح لکھدیں مگر تدریسی انہماک اور دعوتی سرگرمیوں کے سبب اس کی طرف متوجہ نہ ہوسکے آٹھ دس سال پہلے شروع کیا تھا لیکن کثرت مصروفیت کی وجہ سے نذر التواہو کر رہ گیا تھا۔

ادھر کوئی ۲۰۰۴ء سے دوبارہ کار شرح جاری فرمایا ہے جو تا حال رواں ہے۔

آپ کی یہ شرح درج ذیل محاسن پر مشتمل ہے:

(۱) احادیث کا بامحاورہ سلیس ترجمہ۔

(۲) احادیث کی نفیس تشریح و توضیح۔

(۳) مخارج حدیث کا بقید صفحہ و باب ذکر۔

(۴) فی الباب کی تفصیل و تخریج۔

(۵) رجال احادیث پر کلام۔

(۶) اختلاف روایات کا ذکر۔

(۷) روایات مختلفہ میں تطبیق۔

(۸) مخالفین کے اعتراضات واشکالات کا ذکر۔

(۹) اشکالات کا شافی جواب۔

(۱۰) اختلاف ائمہ کا ذکر۔

(۱۱) حنفی مذہب کی تائید وتقویت۔

(۱۲) استنباط احکام۔

(۱۳) مسائل باب کا بیان۔

(۱۴) الفاظ کی لغوی وشرعی تشریح پھر دونوں میں مناسبت کا ذکر۔

(۱۵) اصول حدیث کا ذکر۔

(۱۶) ذاتی تحقیق وافادہ۔

(۱۷) امام ترمذی کی اصطلاحات خاصہ کی تشریح وتوضیح۔

(۱۸) ابواب کا ترجمہ۔

(۱۹) باب سے حدیث کی مطابقت۔

(۲۰) متن حدیث کا اعراب کے ساتھ ذکر۔

فی الحال شرح کا مسودہ مجھے دستیاب نہیں ہے، البتہ سہ ماہی امجدیہ کے چند شمارے پیش نگاہ ہیں جن میں درس حدیث کے عنوان سے شرح کے چند ابواب زیر مطالعہ ہیں ان سے چند محاسن کی تفصیل پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

الفاظ کی تشریح: الفاظ کی شرح، معانی کی وضاحت ایک شرح کا لازمی جز ہے، اس لیے محدث کبیر نے دقیق الفاظ کی توضیح کا التزام برتا ہے چنانچہ لفظ "غائط"، "مراحیض" کی تشریح اور مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غائط: غائط، کا اصل معنی پست زمین ہے، مگر چونکہ قضائے حاجت کے وقت پردہ پوشی کے لیے پست زمین کا استعمال کرتے تھے، اس لیے غائط کا

استعمال قضائے حاجت کے معنی میں مشہور ہوگیا۔ اور اصل معنی متروک ہو چکا ہے، اور حدیث میں یہی معنی مشہور مراد ہے اور لفظ ''بول'' کا تقابل اسی مراد پر دلیل واضح ہے۔

مراحیض: یہ مرحاض کی جمع ہے بمعنی ''بیت الخلاء'' رحض بمعنی غسل سے مشتق ہے، چونکہ استنجا کی صفائی عموماً پانی سے دھو کر ہوتی ہے اس مناسبت سے استنجا اور طہارت کی جگہ کو مرحاض کہا جاتا ہے۔

(سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۸ء ص ۱۱)

اسی طرح حدیث:

''ان للوضوء شیطانا یقال له الولهان'' میں لفظ ولہان کی لغوی و عرفی معنی و مناسبت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ولها ن''وله یوله کا مصدر ہے جس کا معنی ہے شدت غم سے بے عقل ہونا متحیر ہونا، یہاں مبالغۃً مصدر کو بمعنی اسم فاعل لیا گیا ہے، وضو کے شیطان کا نام ''ولہان ''اس لیے ہوا کہ لوگوں کو وسوسہ میں ڈالنے کے لیے پاگل و بے عقل ہوجاتا ہے، یا یہ کہ لوگ اس کے وسوسہ کی وجہ سے بے عقل ہوجاتے ہیں، چونکہ شیطان لوگوں کی بے عقلی کا سبب ہے، تو مجاز بالسبب کے طور پر ولہان کہا گیا''۔

(سہ ماہی امجدیہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء)

یوں ہی لفظ ''رکس ''کی تشریح کرتے ہوئے اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''رکس'' کا معنی ہے الٹنا پلٹنا، قرآن حکیم میں ارشاد ہے ''ارکسهم بما کسبوا'' (ای ردهم الی الکفر باعمالهم) اس حدیث میں رکس سے مراد ''رجیع و گوبر'' ہے ''لا نه رد من حالة الطهارة الی حالة النجاسة او من حالة الطعام الی حالة الروث'' بعض علما نے کہا کہ رکس، رجس

کی ایک لغت ہے(ابن ماجه، باب الاستنجاء بالحجارة ص ۲۷) میں بھی یہی لفظ ہے "والقی الروث وقال هی رجس".

امام نسائی فرماتے ہیں کہ "الر کس طعام الجن" لیکن لغت کی کتابوں میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ یہ لفظ جنات کی خوراک کے معنی میں بھی مستعمل ہے، خطابی فرماتے ہیں کہ: "ر کس" بمعنی گوبر ہے، جاندار کی وہ خوراک جو حالت طہارت سے بعد ہضم نجاست کی طرف پلٹ آتی ہے، ممکن ہے کہ امام نسائی نے اپنے قیاس سے رکس کو طعام الجن کے معنی میں اس لیے مانا ہو کہ ایک حدیث میں یوں وارد ہے:

"لاتستنجوابالروث والعظام فانهازاداخوانکم من الجن" گوبر اور ہڈی سے استنجانہ کروکہ وہ تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہیں، بخاری کی راویت میں ہے:

"قلت ما بال العظم والروثة فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هما من طعام الجن "(ج ا ص ۵۴۴)

<u>حدیث کے مخارج ومصادر</u>: ترمذی کی زیر شرح حدیث دیگر متداول کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ میں سے کن کن میں موجود ہے، محدث کبیر یہ بھی جلد، باب اور صفحہ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث "ابن عمر قال رقیت یوما علی بیت حفصة فرأیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی حا جته مستقبل الشام مستدبر الکعبة " کے مخارج یوں نقل فرماتے ہیں:

اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے کی ہے (ج ا ص ۲۶ / باب من تبوز علی لبنتین)

امام مسلم نے (ج ا ص ۱۳۱ / باب الا ستطا بة)

ابن ماجہ نے (ص ۲۷/ الرخصة فی ذٰلك فی الكنیف)
امام ابوداؤد نے (ص ۳/ الرخصة فی ذالك)
امام نسائی نے (ج ۱/ص ۵/ الرخصة فی البیوت)
امام احمد بن حنبل نے (مسند احمد ج ۱/ص ۱۲/۱۳)
امام بیہقی نے (ج ۱/ص ۱۴۹/ الرخصة فی ذلك فی الا بنیة)
امام ابن ابی شیبہ نے (مصنف ج ۱/ص ۱۵۱/ من الرخص فی استقبال القبلة. (سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ص ۹)

اسی طرح حدیث جابر: نهى النبی صلی الله تعالى علیه وسلم ان نستقبل القبلة ببول فرأیتهٗ قبل ان یقبض بعام یستقبلها کے مخارج لکھتے ہیں۔

(۱) اس حدیث کی تخریج امام ابوداؤد نے کی ہے (ص ۳/ باب الرخصة فی ذٰلك)

(۲) ابن ماجہ نے (ص ۲۷/ باب الرخصة فی ذٰلك فی الكنیف)

(۳) امام بیہقی نے (ج ۱/ص ۱۵۰/ الرخصة فی ذلك فی الابنیة)

(۴) دارالقطنی نے (دار قطنی ج ۱/ص ۵۸/ الرخصة فی البول مستقبل القبلة)

(۵) امام طحاوی نے (طحاوی ج ۲/ص ۳۳۶/ استقبال القبلة بالفروج)

(۶) امام احمد بن حنبل نے (مسند احمد ج ۳/ص ۳۶۰)(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ص ۸)

اختلافات روایات: کبھی متن حدیث کے بعض الفاظ راویوں کے الفاظ روایت میں اختلاف کے سبب مختلف ہوا کرتے ہیں، ان سارے مختلف الفاظ کو متعدد کتابوں سے جمع کرنا دشوارترین کام ہے، لیکن اس شرح میں اس کی بھی جلوہ سامانی ہے، چنانچہ مذکورہ بالا حدیث ابن عمر مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے،

ساری روایات کو یکجا کرتے ہوئے شارح ترمذی محدث کبیر لکھتے ہیں:

"علی بیت حفصة کذا فی روایة عبدالله بن عمر وروی البخاری بطریق مالك عن یحیی بن سعید علی ظهر بیت لنا فهو مجاز وروی ابن ماجه من طریق یزید بن هارون عن یحیی وفیه، مستقبل بیت المقدس "موضع" مستدبر الکعبة ثم روی ابن ماجه من طریق عیسی الخیاط عن نافع عن ابن عمر رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی کنیفة مستقبل الکعبة وهٰذا اللفظ وهم من جهة الخیاط "۔(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ص ۹/۱۰)

فی الباب کی تفصیل: حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ کا طریقہ ہے کہ ہر باب سے متعلق دیگر جن صحابہ سے حدیث مروی ہوتی ہے، ان کا ذکر کر کے تعدد طرق وروایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، پھر وہ حدیثیں صحاح وغیرہ کی کن کتابوں میں ہیں، اس کا ذکر نہیں کرتے، حضرت محدث کبیر اپنی شرح ترمذی میں فی الباب کی بھی تفصیل فرماتے ہیں، اور باحوالہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ کس صحابی سے کس محدث نے حدیث تخریج کی ہے اور اگر وہ حدیث امام ترمذی کے ذکر کردہ صحابہ کے علاوہ سے بھی مروی ہے تو آپ ان کا بھی ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

(۱) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزالزبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن ماجہ ص ۲۷/ النهی عن استقبال القلبة)

(۲) حضرت معقل بن ابی معقل اسدی وہو معقل بن ابی الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن ماجہ ص ۲۷)۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نسائی ص ۷، النهی عن الاستطابة بالروث)

(۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاش بسیار کے بعد بھی اس کی تخریج نہ ملی۔

(۵) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دارمی ج ۱ ر ص ۱۳۵ ر مسند احمد ج ۳ ر ص ۴۸۷)

علاوہ ازیں اور صحابہ کرام سے مروی ہے۔

(۶) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسلم ج ۱ ر ص ۱۳۰ ر باب الاستطابۃ)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (دار قطنی ج ۱ ر ص ۵۷/۵۶ ر باب الاستنجاء)

(۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن ماجہ ص ۲۷ ر النھی عن استقبال القبلۃ) (سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۸ء ص ۱۲)

استنباط احکام ومسائل: فقہی احکام ومسائل کے اصل مصادر قرآن واحادیث ہیں ایک فقیہ جب قرآن یا حدیث کا مطالعہ کرتا ہے تو زندگی کے بہت سے احکام ومسائل مستنبط کرتا جاتا ہے، شارح ترمذی محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ ایک عظیم محدث ہونے کے ساتھ نادر روزگار فقیہ بھی ہیں اس لیے آپ ہر باب کی حدیث پر مفصل کلام فرما کر استنباط مسائل بھی فرماتے ہیں جو ان کی جلالت فقہی اور کمال تفقہ پر دلیل ہے، ان کے استخراج مسائل کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو، فضیلت وضو کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) وضو عمل حسن ہے اسی وجہ سے یہ کفارۂ ذنوب ہے قرآن میں اس کا شاہد یہ آیت ہے "ان الحسنٰت یذھبن السیئٰت" (سورہ یونس، پ ۱۱)

اس لیے وہی وضو کفارۂ ذنوب ہوسکتا ہے جو نیت کے ساتھ کیا جائے۔

(۲) پانی بدن انسانی پر ازالۂ حدث کے لیے یا ایسے کار خیر کے لیے استعمال کیا گیا ہو جو کار خیر بدن پر استعمال کیے بغیر شرعاً صحیح نہ ہو وہ ماء مستعمل کہلاتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ماء مستعمل سے دوبارہ وضو درست نہیں کہ وہ طاہر

غیر مطہر ہے۔ چنانچہ "مع الماء اومع آخر قطرۃ الماء" سے یہی ظاہر ہے کہ گناہ غسالۂ وضو میں شامل ہو جاتا ہے، اس لیے ماء مستعمل غیر مطہر ہے، یعنی اس سے وضو یا غسل نہیں ہوسکتا، امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کا ظاہر الروایۃ میں یہی قول ہے، اور یہی مذہب حنفیہ ہے، اس مسئلے کی تائید حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

"لایغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب" تم میں سے کوئی بحالت جنابت ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۳۸)

(سہ ماہی امجدیہ، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۶)

باب سے متعلق مسائل کا ذکر: شرح میں باب سے متعلق مناسب مسائل کا بھی ذکر ہے، چنانچہ مسواک کے باب میں درج ذیل مسائل بھی مذکور ہیں۔

(۱) مسئلہ: مسواک کے لیے کسی درخت کی ٹہنی سنت ہے، اور افضل یہ ہے کہ نیم یا پیلو جیسے تلخ و تیز درخت کی ٹہنی ہو اور پیلو زیادہ بہتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسواک اسی کی ہوتی تھی۔

(۲) مسئلہ: مسواک مہیا نہ ہو تو سخت کپڑے یا منجن یا انگلی سے مانجھ لیں، دانت نہ ہوں تو بھی انگلی یا کپڑا مسوڑھوں پر ملیں۔

(۳) مسئلہ: عورتوں کے لیے منجن یا مسی ملنا ہی سنت ہے اور ٹہنی کی مسواک ام المومنین صدیقہ کی سنت ہے۔

(۴) مسئلہ: مسواک وضو کی سنت ہے، اور اس کے علاوہ منھ کی بو متغیر ہونے پر یا سوکر اٹھنے کے بعد۔ (سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۵)

کلمات حدیث کے محتمل تمام معانی کا احاطہ: بعض الفاظ وکلمات متعدد مطالب کے محتمل ہوتے ہیں، ان سب کا واضح بیان شرح کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے، اس (شرح ترمذی) میں یہ خوبی جا بجا نظر آتی ہے۔ چنانچہ بوقت استنجا استقبال قبلہ کی ممانعت والی حدیث میں "فننحرف عنها" کا لفظ آیا ہے،

انحراف سے کیا مراد ہے؟ اس کے کتنے معانی مراد ہو سکتے ہیں؟

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

"فننحرف عنها" اس میں انحراف سے دو معنی مراد لیے جا سکتے ہیں۔

(اول) اعراض کرنا (ثانی) رخ بدل لینا۔

اسی طرح عنھا کی ضمیر یا تو قبلہ کی طرف راجع ہے، یا مراحیض کی طرف، پہلی تقدیر پر معنی دوم مراد ہے یعنی ہم ان بیت الخلاؤں میں اپنا رخ قبلہ سے موڑ لیتے تھے، دوسری تقدیر پر انحراف کے دونوں معانی مراد لیے جا سکتے ہیں۔

اول: ان قبلہ رو بیت الخلا سے ہم اعراض کر کے واپس آ جاتے تھے اور ہم انھیں استعمال نہ کرتے۔

موطا امام مالک، نسائی اور طحاوی کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے، کہ ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:" والله ما ادری کیف اضع بهذه الكرايیس وقد قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الحدیث".

(نسائی ج ۱/ص ۵/ النهی عن استقبال القبلة)

ظاہر یہی ہے کہ عطا بن یزید عن ابی ایوب کی روایت میں جو واقعہ ذکر ہے وہ ملک شام کا ہے اور یہ واقعہ جو نسائی میں ہے ملک مصر کا ہے لیکن دونوں جگہ ابو ایوب انصاری کے طریقۂ کار کا اتحاد ثابت ہوتا ہے۔

ثانی: "فننحرف عنها" کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ "ننحرف عن جهة المراحیض" یعنی بیت الخلا کے قدمچوں سے رخ پھیر لیتے تھے، اور باہر آ کر استغفار پڑھ لیتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے "کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا خرج من الغائط قال غفرانك" (ابن ماجہ ج ۱/ص ۲۶/ باب اذا خرج من الخلاء)

اور اس بیت الخلا کے استعمال نہ کرنے کی تقدیر پر معنی یہ ہوگا کہ ہم بیان

شناعت کے طور پر استغفار پڑھ لیتے تھے، اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ اس بیت الخلا کو بنانے والوں کے حق میں استغفار کرتے ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ ان کے بانی مسلمان ہوں گے، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استغفار غایت ورع وکمال تقوی کی بنا پر ہو۔

(سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۸ء ص ۱۱/۱۲)

اسی طرح استقبال قبلہ کی ممانعت والی اسی حدیث میں وارد ہے "شرقوا اوغربوا" کہ استنجا کرتے وقت پورب یا پچھم رخ کرو، جبکہ بعض ممالک کے لوگوں کے لیے جہت قبلہ پورب یا پچھم ہی ہے، جیسے ہندو پاک کے باشندوں کے لیے، اب اگر استنجا کے وقت پورب یا پچھم کی طرف منھ کریں تو قبلہ کی تعظیم نہ ہو سکے گی، اس لیے "شرقوا اوغربوا" کی مراد کی وضاحت ناگزیر ہے۔

چنانچہ اس کی تفصیل یوں کی گئی۔

شرقوا اوغربوا: مشرق اور مغرب کو رخ کرنے کا خطاب "لاتستقبلوا القبلة ولا تستدبروها" کی تفریع کے طور پر ہے اور یہ خطاب اہل مدینہ سے ہے، ضمناً اس خطاب میں ان مقامات کے لوگ بھی داخل ہیں جن کا قبلہ اہل مدینہ کے قبلہ کی طرح سمت جنوب میں ہو یا اس کے برعکس سمت شمال میں ہو جیسا کہ شام ویمن والوں کے قبلے ہیں اور جن کا قبلہ مشرق یا مغرب کی جہت میں ہو جیسا کہ ہندو پاک کی جہت قبلہ، ان کے لیے شمال یا جنوب کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے، مقصود صرف یہ ہے کہ صاحب حاجت قبلہ رو یا قبلہ کو پشت کر کے نہ بیٹھے۔

(سہ ماہی امجدیہ، اپریل تا جون ۲۰۰۸ء ص ۱۲)

رجال حدیث پر کلام: راویان حدیث پر کلام، جرح ونقد شرح حدیث کی روح ہے، اس لیے محدث کبیر نے اس شرح میں اس کا بھی التزام فرمایا ہے، چنانچہ رشدین بن سعد کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"رشدین بن سعد کی تعدیل وجرح میں علما کا اختلاف ہے، عبداللہ بن

مبارک، ابو کریب قتیبہ، عیسیٰ بن حماد جیسے ائمہ نے ان سے روایتیں کی ہیں، میمونی نے کہا کہ ہشیم بن خارجہ نے ان کی توثیق کی، بغوی کہتے ہیں کہ امام احمد سے رشدین کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا "ارجوانه صالح الحديث" ابن ابی خیثمہ نے یحییٰ بن معین کا قول روایت کیا "يكتب حديثه" عمر بن علی اور ابو ذرعہ نے اسے ضعیف الحدیث قرار دیا، ابو حاتم نے منکر الحدیث کہا، آجری نے ابو داؤد سے ان کا ضعیف الحدیث ہونا نقل کیا حاصل یہ کہ اکثر محدثین رشدین بن سعد کو ضعیف کہتے ہیں، ذہبی کہتے ہیں "كان صالحاً عابداً سيئ الحفظ غير معتمد"۔ (میزان ص ۴۹/تہذیب ج ۲/ص ۱۶۴")

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۱۰/۱۱)

اسی طرح عیسیٰ حفاط یا خیاط کے سلسلے میں کہتے ہیں:

"عیسیٰ حفاط یا خیاط ضعیف و متروک ہیں "قال يحييٰ بن سعيد أنه "منكر الحديث" وذكر سوء حفظه وقال عمر بن علی وابن علی وابوداؤد والنسائی والدار قطنی "متروك الحديث" وقال ابو حاتم "ليس بالقوي مضطرب الحديث"۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ص ۱۰)

<u>مذہب حنفی کی تائید:</u> جامع ترمذی کے مصنف امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ شافعی المسلک ہیں اس وجہ سے وہ اپنے مسلک کی مؤید احادیث زیادہ شد و مد سے ذکر کرتے ہیں جب کہ شارح ترمذی حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی حنفی المسلک ہیں، اس لیے مسلک شافعی اور ان کا استدلال بیان فرما کر اپنے مسلک کا اثبات کرتے ہیں اور اس کی تائید میں نقلی اور عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔

تائید مسلک کا جلوہ دیکھیں:

"عن ابی عمر قال رقیت یوما علی بیت حفصة فرأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی حا جته مستقبل الشام مستدبر الکعبة ھٰذا حدیث حسن صحیح".

حدیث بالا نقل فرما کر حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد کا مذہب اور استدلال یوں بیان فرماتے ہیں:

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کو امام مالک وشافعی علیہما الرحمہ اس مسئلے میں دلیل بناتے ہیں کہ بند بیت الخلا میں قبلہ کو رخ یا پشت کرنا جائز ہے، ان حضرات کے برخلاف امام احمد بن حنبل اسی حدیث سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ قبلہ کی طرف پشت کرنا ہر جگہ جائز ہے"۔

اس کے بعد امام اعظم کا مسلک بیان فرماتے ہیں کہ استنجا کھلے میدان؛ میں کیا جائے یا بند بیت الخلا میں، بہر طور قبلہ کی طرف منھ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں، پھر پانچ صریح تائیدی احادیث کریمہ کی طرف اشارہ یوں فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ کی طرف سے قضائے حاجت کے وقت استقبال واستدبار دونوں کے ہر جگہ نا جائز ہونے پر کئی احادیث سے استدلال ہو سکتا ہے۔

اول:۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ الجماعۃ۔

ثانی:۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ رواہ احمد ومسلم وابوداؤدو النسائی وابن ماجہ۔

ان حدیثوں میں استقبال واستدبار دونوں سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، کچھ احادیث میں صرف استقبال سے منع کیا گیا ہے۔

اول:۔ عبداللہ بن حارث بن جزالزبیدی۔ رواہ ابن ماجہ والطحاوی۔

ثانی:۔ معقل بن ابی معقل اسدی، رواہ ابوداؤدوابن ماجہ والطحاوی۔

ثالث:۔ سلیمان انصاری رواہ مسلم والاربعۃ۔ البتہ دار قطنی کی روایت میں

حضرت سلمان فارسی سے ''ان لا نستقبل القبلة و لا نستدبرها'' وارد ہے۔
(دار قطنی ج ۱/ص ۵۴، باب الاستنجاء)

ان حدیثوں میں فرمایا گیا ہے کہ پیشاب یا پاخانہ کے وقت استقبال قبلہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اگر چہ ان حدیثوں میں استدبار قبلہ کی نہی مذکور نہیں ہے، لیکن وہ بھی اس مضمون میں داخل ہے، تا کہ ہر دو قسم کی روایتوں میں تطبیق قائم رہے، اگر یہ تطبیق نہ دی جائے جب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ نہی استقبال واستدبار کی احادیث باتفاق محدثین صحیح، ثابت و معمول بہا ہیں۔ اور یہ تمام احادیث مکان، میدان کی قیود سے پاک ہیں، اس لیے ممانعت کا حکم مطلق ہے، اور ہر جگہ کے لیے ثابت ہے''۔
(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ص ۱۰)

یوں ہی فقہا کے مابین اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے کہ وضو کے بعد رومال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ، ابن المسیب، مجاہد کے نزدیک مکروہ ہے، اور اصحاب شافعی کے اس بارے میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) رومال کا عدم استعمال مستحب ہے، یہی قول مشہور ہے۔

(۲) اس کا استعمال مکروہ ہے۔

(۳) اس کا استعمال مستحب ہے۔

(۴) جاڑے میں اس کا استعمال مباح اور گرمی میں مکروہ ہے۔

(۵) اس کا استعمال مباح ہے۔

جب کہ امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور جمہور علما کے نزدیک وضو اور غسل کے بعد رومال کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔

شارح ترمذی حضرت محدث کبیر دام ظلہ کراہت کا قول کرنے والوں کا استدلال ذکر کر کے اس کے چھ جواب دیتے ہیں، اس کے بعد اپنے مذہب و مسلک کے اثبات

اور اس کی تقویت میں آٹھ حدیثیں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا حدیثیں آٹھ صحابہ سے مروی ہیں، جن میں سے اکثر کی سندیں ضعیف ہیں، البتہ تعدد اسانید و کثرت طرق کی وجہ سے وہ درجۂ مقبول سے ساقط نہیں ہوسکتیں، چہ جائے کہ بعض کی سندیں جید و صحیح بھی ہیں، بلکہ امام ابو المحاسن محمد بن علی نے کتاب "**الالمام فی آداب دخول الحمام**" میں بسند حسن ایک حدیث قولی بھی روایت فرمائی:

"**بسنده عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا باس بالمندیل بعد الوضوء**" حضرت انس بن مالک سے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وضو کے بعد رومال استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علاوہ ازیں جب کہ ضعیف حدیثیں فضائل کے سلسلہ میں مقبول ہوسکتی ہیں تو اباحت کے سلسلے میں بدرجہ اولیٰ ہوں گی، کیونکہ فضیلت کا درجہ اباحت سے زیادہ ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ ابن المسیب اور زہری استعمال مندیل کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ وضو کی تری سے میزان عمل میں وزن بڑھے گا، زہری کا قول انھوں نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابن المسیب کا قول ابوبکر بن شیبہ نے موصولاً بیان کیا ہے۔ "**قال انما اکره المند یل بعدالوضوء وقال هو یوزن الخ**" وضو کی تری سے وزن کا زیادہ ہونا، ترک مندیل کے استحباب پر دلیل ہوسکتا ہے، لیکن استعمال مندیل کی کراہت پر دلیل نہیں ہوسکتا، کیوں کہ ترک مستحب سے کراہت پیدا نہیں ہوتی، اباحت اپنی جگہ رہے گی ہاں اگر کراہت بمعنی لغوی لیں تو بات بن سکتی ہے اور سیدنا ابن المسیب و سیدنا امام زہری نے غالباً اسی معنی میں کراہت کا لفظ اختیار فرمایا ہے، بلکہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

”عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من توضأ فمسح بثوب نظیف فلا بأس به ومن لم یفعل فھو أفضل لأن الوضوء یوزن یوم القیٰمۃ مع سائر الأعمال“ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، جس نے وضو کیا پھر صاف کپڑے سے پونچھ لیا تو اس میں کچھ حرج نہیں اور جس نے ایسا نہ کیا تو وہ افضل ہے اس لیے کہ قیامت کے دن وضو کا پانی تمام اعمال کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ وضو کی تری کا وزن کیا جانا کراہت مندیل کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۱۲)

اسی طرح حضرت امام شافعی اور امام اعظم کے مابین اس میں اختلاف ہے، کہ مسواک سنت وضو ہے یا سنت نماز، امام شافعی کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے، لہٰذا ہر نماز سے پہلے مسواک کرنی چاہئے، جب کہ امام اعظم کے نزدیک سنت وضو ہے، لہٰذا ہر نماز کے لیے مسواک کی حاجت نہیں، اگر ایک ہی وضو سے دو تین نمازیں پڑھیں تو سنت مسواک ادا ہے۔

حضرت محدث کبیر اپنے مذہب کی تائید میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں، پھر نتیجہ اختلاف کے ظہور کی صورت بیان کرتے ہوئے عقلی دلیل سے بھی حنفی موقف کو مضبوط و مستحکم فرماتے ہیں جو اس طرح ہے:

”اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ایک وضو سے چند اوقات کی نمازیں ادا کی گئیں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہی مسواک کرنا ادائے سنت کے لیے کافی ہے، جو وضو کے ساتھ کی گئی، ہر نماز کے ساتھ مسواک کی حاجت نہیں، اس کے برخلاف امام شافعی فرماتے ہیں کہ وضو کے ساتھ مسواک کر کے جب نماز ادا کی گئی تو اس سے صرف اسی نماز کے لیے سنت مسواک ادا ہوئی، اب اس وضو سے جو نمازیں بعد میں ادا کی جائیں گی ان کے لیے الگ

سے مسواک کرنا سنت ہے۔

امام ابو حنیفہ کا موقف بہت ہی قوی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک وضو سے کئی نمازوں کا ادا کرنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور ان میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے نماز سے پہلے مسواک کی ہو، قیاس بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ مسواک کرنا وضو کی سنت ہو نہ کہ نماز کی ،اس لیے کہ بسا اوقات مسواک کرنے پر مسوڑھوں سے خون کی آمد ہوتی ہے، جس سے ہمارے نزدیک وضو جاتا رہتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک کم از کم منھ ناپاک ہو جاتا ہے اور عین نماز کے وقت اس کی تطہیر مشکل ہے، لہٰذا جن روایتوں میں "عند کل صلاۃ" کا لفظ وارد ہے اس کی تقدیر "عند وضوء کل صلاۃ" ہے"۔ (سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۳،۱۴)

طوالت کے خوف سے مذکورہ خصائص کے ہی تفصیلی ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، ورنہ ابھی بہت سے محاسن ہیں، مثلاً حالات رواۃ، رد مذاہب باطلہ ،تعاقب اغیار، محاکمہ، محاسبہ، تفصیل، اجمال، جامعیت، اردوئے معلیٰ کے نثری شہ پارے، فقہی تحقیقات، حدیثی تدقیقات، نکتہ آفرینی، ذکر مذاہب، تحقیق انیق، ترجیح راجح، اغیار کی مستدل احادیث کا جواب وغیرہ۔

انشاء اللہ شرح ترمذی جب نظر افروز ہوگی تو میرے ہر دعوے کی دلیل باصرہ نواز ہوگی، اور دن کے اجالے کی طرح ثابت ہوگا کہ یہ شرح اردو زبان میں حنفی مذہب کی لاجواب جامع ترمذی ہے یقیناً یہ شرح اکابر، اصاغر خواص وعوام سب کے دیدہ ودل میں اپنا اعلیٰ مقام بنا کے رہے گی۔

اپنے امتیازی محاسن وکمالات کے سبب بلا مبالغہ بے مثال شرح ہے اہل ایمان کے لیے نہایت نفع بخش، اذعان افروز سرچشمۂ فوائد، خزینۂ عوارف، گنجینۂ معارف ہے اور اہل عقیدت کے لیے قرار دل، تنویر ابصار، تجلیۂ افکار کا گراں بہا سامان ہے، پھر کیوں نہ ممتاز ویگانہ ہو، وہ ایسی ہستی کے قلم زرنگار کا نتیجہ ہے، جو

موجودہ زمانے میں ممتاز ہے، علما کی صفوں میں ممتاز، محدثین میں ممتاز، محققین میں ممتاز، مناظرین میں ممتاز، صوفیا میں ممتاز، اتقیا میں ممتاز، ارباب قلم میں ممتاز، عملی دنیا میں ممتاز ہے، بلکہ اس ذات کے والد حضور صدرالشریعہ قدس سرہ کو بارگاہ حبیب کائنات احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو قرآن وحدیث، فقہ وفنون کے انوار وضیا ملے تھے، وہی انسانی پیکر میں ڈھل کر ضیاء المصطفیٰ بن گئے۔

آج اس ضیا سے عالم ایسا مستنیر ہوا کہ لوگ اسے ممتاز الفقہا، ممتاز العلما، ممتاز المحدثین، ممتاز المدرسین وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں، مولائے کریم اس شرح کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور شارح کو عمر طویل عطا فرمائے، آمین۔

سلسلۂ وعظ وخطاب

وعظ وبیان کی مقناطیسی اور جذب آگیں اثر ایک مسلمہ حقیقت ہے، اس کی سحر کاری کا ذکر حدیث میں آیا ہے، سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا" کہ بعض اشعار حکمت سے لبریز اور بعض خطاب وبیان سحر انگیز ہوتے ہیں۔

تقریر کی اثر نوازی اس وقت کچھ اور ہی بڑھ جاتی ہے جب واعظ ومقرر درج ذیل اوصاف کا حامل ہو:

☆ وجیہ وبارعب ہو۔

☆ مخلص وبردبار ہو۔

☆ قوم کی ہدایت بخشی اور نفع رسانی کا حریص ہو۔

☆ حرص زر سے خالی ہو۔

☆ جمع دنیا کی ہوس سے پاک ہو۔

☆ عامل بالشرع وتقوی شعار ہو۔

☆ مضبوط علم کا حامل ہو۔

☆ زبردست قوت حافظہ کا مالک ہو۔

☆ مافی الضمیر کی ادائیگی پر بخوبی قادر ہو۔

☆ بلند اور گھن گرج آواز والا ہو۔

☆ نکتہ آفریں و نکتہ سنج ہو۔

☆ اپنے قول کا دھنی ہو۔

☆ ادب کی چاشنی، ظرافت کی رنگینی رکھتا ہو۔

☆ سامعین و حاضرین کے ذہن و فکر کی رعایت کرتا ہو۔

☆ مدعا اور موضوع کو مستحکم دلائل سے مزین کرتا ہو۔

غرض کہ وعظ ایک انقلاب آفریں عمل ہے، اس سے دین و دنیا، علم و عمل کے میدانوں میں بڑے بڑے انقلابات رونما ہوئے اور عوام الناس کے لیے یہی تنہا سب سے زیادہ فیض بخش ہے اسی لیے علمائے دین اور اساطین اسلام، علما و مشائخ کرام ہمیشہ وعظ و خطابت کو اشاعت مذہب، نشر مسلک، اصلاح اعمال، اصلاح احوال، ترغیب اعمال، تشویق عبادات، تسدید معاشرہ، امر حسنات، نہی سیئات، تائید حق، رد بواطل وغیرہ کے لیے بطور وسیلہ اپناتے رہے اور اس ذریعہ سے انھوں نے اسلام کی زریں اور نا قابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

سر خیل خطبا، سلطان الواعظین محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ مذکورہ بالا جملہ اوصاف کے جامع ہیں، آپ نے میدان وعظ وخطاب میں اسی وقت قدم رکھ دیا تھا جب با قاعدہ تدریس کا آغاز کیا اور تا حال خطابت کا جادو جگا رہے ہیں۔

آج دنیائے سنیت میں آپ کے خطاب کے دوررس نتائج محسوس کیے جا رہے ہیں، آپ کو وعظ و بیان میں ملکۂ تامہ اور دستگاہ کامل حاصل ہے، آج

آپ کو دنیائے خطابت کا تاجدار تسلیم کیا جا رہا ہے، آپ کی تقاریر سے عوام وخواص، علما، فقہا، شعرا، خطبا سبھی یکساں محظوظ اور مستفید ہوتے ہیں، آپ کی ہر تقریر فن خطابت کا نمونہ ہوتی ہے، الفاظ کی شستگی، جملوں کی ہم آہنگی، استدلال کی خوبی، امثال کی ندرت، معانی کی سادگی، افکار کی گیرائی، انظار کی وسعت، نکات کی شگوفہ کاری، زبان کی گل کاری، دلائل کی پرکاری سے معمور ہوتی ہے۔

خطاب کا ہر ہر جملہ کوثر کی حلاوتوں، تسنیم و سلسبیل کی لطافتوں میں ڈوبا ہوا شیریں، عطر بیز ہوتا ہے۔ پورا بیان آیات قرآنیہ، احادیث کریمہ، آثار حسنہ، اقوال علما وصوفیا، ارشادات صحابہ کے گل بوٹوں سے آراستہ، حقائق ومعانی، اسرار ومطالب کا خزانہ ہوتا ہے۔ اس میں روحانی، ایمانی، عرفانی، اخلاقی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفس، تصفیہ باطن کی ایسی ترغیب وتحریض ہوتی ہے کہ سامعین کے قلب وجگر جذبات خیر کے آبشار بن جاتے ہیں، ان میں برائیوں کی جگہ نیکیاں جا پناہ ہو جاتی ہیں، برائیوں کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں، گویا آپ کی تقریر عملی انقلاب کی پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

اجمالی طور پر آپ کی تقاریر کے نمایاں اوصاف وخصائص یہ ہیں:

(۱) الفاظ اور جملے سادہ اور شستہ ہوتے ہیں، جو بآسانی سامعین کے ذہنوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔

(۲) موضوع، مخصوص اور معین ہوتا ہے، تقریر اسی کے گرد گردش کرتی ہے۔

(۳) ہر تقریر علمی ہوتی ہے، اس میں آیات واحادیث، اقوال اسلاف، آثار صحابہ، قصص صحیحہ، واقعات حقہ کی بہار ہوتی ہے۔

(۴) زیادہ تر اصلاح ایمان وعقائد، تصلب فی الدین کی ترغیب، اعمال حسنہ، عبادات الٰہیہ کی تحریض ہوتی ہے۔

(۵) آیات قرآنیہ کی جامع تفسیر، احادیث کریمہ کی مفصل تشریح ہوتی ہے۔

(۶) عالمانہ وقار، محدثانہ انداز، مفکرانہ طرز بیان، مفسرانہ اسلوب ہوتا ہے۔

(۷) تسلسل ایسا ہوتا ہے جیسے کوہ البرز کی وادیوں میں رستا ہوا میٹھا چشمہ کسی فراز سے نشیب کو گر رہا ہو، اور اس کی روانی سے پیدا ہونے والی آواز پردۂ سماع پر ایک ابتہاج اور کیف آگیں اثر چھوڑ رہی ہو۔

(۸) مآخذ اور مصادر کا صراحۃً یا اشارۃً بیان ہوتا ہے، احادیث کے عربی الفاظ و جمل کے ساتھ راویوں کے نام کا ذکر ہوتا ہے۔

(۹) خوبی ترتیب ایسی کہ پوری تقریر نہاں خانۂ ذہن میں ایک عرصہ تک محفوظ رہے۔

(۱۰) انداز بیان ایسا دل کش اور دلآویز کہ ذہن و دماغ پر بار نہ ہو، اکتاہٹ محسوس نہ ہو۔

(۱۱) زور خطابت ایسا کہ زمزمۂ بیان، تلاطمِ انظار، ہمہمۂ افکار کا لہریں مارتا ایک سمندر محسوس ہوتا ہے، اس پر کلام کی سنجیدگی، لب و لہجہ کی بلند آہنگی، طنطنہ و بیان کی سحر کاری، مستزاد ہوتی ہے۔

(۱۲) عظمت الٰہی، ناموس رسالت پناہی، شان صحابہ و اولیا، جاہ علما و فقہا کی حفاظت و پاسبانی کی جلوہ آرائی ہوتی ہے۔

(۱۳) احقاق حق و ابطال باطل کا رنگ نمایاں اور عیاں رہتا ہے، وہابیہ و دیابنہ غیر مقلدین کا رد کامل ہوتا ہے۔

(۱۴) حشو و زوائد، فرضی لطائف، بے اصل حکایت، لہو آمیز باتوں سے یکسر احتراز و اجتناب کے ساتھ مواد کی کثرت، افادات کی وفرت، معلومات کی زیادت ہوتی ہے۔

(۱۵) بیان کی ایسی چاشنی کہ سامعین کی سیری نہیں ہوتی، ابھی طلب باقی ہی رہتی ہے۔

(۱۶) مذہب حنفی کی تائید اور مسلک اعلیٰ حضرت کی کھلی ترجمانی ہوتی ہے۔
درج بالا محاسن سے آراستہ خطاب کے لیے حضرت محدث کبیر یوں رونق اسٹیج ہوتے ہیں کہ آپ کی جھولی تشریح و بیان کے موتیوں سے پر ہوتی ہے اور مطلع اجتماع پر علم و فضل کی ایسی بارش فرماتے ہیں کہ تشنگان آگہی حسب ظرف سیراب ہوتے ہیں۔

المختصر حضرت محدث کبیر فن خطابت کے بے تاج بادشاہ ہیں، ہر موضوع پر ہمہ وقت جامع و مدلل، فکر انگیز خطاب پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں، اس اعتبار سے عصر حاضر میں اپنا ثانی اور بدل نہیں رکھتے، جیسا کہ خطبائے زمانہ و علمائے یگانہ اس کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اس وقت (علامہ ضیاء المصطفیٰ) اپنے معاصرین میں علمی تبحر، قوت حافظہ، نکتہ رسی، علم وفن کی جامعیت، درس و تدریس اور خطابت و مناظرہ میں وہ اپنا ہمسر نہیں رکھتے"۔
(مقدمہ ضیاء النحوص ۴)

خطیب اہل سنت حضرت علامہ مسیح احمد مصباحی فرماتے ہیں:

"عصر حاضر کے علما آپ کے تبحر علمی کے معترف ہیں، آپ اگر ایک طرف مسند تدریس کے تاجدار ہیں تو دوسری طرف آسمان خطابت کے آفتاب و ماہتاب بھی ہیں، ان کی ضیا سے یورپ و افریقہ اور ایشیا کے ہزاروں انسانوں کے قلوب روشن و منور ہو رہے ہیں"۔ (تأثر محررہ ۱۱ر شعبان ۱۴۲۹ھ)

حضرت مفتی عبد النبی حمیدی فرماتے ہیں:

"سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر

محدث کبیر کا خطاب سننے کا موقع ملا، میں نے حضرت کو علوم دینیہ کا بحر بے کراں پایا اور جس انداز سے حضرت نے سرکار کے فضائل پر گفتگو فرمائی، بے شک اس زمانے میں انھیں کا حصہ ہے"۔ (تأثر محررہ ۲۱؍شعبان ۱۴۲۹ھ)

خطابت کے حوالے سے آپ کی چند خصوصیتیں ہیں۔

اول:۔ یہ کہ عہد شباب سے لے کر آج ۸۵؍سال کی ضعیف العمری تک مسلسل مقبول عوام وخواص مقرر ہیں، ہر سو آپ کی خطابت کی اثر انگیزی اپنا لوہا منوا رہی ہے، بلکہ آئے دن آپ کی تقریری مقبولیت اور دعوتی سرگرمیوں میں ترقی ہی ہو رہی ہے، جب کہ عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ خطبا کی خطابت کا ایک عہد ہوتا ہے، پھر ان کی خطیبانہ شان گرد آلود ہونے لگتی ہے، یہاں تک کہ پیرانہ سالی میں کم ہی بحیثیت خطیب معروف رہ جاتے ہیں۔

دوم:۔ یہ کہ بغرض خطاب ملک وبیرون ملک دور دراز مقامات کا سفر فرماتے ہیں، مگر کبھی بھی کسی اجلاس کے ذمہ دار سے اشارۃً، کنایۃً، صراحۃً کسی بھی طرح زادراہ یا نذرانے کا مطالبہ نہیں کرتے اور نہ ہی ارکان اجلاس سے پہنچنے والی کسی گزند کا کہیں تذکرہ فرماتے ہیں، آپ کا یہ عمل ان خطبا کے لیے درس عبرت ہے، جو کم از کم کرایہ پہلے ہی طلب کرتے ہیں، یا نذرانہ منشا سے کم پانے پر سخت وسست کلمات اپنی زبانوں پر لاتے ہیں۔

سوم:۔ یہ کہ کثرت پروگرام کے باعث تنہا آپ ہیں، جو بیرون ممالک کے علاوہ اپنے وطن ہندوستان میں بھی بذریعہ ہوائی جہاز بکثرت سفر فرماتے ہیں، اور تقریری خدمات انجام دیتے ہیں، یہ آپ کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

چہارم:۔ یہ کہ کتنے ایسے مقرر ہیں جو تقریری مواقع خود تلاش کرتے، ارکان اجلاس سے فرمائش کرتے، بعض اعراس میں اسی لیے جاتے کہ وہاں کچھ پروگرام

مل جائیں، مگر محدث کبیر اس سے یکسر مختلف ہیں، آپ اصحاب اجلاس کی بڑی منتوں، سماجتوں، بار بار تقاضوں کے بعد دعوت قبول فرماتے ہیں، اس کے باوجود اکثر چھ ماہ آگے تک آپ کی تاریخیں بک رہتی ہیں، بعض اہم تاریخیں پوری زندگی کے لیے بک ہیں، جس میں آپ حسب وعدہ پابندی سے حاضر ہوتے ہیں۔

پنجم:۔ یہ کہ جس تقریب یا جلسے کی دعوت آپ قبول فرماتے ہیں، اس میں جب تک حاضری سے شرعی ضرورت وحاجت یا عذر معقول مانع نہ ہو، آپ ضرور بالضرور حاضر ہوتے ہیں، سفر خواہ کتنا ہی مشقت انگیز ہو۔

ششم:۔ یہ کہ منصب خطابت پر جلوہ افروز ہو کر مداہنت، مصلحت کوشی کو راہ دیتے ہیں نہ عقائد حقہ کے بیان میں کسی کی رعایت فرماتے ہیں بلکہ وہابیہ، دیابنہ، روافض، غیر مقلدین، گمراہ فرقوں کا کھلے لفظوں میں رد کامل فرماتے ہیں۔

ہفتم:۔ یہ کہ جس اجلاس میں مداہنت پرست، فرق باطلہ سے اختلاط رکھنے والے صلح کلی، گمراہ، دینی وایمانی نقص رکھنے والے بائیکاٹ کے لائق علما وخطبا مدعو ہوتے ہیں آپ اس میں شریک ہوتے ہیں اور نہ ایسے اجلاس میں شرکت کی دعوت قبول فرماتے ہیں، بلکہ اگر آپ کے تاریخ دینے کے بعد کسی دینی نقص والے کی تاریخ ودعوت لی جاتی ہے، تو معلوم ہوتے ہی ارکان اجلاس کو اپنی عدم حضوری مع علت سے آگاہ فرما دیتے ہیں۔

ہشتم:۔ یہ کہ آپ کی ہر تقریر مضمون ومواد کے اعتبار سے دوسری تقریروں سے جداگانہ ہوتی ہے، موضوع اگرچہ ایک ہی ہو۔

حضرت محدث کبیر کی بحیثیت خطیب بے پناہ مقبولیت دائمہ ان کے اخلاص دینی کی روشن دلیل ہے، مولائے قدیر ان کا فیضان قائم رکھے، آمین۔

<u>تقریری خدمات کی برکات:</u> الغرض حضرت محدث کبیر دام ظلہ نے اپنی خداداد مقبولیت، تقریری مہارت کے سبب ملک وبیرون ملک کا دورہ فرما کر بہت

وسیع پیمانے پر تقریری خدمت انجام دی ہے، ہزاروں، لاکھوں گم گشتہ افراد کو اپنی تقریروں کے ذریعہ ہدایت آشنا کیا، نہ جانے کتنے تاریک دلوں کو عشق ایمان کے اجالوں سے منور کیا، آج لاکھوں سنی عوام آپ کی تقریر سے مستنیر ہو کر مذہب و مسلک کے پابند اور آپ کے احسان مند ہیں، ہندوستان کے علاوہ کئی ممالک میں بھی آپ کے انقلاب آفریں خطابات کا ڈنکا بج رہا ہے، اور ہمہ وقت ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور آپ کی تقریری سرگرمی عہد شباب سے کہیں زیادہ عہد کہولت جاری وساری ہے۔

باہر ممالک مثلاً پاکستان، نیپال، انگلینڈ، ہالینڈ، پرتگال، نارتھ امریکہ، ہوسٹن، نیویارک، نیوجرسی، ڈیلاس، کویت، دبئ، عراق، ساؤتھ افریقہ، سوازی لینڈ، ملاوی، موزمبیق، لسوتھو، زمبابوے، برطانیہ وغیرہ میں آپ کی تقریروں کی برکات کے جلوے دیکھے جاسکتے ہیں، آپ کی ہزاروں تقریروں میں چند کا مجموعہ بنام ”خطبات محدث کبیر“ حصہ اول و دوم چھپ کر مقبول عام ونظر نواز ہو چکا ہے، انگریزی دنیا کے لیے یہ انگلش ترجمہ بھی ڈربن ساؤتھ افریقہ سے طبع ہو گیا۔

سیکڑوں تقریریں انٹرنیٹ پر موجود ہیں جو اہل ذوق کی نگاہ پرشوق کی منتظر ہیں۔

یہاں دو اہم تقریریں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں انشاء اللہ قارئین محظوظ ہوں گے:

☆☆☆☆☆☆☆

تحفظ ایمان اہم الفرائض ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد !

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار "

صدق اللہ العظیم

محبت وعقیدت کے ساتھ دربار رسالت میں نذرانہ درودوسلام پیش کریں۔

"اللھم صل علیٰ سیدنا ومولا نا محمد وبارک وسلم صلوا علیہ صلاۃ وسلاماً علیک یارسول اللہ "

میں کسی تقریر کے لیے کھڑا نہیں ہوا ہوں بلکہ میں صرف اور صرف ایمان کے تحفظ کے بارے میں چند ضروری باتیں عرض کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو سب سے بڑی جو دولت عطا کی ہے وہ ایمان کی دولت ہے اس کے برابر کوئی بھی دنیا میں اور دنیاوی زندگی میں نعمت نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں کے عطا کرنے کے باوجود اور یہ فرمانے کے باوجود کہ "وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا" اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو حساب نہیں لگا سکتے۔

کتنی نعمتیں اس نے ہمارے اندر اور ہمارے باہر بچھا رکھی ہیں اگر اس پر ہم غور وفکر کرنا شروع کریں تو قوت فکر تھک جائے گی مگر نعمتوں کا شمار نہ ہو سکے گا اتنی نعمتیں عطا کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت پر اپنا احسان نہ جتایا آنکھ دی دانت دیئے

قوت شامہ دی، قوت لامسہ دی، قوت سامعہ دی، تمہارے بازوؤں میں طاقت دی تمہارے جسموں میں روح پھونکی اور روح کو جسم میں برقرار رکھنے کے اسباب پیدا کیے تمہیں عزت دی، دولت دی اور کھانے پینے کا سامان دیا، مکان دیا فیکٹریاں دیں، بینک بیلنس دیئے لیکن کسی چیز پر اللہ نے احسان نہیں جتایا ان نعمتوں کا ذکر تو ضرور کیا ہے لیکن ذکر کر کے احسان نہیں جتایا۔

ہاں اگر احسان جتایا تو یوں فرمایا "قل لاتمنوا علی اسلامکم " اے پیارے محبوب آپ اعلان فرمادیں کہ لوگو! اپنے مسلمان ہونے کا احسان میرے اوپر نہ رکھو "بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للا یمان " بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان جتاتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت عطا فرمائی۔

سوچیے احسان کسی نعمت پر نہیں جتایا اور دولت ایمان عطا کر کے اس نے احسان جتادیا اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کوئی نعمت ایمان کے برابر نہیں ہوسکتی آپ لوگ دنیا کی دولت کے لیے اپنا ایمان بیچ دو گے؟ حالانکہ اس دولت کی پوزیشن کیا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"ولوان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفامن فضۃ ومعارج علیھا یظھرون ولبیوتھم ابواباً و سرراً علیھا یتکِؤُن وزخرفا" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر لوگ کافروں کی خوش حالی دیکھ کر کافر نہ ہو جاتے تو ہم کافروں کو دنیا کی اتنی دولت دیتے کہ اس کے گھر کی دیواریں چاندی کی اور سونے کی سیڑھیاں بنا لیتے۔ اس سے آپ سمجھیں کہ دنیا کی نعمت اور دولت اللہ تعالیٰ نے کافروں کو جتنی دی ہے اس سے زیادہ دینا چاہتا تھا مگر اس میں اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمان کہیں اندھا دھند دولت دیکھ کر کافر نہ ہو جائیں اسی بنا پر ہم نے انہیں کم دیا، وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اس کو ادھر تو کچھ ملنا نہیں جو کچھ ملنا ہے یہیں مل جائے اور وہاں نہیں ملنا ہے وہاں ملنا ہمارا کرم ہے وہاں تو دیں گے ہی یہاں بھی کچھ دے دیا ہے

کافروں کی کٹوتی کردی ہے تمہاری بڑھوتری کردی ہے تم کو ہم نے اتنا عطا کیا مگر دولت صرف آدمی کو کفر کی طرف لے جاتی ہے اس بنا پر آپ اندازہ کریں کہ دنیا کی دولتیں اللہ کے یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔

رسول اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا کی ساری دولتوں کی قیمت اللہ کے یہاں اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو نہ دیتا اللہ کے یہاں اس کا سارا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں بس اسی مچھر کے پر سے ہلکی دولت کے لیے آدمی ایمان جیسے باوزن اور ایمان جیسی قیمتی شی کو برباد کرے یہ ناممکن ہونا چاہیے اس لیے مسلمانوں کو یہیں سے سمجھنا چاہیے کہ ایمان کی حفاظت کتنی ضروری ہے نارمل حالات میں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا مگر جب فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں تو اس وقت کوئی کیوں نہیں کہتا کہ اے بی جے پی والو! اے فلاں گروپ والو! فلاں گروپ والو! ہماری جان لمبی کرو ہم بھی کافر ہو جائیں گے۔

اس وقت لوگ کہتے ہیں ؎

جان مانگو تو جان دیں گے مال مانگو تو مال دیں گے
مگر نہ ہم سے یہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے

اس وقت کیسے یہ گوارہ کر لیتے ہیں کیسے یہ للکار کر کہتے ہیں دو کانیں لوٹ لو گھروں میں آگ لگا دو ہمارے بچوں کو شہید کر دو آبروئیں لوٹو مگر ہم اپنا ایمان نہیں چھوڑیں گے، اس وقت کی بات کی قیمت لوگوں کو سمجھ میں آتی ہے نارمل حالات میں لوگ نہیں سمجھتے ہیں جب موت سامنے نظر آتی ہے تب آدمی کو سمجھ میں آتا ہے کہ ایمان کتنی بڑی دولت ہے اس لیے نارمل حالات میں بھی آدمی کو اپنے ایمان کی حیثیت سمجھنی چاہیے اور اس کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے۔

رفیقان گرامی! قرآن مجید میں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کی دوستی سے منع کیا ایک دو جگہ قرآن میں نہیں بلکہ پچاسوں جگہ ان کے دوستانے سے روکا گیا ہے اور ان

کے خلاف لوگوں کو تنبیہات بھی کی گئی ہیں اور نبی پاک کو تو مخاطب کر کے قرآن مقدس میں فرماتا ہے: ”یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم“ ان سے دوستی کرنا سلام وکلام رکھنا بڑی چیز ہے اے نبی کفار ومنافقین سے جہاد بھی کرو اوران پر سختی سے پیش آؤ۔ غور کرو کہ جب اپنے نبی کو یہ حکم دے رہا ہے تو امتی کہاں باہر جائے گا اس لیے امتی کو بھی یہ سوچنا چاہیے جن کے اوپر تغلیظ کا حکم ہے جن پر سختی وبے مروتی کا حکم ہے ان سے دوستی گانٹھنے کا راستہ کہاں سے بنا سب تو سب ہیں ذرا آپ سوچیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رشتے دار ہی نہیں اپنے ماں باپ آل اولاد کے بارے میں لوگوں کو کیا تاکید فرمائی فرمایا ”لا تتخذوا ابائکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان“ اے ایمان والو! اپنے باپ دادا کو اپنی اولاد پوتا پر پوتا کسی کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دے یعنی اگر کفر کو پسند کرتی ہے اولاد، تو باپ کو آرڈر یہ ہے کہ اس سے بھی مقاطعہ رکھے باپ اگر کفر کی راہ پر چل رہا ہے تو اولاد کو حکم ہے کہ وہ اس باپ سے ابوت کا رشتہ نہ رکھے اس سے اپنی مؤدت ختم کردے۔

اسی۔ لیے قرآن حکیم میں اس انداز میں ارشاد فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کافرانہ کام ہے کہ آدمی حالت ایمان میں ہو کر کافروں سے دوستی کرے فرمایا: ”لاتجدوا قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یودون من حاداللہ ورسولہ“ فرمایا کہ آپ نہیں پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی کریں اللہ ورسول کے مخالفوں سے یعنی ایمان والوں کو آپ کفر والوں سے دوستی کرنے والا پائیں گے ہی نہیں۔ کیا مطلب ہوا؟ ایمان والا ہوگا تو وہ کافروں سے دوستی ہی نہیں کرے گا جو دوستی کرے گا گویا کہ وہ ایمان والا ہی نہیں، پھر آگے فرمایا: اگر چہ ان کے باپ ہوں اولاد ہوں اپنے بھائی ہوں خاندان والے ہوں سب سے وہ بائیکاٹ رکھے۔ مگر آج صرف اس لیے کہ ہمارا کاروباری تعلق ہے یا اس لیے کہ وہ ہمارے

ساتھ کبھی سلام کر دیا کرتا ہے اس بنا پر لوگ دوستی گانٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی وہ بڑے خوش اخلاق ہیں سلام کرتے ہیں خیریت پوچھتے ہیں، میں کہتا ہوں یہ مکاری ہے فریب کا جال ہے وہ صرف اس لیے یہ کرتے ہیں کہ تم بھی وہابی ہو جاؤ اس لیے نہیں کرتے کہ ان کے اندر یہ اخلاق ہے اگر یہ ہوتا تو جب وہ بھاگتے یا جاتے ہیں تو قتل کرتے ہوئے نہیں چوکتے، جب دیکھئے اسی وقت ڈھکیل دیتے ہیں جن کے بارے میں ان کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ کبھی بھی ہماری طرف نہیں آئے گا سلام نہیں کرتے۔ میں نہیں دیکھتا کہ کوئی وہابی مجھے سلام کرتا ہو، مجھے سلام کیوں نہیں کرتا؟ ان کو کیوں سلام کے بعد خیر و عافیت پوچھتا ہے کیسے ہیں؟ طبیعت کیسی ہے؟ آج کل ٹھیک ہیں کہ نہیں؟ آج کل کیسے حالات چل رہے ہیں؟ گھر میں خیریت ہے؟ مجھ کو کوئی کیوں نہیں پوچھتا؟ ایک مرتبہ ایک وہابڑے نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور عید ملنے کے لیے آیا کہ میں آپ سے معانقہ کروں گا۔

میں نے کہا پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم وہابی ہو کہ سنی بریلوی؟ کہا نہ ہی میں بریلوی ہوں نہ دیوبندی، میں نے کہا کہ دیوبندی ہے کہ نہیں اس سے مجھے کوئی مطلب نہیں بریلوی نہیں نہ ہے؟ بس مجھ سے گلے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں، تو دیوبندی ہے کہ نہیں اس سے مجھے کوئی بحث نہیں مگر بریلوی نہیں ہے اس لیے میں تجھ سے نہیں ملوں گا، اب اس کے بعد کبھی بھی ملاقات یا سامنا ہو جائے تو وہ راستہ الگ کر لیتا ہے میں بھی بالکل بے توجہ رہتا ہوں آخر کیوں ایسا معاملہ ہے؟ معاملہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اخلاق دکھا کر جو فریب کا جال بچھایا جاتا ہے ان پر کارگر نہیں ہوگا کیوں کہ ضیاء المصطفیٰ کے ہاتھ میں امام احمد رضا کا دامن ہے کچھ نالائق جن کو زبان گویائی مل گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام اس طرح سے پھیلے گا؟ میں نے کہا تو نے زندگی میں ایک کافر کو بھی مسلمان بنایا؟ ہاں تیری تقریروں نے سینکڑوں سنیوں کو ڈھل مل یقین بنا دیا ہے۔

ان کے ساتھ تمہارا دوستانہ ان کو ہرگز تمہاری طرف نہیں لائے گا وہ تو سوچ ہی

رہے ہیں کہ دوستانہ ہمارا قائم ہے، ہم گمراہی پر رہ کر کے ان کو دوست بنائیں گے تو کیا ضرورت ہے ان کی طرف آنے کی اس لیے یاد رکھو کہ عام کافروں کے احکام الگ ہیں اور مرتدین کے احکام الگ ہیں، مرتد کو تو دنیا میں جینے تک کا حق نہیں اسی لیے جس روز وہ مرتد ہو جاتا ہے شریعت اسلامیہ کہتی ہے اس کے مال میں اس کو تصرف کرنے کا بھی حق نہیں ہے اسے حق نہیں کہ وہ اپنا مال بیچ سکے شریعت کی رو سے اسے حق نہیں ہے کہ اپنا مال کسی کو دے سکے، حق نہیں ہے کہ وہ اس سے اپنے کھانے پینے کا سامان بھی خرید سکے۔ مرتد کے احکام اور عام کافروں کے احکام ایک ہیں؟ ہرگز نہیں، عام کافروں سے تھوڑی سی نرمی کر کے اسلام کی تبلیغ کا ہمیں حق ہے مگر مرتد کے لیے تمام کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے کہا جائے کہ تین دن کے اندر تجھے توبہ کرنی ہے تو کرو نہیں تو تجھے قتل کر دیا جائے گا تجھے جینے کا بھی حق نہیں ہے اور ان تین دنوں تک اسے بھوکا اور پیاسا رکھا جائے گا سختی کی جائے گی تاکہ وہ کسی صورت میں توبہ کرے، اگر نہیں کرتا ہے تو پھر اس کے بعد اس کی زندگی ختم۔

اب آپ اندازہ کریں اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے حکم کی یہ حالت ہے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس نے اگر اپنے زمانۂ ردّت میں کوئی کمائی کی اور مرتد ہی مر گیا تو وراثت میں وہ مال نہیں بٹ سکتا بلکہ وہ بیت المال میں جائے گا وراثت میں وہی بٹے گا جو مرتد ہونے سے پہلے کا مال تھا اور مرتد ہونے کے زمانے میں جتنا اس نے کمایا سب اس کی ملکیت سے باہر ہے، اس لیے رشتے بھی ختم ہو گئے، اب اس وقت کی کمائی کسی رشتہ دار کو کام نہیں آئے گی اس کی کمائی تو وہی کمائی مانی جائے گی جو زمانۂ اسلام میں تھی تو یہ عام مرتدوں کی بات ہوئی جو میں نے بتائی اور خاص مرتد جو گستاخ رسول ہو اس کا حکم تو اتنا سخت ہے کہ اس کی توبہ نہیں ہے، اگر وہ توبہ بھی کرے جب بھی واجب القتل ہے عام کافروں جیسا تو الگ رہا مرتدوں جیسا بھی نہیں اور کوئی مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہے بلکہ اس وقت بھی وہ واجب القتل ہے۔

اب ذرا سوچو! ان مرتدوں کے ساتھ دوستی کرنا ان کے ساتھ مراسم برتنا ان کے ساتھ جلسے جلوس کرنا اور ان کے ساتھ اٹھک بیٹھک رکھنا دوستانہ سادھنا یہ کیا ہے؟ اسلام کی خدمت ہے یا کھانے کی فکر ہے؟ وہ شخص جس کے اوپر کفر کا حکم نہیں لگا جسے مبتدع کہا گیا ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"من اعان صاحب بدعة فقداعان علی هدم الاسلام "جس شخص نے ایک بدعتی گمراہ کی جس پر حکم کفر نہیں ہے مدد کی اس نے اسلام کو ڈھانے کی مدد کی تو اسلام تو کسی کے ڈھانے سے نہ ڈھےئے گا مطلب یہ ہے کہ اپنے ہی اسلام کو برباد کر رہا ہے اتنا سمجھنے کے بعد یہ سمجھنا بڑا آسان ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ رشتہ داری برتنا تو بڑی بات ہے، رشتہ داریاں، سبحان اللہ! ان کی بیوی بھی بیوی نہیں ہے ہاں جس کو وہ بیوی کہتے ہیں ان کا نکاح نہیں ہے تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ:

"لا یجوز نکاح مرتد باحد مسلما کان او کافرا او مرتدا "فرماتے ہیں ایک مرتد کا کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا مسلمہ ہو یا کافرہ ہو یا مرتدہ اسی سے سمجھ لیجیے کہ وہابیوں میں نکاح ہی نہیں ہے تو حرام اولاد سے آپ رشتہ داری جوڑنے کے لیے تیار ہیں "لا اله الا الله" آدمی اپنی نظروں کی حفاظت کرنے کو تیار نہیں کتنی ناجائز اولادیں ہیں اور ان ناجائز اولادوں میں کوئی اپنی بہو بنا کے لائے گا کوئی اپنی بیوی بنا کے لائے گا اور اس سے اپنی اولاد نا جائز بنائے گا (معاذ اللہ معاذ اللہ)

ذرا سوچیے! آدمی ہو تو اس کو کچھ راستہ سوجھائی دے، میں عموماً شادی کی دعوت میں شریک ہونے سے بھاگتا ہوں ایک صاحب مبارکپور میں میرے پاس آئے اور کہا دعوت ہے میں نے کہا کہ صاحب کا ہے کی دعوت؟ بولے عقیقہ ہے، میں نے کہا مجھے معاف رکھیے کیوں کہ آپ وہابیوں کو بلائیں گے۔ مجھے بلانا ہے تو وہابیوں کو چھوڑیے اور وہابیوں کو بلانا ہے تو مجھے چھوڑیئے کہنے لگے کہ میں نے آپ کا انتظام الگ کیا ہے۔ میں نے کہا مجھے الگ کر سکتے ہو انہیں الگ نہیں کر سکتے؟ میں نے کہا ذرا اپنے

ایمان کی خبر لو ایسا ایمان آدمی کو برباد کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس لیے آپ اپنے آپ کو بچاؤ آج دنیا میں صلح کلیت پھیلتی جارہی ہے انگریزوں نے پوری کوشش کر کے مکے اور مدینے میں وہابیوں کی حکومت کیوں قائم کرائی صرف اس لیے کہ ساری دنیا کے سنی وہابی ہو جائیں اور جا کر کے جب اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ایمان برباد ہوگا وہابی آ کر تعریفیں کریں گے اور ان میں سے سو میں سے کم سے کم دو تو اپنا ایمان بھی کھو ڈالیں گے برباد کر ڈالیں گے اس لیے انگریزوں نے یہ پوری کوشش کی کہ ہندوستان میں اسماعیل دہلوی سے تقویۃ الایمان لکھوائی اور پھر اس کو ایشیاٹک سوسائٹی سے چھپوائی۔ قرآن مجید تو انھوں نے نہیں چھپوایا کبھی بھی بخاری نہیں چھپوائی بلوغ المرام تک پتلی سی کتاب نہیں چھپوائی۔ کیا شوق تھا تقویۃ الایمان کو چھپوانے کا کیوں کہ خود لکھوائی تھی اس لیے وہ چھپوائی تھی پھر اس کا انگریزی میں ٹرانسلیشن کر کے وکٹوریہ نے لندن میں چھپوایا لندن میں یہ سب کام کیوں ہو رہا تھا وکٹوریہ صاحبہ کو کیوں اتنا اسلام پھیلانے کا شوق ہو گیا بس اس میں شوق تھا کہ ان میں قرآن و احادیث لکھی گئی ہیں۔

ان کے غلط ترجمے یا غلط مفاہیم نکال کر یا بے موقع وہ آیتیں اور حدیثیں لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے اور ایمان برباد کرنے کا اس میں مسالہ موجود ہے اس لیے یہ کتاب انگریزی میں بھی ٹرانسلیٹ کر کے چھاپی جائے یہ ساری دنیا اس بات پر تلی ہے کہ سنیوں کو مٹایا جائے اس لیے آپ دیکھئے کہ اب رافضی بھی بی جے پی سے جڑے ہوئے ہیں کیا وجہ ہے کہ وہ ادھر ہیں اور قادیانی انگریزوں سے اسی طرح یہودیوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ آپ جتنے باطل فرقے دیکھیں گے سب کے پیچھے غیر ملکی طاقت کام کر رہی ہے اور سب کا منصوبہ ایک ہے کہ مسلمان اور اسلام کی طاقت کمزور کی جائے ایسے میں مسلمانوں کو ہوشیار رہنا بہت زیادہ ضروری ہے، ہر طرف گمراہی کا جال پھیلا ہوا ہے اس لیے اپنے آپ کو بچاؤ حفاظت کرو میں آپ سب لوگوں کو اس بات کی تنبیہ بھی کرتا ہوں اور بھر پور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں ہمیشہ میں ہر چیز اور ہر فرض

سے زیادہ اہم فرض ایمان کی حفاظت کو جانتا ہوں نماز پڑھنا بیشک اہم الفرائض ہے، مگر اس سے بھی بڑا فرض تحفظ ایمان ہے اگر ایمان محفوظ نہیں ہے تو نہ روزہ کام آئے گا نہ نماز نہ حج نہ زکوۃ اس لیے اہم الفرائض ایمان اور اس کا تحفظ ہے اور اس کے تحفظ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر کیا ہے۔

کہ تم اہل کفر کے ساتھ مؤدت کا رشتہ قائم نہ کرو دوستانہ نہ گانٹھو ان کے ساتھ میل، ملاپ نہ رکھو اور یہ چیز اس زمانے میں بڑھتی جارہی ہے اور جب سے کچھ گندم نما جُو فروش پیدا ہو گئے ان لوگوں نے اس معاملے کو خراب تر کرنا شروع کر دیا خود اپنی زندگی کھلونا بنانا چاہتے ہیں کہ اپنے گندے راستے پر پوری قوم کو چھوڑ دیں تو میں آپ کو یہ تنبیہ کرتا ہوں کہ آپ اس راستے پر ہرگز نہ جائیں یہ جھوٹی باتیں کرتے ہیں کہ فلاں فلاں علما ان کے ساتھ شریک ہوتے تھے اور ان کے ساتھ میٹنگ کرتے تھے ان کے ساتھ جلسے کرتے تھے یہ جھوٹی باتیں ہیں ہمارے اکابر علما نے ہمیشہ ان لوگوں کی مخالفت کی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک دو کتابیں نہیں اپنے زمانے کی تمام گمراہ گر جماعتوں کے خلاف کتابیں لکھیں چاہے وہ قادیانی ہوں چاہے وہ خلافت کمیٹی ہو چاہے وہ دیوبندی ہو چاہے وہ غیر مقلد ہو چاہے وہ رافضی ہو چاہے بہائی ہو چاہے چکڑالوی ہو کچھ بھی ہو سب کے خلاف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کتابیں لکھیں اور فتاوے صادر کیے ان کی تکفیر کی ان کے ساتھ نہ خود جمع ہوئے نہ ان کے شاگرد لوگ جمع ہوئے اور نہ ان کی بزموں میں گئے۔

ایک مرتبہ بریلی میں خلافت کمیٹی کا جلسہ ہو رہا تھا اعلیٰ حضرت نے اپنے سات نمائندوں کو حضرت صدر الشریعہ کی سربراہی میں مقابلہ کرنے کے لیے وہاں بھیجا وہ لوگ گئے اور کہا کہ ہم بھی اس میں تقریر کریں گے تو ان لوگوں نے کہا کہ سوائے مولانا سید سلیمان اشرف کے کوئی بھی تقریر نہیں کرے گا بس آپ میں سے وہی تقریر کریں گے ان کو بھی بیس منٹ دیئے جاتے ہیں بیس منٹ کے اندر انھوں نے سارے بخیے

ادھیڑ کرر کھ دیئے ساری کمیٹی کی حجامت بنا کرر کھ دی اور آپ ہیں کہ جائیں گے اور جا کر کے قاری طیب کی تعریف کریں گے محمود الحسن کی تعریف کریں گے اور ایک مرتبہ بھی یہ نہیں ہوا کہ امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات کا تذکرہ کریں اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم اور ضروری یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت کریں بھلے اس میں تھوڑا دنیاوی نقصان ہی ہوجائے مگر وہ نفع اخروی کے ساتھ آئے گا آپ لوگ مجھے دیکھیں میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مشن کو چلانے میں فقیر نہیں ہوگیا اللہ کے فضل سے میں بھی کھاتا پیتا ہوں اور میں صرف کھاتا پیتا نہیں ہوں بلکہ بہت سے لوگوں کو کھانے پینے کا بندوبست بھی کر دیتا ہوں اور میں دو دو مدرسے چلا رہا ہوں اور دونوں مدرسوں پر الحمدللہ سال میں کم سے کم دو لاکھ روپے اپنی جیب شریف سے حاضر کر دیتا ہوں میں اتنا تو کم سے کم کر ہی لیتا ہوں مگر اس سے میرا کوئی گھاٹا نہیں نہ میرے پاس دست غیب ہے مگر ہاں! اعلیٰ حضرت کا دامن ہے۔

جو دست غیب کا کام کرتا ہے میں اسی لیے جیتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ مروں گا اسی طریقے پر میں رہوں گا میں نے یہ باتیں آپ کے گوش گزار اس لیے کر دیئے کہ اس زمانے میں بھیڑ بڑھتی جارہی ہے علما کھسکتے جارہے ہیں اور نئے نئے علما کو بھی بچانے کی ہم جدوجہد کر رہے ہیں اور ہماری جدوجہد جن تک نہیں پہنچ سکتی اور جدوجہد جنھوں نے قبول نہیں کی ان کی آزادی طبع سے نقصان ہوتا ہے جب تک حضرت سید العلما باحیات تھے بمبئی میں دیوبندیوں کو سر اٹھانے کی ہمت نہ تھی ان کی وفات کے کچھ دن بعد لوگوں نے علما کونسل مشترکہ طور پر بنالی اس کا ریزلٹ یہ ہوا کہ آج سنیت وہاں پر ڈھل مل ہو رہی ہے اور وہاں پر صلح کلیت بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتی جارہی ہے کیا بات ہے؟ آپ سمجھتے ہیں کہ ان کی دوستی اور نرمی سے اسلام پھیلے گا تجربہ یہ ہے کہ اسلام کا نام مٹتا چلا جارہا ہے ہم محدود سے محدود تر ہوتے جارہے ہیں۔

اور یہ سمجھ لیجئے کہ آدمی کے لیے یہی بڑی کامیابی ہے کہ آدمی اپنے ایمان کو محفوظ

رکھے یہ تعلیم حضرت صدرالشریعہ کی تھی آپ دیکھ لیں بہار شریعت حصہ اول اور اس کے اخیر میں جو بدمذہبوں کے چند فرقوں کا ذکر ہے یہ بھی آپ پڑھ لیں تو پھر آپ کو پتہ چل جائے گا اور پھر ان کے علاوہ ہمارے جتنے علماء راسخین گذرے ہیں جن کی پیروی ذریعۂ نجات ہے اور جن کا راستہ راہ نجات ہے ان سب کی تعلیم یہی تھی۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی اخیر دور تک یہی تعلیم رہی حد تو یہ ہے کہ بعض بعض دعوتوں میں وہ گئے اور نظر اٹھی کوئی دکھ گیا کہ یہ وہابی بیٹھا ہے آپ اٹھ کر کے چلے گئے میرے سامنے کا بھی ایسا واقعہ موجود ہے ہم کو حافظ ملت نے اس معاملے میں خوب مضبوط کر دیا ہے حافظ ملت کا ہمارے اوپر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ الحمد للہ سنیت کے معاملے میں ہم کو انھوں نے مستحکم فرما دیا اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہم آپ کو بھی مستحکم کر کے رہیں جتنے نوجوان بیٹھے ہیں یہ حلف کر کے اٹھیں کہ ہم اعلیٰ حضرت کے اس طریقہ پر اس مسلک پر اپنے بزرگوں کی تعلیم پر اور قرآن کریم کے اس ارشاد قطعی پر اپنی زندگی چلائیں اور اسی طور پر ہم رہیں گے تو پھر سارے عرس کامیاب اور اجمیر کی حاضری بھی کامیاب حج بھی کامیاب زیارت حرمین بھی کامیاب اور اگر اس کا برعکس ہوا تو سب کچھ بے کار اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی توفیق خیر سے نوازے اور آپ سب کو بھی توفیق خیر سے نوازے۔

"اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین"

یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اے اللہ "انعمت علیھم" کے راستے پر چلا "مغضوب علیھم" اور ضالین کے راستے سے بچا اور یہ تعلیم اللہ نے سورۂ فاتحہ میں دی اور آپ کہتے ہیں ہم بچیں گے نہیں، جتنے نمازی ہیں سب نمازی دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور اس میں "نخلع ونترك من یفجرك" بھی پڑھتے ہیں اس میں یہ معاہدہ کیوں کر کرتے ہیں؟ "نخلع ونترك من یفجرك" اے اللہ ہم ان سے علاحدہ گی اختیار

کرتے ہیں ہم ان کو دھتکارتے ہیں جو تجھ سے علاحدگی اختیار کرتے ہیں کیوں آپ یہ دعائے قنوت پڑھتے ہیں اب یہ دعائے قنوت پڑھنا چھوڑ دو، اگر آپ لوگوں کو اپنا ڈھیلا راستہ چاہیے اور دعا قنوت پڑھتے ہو تو اس پر عمل کر کے دکھاؤ معاہدہ کرتے ہو اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر "نخلع و نترك من يفجرك "اور جب نماز کا سلام پھیرا تو عہد شکنی کرتے ہو وعدہ خلافی کرتے ہو تم یہ سوچو کہ ہم سے وعدہ خلافی اور عہد شکنی تو گناہ ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کا کیا انجام ہوگا۔ اس لیے لوگوں کو اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا چاہیے اپنے ایمان کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار "تم مائل نہ ہو ان لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں ظالموں کی طرف نہ جھکو کیوں ارشاد فرمایا؟ کیا آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دشمنی ہے؟ نہیں یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ احسان کیا ہے کہ یہ بتا دیا کہ تم اللہ کے عذاب کا نشانہ نہ بن سکو۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆☆

حافظ ملت ایک ہمہ گیر شخصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد العلی العظیم الاکبر والصلوٰۃ والسلام علی نورہ الانور نور اللہ بھا وجوھنا وصدور نا وقلوبنا وقبورنا اما بعد،
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم"

"ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن وُدّاً"

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم علیہ وعلی الہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم"

ایک بار نہایت ہی احترام اور غایت اہتمام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں نذرانۂ درود وسلام پیش کر لیں۔

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وعلی اٰلہ واصحابہ وبارك وسلم.

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے اپنے دین کا بہت بڑا کام لینا چاہتا ہے تو اس شخصیت کو اسی اعتبار سے تربیت دی جاتی ہے اور اسی اعتبار سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے علم، اعمال، اخلاق اور کیرکٹر کو مضبوط سے مضبوط تر بنا دیتا ہے اور یہ شان ہو جاتی ہے کہ مخلوق کے درمیان اس کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ آج جس ذات گرامی کے ذکر جمیل کے لیے اور ان کے عرس کی تکمیل کے لیے ہم لوگ حاضر ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے انھیں مالا مال بھی کیا تھا اور

بے حساب نوازا بھی تھا اللہ تعالیٰ نے انھیں علم کا بیش بہا خزانہ عطا فرمایا اور ان کے اخلاق بڑے ہی بلند اور ان کے اعمال میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف اسی حیثیت کا نہیں بنایا بلکہ انہیں وہ قوت عطا فرمائی کہ ایک نظر کیمیا اثر جس پر ڈالتے اس کی شان الگ ہو جاتی اور اسے رفیع الشان بنا دیتے تمہید کے لیے میرے پاس نہ وقت ہے نہ اس کی ضرورت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے علم واذعان اور اپنے ایقان کے معاملے میں اور اپنی قوم کو گمراہوں اور گمراہ گروں سے محفوظ رکھنے کے معاملے میں اتنے سخت تھے کہ کبھی کسی سیاسی مصلحت کے تحت بھی بدعقیتوں اور بدمذہبوں کے ساتھ نشست و برخاست بھی گوارہ نہ فرمائی حافظ ملت کی تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ علما تو بدمذہبوں سے بیزار تھے ہی مگر دیہات کے وہ سنی مسلمان جن کو زیادہ علم نہیں ہوتا تھا ان کی مسجدوں میں اگر وہابی آجاتے تو وہ مسجدوں کی دھلائی کرتے اور اس طرح وہ اپنی بیزاری کا اظہار کرتے۔ نیز اپنے گھروں میں انہیں بٹھانے کے روادار نہ ہوتے مگر جب سے لوگوں نے وہابیوں سے میل ملاپ کرنا شروع کر دیا اسی وقت سے فتنوں کے دروازے کھل گئے کہ اب رشتہ داریاں بھی قائم ہو گئیں اور ان کے پیچھے لوگ نمازیں بھی پڑھنے لگے ان خداوالوں کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اگر اپنی قوم کو گمراہوں اور گمراہ گروں سے وابستہ کر دیا جائے تو قوم کا مستقبل بجائے تابناک ہونے کے بڑا ہی بھیانک اور تاریک ہو جائے گا، اسی لیے آج ہم لوگ بھی انہیں کے نقش قدم پر چل کر اپنی قوم کو کچھ ایسی سیاسی جماعتوں اور سیاسی ٹولیوں سے روکتے ہیں کہ ان کا نتیجہ بڑا ہی بھیانک ہے۔

ممبئی میں جب تک حضرت سید العلما قدس سرہ العزیز کی تعلیمات کا بول بالا تھا اس وقت تک کسی بھی دیوبندی کو ہمارے قریب بھٹکنے کی گنجائش نہ تھی لیکن بعد میں جب لوگوں نے میدان کو خالی دیکھا تو پھر اس کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ ایک متحدہ

مجلس (علماء کونسل) بنا کر لوگوں نے اپنی قوم کو تباہی اور ایمان کی بربادی کے سوا کیا دیا ہم چاہتے ہیں کہ جس طریقے پر مسلک اعلیٰ حضرت کو زندہ رکھا جا سکتا ہے اس طرح پر اسے زندہ رکھا جائے اور اس کے اندر کسی قسم کا لوچ اور نرمی نہ آنے دی جائے ہم کو اپنے اس دور کے خود اپنے بہت سے تلامذہ سے اس بات کی شکایت ہے کہ وہ کیوں اپنے رویئے میں نرمی برت کر کے اپنی قوم کے لیے تاریکی کا سامان مہیا کرتے ہیں ہم نے حافظ ملت علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ اس مسئلے میں اتنے سخت تھے کہ ایک بار کسی مسجد میں آپ کو نکاح پڑھانے کے لیے آپ کا پڑوسی لے گیا کہ حضور میری بیٹی کا نکاح پڑھانا ہے۔

آپ نے عمامہ باندھا شیروانی پہنی چھڑی لی اور مسجد میں پہنچے خطبۂ نکاح پڑھا ایجاب وقبول کرایا کسی نے کہا کہ لڑکا دیوبندی ہے فوراً الٹے قدم واپس مسجد میں آئے اور مجمع میں پہنچ گئے آنکھیں سرخ تھیں اور بڑے ہی جلال میں فرمایا مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ یہ لڑکا دیوبندی ہے سن لو نکاح نہیں ہوا نکاح نہیں ہوا نکاح نہیں ہوا عبدالعزیز کے ایجاب وقبول کرانے سے کیا ہوا، اتنا کہا اور الٹے قدم واپس آگئے کیا اس سے آپ اندازہ نہیں کرتے کہ ان کے مزاج میں دین کے لیے کتنی پختگی تھی کہ ذرہ برابر وہ مصلحت اندیشی کو راہ نہیں دیتے تھے کہ اب چوک ہوگئی تو کیا کریں لوگوں نے مجھے بیوقوف بنا دیا تو اب کیا کریں، ارے یہ کریں کہ بیوقوف بنانے والے کی حجامت بنادیں اور اس کو خوب سمجھ میں آجائے کہ بدمذہبوں کے معاملے میں حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ طریقہ تھا، کیونکہ تصلب فی الدین ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا بہرحال یہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کا طریقہ تھا۔

آپ کے پڑوس میں ایک رافضی رہتا تھا اس نے اپنی لڑکی کی شادی رچائی حافظ ملت کے بعض بچے اس دن وہاں گھر میں نہیں تھے۔ وہ ایک طباق میں کھانا

چن کر کے حضرت کے پاس لے کر پہنچا کہ حضور ہماری بچی کی شادی ہوئی ہے، یہ
اس کا کھانا ہے حافظ ملت علیہ الرحمہ نے کہا اٹھائے جاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔ اس
نے کہا میں یہیں رکھ دیتا ہوں فرمایا رکھدو گے تو اٹھا کے پھینکوادوں گا پڑوسی ہو تو اتنی
بات کرلی ورنہ تم سے تو بات کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے فوراً لے جاؤ وہ لے کر چلا
گیا آپ اس معاملے میں اپنے جوار اور پڑوس کی بھی رعایت نہیں کرتے تھے اور
آج ہمارے اس ماحول میں حال یہ ہوگیا ہے کہ لوگ اپنے ایمان میں اتنا لوچ پیدا
کردیتے ہیں کہ قوم کی گمراہی کا سبب بن جاتا ہے اس وجہ سے میں بتانا چاہتا ہوں
کہ حق کے معاملے میں حافظ ملت ایک ہیبت حق رکھتے تھے اور اسی بنا پر پورے
مبارکپور کے تمام وہابیہ آپ سے کانپتے اور ڈرتے تھے۔

حافظ ملت کا علم: حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علم کی تو شان ایسی تھی (یہ ایک
ایک مثال دیکر کے میں آگے بڑھتا جاؤں گا کیونکہ قل شریف کا وقت قریب تر ہوتا
جارہا ہے نیز میں حضرت کے پریکٹس کے بعد (حضرت حسنین میاں صاحب
قبلہ) تبرکات بھی سماعت کرنا چاہتا ہوں۔ ہم لوگ اونچی اونچی کتابیں پڑھتے تھے
بڑی تیاری کر کے آتے تھے اور اعتراضات کی باڑھ لگا کر پہنچتے تھے کیونکہ حافظ
ملت کی تنبیہ تھی کہ رات کو خوب ڈٹ کر مطالعہ کرو یا کہتے کہ کتاب خود حل کرو پھر
استاذ کے سامنے آؤ تو اس میں جتنے اعتراضات رات بھر میں سوچے ہیں سب
اعتراض کا جواب استاذ کی تقریر میں تلاش کرو تو یہ عالم تھا کہ آپ اپنے درس کی تقر
یر بڑی مختصر کرتے خیر الکلام ماقل ودل ولم یمل، کہ بہترین کلام وہی ہے جو مختصر بھی
ہو اور مافی الضمیر کو پورے طور پر ادا بھی کردے اور سننے والوں کو پریشانی میں
مبتلا بھی نہ کرے کہ اس کا مطلب کیا ہوا؟ آپ ترجمے کے انداز میں اپنی تقریر
کرتے مگر اسی میں رات بھر کے سوچے ہوئے سارے اعتراضات کافور کردیتے
مثال کے طور پر حضرت سیدنا زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہم لوگوں کو

بخاری شریف میں پڑھا رہے تھے جس میں یہ کہا گیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہم لوگ قرآن مجید کی آیتیں جمع کر رہے تھے تو اس وقت ایک آیت ایک روایت میں "لقد جاء کم الخ" ہے اور دوسری روایت میں سورۂ احزاب کی ایک آیت ہے جس میں یہ فرمایا کہ "منهم من قضى نحبه ومنهم من ، الخ" اس آیت کو ہم نے بہت تلاش کیا مگر نہ پایا ایک گھر کے سوا خزیمہ ابن ثابت کے گھر وہ آیت ملی حضرت نے اس کا ایک ترجمہ کیا حدیث کا جو ترجمہ تھا وہ میں نے بتا دیا آپ نے تقریر یوں کی کہ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمع قرآن کے وقت ہم اس آیت کی تحریر تلاش کر رہے تھے مگر نہ پائی سوائے خزیمہ ابن ثابت کے گھر کے (ترجمہ حافظ ملت)

میں نے جھٹ سے اعتراض عرض کیا کہ حضور ایک سوال ہے۔ کہو، میں نے کہا عرض یہ ہے کہ پورا قرآن مجید متواتر ہے ایک صحابی کے گھر ایک آیت مل رہی ہے تو کم سے کم وہ آیت خبر واحد ہوگئی متواتر نہ رہی متواتر کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ اتنی بڑی جماعت سے مروی ہے کہ جس کو جھٹلانے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے کہ اتنے زیادہ لوگوں نے حضور سے سن کر بیان کیا ہے، میں نے کہا کہ یہ آیت تو صرف خزیمہ ابن ثابت کے پاس تھی یہ تو خبر واحد ایک کی روایت ہوئی یہ قطعی اور متواتر نہ ہوئی۔ مسکرا کے فرمایا آپنے میری تقریر سنی ہی نہیں میں نے عرض کی سنا، فرمایا، کیا سنا؟ میں نے کہا آپ نے ترجمہ میں فرمایا ہم نے اس کی تحریر تلاش کی یعنی اس کی لکھاوٹ تلاش کی اور وہ خزیمہ ابن ثابت کے گھر ملی۔ فرمایا تب تمہارے اعتراض کی گنجائش کہاں رہی میں نے کہا ہاں وہ اعتراض تو ختم ہوگیا اب دوسرا اعتراض پیدا ہوا کہ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کا ترجمہ تحریر و کتابت سے کیا جائے، فرمایا کہ تب آپ نے حدیث کے الفاظ پر غور نہ کیا فرماتے ہیں ہم نے اس کو تلاش کی اور جو چیز معلوم ہوتی ہے وہی تلاش کی جاتی ہے

جس چیز کا کوئی علم ہی نہیں اسے کون تلاش کرے گا لفظ یہ ہے "فالتمسنا ھا "ہم نے اس کو تلاش کیا تو تلاش تو ایسی چیز کو کیا جاتا ہے جو معلوم ہو کہ جتنے لوگ جمع قرآن میں شریک تھے اس میں سے کسی کے پاس وہ تحریر نہ تھی مگر آیت سب کے پاس تھی لکھاوٹ نہیں تھی وہ لکھاوٹ یہاں ملی اب آپ ذرا دیکھیں کہ سوال وجواب کے بعد بات کتنی لمبی ہوگئی مگر حافظ ملت کا انداز بیان ایسا کہ مطالعہ کر کے جو متعلم آتا خوب فیض اٹھاتا۔

جذبۂ حاضری بارگاہ سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: معلومات کی کتابیں ایسی مستحضر تھیں کہ میں نے حافظ ملت کو کبھی کسی کتاب کو مطالعہ کرتے ہوئے نہ دیکھا، البتہ بخاری شریف کو میں دیکھتا تھا کہ روزانہ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ میں سوچتا یا اللہ! اس کو پچیس تیس سال سے پڑھا رہے ہیں پھر بھی اس کتاب کو روزانہ کیوں دیکھتے ہیں تو ایک مرتبہ خود ہی فرمانے لگے، سوال ہم نے نہیں کیا فرماتے ہیں، آدمی کو تلاوت ہمیشہ کرنی چاہیے اور بخاری شریف کو آدمی مطالعہ میں رکھے کہ اس میں رسول کی حدیثوں پر سے نظر گزرتی ہے اور خیالات رسول پاک کی بارگاہ میں حاضری کے بندھ جاتے ہیں یعنی مشکل مشکل کتابوں کا مطالعہ نہیں کر رہے ہیں اور یہاں اس کا مطالعہ صرف بارگاہ رسالت میں حاضری کا تصور جمانے کے لیے کر رہے ہیں، یہ میں نے ان کی محبت اور بارگاہ رسالت سے عشق اور وہاں کی حاضری کا جو جذبہ ہے اس ضمن میں بیان کیا، ورنہ جب کبھی ہم کوئی مشکل مقام اپنی کتاب کا لے کر پہنچتے کہ حضور یہ جگہ سمجھ میں نہیں آتی تو کبھی یہ نہ فرماتے کہ کتاب دو ذرا دیکھ لوں بلکہ ہمیشہ فرماتے کہ عبارت پڑھو ہم نے پڑھ دی اور آپ اپنی تقریر بغیر عبارت دیکھے بغیر ہماری کتاب پر نظر ڈالے اس کی اپنی تشریح و تقریر کر دیتے کہ بالکل ذہن صاف ہو جاتا ان کا علم مستحضر تھا اور ہمارا علم ایسا ہے کہ کتابیں مدتوں سے نہیں پڑھائی ہیں وہ کتابیں مستحضر نہیں ہیں اس کو جب

پڑھانا ہوگا تو مطالعہ کرنا پڑے گا تصریح کی مشکل مشکل جگہیں جن میں جومیٹری کے مسائل اور علم حساب کی بڑی بڑی اور پیچیدہ بحثیں جب آجاتی ہیں تو حساب وکتاب کے ماہرین اور جومیٹری کے اشکال اور ان کے خطوط اور زوایا کے ماہرین اٹک جائیں، ہم نے دیکھا کہ آپ سر اٹھاتے اور ان کے خطوط پر ایک تقریر کردیتے جیسے معلوم ہوتا کہ پورا نقشہ سامنے ہے یقیناً علم ان کا مستحضر تھا۔

''حمد اللہ'' میں وجود رابطی ایک ایسی بحث ہے جیسے کہ حاصل محصول کی بحث لوگ شرح جامی میں سمجھتے ہیں مگر حافظ ملت وجود رابطی کو ایسا سمجھاتے جیسے کہ پانی میں شربت گھول رکھا ہے اور پلا دیتے پھر بھی فرماتے کہ محنت سے علم آتا ہے مجھے اکثر تنبیہ فرماتے، سنو! اگر علم شربت کی طرح پلانے کا ہوتا تو اس کا گلاس سب سے پہلے میں تم کو دیتا مگر یہ علم چاہتا ہے محنت اور محنت کے ساتھ اساتذہ کی بارگاہ کے ادب کو۔ حافظ ملت نے ایک مرتبہ ہمیں تربیت دی کہ علما کی قدر کیا کرو اور علما کے سامنے کبھی سینہ تان کے نہ رہا کرو حضرت شمس العلما شمس الدین صاحب جونپوری مصنف قانون شریعت علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے جو حافظ ملت کے رفقائے درس میں ہیں جونپور کے ایک جلسے میں تشریف فرما تھے اس وقت میں امور عامہ اور شمس بازغہ وغیرہ کتابیں پڑھ رہا تھا تو شفیق جونپوری صاحب بولتے ہیں صاجزادے آپ کیا پڑھتے ہو؟ ابھی میری داڑھی ذرا ذرا سی نکل رہی تھی تو میں نے کتابوں کے نام بتائے تب انہوں نے کہا کہ آپ اتنی اونچی کتابیں پڑھتے ہیں اور اتنے سادے مزاج ہیں؟ تب حافظ ملت نے فرمایا، ہم نے ان کی خوب تربیت کی ہے اور انکساری کا جذبہ ان کے اندر بھرا ہے۔

استاذ او راستاذ کی بارگاہ کا ادب: حضرت حافظ ملت فرماتے ہیں کہ حضرت صدر الشریعہ جب مدرسے میں پڑھانے آتے تو میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے بیچ میں اکثر جھگڑا ہوجاتا کہ نعلین کون اٹھائے گا چھینا جھپٹی ہوجاتی

پھر ہم دونوں نے اس بات پر صلح کی کہ ایک آپ لیں اور ایک میں ان جوتیوں کا صدقہ ہے جو آپ ہم لوگوں میں دیکھتے ہیں یہ انہوں نے ہم لوگوں کو کیوں بتایا یہ بتایا اس لیے کہ ہمارے پاس جو ذخیرہ ہے ایسا ذخیرہ ہے ایسا ذخیرۂ بابرکت تمہیں لینا ہے، تو لوگوں کی بارگاہ میں مؤدب رہو حافظ ملت امتحان کے بارے میں اکثر رپورٹ لیتے، ایک مرتبہ میں امتحان دے کر گیا تو فرمایا کیا امتحان ہوا؟ عرض کی یہ ہوا، کیا جواب آپ نے دیا؟ میں نے یہ جواب دیا، پھر میں نے عرض کی کہ ممتحن نے یہاں اعتراض کیا کہ یہاں مشترک لفظی مراد لینے کی بجائے مشترک معنوی کیوں مراد لیتے ہیں؟ عبارت میں تو صرف لفظ مشترک ہے، معنوی کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ ایک ایسا کلی معنی جو بہت سے افراد پر صادق آئے جیسے حیوان مشترک معنوی ہے کہ انسان کے بہت سے افراد پر اس لفظ کا معنی صادق آتا ہے ممتحن نے پوچھا کہ مشترک سے مراد مشترک معنوی کیوں لیا؟ میں نے کہا حضور حافظ ملت نے یہی بتایا تھا بس اتنا سنا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا فرماتے ہیں یہ جواب کیوں دیا آپ کی کمزوری ہے کیوں یہ جواب دیا؟ کیوں نہیں اپنے علم سے اس کو ثابت کیا کہ مشترک لفظی یہاں پر مراد ہی نہیں ہوسکتا، معقولات کی کتاب میں منطق اور فلسفے کی بحثوں میں استاذ کی تقریر کا حوالہ دیا جائے؟ اپنے علم کی گہرائی سے ثابت کرنا چاہیے یہ ٹریننگ تھی ان کی تدریس کی۔ نیز ہمیشہ آپ عبارت فہمی اور عبارت خوانی پر زور دیتے اور وہ لوگ جو لمبی تقریر کرتے ان کو آپ تنبیہ بھی فرماتے کہ لڑکوں کو اتنی لمبی تقریر کر کے آپ مطالعہ سے بے نیاز مت کریں ورنہ ان کی قوت مطالعہ کمزور پڑ جائے گی۔

حافظ ملت کے اخلاق: آپ کے اخلاق سبحان اللہ طالب علموں کے ساتھ وہ محبت وہ مروت کہ ہر طالب علم یہ سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ حافظ ملت کی نظر میں میں چہیتا ہوں یہ اخلاق کی بلندی ہے اور یہ سنت نبوی ہے کیوں کہ میں نے کئی

حدیثوں میں پڑھا صحابہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی شان یہ تھی کہ ہر دیہاتی بھی یہ سمجھتا تھا کہ حضور پاک کی بارگاہ میں سب سے چہیتا ہوں۔ میں نے یہ چیز حافظ ملت کی بارگاہ میں پائی اگر حافظ ملت کو معلوم ہوتا کہ یہ نیا طالب علم آیا ہے کھانے کا وقت ہے انتظام نہیں ہوسکتا فرماتے چلو میرے گھر آؤ گھر آتے اپنے ہاتھ سے گھر میں سے کھانے لیکر باہر تشریف لاتے اور فرماتے لو کھاؤ یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ دروازے پر آجاؤ یا کسی شاگرد کو بلا لیتے کہ دروازے پر آجاؤ میں کھانا اندر سے لاؤں گا لے لینا یا کسی چھوٹے بچے کو بلا کر فرماتے کہ لے جاؤ پہنچا دو مگر یہ اخلاق کی رفعت ہے اور مہمان پہنچ جاتے تو اپنے ہاتھ سے لکڑی کا چولھا جلا کر چائے تیار کرتے اور انڈا بناتے اور کبھی کبھی ان کے لیے چاول اور دال وغیرہ بھی اپنے ہاتھ سے بناتے۔ ایک مرتبہ جب میں کلکتہ میں پڑھاتا تھا تو حضرت کی زیارت اور اکتساب فیض کے لیے حاضر ہوا آپ چولھے کے پاس بیٹھ گئے اور چولھا جلانے لگے فوراً میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا کہ حضور میں کرتا ہوں، فرمایا آپ ہٹ جایئے آپ میرے یہاں چولھا جلانے کے لیے نہیں آئے ہیں یہ میری ذمہ داری ہے کہ آپ کی ضیافت کروں آپ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ میرا کام آپ کریں چلئے وہاں سے میں نہیں ہٹا تو اٹھ کے کھڑے ہو گئے میرا بازو پکڑا اور لاکر چارپائی پر بٹھا دیا اور فرمایا یہیں بیٹھئے آپ اور خود چائے بنائی۔ اس سے آپ سوچو کہ وہ حافظ ملت جن کی بارگاہ میں اکتساب فیض کرنے والوں کی قطاریں لگی ہیں جس نے ایک لفظ پڑھا وہ بھی اس رشتے پر فخر کرتا ہے کہ ایک لفظ حافظ ملت نے پڑھایا ہے وہ اپنے گھر میں ضیافت کا کتنا عظیم الشان اہتمام رکھتے ہیں اگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کو معلوم ہو جاتا کہ کسی طالب علم کے پاس جاڑے میں کمبل یا لحاف نہیں ہے تو اپنے گھر سے لاکر دیتے۔

نیز آپ کچھ طلبہ کو ایسے انجانے طور پر پیسے دیتے کہ صرف آپ جانتے اور وہ طالب علم جانتا درسگاہ میں ایسے وقت بلاتے کہ ڈسک لگا ہوا ہے تپائیاں لگی ہوئی ہیں مگر کوئی طالب علم نہیں ہے کسی سے فرماتے ادھر آؤ فلاں لڑکے کو بلالاؤ وہ لڑکا جب آجاتا تو جس لڑکے سے بلواتے اس سے فرماتے آپ تشریف لے جایئے اب جیب میں ہاتھ ڈالتے اور بند مٹھی نکال کر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے فرماتے یہ لو لے جاؤ۔

حافظ ملت کا عمل: ان کا عمل میں نے کبھی بھی سنت کے خلاف نہیں دیکھا یہ عالم سنت پر عمل کرنے کا تھا کہ ایک مرتبہ آپ مدرسے سے گھر کو چلے اور تعویذ والے پیچھے لگے ہوئے تھے کہ حضور ہمیں تعویذ چاہیے اور حضور کا ایک قدم اندر اور ایک قدم ابھی باہر ہی تھا کہ اتنے میں ایک کتے نے آکر پکڑ لیا اور تعویذ والے کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں حضرت نے اپنے ہاتھ سے اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر الگ کیا اور اندر تشریف لے گئے پہلے ہاتھ دھویا پھر تعویذ تیار فرمائی اور باہر لاکر دیا پھر اس کے بعد اپنے زخم کو دھو کر اس کی مرہم پٹی کی اس سے آپ اندازہ کریں کہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر کس قدر ترجیح دیتے اسی دور میں جب کہ جاڑے کا موسم تھا آپ موزہ پہنے ہوئے تھے دوا لگانے کے لیے مدرسے میں جراح آیا دائیں پاؤں کا موزہ اتارنے لگا تو آپ نے فرمایا ٹھہریئے یہ سنت کے خلاف ہے پہلے بایاں اتارا جاتا ہے پھر داہنا ایک مرتبہ بھی مجھ کو دیکھ لیا کہ میرا پاؤں بائیں جوتے میں ابھی ذرا ہی ساپڑا تھا فرماتے ہیں کہ سنت سے آدمی غافل ہوتا ہے جب ہی یہ حرکت ہوتی ہے کیوں نہیں آدمی سنت کو اپنی عادت بناتا کہ اس کو یہ سوچنا نہ پڑے کہ کون سا جوتا پہلے پہنوں اور کونسا پہلے اتاروں سنت کو اپنی عادت بناؤ۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان دن بھر مصروف رہتے آپ کی

مصروفیت کی شان یہ تھی کہ صبح مسجد سے نماز پڑھا کر آپ گھر میں تشریف لاتے دلائل الخیرات شریف اور کچھ تلاوت وغیرہ سے فارغ ہوکر پھر کچھ ناشتہ کرتے اور مدرسہ کی تیاری میں لگ جاتے اگر مدرسے کے وقت سے پہلے ناشتہ تیار نہ ہو پاتا تو آپ بغیر ناشتہ کے تیار ہوکر مدرسے کے لیے نکل جاتے گھر سے چلتے تو راستے میں کسی سے کوئی بات نہ کرتے پورے راستے بھر قرآن مجید کی تلاوت جاری رہتی تھی فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد نے اپنی زندگی میں ایک لاکھ ختم قرآن پڑھا، میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی ایک لاکھ پورا ہو جائے اس لیے اپنا وقت کبھی آپ ضائع نہ کرتے اور تلاوت کرتے رہتے پھر جیسے ہی مدرسے میں قدم رکھتے پورے مدرسے میں سناٹا چھا جاتا ایسی ہیبت تھی آپ کی اور پھر دو کلاسوں کے بیچ میں جب ایک جماعت اٹھ کر جاتی اور دوسری آتی بیچ میں تھوڑا سا وقفہ ملا تو اتنے وقفہ میں یا تو کسی کے خط کا جواب لکھ دیا یا کسی سائل کا تعویذ لکھ دیا یا کوئی مسئلہ پوچھنے آیا ہے تو اس کا جواب دیدیا یا قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہتے مگر خالی چپ چاپ بیٹھے نہ رہتے اگر درس کے درمیان کوئی ضرورت مند آگیا اور بولنا چاہتا تو فرماتے آپ تشریف رکھیے ابھی میں مصروف ہوں درس سے فارغ ہونے کے بعد حاضری کے لیے رجسٹر کسی طالب علم کی طرف بڑھاتے اور ان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے، کیسے تشریف لانا ہوا؟ کیا مقصد ہے؟ اب وہ جو کچھ عرض کرتا اس کی بات سنتے اور اس کا جو کام ہوتا وہ انجام دیتے یہ ان کا معمول زندگی تھا ان کے کمرے اور میرے کمرے کے درمیان صرف ایک پتلی سی دیوار حائل تھی اور میرا معمول اس وقت تک مطالعے کا تھا کہ دو بجے اور تین بجے تک مطالعہ کرتا حافظ ملت جس وقت تہجد پڑھتے تھے اس وقت میں سنتا تھا کہ کتنے پارے پڑھ گئے پانچ ختم ہر مہینے میں کرتے یہ انکی شان تھی ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ تیمارداری کے لیے آگئے دن بھر سلسلہ رہا شام کو جب میں مدرسہ سے

پڑھا کے آیا تو فرمانے لگے کہ دن بھر تو آواگون کا سلسلہ رہا میرے تلاوت اور کچھ وظائف کے جتنے اوقات تھے وہ سب چاٹ گئے لوگ، اب مجھ کو آرام کی ضرورت ہے کہ نہیں یہ بھی کسی نے سوچا؟ بہر حال مجھے تو اپنے معمولات کو قضا کرنا ہی ہے اب جب سلسلہ منقطع ہو جاتا تو نماز عشا سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اوراد و وظائف پورے کرتے آپ کی عملی زندگی بڑی شاندار تھی وقت کبھی بھی آپ ضائع نہیں کرتے فرماتے تھے کہ میرے پاس تھوڑی سی زندگی ہے اس کو کام میں لگاؤ کسی کو پتہ نہیں کہ کب جائیگا بعض بعض موقع پر سفر میں میں حضرت کے ساتھ رہا اس زمانے میں تھری ٹائر نہیں تھا نہ اس زمانے میں ریزرویشن کا اور کوئی طور طریقہ تھا ٹرین میں اپنی تہجد ادا کرتے ایک مرتبہ بھیڑ بہت تھی کہ چلنے کی جو جگہ ہوتی ہے وہاں بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور وہی قبلہ پڑ رہا تھا حضرت نے ایک گنوار سے کہا آپ ذرا آگے کھسک جائیں تو میں نماز پڑھ لوں تھوڑا سا کھسک گیا جب آپ سجدے میں جاتے تو آپ کے عمامے سے وہ اپنا جوتا ٹچ کر دیتا مگر آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی پوری نماز ادا کی میں نے بڑے میاں سے کئی مرتبہ کہا وہاں سے جوتا ہٹاؤ، تو کہتا ارے میں کہاں جاؤں؟ یہی کہا کرتا مگر حافظ ملت نے ایک مرتبہ بھی یہ لفظ نہ کہا اپنی بارہ رکعتیں پوری کر ڈالیں اور کچھ نہ کہا میں نے کہا یا اللہ اپنی شان بھول گئے رب کی بارگاہ میں پہنچنے کے بعد صرف شان الٰہی یاد ہے اب یہ بھی نہیں یاد کہ میرے سر کے قریب ایک گنوار کا جوتا پڑا ہوا ہے وہ پاؤں اس سے ٹچ کر دیتا ہے میں نے یہ دیکھا کہ جو اپنی شانداری اللہ کے لیے قربان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی شانداری کی معراج کرا دیتا ہے ان کی عزت کا طوطی آج بھی بولتا ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ الفاظ کا جواب کبھی کبھی تھوڑی سی ترمیم سے دیدیا کرتے اور اس میں معنویت پیدا ہو جایا کرتی تھی ایک مرتبہ اسی ضمن میں ایک لطیفہ بیان فرمانے لگے کہ ایک مسجد میں ہم زمانہ طالب علمی میں گئے

تو دیکھا کہ وہاں ایک بڑا کتا امام صاحب کے بغل میں بندھا ہوا ہے ہم نے کہا امام صاحب یہ کتا کیوں بندھا ہے؟ کہا حدیث میں آیا ہے کہ "لا صلوٰۃ الا بحضور القلب" تو میں نے کہا کہ ارے بیوقوف وہ بڑے قاف سے ہے کہا اسی لیے ٹیڑھا والا پالا ہے اس طرح کے بہت سے لطائف ہیں ایک صاحب نے کسی جلسے میں اپنے کسی بزرگ کے خلاف ایک مقالہ پڑھا اور حضرت کو بہت ناپسند ہوا آپ بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے مقالہ پڑھا بھویں چڑھ گئیں مگر خاموش رہے کچھ بولے نہیں اور جن کے خلاف انھوں نے پڑھا تھا حضرت نے اپنی تقریر میں ان کی خوب تعریف کی پھر جب مبارکپور واپس آئے تو ہم لوگوں نے پوچھا کہ حضرت فلاں جگہ تشریف لے گئے تھے کیسا رہا وہاں کا جلسہ؟ فرمایا بہت عمدہ کامیاب رہا ہے جلسے میں فلاں صاحب نے اپنا منہ کالا پیش کیا تھا۔

حافظ ملت کی ذرہ نوازی: اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں حافظ ملت کا قرب ملا ان کی بارگاہ میں دس سال تک تعلیم حاصل کرنے کی مہلت ملی اور خدمت کرنے کا اللہ نے موقع دیا اور توفیق بھی دی ان کی ڈانٹ بھی پیار اور ان کی جھڑپ بھی محبت ہوتی تھی اسی نے آج ضیاء المصطفیٰ کو ضیا بنا دیا ان کی نظر کرم نے اونچا کر دیا ورنہ میں کیا تھا۔

حافظ ملت کے شاگردوں میں بڑے بڑے لوگ تھے حافظ ملت کے وہ چہیتے شاگرد جن کا جب وصال ہوا تو حافظ ملت نے فرمایا آج میرا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا وہ چہیتے شاگرد حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ہیں جب ان کی وفات ہوئی تو جب میٹنگ بیٹھی کہ ان کی جگہ کس کو مقرر کیا جائے حافظ ملت نے کہا ضیاء المصطفیٰ کو مقرر کیا جائے کچھ لوگوں نے مخالفت کی اور ہماہمی چلی اور معاملہ پینڈنگ میں رہا پھر دوسری میٹنگ کئی مہینے بعد ہوئی پھر حافظ ملت نے میرا نام پیش کیا پھر اس کے بعد حضرت نے میرے پاس خط لکھا کہ اشرفیہ کو آپ کی ضرورت

ہے اور آپ کو اشرفیہ کی ضرورت سبحان اللہ! کیا انداز بیان ہے اور کیا محبت کا پیغام ہے کہ اشرفیہ کو آپ کی ضرورت ہے اور آپ کو اشرفیہ کی ضرورت ہے اس لیے آپ اپنے کام کو کسی مناسب آدمی کے حوالے کر کے جلد از جلد یہاں تشریف لے آئیں میں نے فوراً وہاں انتظام کیا اور حضرت کی بارگاہ میں پہنچا۔

اخیر دم تک حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حالت یہ تھی کہ آپ نے نہ تہجد چھوڑی اور نہ درس وتدریس نہ ہی آپ نے تلاوت چھوڑی نہ آپ نے دلائل الخیرات کے معمولات چھوڑے نیز آپ سورۂ کہف روزانہ پڑھتے تھے سورۂ یٰسین شریف اور سورۂ یوسف روزانہ پڑھتے اتنے کمزور ہو گئے کہ اب پڑھنے میں سانس پھولنے لگی تو ایک حافظ خورشید کو اور کبھی مفتی محمود اختر کو بلا کر فرماتے پڑھو سورۂ کہف پڑھو سورۂ یوسف اور توجہ سے آپ دوزانوں بیٹھ کر سنا کرتے تھے اور فرماتے کہ پڑھ نہیں پاتا ہوں تو کم سے کم سن تو لیا کروں کہ سننے کا ثواب پڑھنے سے زیادہ ہے یہ فرماتے اور کبھی کبھی میں بھی دلائل الخیرات شریف پڑھنے کے لیے صبح کو پہنچ جاتا تو فرماتے کیسے آئے میں عرض کرتا سوچا کہ دلائل الخیرات شریف حضور کو سنا دوں میری اصلاح بھی ہو جائے اور پڑھنے کا ڈھنگ بھی آجائے فرماتے ٹھیک ہے پڑھو تاکہ مجھے سننے کا موقع مل جائے تو میں پڑھ دیا کرتا تو بہت محبت فرماتے قریب رکھتے کچھ لوگوں نے حافظ ملت کی قیام گاہ کے تعمیر جدید کا پلان کیا اور اس کے لیے یہ سوچا کہ طلبہ کو مدرسے میں شفٹ کر دیا جائے حضرت نے فرمایا مجھ کو سمجھ میں نہیں آیا پھر سے باہر نکل کر سمجھایئے باہر نکل کر لوگوں نے کہا کہ یہاں سے یہاں تک حضور آپ کا مکان بن جائے گا یہ بیٹھک بن جائے گا اس میں طلبہ رہیں گے وغیرہ حضرت نے فرمایا مولوی ضیاء المصطفیٰ کہاں رہیں گے کہا وہ اس مدرسے میں چلے جائیں گے فرمایا میرا گھر نہیں بنے گا اور مولوی ضیاء المصطفیٰ یہیں رہیں گے سبحان اللہ! یہ اپنے مرض وفات میں وفات شریف سے چند دنوں پہلے فرمایا یہ حضرت کی

محبت ہے یہ گفتگو میرے سامنے ہو رہی تھی اور میں ذرا دور سن رہا تھا یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ ایک استاذ بجائے اس کے کہ میرے اوپر اپنے احکام صادر کریں وہ مجھ سے اپنی محبت کا کتنا والہانہ انداز اختیار فرما رہے ہیں کہ ضیاء المصطفیٰ کو یہاں سے ہٹا کر میرا مکان نہیں بن سکتا یہ مکان اپنی جگہ جیسا کچا ہے رہے گا اور یہ بھی یہیں رہیں گے یہ محبت کا انداز تھا اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی مرقد اطہر پر رحمت وغفران کی بارش برسائے آپ نے جب مجھے بلایا تو ایک مہینے کے بعد عرس امجدی میں تشریف لائے اور فرمایا کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کے سلسلے میں مجھے سفر کرنے ہیں بخاری شریف کے سبق کا ناغہ ہوگا آپ کی کوئی گھنٹی خالی ہے ؟میں نے کہا جی ہاں فرمایا کیوں خالی ہے آپ کی گھنٹی میں نے کہا ہر مدرس کی ایک گھنٹی ریسٹ کے لیے خالی رکھی گئی ہے اس لیے میری بھی خالی ہے فرمایا اور سب کی خالی ہے تو رہے آپ مدرسے میں ریسٹ کے لیے آئے ہیں؟ نہیں آپ کی گھنٹی خالی نہیں رہ سکتی، میں نے کہا جو حضور کا حکم ہو میں آپ کے لیے حاضر ہوں فرمایا بخاری شریف میری غیر حاضری میں پڑھا دیا کیجئے گا، میں نے کہا اس شرط پر پڑھاؤں گا کہ حضور جب واپس آئیں تو میرا پڑھایا ہوا اعادہ فرما دیں تو فرماتے ہیں ،جی ہاں مسئلہ مجھ کو بھی معلوم ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز واجب الاعادہ ہے یوں آپ نے ارشاد فرمایا پھر مولانا محمد شفیع صاحب ناظم ادارہ کو بلا کر فرماتے ہیں مصروفیت میری بڑھ گئی ہے اور مدرسے کی تعمیر کے سلسلے میں مجھے سفر بھی کرنے ہیں اس لیے میں نے مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب کو حکم دے دیا ہے کہ آپ بخاری شریف پڑھائیں گے یہ آپ کو میں سنا رہا ہوں بس اتنا ان کو بتا دیا اور میں بخاری شریف پڑھاتا رہا جمعہ کے دن طلبا کو میں اپنے کمرے میں بلا لیتا اور جمعہ کے دن بھی پڑھاتا تھا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ آپ تو ریسٹ کے لیے نہیں آئے ہیں تو میں بھی کیوں ریسٹ کروں اس لیے میں جمعہ کو بھی طلبا کو پڑھاتا تھا اس وقت طلبا

الحمدللہ ایسے فرماں بردار تھے کہ وہ بخاری شریف اپنے ہاسٹل سے لے کر میرے کمرے میں میری قیام گاہ پر آجاتے اور میں پڑھاتا تھا کبھی کبھی میں نے دیکھا کہ حضرت حافظ ملت کسی جگہ سے میرا درس بھی سماعت فرماتے تھے۔

پھر چار مہینے کے بعد کمیٹی کے نام ایک خط لکھتے ہیں کہ میں نے چار مہینے سے بخاری شریف کا درس مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب کے حوالے کر دیا ہے میں خود بھی جائزہ لیتا رہا اور طلبہ سے بھی اس سلسلے میں دریافت کرتا رہا اور مجھے پوری رپورٹیں ملی ہیں اس لیے میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ بخاری شریف اب مستقل طور پر مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب ہی پڑھائیں گے کبھی کبھی مدرسے میں مشکل مسائل جو ہوتے اس بارے میں اکیلے میں بلاتے اور مشورہ فرماتے میں عرض کرتا حضور ہم لوگ نابالغ عقل رکھنے والوں میں ہیں ہم کیا مشورہ دے سکیں گے۔ فرماتے، نہیں آپ جو سمجھتے ہوں اسے بتایئے مجھے اور مولانا نصیر الدین صاحب دونوں کو تنہائی میں اس مشکل اور پیچیدہ مسائل کے سلسلے میں اکیلے میں بلاتے فرماتے دروازے کی کنڈی بند کر دو اور یہاں بیٹھو فرماتے، یہ الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے کچھ مشورہ دو اصرار کر کے ہم لوگوں کی رائیں لیتے تھے، پھر اس میں اگر عیب کی بات آتی تو اس کی بھی نشاندہی فرماتے کہ نہیں آپ کے مشورے میں یہ خامی ہے اس کا نتیجہ گڑبڑ ہو جائے گا اور کبھی اس کو پسند فرماتے میں نے سمجھ لیا کہ حافظ ملت ہم لوگوں سے مشورہ نہیں طلب کر رہے ہیں بلکہ ٹریننگ دے رہے ہیں کہ کس طرح سے کسی انسٹی ٹیوٹ کو قابو میں رکھا جاتا ہے الحمدللہ میں نے ۳۱ رسال تک وہاں پر خدمت کی اور طلبہ اور مدرسین پر میں نے اتنے اثرات چھوڑے ہیں کہ آج بھی جب میں وہاں پر پہنچ جاتا ہوں تو طلبہ اپنا کھانا دانہ آرام چھوڑ کر میرے اردگرد بھیڑ لگا لیتے ہیں یہ محبت کیوں ہے جب کہ میں نے انہیں سخت سے سخت سزائیں بھی دی ہیں ان کے نام بھی خارج کیے ہیں ان کے بھائیوں کو بھی میں نے نکالا ہے مگر اس کے

باوجودان کی محبت کیوں ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ علامہ نے کبھی کسی طالب علم کے ساتھ کوئی بداخلاقی نہیں کی ہے اور کبھی کسی معاملے کا انتقام نہیں لیا ہے بلکہ ہمیشہ انھوں نے مستحق کو سزادی ہے اور مستحق کی تعریف کی ہے اس لیے اب ان کی قدر کیوں نہ کی جائے اللہ تبارک وتعالیٰ حافظ ملت کے نقش قدم پر مجھ گنہگار کو اور میرے تلامذہ کو بھی چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سلسلۂ بحث ومناظرہ

مناظرہ: ہدایت کو ضلالت سے، نور کو ظلمت سے، سنت کو بدعت سے، حق کو باطل سے، ایمان کو کفر سے ممتاز کرنے کا اہم واعظم ذریعہ ہے، یہ باطل کی سرگرمیوں، یلغاروں، بدمذہبوں کے طوفانی حملوں، سیلابوں کے روک تھام کے لیے سد سکندری اور فولادی دیوار ہے، بلکہ حقانیت کا اجالا عام کرنے کا بہترین وسیلہ ہے۔

مگر واضح رہے کہ مناظرہ دنیائے علم وفن میں سب سے مشکل تر ودشوار تر ہے اس لیے اس کے لیے ضروری ہے کہ:

مناظر لاجواب متکلم ہو۔

طلیق اللسان ہو۔

نہایت زیرک ودانا، فہیم وعاقل طباع وحاضر دماغ، وسیع المطالعہ، حاوی اصول وفروع، جامع معقول ومنقول، دوراندیش، حاضر جواب، قوی الحافظہ ہو۔

موقف کے اثبات، مدعیٰ کے اظہار، مقصد کی تفصیل پر قادر ہو۔

آداب کلام سے واقف ہو۔

جذبات سے مغلوب نہ ہو۔

صبر و تحمل، متانت و سنجیدگی کا پیکر، جری و بے باک ہو۔

ناقدانہ بصیرت کا حامل ہو۔

تنقید و تجزیہ میں ماہر، مخالف کی مغالطہ آمیزیوں پر محاسبہ کا فن رکھتا ہو۔

حریف کا نفسیاتی گھیراؤ کرنے کا گر رکھتا ہو۔

ترکی بترکی جواب دینے کا کمال رکھتا ہو۔

ساتھ ہی درج ذیل اوصاف مناظرہ و آداب مناظرہ کا حامل ہو:

ایجاز و اطناب سے پرہیز رکھے۔

غیر مانوس اجنبی الفاظ استعمال نہ کرے۔

ذو وجہین گفتگو نہ کرے، خصوصاً جب قرینہ واضحہ نہ ہو صرف مقصد کی بات کرے۔

استہزاو تمسخر کے انداز میں نہ ہنسے نہ شور مچائے۔

اوباشوں کا انداز اختیار نہ کرے، کہ جاہل اس طرح اپنی جہالت پر پردہ ڈالتے ہیں۔

ایسے شخص سے مناظرہ نہ کرے، جو اپنی نگاہ میں محترم و بارعب ہو کیوں کہ بسا اوقات مد مقابل کا رعب و احترام مناظر کی فکری قوت اور ذہنی توانائی سلب کر لیتا ہے۔

حریف کو حقیر نہ سمجھے۔

وقت مناظرہ مناظر کو جلد تر خاموش کرنے کی کوشش نہ کرے، کہ عجلت میں کبھی کبھار کچھ کمزور باتیں بے ساختہ زبان سے نکل جاتی ہیں، جو مقابل کی فتح کا سامان بن جاتی ہیں۔

وقت مناظرہ مناظر امرا کی طرح ٹیک لگا کر نہ بیٹھے، بلکہ فقیروں کے انداز میں بیٹھے، کیوں کہ اس سے ذہن و دماغ منتشر ہونے سے محفوظ رہتے اور

استحضاری توانائیاں مجتمع رہتی ہیں، وقت مناظرہ مناظر کو بہت زیادہ بھوکا پیاسا نہیں رہنا چاہیے کیونکہ بھوک اور پیاس کی شدت کے وقت جلد غصہ آجاتا ہے جو آداب مناظرہ کے خلاف ہے اسی طرح بہت آسودہ نہیں ہونا چاہئے کہ زیادہ سیری کے وقت طبعی قوتیں منجمد ہو جاتی ہیں اور ذہنی جولانیت برقرار نہیں رہتی۔

(مناظرہ رشیدیہ ص ۷۹، ۸۰ ملخصاً)

یوں ہی شرائط مناظرہ نہایت زیرکی اور دانش مندی سے طے کرے، اس میں حریف کی ایسی کوئی شرط منظور نہ کرے جو محض اس کے لیے مفید ہو اپنی ایسی شرط تشنۂ ذکر نہ چھوڑے کہ اپنے ہاتھوں نقصان اٹھانے کی نوبت آجائے جو درج بالا اوصاف کمال کا جامع و پیکر ہو وہی میدان مناظرہ کا شہسوار ہے وہی مناظرہ کرنے کا حق رکھتا ہے حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی صرف مناظر ہی نہیں ارباب مناظرہ کے قافلہ سالار بھی ہیں، موجودہ زمانے میں جو مناظرانہ استعداد وفن رکھتے ہیں ان کے آپ استاذ یا استاذ کا درجہ رکھتے ہیں بلکہ آپ امام المناظرین ورئیس المناظرین ہیں آج اہل باطل پر آپ کے علم وفضل اور مناظرانہ کمال کا ایسا رعب چھایا ہوا ہے کہ کہیں اگر وہابی غیر مقلد وغیرہ مناظرہ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور تاریخ مناظرہ قریب آنے پر انہیں کان بھنک لگ جاتی ہے کہ مناظرے کے لیے محدث کبیر سلطان المناظرین علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب آرہے ہیں تو مناظرہ کو ٹالنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں ان کے علما صاف طور پر مناظرہ کرنے سے انکار کر دیتے ہیں ابھی عہد قریب ہی میں کرناٹک میں ایک مناظرہ ہونا طے پایا تھا اس میں ارکان مناظرہ نے یہ بھی طے کیا تھا کہ جو پارٹی فرار اختیار کرے گی اسے ایک لاکھ روپئے بطور جرمانہ دینا ہوگا بدمذہبوں نے جب سنا کہ مناظرہ کے لیے حضرت محدث کبیر بنفس نفیس تشریف لا رہے ہیں تو ان لوگوں نے سنی پارٹی سے کہا کہ مناظرہ کے لیے مولانا ضیاء المصطفیٰ آرہے ہیں ہمارے علما ان سے مناظرہ نہ

کر سکیں گے لہذا ایک لاکھ ہاری دینے کے لیے تیار ہیں۔ اور مناظرہ منسوخ ہو گیا۔

محدث کبیر اپنے عہد شباب ہی سے مناظرانہ استعداد و مہارت رکھتے ہیں اسی لیے آپ جب بھی جہاں کہیں سے مناظرے کا چیلنج سنتے ہیں آگے بڑھ کر چیلنج کو قبول فرماتے ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اندر زمانۂ تدریس میں جب بھی کہیں سے آپ کو مناظرہ کی دعوت آئی آپ نے وہاں پہنچ کر اہل سنت و جماعت کی نمائندگی فرمائی ہے اور آج بھی ہمہ دم احقاق حق و ابطال باطل کے لیے مستعد و تیار رہتے ہیں تحریری و تقریری دونوں طرح کے مناظرہ میں آپ کو کمال حاصل ہے اور دونوں طرح سے مناظرے کیے ہیں تحریری مناظرہ غیر مقلد مولوی صفی الرحمٰن سے بجرڈیہہ بنارس میں اور تقریری مناظرہ مولوی خلیل احمد بجنوری سے بدایوں میں۔

آپ نے اپنی زندگی میں یہ دو مناظرے (۱) مناظرہ بجرڈیہہ (۲) مناظرہ بدایوں نہایت کامیاب اور تاریخی کیا ہے یہ مناظرے اس اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ دونوں میں دونوں فریق کے مناظر اپنی اپنی جگہ بڑے بحاث اور دقاق متبحر عالم تھے اور دونوں میں زبردست علمی بحثیں ہوئیں، مناظرہ بجرڈیہہ کی اہمیت کا اعتراف ماہنامہ کنزالایمان کا شارح بخاری نمبر میں یوں کیا گیا ہے:

"دور حاضر میں اہل سنت کا غیر مقلدین سے اتنا زبردست اور تاریخی مناظرہ نہیں ہوا ہے، اس مناظرے میں دونوں فریق کے علما میں جو اپنی اپنی جماعت کے بہترین دل و دماغ وہاں موجود تھے اور اپنی اپنی ذہنی، علمی، فکری، فنی، صلاحیتوں کو بروئے کار لائے جس کا اندازہ دونوں طرف کی تحریروں کو پڑھ کر بآسانی ہو سکتا ہے" (ص ۱۴۵)

انشاء اللہ آئندہ سطور میں دونوں کی حتی المقدور تفصیل پیش کی جائے گی البتہ ان کے علاوہ کچھ مناظروں میں بحیثیت صدر شرکت فرما کر ان کو فتح و کامرانی کی

ضمانت دی اور بعض مناظرے ہونا طے پائے مگر علمائے اہل باطل یا تو آئے نہیں یا آپ کی آمد کی خبر سن کر اسٹیج سے بھاگ کھڑے ہوئے مجموعی طور پر صدر اور مناظر کی حیثیت سے درج ذیل مناظروں میں آپ شریک ہوئے۔

(۱) مناظرہ بجرڈیہہ بنارس یوپی۔

(۲) مناظرہ بدایوں یوپی۔

(۳) مناظرہ باندو چترو پلاموں۔

(۴) مناظرہ دامدا، پورلیا، بنگال۔

(۵) مناظرہ ملک پور کٹیہار بہار۔

(۶) مناظرہ ہرن پور، مویشی ہاٹ پاکوڑ۔

(۷) مناظرہ کٹک۔

ہر ایک میں بفضل الٰہی اہل سنت و جماعت کو فتح مبین حاصل ہوئی باطل کو شکست فاش ہوئی ذیل میں تفصیل نذر قارئین کی جارہی ہے۔

<u>**مناظرۂ باندو چترو:**</u> اس کا پس منظر یہ ہے کہ ''بہار کے پسماندہ ضلع پلاموں میں ایک گاؤں باندو چترو ہے، جہاں کسی طرح سے وہابیت کا زہریلا نمائندہ طاہر گیاوی پہنچ گیا، اس کی نہایت زہریلی دل آزار تقریر سے علاقہ کی فضا خراب ہو گئی، پھر بات مناظرہ تک جا پہنچی، کچھ ناتجربہ کار سنی علما نے مناظرہ از خود طے کرلیا، پھر حضور حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ سے مناظرہ کے لیے گزارش کی، تو تاریخ مقررہ پر جلالۃ العلم، استاذ العلما، حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری قدس سرہ، فقیہ النفس، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اور ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی۔ نصیر ملت، شیخ المعقولات، علامہ نصیر الدین احمد صاحب قبلہ دام ظلہ، باندو چترو کے لیے روانہ ہوئے اور آٹھ بجے رات میں پہنچے، راستے میں ایک

آبادی لنکا پڑتی ہے، وہاں سے باندو چتر و کا پورا راستہ پہاڑوں اور جنگلوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔

قتل کی سازش: دیوبندیوں کو علمائے اہل سنت کی تشریف آوری کا پورا پروگرام معلوم تھا، لنکا سے باندو چترو کے سفر کا وقت مغرب اور عشا کے درمیان تھا، انھوں نے کچھ غنڈوں کو متعین کر دیا کہ راستے میں علمائے اہل سنت کو شہید کر دیں، اس کی اطلاع مولانا نصیرالدین صاحب قبلہ کے بھائی جناب محمد صدیق صاحب کو ہو گئی، انھوں نے بڑی جرأت سے کام لے کر دیوبندیوں کے سرغنہ سے کہا کہ ہم نے ایسا ایسا پلان سنا ہے یاد رکھو اگر ہمارے علما کو کچھ ہو گیا تو اس کے بعد کیا ہوگا یہ آپ جانو گے اور اس کی پوری ذمہ داری آپ کے سر ہوگی، اس نے پہلے تو سازش سے لاعلمی ظاہر کی لیکن پھر صدیق صاحب نے زور دے کر پورے تیور میں اس سے یہ بات کہی کہ اگر یہ اطلاع غلط تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر کچھ بھی ہوا تو آپ کی خیر نہیں ہے، آپ کا باندو چترو سے نکلنا مشکل ہو جائے گا، اس لیے پھر میں کہتا ہوں کہ ہوش میں آجاؤ، اتنا کہہ کر وہ چلے آئے، اس بروقت اقدام کا بفضلہ تعالیٰ یہ اثر ہوا کہ ان ظالموں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا اور ان کے سرغنہ نے فوراً ایک ہوا خواہ موٹر سائیکل سے بھیج کر غنڈوں کو واپس بلا لیا اس طور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی حفاظت کا غیبی سامان کر دیا اور علما حضرات بخیر و عافیت اپنی منزل تک پہنچ گئے ورنہ یہ حضرات اس صورت حال سے بالکل بے خبر تھے اس بے خبری میں کیا ہو جاتا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

باندو چترو چند غریب مفلوک الحال سنی مسلمانوں کی بستی تھی، جس میں اکثریت دیوبندیوں کی تھی لیکن پھر بھی انھوں نے بساط سے بڑھ کر انتظامات کرنے کی کوشش کی تھی، کسی بڑے مکان کے نہ ہونے کے سبب علمائے اہل سنت کے قیام کا انتظام ایک پرائمری اسکول میں تھا، مناظرہ کا وقت صبح ۹ ربجے تھا، حضور حافظ ملت قدس سرہ

سے عرض کی گئی کہ حضور مناظرہ گاہ میں ہر طرح کی باتیں مختلف لب و لہجے میں ہوں گی، لہٰذا آپ مناظرہ گاہ میں تشریف نہ لے جائیں دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت عوام کے سامنے حق کو واضح فرمادے، حضور حافظ ملت قدس سرہ قیام گاہ پر ٹھہر گئے، دیگر علمائے اہل سنت ٹھیک ۹ ر بجے مقام مناظرہ پر پہنچ گئے، اہل سنت کی طرف سے اس مناظرے میں ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، محدث کبیر ''صدر'' اور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ''مناظر'' تھے، اور دیوبندیوں کی طرف سے مولوی نور محمد ٹانڈوی اور مولوی طاہر گیاوی مناظر تھے۔

یہ مناظرہ دو دن چلا، دونوں دن دیوبندی علما بڑی مشکلوں کے بعد زبردستی کرنے پر اپنے اسٹیج پر پہنچے، اور کافی دیر کر کے آئے، انھوں نے مناظرہ کا پہلا دن آداب مناظرہ کے خلاف بے ہنگم باتوں کے ذریعہ گزار دیا، البتہ دوسرے دن عوام کے دباؤ پر کچھ سلیقے سے مباحثہ پر آمادہ ہوئے، اہل سنت کے صدر اور مناظر کے علمی جاہ وجلال اور ان کے ٹھوس دلائل، مستحکم گرفت کے آگے مولوی نور محمد ٹانڈوی مولوی طاہر گیاوی بے حس و حرکت ہو گئے، کھلی شکست سے دو چار ہوئے، اہل سنت کو فتح مبین حاصل ہوئی، محدث کبیر دام ظلہ نے اس مناظرے کو کامیابی اور فتح تک پہنچانے میں کلیدی رول ادا کیا، مقابل مناظر کی تقریر کے سارے پوائنٹ آپ ہی نوٹ کرتے اور اس کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے، کتابوں کے حوالے بھی تلاش کرتے، اور حضرت شارح بخاری تقریر فرماتے، حریف کو کتابوں کے حوالے دیتے، اس طرح حضور حافظ ملت کے ان دو جیالوں، سپوتوں نے باندو چترو کے اندر حقانیت کا جھنڈا نصب کر دیا، سنیت کا بول بالا کر دیا، اہل سنت کی کھلی کامیابی پر حضور حافظ ملت بہت خوش ہوئے، اور اپنے دونوں چہیتے شاگردوں کو دلی دعاؤں سے نوازا۔

مناظرۂ بدایوں: یہ مناظرہ بدایوں میں رہنے والے مولوی خلیل احمد بجنوری سے ہوا اس کی اصل وجہ یہ ہوئی کہ مولوی خلیل احمد بجنوری ابتداءً بہت متصلب سنی بنتے تھے، اور مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین تاج العلما سید شاہ اولادرسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے، چونکہ یہ صاحب بظاہر سنی تھے اور حضرت تاج العلما جیسی ذات گرامی کے خلیفہ، اس لیے اطراف وجوانب کی کثیر خلقت ان سے مرید ہوگئی تھی، اور اچھا خاصا حلقۂ اثر پیدا ہو گیا تھا، ان کا سلسلۂ درس بھی جاری تھا، اس لیے کئی ایک سنی گھرانے کے افراد ان کے شاگرد تھے اور عالم وفاضل تھے اس لیے بھی لوگ ان کی عزت کرتے تھے، لیکن ان تمام قدر افزائیوں کے باوجود اہل سنت کے خواص وعوام سب کو اس بات پر حیرت تھی کہ یہ اپنی نجی مجلسوں میں علمائے اہل سنت کی غیبتیں کرتے، سب کو احمق اور جاہل بتاتے تھے، اس کے برعکس دیوبندی علما کی تعریف، ان کے تقوی، طہارت کے جھوٹے مصنوعی قصے بڑے اچھے انداز سے بیان کرتے بلکہ بعض لوگوں کے بیان کے مطابق وہابی علما کی تعریف سے تھکتے نہیں تھے البتہ آخر میں یہ ضرور کہتے، کیا بتائیں؟ یہ گمراہ ہوگئے، یہ بات بھی سب کے لیے باعث تعجب تھی کہ سنی بنتے ہوئے اہل سنت کی دانشگاہوں کے بجائے وہابیوں کے مدرسہ میں اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے بھیج رکھا تھا، مدرسہ امینیہ دہلی اور ندوہ لکھنؤ میں ان کے بچوں نے تعلیم حاصل کی، لیکن یہ عملاً اتنے سخت اور متصلب تھے کہ کسی کو ان سب باتوں کے باوجود شبہہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ اندر اندر کون ہیں؟۔

جب ان کے لڑکے تعلیم حاصل کر کے آچکے تو اچانک ان کے خیالات بدل گئے اور یہ کہنا شروع کردیا کہ میں دیوبندیوں کو کافر نہیں سمجھتا، جب چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو کسی سے کچھ کسی سے کچھ کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہے، اس تضاد بیانی سے اور انتشار پیدا ہوا لیکن وہ اپنی جگہ مطمئن۔

اس معاملہ کے تصفیہ کے لیے مولانا مظفر علی سہسوانی صاحب نے ان سے بالمشافہہ گفتگو کی اور اس گفتگو کے چند پہلو نوٹ کر کے میرٹھ، سنبھل، مراد آباد، مبارکپور، براؤں شریف بطور استفتا بھیجا، جواب آیا کہ ایسی صورت میں یہ وہابی ہو چکے ہیں، یہ سب فتاوی لے کر وہ مولانا بجنوری کے پاس پہنچے، کہ دیکھئے حضرت آپ سے گفتگو ہوئی تھی، اس کی روشنی میں اہل سنت کے دارالافتاؤں سے یہ جواب آیا ہے، اتنا سنتے ہی وہ آپے سے باہر ہو گئے اور پرانی روش کے مطابق کہا ''یہ سب جاہل ہیں، ان مفتیوں کو آتا جاتا کیا ہے، میرے سامنے لاؤ تو معلوم ہو کہ فتوی کیسے لکھا جاتا ہے؟'' اس پر مولانا مظفر صاحب نے کہا کہ علما تو آپ کے سامنے آئیں گے ہی، میں اس وقت آپ کو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ پر دیوبندی ہونے کا حکم ہے، اس لیے آپ اس سے توبہ کر لیں، لیکن اس مخلصانہ عرض داشت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا، پھر بدایوں کے احباب اہل سنت کی مشاورتی نشست میں طے کیا گیا کہ مولانا بجنوری سے چند تحریری سوالات کیے جائیں تاکہ ان کے جوابات آئیں، ان کی روشنی میں ان کا مسئلہ حل کیا جا سکے اور اس وقت ان کی تحریر اس فیصلہ کے لیے دستاویز ہوگی۔

چنانچہ مولانا مظفر علی قادری اور دیگر علمائے بدایوں نے ایک سو ترپن سوالات مرتب کر کے مولانا بجنوری کے پاس رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجے، ایک سال تک صدائے برنخواست، ایک سال کے بعد وہی پہلا فتوی ''اظہار حق'' کے نام سے مرتب کر کے شائع کر دیے گئے،، اس مجموعۂ فتاوی کی اشاعت پر بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو حالات دروں کی سنگینی کا علمائے بدایوں کو یقین ہو گیا، اب علما کا اضطراب یہ تھا کہ انھیں مارہرہ مطہرہ سے ایک نسبت بھی ہے، اس لیے ان حالات سے وہاں کے بزرگوں کو بھی آگاہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ سیدی الکریم، احسن العلما، حضرت علامہ مفتی سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی قدس سرہ کو ان حالات سے تفصیلاً مطلع کیا

گیا، حضرت بکمال مہربانی بدایوں تشریف لائے ، اور مولانا بجنوری سے گفتگو ہوئی، تو آپ نے بھی ان اطلاعات کی تصدیق فرمائی، لیکن حضرت نے فرمایا کہ ان کا معاملہ چند اہم علما کی موجودگی میں فیصل ہونا چاہیے، چنانچہ آپ نے مولانا بجنوری سے فرمایا کہ آپ دیگر علمائے کرام سے بھی اس سلسلہ میں گفتگو کرنا پسند کریں گے؟ مولانا راضی ہوگئے، حضرت احسن العلما قدس سرہ نے عرس قاسمی کے موقع سے انھیں مارہرہ مطہرہ آنے کی دعوت دی، لیکن وہ نہیں آئے، شمس العلما حضرت قاضی شمس الدین جونپوری قدس سرہ بھی چند علما کے ساتھ ان کے تفہیم کے لیے ۲۶ رصفر ۱۴۰۰ھ مطابق ۵ رجنوری ۱۹۸۰ء کو بریلی شریف عرس رضوی میں ہوتے ہوئے بدایوں تشریف لائے اور تفصیلی گفتگو ہوئی، قریب تھا کہ یہ گفتگو کسی اہم نتیجے تک پہنچ جاتی ، لیکن مولانا بجنوری کے چھوٹے لڑکے احمد میاں نے مداخلت کر کے معاملہ درہم برہم کردیا، پھر مولانا بھی دوسرے دن کہیں چلے گئے۔

غرض اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا، اور قاضی شمس الدین صاحب نے بھی ان کے بدل جانے کی تصدیق کردی ، اس گفتگو میں مفتی غلام محمد خان صاحب ناگپوری بھی قاضی صاحب کے ساتھ تھے، جب یہ اپنے وطن ناگپور پہنچے تو ۲۷ رصفر ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۶ رجنوری ۱۹۸۰ء کے وعدہ کے مطابق ایک ماہ کے اندر متعدد سوالات رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجے، لیکن جواب ندارد، متعدد تقاضے ہوئے ماہنامہ "المیزان" ممبئی میں ان سوالات کی اشاعت بھی ہوئی لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔

۱۴۰۱ھ کے عرس قاسمی میں مولانا بجنوری کے بڑے صاحبزادے عتیق احمد ۱۵ر صفحات پر مشتمل ایک تحریر لے کر پہنچے، جو ان کے والد کی وہابیت کی دستاویز تھی، سبھی علمائے کرام کو سخت صدمہ ہوا، اس کے بعد ۲۱ رصفر کو علمائے اہل سنت کا قافلہ بدایوں پہنچا، ایک تحریر کے ذریعہ مولانا بجنوری کو علمائے اہل سنت کی تشریف آوری کی اطلاع دی گئی، انھوں نے عرض کیا کہ ۲۶ رصفر کو مجھے بجنور ایک شادی میں شرکت کی

غرض سے جانا ہے، علما نے فرمایا کہ آج تو ۲۱ر صفر ہے، آج گفتگو ہو جائے، لیکن وہ کسی طور سے راضی نہ ہوئے، پھر فریقین کے اتفاق رائے سے باضابطہ مناظرہ کی ۲۹ر ۳۰ر ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۶ر ۷ر مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ طے ہوگئی، اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ تاریخ فیصلہ کن ہوگی، اب کسی عذر اور حیلہ کو نہ سنا جائے گا، ادھر مولوی خلیل نے بھی ایک اشتہار مناظرہ شائع کر کے عوام کو دعوت دے دی، جب کہ طے یہ تھا کہ صرف علما کے درمیان مخصوص نشست میں گفتگو ہوگی۔

بہر کیف مقررہ تاریخ آئی اور علمائے اہل سنت ۲۹ر ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ جمعہ کی صبح تک پہنچ گئے، جن میں جانشین مفتی اعظم تاج الاسلام، علامہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ، شارح بخاری، فقیہ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مشاہد رضا خان قادری علیہ الرحمہ، محدث کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ، مفتی غلام محمد خان رضوی ناگپوری، مولانا مفتی مجیب اشرف رضوی، علامہ قاضی عبد الرحیم بستوی، مولانا ایوب نعیمی مرادآبادی، علامہ مفتی مظفر احمد داتا گنجوی، مولانا مظہر علی سہسوانی، مولانا محمد حنیف خان رامپوری قابل ذکر ہیں۔

جمعہ سے پہلے مولانا بجنوری کو تحریر بھیجی گئی تو وہ اپنے موضوع "دیوبندیوں کی تکفیر سے کف لسان" پر گفتگو کرنے سے صاف انکار کرنے لگے، مگر ان کا اشتہار مناظرہ ان کے گلے کا پھندا بن گیا، اس وجہ سے مطلق گفتگو سے انکار نہ کر سکے، پھر یہ تدبیر فرار نکالی کہ مناظرہ کے لیے حکم مقرر ہونا چاہیے، حکم کے بغیر گفتگو نہیں ہوگی، اور از خود حکم کے لیے تین نام پیش کیے، جن میں ایک حافظ محمد سالم صاحبزادۂ مولانا مفتی عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ، دوسرے مولانا اقبال احمد صاحب، اور تیسرے ایک صاحب اور تھے، اہل شہر اور علمائے کرام بخوبی جانتے تھے کہ یہ تینوں افراد کبھی بھی حکم بننے کے لیے تیار نہ ہوں گے، اس لیے کوشش کی کہ وہ بغیر حکم کے

گفتگو کرنے پر آمادہ ہو جائیں، لیکن آمادہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ جمعہ کا وقت ہو گیا، جمعہ کی نماز سے پہلے مولانا مفتی مجیب اشرف صاحب نے شاندار تقریر کی اور وابستگی دامن مصطفیٰ کی قدر و قیمت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کی اہمیت پر بہترین روشنی ڈالی، نماز جمعہ کے بعد شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے بہت فاضلانہ تقریر فرمائی، کفر و اسلام کی سرحدیں، وہابیت کی ابتدا، دیوبندیوں کے عقائد، ان کے متعلق علمائے اسلام کے فتاوے، ان کی اہمیت، عظمت رسول، اہانت رسول کی سزا اور اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”توہین رسالت کا معاملہ اتنا ہلکا نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے“ پھر اسے کتاب وسنت سے مدلل کرتے ہوئے ثابت فرمایا کہ شان رسالت میں ادنی سی گستاخی کرنے والا بھی کافر مرتد ہے، ایسے شخص کی گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد، جو شخص اسے کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے، سلطان اسلام کے لیے شرعاً حکم ہے کہ جو شان رسالت میں گستاخی کرے اسے قتل کر ڈالے، حتی کہ اگر وہ گستاخ توبہ بھی کر لے پھر بھی نہ چھوڑے، اس شاندار، ولولہ انگیز، فاضلانہ تقریر کا اثر یہ ہوا کہ بدایوں کے مسلمانوں میں مولانا خلیل احمد بجنوری کے خلاف غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور ایک عام بیزاری کا ماحول پیدا ہو گیا، بعد نماز جمعہ مولانا خلیل کے پاس شہر کے ذمہ دار حضرات پھر گئے، لیکن وہ اپنے ضد پر اڑے رہے کہ بغیر حکم کے گفتگو نہیں کروں گا، اسی دوران بعض حضرات حافظ سالم صاحب کے پاس گئے، اور دریافت کیا کہ اگر دونوں فریق آپ کو حکم بنا دیں تو کیا آپ حکم بننا قبول کریں گے؟ انھوں نے اس سے صاف انکار کر دیا، اور علمائے اہل سنت کا خیال سچ ثابت ہوا۔

اب حضرت شارح بخاری نے ان عمائدین شہر سے کہا جو گفتگو کے لیے درمیان میں واسطہ تھے ”اب آپ لوگ جائیں اور مولوی خلیل احمد سے لکھوالائیں کہ آپ حکم کی شرط ضروری قرار دیتے ہیں تو بتائیں، اگر حکم فیصلہ کر دے گا کہ یہ

چاروں اساطین دیوبند کافر و مرتد ہیں، تو کیا آپ اس کو مان لیں گے؟ اگر ہاں تو لکھ کر دیجیے" چنانچہ یہ حضرات گئے اور ان سے یہ بات کی تو سنتے ہی وہ چراغ پا ہو گئے اور اس قدر آپے سے باہر ہو گئے کہ لگتا تھا جنون کی حد تک پہنچ چکے ہیں، پھر جب کچھ ٹھنڈے ہوئے تو کہا کہ پہلے ان لوگوں سے لکھوالائیں ، پھر میں سوچوں گا، ان لوگوں نے آکر حضرت شارح بخاری سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم سے یہ مطالبہ بے جا ہے نہ ہم حکم کو کہتے اور نہ حکم کا کوئی قول ہم پر حجت ، وہ چونکہ صبح سے حکم حکم کی رٹ لگائے ہوئے ہیں اس لیے ان کو یہ لکھ کر دینا ضروری ہے، آپ ہی لوگ بتائیں کہ جب وہ مناظرہ کے لیے حکم کو ضروری قرار دے رہے ہیں تو آخر اس کا کچھ فائدہ ہونا چاہیے، کسی معاملے میں حکم اس لیے بنایا جاتا ہے، کہ اس کے فیصلے کو حکم بنانے والے تسلیم کریں، اب خود سوچیں کہ ایک طرف تو وہ حکم بنانے کی ضد بھی کر رہے ہیں اور پھر حکم کے فیصلے کو ماننے کے لیے تیار بھی نہیں، یہ کون سی تگ ہے؟ پھر کچھ سوچ کر ان لوگوں سے فرمایا، اب آپ لوگ ان سے جا کر کہیے کہ مولانا صاحب ہم لوگ آپ کی وجہ سے سخت الجھن میں ہیں، ہم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دونوں فریق آمنے سامنے بیٹھ کر گفتگو کر لیں، جسے سن کر ہم لوگ بھی اپنے لیے کوئی راہ منتخب کر لیں، یہ بس افہام وتفہیم کے لیے ایک نشست ہے، ہوسکتا ہے وہ لوگ آپ کو سمجھا لے جائیں، یا آپ ان لوگوں کو سمجھا لیں، اس طور سے یہ نزاع ختم ہوسکتا ہے، اس میں حکم کی کیا ضرورت؟ آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ گفتگو کرتے وقت آپ لوگوں کا لہجہ ذرا تیز اور سخت رہے۔

چنانچہ یہ لوگ گئے اور ان سے بات چیت کی، کافی دیر تک لیت ولعل کرنے کے بعد بجنوری صاحب غیر مشروط طور پر گفتگو کے لیے آمادہ ہو گئے، علمائے اہل سنت نے اسے خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا۔

(ماخوذ از شارح بخاری نمبر، مضمون شارح بخاری چند مناظرے)

اس کے بعد رئیس المناظرین علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ نے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ اب رات ہی میں ایک میٹنگ ہونی ضروری ہے جس میں یہ طے ہوجائے کہ مناظرہ کا وقت کیا ہوگا؟ مناظرہ کہاں ہوگا؟ مناظرہ کون کرے گا؟۔

تو مذکورہ علمائے اہل سنت نے رات میں میٹنگ کی اور طے کیا کہ مناظرہ صبح دس بجے سنیچر ۷/مارچ ۱۹۸۱ء کو ہوگا، اور مناظرہ کی جگہ بچن بھائی صاحب کی کوٹھی ہوگی اور مناظر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ ہوں گے، اور حضرت مفتی غلام محمد خان صاحب رضوی اور مفتی مجیب اشرف صاحب اعظمی معاون مناظر ہوں گے، مگر اس کے برخلاف مشاہد ملت، علامہ مشاہد رضا خاں حشمتی علیہ الرحمہ نے کہا کہ مناظرہ میں کروں گا، اس پر مناظرہ کمیٹی نے کہا، ٹھیک ہے لیکن مناظرہ کی لائن ہم مقرر کریں گے، اسی کے مطابق آپ کو مناظرہ کرنا ہوگا، تو مشاہد ملت نے کہا کہ نہیں، میں اپنے حساب سے مناظرہ کروں گا، اس طرح اس مناظرے میں اہل سنت کے دو مناظر ہوگئے۔

اول:۔ مشاہد ملت علامہ مشاہد رضا خاں حشمتی۔

دوم:۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری۔

۷/مارچ ۱۹۸۱ء سنیچر کو مناظرہ کے ٹھیک وقت پر علمائے اہل سنت اسٹیج پر جلوہ افروز ہوگئے اور مولوی خلیل احمد بجنوری ۳۵/منٹ دیر سے اپنے اسٹیج پر آئے اور ۱۱/بجے مشاہد ملت اور مولوی بجنوری کے درمیان گفتگو شروع ہوئی، تھوڑی دیر تک مشاہد ملت مولوی بجنوری کے مختلف اعتراضات کے جوابات دیتے رہے، پھر حسن تدبیر سے اصل موضوع ''دیوبندیوں کی تکفیر سے کف لسان'' پر لے آئے اور حفظ الایمان کی ایمان سوز عبارت پر پرزور مباحثہ شروع ہوا تو بجنوری صاحب حواس باختہ ہونے لگے اور چنچل پرندے کی طرح حرکت کرنے لگے کہ ایک موضوع میں

الجھتے فوراً دوسرا شروع کر دیتے، اس میں لاجواب ہوتے تیسرا موضوع چھیڑ دیتے اصل موضوع سے بار بار ہٹ کر گفتگو کرتے، ادھر ادھر کی باتوں میں الجھاتے، حضرت مشاہد ملت علیہ الرحمہ جلال میں آ گئے، اور کہا تم کافر ہو، مردود ہو، جہنمی ہو، میں تم سے مناظرہ نہیں کروں گا، تم مناظرے کے لائق ہی نہیں ہو اور بیٹھ گئے، تو ممتاز المناظرین محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کھڑے ہوئے، اور مناظرہ کمیٹی سے کہا کہ اگر آپ لوگ مجھے کہیں تو میں مناظرہ کر کے بتاؤں کہ مناظرہ کیسے ہوتا ہے؟ کمیٹی نے کہا، مگر گرما گرمی نہیں ہوگی، محدث کبیر نے فرمایا ،گرما گرمی تو مناظرہ کے لیے زہر ہے، میں مناظرہ کے وقت گرمی اور غصہ تو جانتا ہی نہیں، اجازت دے کر دیکھیں، پھر کمیٹی کی طرف سے اجازت ملی اور آپ مولوی خلیل احمد سے یوں مخاطب ہوئے:

سنیے صاحب گفتگو ہو رہی ہے حفظ الایمان کی نزاعی عبارت پر، اور بلا شک و شبہہ حفظ الایمان کی صریح کفری عبارت کے سبب مولوی اشرفعلی تھانوی پر کفر کلامی عائد ہوتا ہے، آپ نے اس کفر کا انکار کیا ہے، اس لیے آپ کے اوپر بھی کفر عائد ہوا، اور واضح رہے کہ آپ "من شك في كفره وعذابه" میں نہیں ہیں، بلکہ "من انكر كفره" میں ہیں، یعنی آپ شک میں نہیں، انکار میں ہیں، اس لیے آپ کے اوپر کفر عائد ہوتا ہے، اب آپ کو جو صفائی پیش کرنی ہو پیش کریں۔

مولوی خلیل نے کہا: آپ ہیں کون؟

محدث کبیر نے فرمایا: میں اہل سنت و جماعت کا ایک نمائندہ ہوں

بجنوری صاحب نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟

محدث کبیر نے فرمایا: آپ کو میرے نام سے کیا مطلب ہے؟

تو مولوی بجنوری کے لڑکے نے خود بتایا کہ یہ علامہ ضیاء المصطفیٰ ہیں۔

بجنوری صاحب نے کہا: اوہ! آپ صدر الشریعہ کے صاحبزادے ہیں؟ وہ تو

میرے استاذ تھے۔

اس پر محدث کبیر نے اس کی گرفت فرماتے ہوئے کہا: غلط، وہ آپ کے استاذ نہیں، بلکہ سینوں کے استاذ ہیں، جس روز سے آپ نے دیوبندیت اختیار کی، اس وقت سے آپ ان کے رجسٹر شاگردی سے باہر ہو گئے۔

بجنوری بولے: ارے آپ تو میرے استاذ زادے ہیں۔

آپ نے فرمایا: غلط ہے، میں استاذ زادہ نہیں ہوں، میں آپ کو دیوبندیوں کا نقیب سمجھتا ہوں، جب کہ میں اعلیٰ حضرت کا نقیب ہوں، مناظرہ کیجیے ان سب باتوں میں وقت برباد نہ کیجیے۔

تو کہا: تقویۃ الایمان کی عبارت کفر صریح ہے، مگر اعلیٰ حضرت نے تقویۃ الایمان کے مصنف کی تکفیر سے کیوں کف لسان کیا؟

محدث کبیر نے فرمایا: کہ آپ کا یہ اعتراض بعد میں دیکھ لیا جائے گا، میں اس کا پورا جواب دوں گا، پہلے آپ حفظ الایمان کی عبارت کے بارے میں ہاں یا نہیں میں، اس بات کا جواب دیں کہ کفر صریح ہے یا نہیں؟ البتہ تقویۃ الایمان کی عبارت کفر صریح ہے یا نہیں، یہ الگ بات ہے، اس کو حفظ الایمان کے ساتھ کیوں ملاتے ہیں؟ اس کی بھی بحث میں کروں گا، میں ابھی گفتگو حفظ الایمان کے بارے میں کر رہا ہوں، آپ اس کے کفری یا غیر کفری ہونے کے بارے میں ہاں یا نہ کہہ کر جواب دیجیے۔

بجنوری صاحب نے ادھر ادھر کی بات میں وقت کاٹنے کی بہت کوشش کی، مگر محدث کبیر کی مضبوط گرفت کے سبب زبردست پھنس گئے، نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، مجبور ہو کر انھوں نے کہا، چلیے میں مان لیتا ہوں کہ یہ صریح ہے، مگر صریح میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے، لہٰذا حفظ الایمان کی عبارت کفر صریح ہونے کے باوجود محتمل تاویل ہے۔

محدث کبیر نے فرمایا: یہ آپ کہتے ہیں کہ صریح میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ "الصریح لا یقبل التاویل"۔

اس پر بجنوری صاحب بولے: اگر آپ یہ دکھادیں تو میں ہار مان لوں گا۔

محدث کبیر نے فرمایا: میں ابھی دکھاتا ہوں، اور شفا اور شرح شفا شریف وغیرہ میں تلاش کرنا شروع کردیا، ابھی حوالہ دکھانے ہی والے تھے کہ کمیٹی کے لوگوں نے کہا، کھانے کا وقت ہوگیا ہے، لہٰذا بات جتنے پر رکی ہے اتنے ہی پر ختم کردی جائے، ظہر بعد اسی کے آگے سے پھر شروع کی جائے گی۔

مناظر اہل سنت نے فرمایا: ٹھیک ہے مگر نوٹ کیا جائے کہ کون سی جگہ ہے؟ وہ یہ "صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی ہے" میں اس کو دکھادوں گا تو آپ کی ہار۔

بجنوری نے کہا ٹھیک ہے۔

مناظر اہل سنت نے مناظرہ کمیٹی سے اعادۃً فرمایا: نوٹ کیجیے۔

بجنوری صاحب نے اپنی عادت کے مطابق دوسری بات شروع کردی۔

محدث کبیر نے یاددہانی فرمائی: کہ پہلی نشست کے ختم ہونے پر بات ہوچکی تھی کہ گفتگو جہاں رکی ہے، وہیں سے آگے شروع ہوگی، لہٰذا وہیں سے شروع کریں۔

بجنوری صاحب نے کہا: بات تقویۃ الایمان کی چل رہی تھی۔

محدث کبیر نے فرمایا: یہ بالکل غلط ہے، تقویۃ الایمان کی بات نہیں ہورہی تھی، بلکہ بات یہ چل رہی تھی کہ "صریح تاویل کو قبول نہیں کرتا آپ دکھادیں تو میں ہار مان لوں گا"۔

مولوی بجنوری نے کہا: کہ میں نے اس قسم کی بات کی ہی نہیں، کمیٹی کے لوگ اندرونی طور پر مولوی بجنوری کی حمایت میں تھے، وہ کہنے لگے کہ اتنے بڑے عالم ہوکر کہیں جھوٹ بول سکتے ہیں؟

محدث کبیر نے فرمایا: بالکل یہ جھوٹ بول رہے ہیں، ریکارڈنگ گھمایئے۔

ان لوگوں نے کہا: اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ ان کی بات نہیں مانیں گے؟۔

آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں مانوں گا، ٹیپ ریکارڈر گھمایئے، جو نکلے وہیں سے بات شروع ہو، مگر وہ گھمانے پر تیار ہی نہیں ہو رہے تھے، بالآخر آپ نے اور مصر ہو کر کہا، کہ اب تو مناظرہ ہوگا تو اسی پر، جہاں پر بات ختم ہوئی تھی، کارروائی وہیں سے ہوگی جہاں اور جس جملے پر گفتگو ختم ہوئی تھی، اب نہ میری بات صحیح اور نہ ان کی صحیح، ارکان کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، آپ لوگوں نے کہا تھا یا نہیں؟ کہ جہاں اور جتنے پر بات ختم ہو رہی ہے، اتنے ہی پر دوسری نشست میں بات ہوگی، بولے، ہاں یہ تو کہا تھا۔

محدث کبیر نے فرمایا: بس تو ٹیپ ریکارڈر کو وہیں لے آئیں، جہاں سے آپ بولے ہیں، تب گھمایا گیا، تو نکل آیا کہ صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی، اگر یہ دکھا دیا جائے تو میری ہار، بجنوری صاحب بالکل سوکھ گئے اور محدث کبیر نے حوالے دینا شروع کیا، یہ دیکھو شفا شریف ہے، اس میں ہے "**الصراح لایقبل التاویل**" یہ شرح شفا ملا علی قاری کی ہے، درمختار، ردالمحتار میں سے ہر ایک میں موجود ہے۔

تو بجنوری صاحب نے گھپلا دینا شروع کیا، شفا میں تو ایک مثال دی ہے کہ قاضی سلیمان کے پاس کسی نے یہ دعوی کیا کہ فلاں شخص نے کہا ہے " **ان رسول الله لدغنی** "، تو اس پر قاضی سلیمان نے کہا، کیا تو اس بارے میں گواہی دے گا تاکہ میں اس کو قتل کردوں؟ "**فان الصراح لا یقبل التاویل**" تو یہ ایک مثال ہے، صریح کے غیر قابل تاویل ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

محدث کبیر نے فرمایا: جی نہیں، ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری اس مثال کی

یہ توضیح فرماتے ہیں کہ لفظ "رسول الله" صریح ہے، رسول اکرم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں، لہٰذا اگر چہ قائل تاویل کرے کہ "ان العقرب قد ارسلت الی الخلق" کے ذریعہ کہ بچھو بھی تو بھیجا گیا ہے، رسول اللہ سے عقرب (بچھو) مراد ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " ارسلنا الریح لواقح" تو ایسے ہی " ان رسول الله لدغنی" میں بھی، تو اس کی یہ تاویل ہرگز تسلیم نہ ہوگی، بلکہ قائل پر کفر صریح لاگو ہوگا۔

تو بجنوری کہنے لگے: ارے! اس میں تو رسول اللہ کو بچھو کہہ دیا ہے۔

حضرت محدث کبیر نے فرمایا: نہیں، یہ بات ہرگز نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ لفظ "رسول الله" کا لغوی معنی ہے "اللہ کا بھیجا ہوا" اور شرعی معنی ہے "اللہ نے جس کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا" تو دونوں معنوں میں اگر کوئی "ان رسول الله لدغنی" میں پہلا معنی لے تو مانا نہ جائے گا کہ "الصریح لا یقبل التاویل"۔

بجنوری صاحب بولے: اچھا چلئے میں یہ کہتا ہوں کہ تشبیہ توہین نہیں ہے، خود حدیث شریف میں بھی آیا کہ تم اللہ کو چاند کی طرح دیکھو گے تو کہاں اللہ اور کہاں چاند؟ وہ خالق ہے، یہ مخلوق ہے، تو ادنی سے تشبیہ دینے میں حرج کیا ہے؟۔

محدث کبیر نے فرمایا: کہ جناب یہ مطلق نہیں ہے کہ اعلیٰ کو ادنی سے تشبیہ دینے میں توہین نہیں ہوتی، بلکہ گھٹیا چیز سے دینے میں توہین ضرور ہوتی ہے، جیسے آپ کی سمجھ میں نہیں آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ زید کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں کی جیسی ہیں، تو بولیے زید افضل ہے کہ ہرن کی آنکھ افضل ہے؟

بجنوری بولے: زید افضل ہے اور یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اعلیٰ کو ادنی سے تشبیہ دینے میں توہین نہیں ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک، اب میں ایک دوسری مثال دیتا ہوں، اس سے بخوبی

عیاں اور واضح ہوگا کہ توہین ہوتی ہے کہ نہیں ''مولوی خلیل احمد صاحب کی آنکھیں الو کی آنکھوں کی جیسی ہیں'' اب بتایئے کہ آپ کو وہی لذت مل رہی ہے، جو میں نے ہرن کی آنکھ سے تشبیہ دی تھی؟ بتایئے اب سمجھ میں آیا کہ اعلیٰ کو تحقیر والی ادنی چیز سے تشبیہ دینے میں توہین ہوتی ہے یا نہیں؟۔

تو کہا کہ ایسی تشبیہ تو جلالین میں بھی یوں آئی ''وأن عیسی وامه کانا یأکلان الطعام'' کی تفسیر میں مفسر نے کہا ''کسائر الحیوانات'' تو اس میں عیسی علیہ السلام اور حضرت مریم کو حیوانوں سے تشبیہ دی ہے۔

محدث کبیر نے فرمایا: یہی تو رونا ہے آپ کی عقل پر، کہ آپ عربی اور اردو میں فرق نہیں کرتے ہیں، عربی میں حیوان کا معنی ہے ''جاندار'' اور اردو میں ''جانور'' تو اردو میں حیوان جب بولا جائے تو جانور ہوتا ہے، اور عربی میں جاندار ہوتا ہے جیسے ''کل انسان حیوان'' اس کا معنی ہوا ''ہر انسان جاندار ہے'' یہ نہیں کہ ''ہر انسان جانور ہے''۔

یہ مولوی خلیل احمد بجنوری کے ساتھ محدث کبیر کی مناظرانہ گفتگو کا ایک حصہ ہے اس میں آپ کی مناظرانہ شان وکمال کا بخوبی پتہ چلتا ہے اور مناظرانہ ادب پر روشنی پڑتی ہے یقیناً آپ ناقدانہ بصیرت رکھتے ہیں، مناظرانہ لب ولہجہ کی رنگینیاں بھی۔

حریف کے دلائل کا احتساب کرنے کے ساتھ خامیوں پر گہری نگاہ بھی، اس کے داؤں پیچ، شدید گرفت، برمحل تردید کے ساتھ، نفسیاتی محاصرہ کا فن بھی رکھتے ہیں، مقابل کی مغالطہ آمیزیوں کا زبردست محاسبہ کا گر رکھتے ہیں ترکی بہ ترکی جواب اور اپنے موقف کے اثبات کا ہنر بھی یہ مناظرہ مختصر مگر نہایت زوردار اور دلچسپ رہا، بالآخر حضرت محدث کبیر کے بھاری بھرکم دلائل اور علمی گرفت، شدید احتساب، نفسیاتی گھراؤ، کے سبب مولانا مغرب تک بالکل پست ہوگئے اور درماندہ ہو کر بحث

سے ہٹ کر مباہلہ پر اتر آئے حضرت محدث کبیر نے فوراً اس کو قبول فرمایا بر سر عام مباہلہ کے الفاظ صاف صاف ادا فرمائے اب مولانا بجنوری سے الفاظ مباہلہ کی ادائیگی کا مطالبہ ہوا لیکن ان کی آواز اگر مگر کے تانے بانے میں الجھ کر رہ گئی، عوام نے صاف صاف انداز میں مباہلہ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن انھوں نے وہی مبہم انداز اختیار کیے رکھا، پھر عمائدین شہر کو آپس میں محو گفتگو دیکھ کر چپکے سے کتاب اٹھائی اور ایک دو تین ہو گئے، اس فرار اور شکست کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی جب علماء اہل سنت کوٹھی سے باہر آئے تو عوام نے پھولوں، گجروں اور فلک شگاف نعروں کے ہجوم میں ان کا پر جوش استقبال کیا، جناب افتخار الدین صاحب کے مکان پر اس کی روداد پیش کرنے کے لیے ایک مختصر اجلاس رکھا گیا پھر رات میں جناب رئیس احمد خاں صاحب، سابق ممبر نگر پالیکا بدایوں محلّہ جالندھری سرائے کے یہاں تاریخ ساز عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا، ہجوم بے پناہ تھا سبھی علمائے اہل سنت نے قوم سے خطاب کیا لیکن تاج الاسلام جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی تقریر یادگار رہی، پھر آٹھ مارچ کو شب میں حضرت سرخ شہید علیہ الرحمہ کے مزار پاک کے قریب سڑک پر دوسرا شاندار جشن فتح ہوا۔

اس میں علمائے حق نے مولوی بجنوری کی خوب نقاب کشائی کی، اور مناظرے کی تفصیلی روداد پیش کی نیز مولانا بجنوری کے تعلق سے اسلامی فیصلہ سنایا جو کتابی شکل میں ''**الا قوال القاطعة فی ردمؤیدالوھا بیة**'' کے نام سے بزم قاسمی برکاتی بدایوں کے اراکین کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے، اس میں سیدی تاج الاسلام علامہ ازہری دام ظلہ کا تتمہ، ایک سو اسی علمائے کرام کی تصدیقات بھی شامل ہیں یہ مکمل فتویٰ حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے مجموعہ مقالات ''مقالات شارح بخاری'' جلد دوم میں بھی شامل ہے۔

اس مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ وہ ناواقف سنی عوام جو بجنوری کے پھندے میں پھنس کر ان کے مرید ہو چکے تھے ان کی غالب اکثریت نے بجنوری سے بیعت فسخ کر دی اور حضرت مفتی اعظم اور حضرت احسن العلما قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ بدایوں کے سر برآوردہ احباب اہل سنت کی درخواست پر حضرت مفتی اعظم قدس سرہ مناظرہ کے دوسرے دن بدایوں تشریف لائے تو ہزاروں افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مناظرہ بجرڈیہہ بنارس: اس مناظرے کا اصل سبب یہ ہوا کہ محلہ بجرڈیہہ بنارس کے غیر مقلدوں نے ۱۸/۱۹/ جون ۱۹۷۸ء کو اپنا اجلاس کیا اس میں مدرسہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولوی شمس الحق، مولوی صفی الرحمٰن مبارک پور اور مولوی اسلم کانپوری نے اہل سنت کے معمولات وافکار پر کھلے طور پر حملے کیے اور بڑی دل آزار، دل خراش تقریریں کیں جس سے بجرڈیہہ کا ماحول گرم ہو گیا۔ اہل سنت نے ان کے جواب میں ۲۵/۲۶/ جون ۱۹۷۸ء کو اپنا اجلاس رکھا جس میں شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، علامہ صوفی نظام الدین بستوی علیہ الرحمہ مولانا قاری ربانی جبل پوری نے دلائل سے لبریز شاندار تقریریں فرمائیں، غیر مقلدوں کے افکار و عقائد پر زبردست ایرادات کیے ان کی ایسی نقاب کشائی فرمائی کہ بر سر بازار رسوائیاں ان کا منھ تکنے لگیں ساتھ ہی اہل سنت کی سچائی، حقانیت، استحکام کو کتاب وسنت کی شاندار تائیدات سے مزین کر کے پیش فرمایا جس سے اہل حق کا روئے تاباں سچائیوں کی چاندی سے دمک اٹھا اور غیر مقلدین تلملا کر رہ گئے ان تقریروں نے ان پر ایسی سراسیمگی طاری کر دی کہ چند ہی دنوں کے بعد انہوں نے ۲۹/ جون ۱۹۷۸ء کو پھر ایک اجلاس کر ڈالا جس میں مغلظات تک کے مظاہرے کیے بہتان طرازی کی انتہا یہ کی کہ دوران تقریر مولوی صفی الرحمٰن مبارک پوری نے کہہ ڈالا کہ حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ

الرحمہ اپنی کتاب ''نئی تقریریں'' میں معاذ اللہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافر لکھا ہے اتفاق سے فوراً جامعہ حمیدیہ رضویہ کے ایک طالب علم نے حوالے کا مطالبہ کر لیا تو بغلیں جھانکنے لگے، ایک تو پہلے ہی سے ماحول حساس تھا ایسی مسموم تقریر کے بعد اور زیادہ گرم ہو گیا علاقے کے دانشمند طبقے کی نشست ہوئی اور دونوں فریق سے رابطہ قائم کر کے یہ قرار پایا کہ ایسے اجلاس کا سلسلہ بند ہونا چاہیے ورنہ فساد کا اندیشہ ہے بہتر یہ ہے کہ دونوں فریق اپنے علما کی نمائندگی میں عوام کے سامنے اپنی اپنی حقانیت سنجیدہ انداز میں دلائل کی روشنی میں ثابت کریں۔

اسی قرارداد کے مطابق ۷ر شعبان ۱۳۹۸ھ فریقین کے علما بجرڈیہہ پہنچے اہل سنت کی نمائندگی شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہ اور چند علمائے بنارس فرما رہے تھے اور غیر مقلدین کے ترجمان مدرسہ سلفیہ کے علما اور دہلی کے غیر مقلد امام تھے، دہلی کے امام صاحب تو مناظرہ کے نام ہی سے چراغ پا ہو کر واپس ہو گئے عوام کے دباؤ پر مولوی شمس الحق، مولوی صفی الرحمٰن مبارک پوری، مولوی اسلم کان پوری وغیرہم چند علمائے غیر مقلدین مناظرہ کے لیے تیار ہو گئے۔

محدث کبیر کا بحیثیت مناظر تقرر: اہل سنت و جماعت کے تقریباً سبھی دل ودماغ، اکابر و اصاغر مثلاً:

مجاہد ملت، حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی۔

علامہ قاضی شمس الدین جون پوری۔

مفتی محمد شریف الحق امجدی۔

علامہ ارشد القادری بلیاوی۔

بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ۔

پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی۔

قاضی شریعت علامہ محمد شفیع اعظمی۔

علامہ عبداللہ خان عزیزی گونڈوی۔

علامہ عاشق الرحمٰن حبیبی الٰہ آبادی۔

ان میں کا ہر ایک علم وفضل، بحث ومناظرہ کا سلطان تھا اور ہر ایک مناظرہ کرنے کے جذبات سے سرشار تھا اب یہ مسئلہ من وجہ پیچیدہ ہوگیا کہ مناظر کون ہوگا؟ مگر چونکہ حضور مجاہد ملت سب کے محسن اور محترم تھے وہ صدر الصدور تھے ان کا ہی فیصلہ سب کے لیے حرف آخر تھا اس لیے سب کی توجہ ان کی طرف مبذول ہوگئی۔ انھوں نے فیصلہ کے انداز میں فرمایا کہ ”آج میں اپنے مذہب کی نمائندگی کے لیے ایک ایسے کم عمر مناظر کو منتخب کرتا ہوں جو جملہ علوم وفنون پر مہارت تامہ خصوصا احادیث پر دستگاہ کامل رکھتا ہے“یعنی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری۔ اس پر بعض اکابر نے مزاحمت کی تو حضور مجاہد ملت نے برجستہ فرمایا ”میں جانتا ہوں کہ یہ (علامہ ضیاء المصطفیٰ) کیا ہیں انشاء اللہ ان کے ذریعہ مناظرہ کامیاب ہوگا“ اور وہی ہوا (روایت مفتی جمال مصطفیٰ قادری شہزادۂ محدث کبیر)

اس پر سبھی لوگ خاموش ہوگئے اور محدث کبیر مناظر اہل سنت کی حیثیت سے منتخب ہوگئے۔

اور غیر مقلدوں کی طرف سے نمائندہ اور مناظر مولوی صفی الرحمٰن مقرر ہوئے۔

پھر فریقین کی طرف سے مناظرہ کا موضوع مقرر ہوا۔ علمائے اہل سنت موضوع مناظرہ درج ذیل الفاظ میں پیش کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

موضوع مناظرہ

منجانب اہلسنت وجماعت

برائے مناظرہ درمیان اہل سنت وجماعت وغیر مقلدین بجرڈیہہ ضلع بنارس

آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں:

''آج کل'' کی تشریح طلب کے بعد یہ ذکر کر رہا ہوں کہ محاورۂ اردو میں ''آج کل'' جس معنی میں مستعمل ہے وہی معنی مراد ہے، یعنی زمانہ حاضرہ، اس کے مصداق اسماعیل دہلوی کے زمانے سے ان کے ماننے والے تمام غیر مقلدین مراد ہیں، بعد طلب تشریح، غیر مقلدین کا معنی یہ ذکر کر رہا ہوں کہ وہ فرقہ جو آج کل اپنے آپ کو اہل حدیث کا نام دیتا ہے۔

یہ موضوع اہل سنت وجماعت کا دعوی ہے۔

دستخط نمائندۂ اہل سنت وجماعت

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ

خادم دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

شب ۸/شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

فریق اہل حدیث اس موضوع پر مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہے۔

صفی الرحمٰن الاعظمی

نمائندۂ اہل حدیث ۱۵/جولائی ۱۹۷۸ء

موضوع مذکور پر راضی ہونے اور دستخط کرنے کے بعد راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش میں لگ گئے اور کہنے لگے کہ مناظرہ وسیلۂ مروجہ پر ہوگا، علمائے اہل سنت

کے نمائندہ مناظر اعظم محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ نے فرمایا، ہم اس موضوع پر بھی مناظرہ کرنے کو تیار ہیں، البتہ وسیلہ مروجہ کی شرعی حیثیت واضح کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ وسیلہ مروجہ کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف کیا ہے، تو چند قیود کے اضافہ اور تشریح و تفصیل کے ساتھ اہل حدیث نے بایں الفاظ اپنا موضوع مناظرہ پیش کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موضوع مناظرہ من جانب فریق اہل حدیث موضع بجرڈیہہ بنارس۔

مناظرہ کا موضوع بحث وسیلۂ مروجہ ہوگا:

وسیلۂ مروجہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبور (انبیا، اولیا، پیروں اور شہیدوں وغیرہ) کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے پکارنا، ان سے مدد چاہنا، ان سے مرادیں مانگنا، مثلاً اولاد، روزی اور شفا وغیرہ مانگنا، اپنی فتح اور دشمن کی شکست کی التجا کرنا، اپنی بگڑی بنانے کی گزارش کرنا، ان کے لیے نذر ماننا، ان کے نام پر جانور ذبح کرنا، ان کے جلال سے ڈر کر اور ان کو راضی اور خوش کرنے کے لیے ان کی قبروں کے سامنے نہایت ہی تعظیم کے ساتھ کھڑا ہونا، جھکنا، سجدہ کرنا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا، مثلاً حلوہ، بتاشہ، چادر، پیسے وغیرہ، چراغ جلانا، اگربتی اور خوشبو جلانا وغیرہ وغیرہ اور ان افعال کے ساتھ یہ تصور کرنا کہ ان انبیا اور اولیا اور پیروں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی غیبی اور اسباب سے بالاتر روحانی قوت دے رکھی ہے کہ یہ لوگ اس قوت کے ذریعہ ہماری مرادیں خود پوری کر دیتے ہیں، یا اللہ سے منوا کر پوری کرا دیتے ہیں، اہل حدیث کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ مذکورہ بالا وسیلہ، مجموعی طور پر شرک ہے، مذکورہ بالا عقیدے کے تحت اوپر جتنے افعال ذکر کیے گئے ہیں سب شرک ہیں، اور اس شرک کا مرتکب مشرک ہے، مذکورہ بالا موضوع فریق اہل حدیث کا دعویٰ ہے۔

صفی الرحمٰن الاعظمی ۱۵ر جولائی ۱۹۷۸ء

ہم اہل سنت و جماعت مذکورہ بالا موضوع پر مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ

۸؍شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

مذکورہ بالا دونوں موضوع پر دونوں فریق کے علما مناظرہ کے لیے آمادہ ہوگئے، اب شرائط مناظرہ طے کرنے کا مرحلہ درپیش ہوا تو مناظرہ کمیٹی نے پہلی نشست حاجی گلشن کے مکان پر رکھی جس کی تفصیل یہ ہے۔

شرائط مناظرہ:

آج بتاریخ ۱۴؍جولائی ۱۹۷۸ء بروز جمعہ دس بجے دن تشکیل شدہ مناظرہ کمیٹی کا اجلاس برمکان حاجی گلشن صاحب منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل امور اتفاق رائے سے طے پایا۔

(۱) یہ کہ کمیٹی میں فریقین کی جانب سے دو ممبران کا اضافہ کردیا جائے تاکہ معمولات طے کرنے، سمجھنے میں آسانی رہے۔

نمائندۂ اہل حدیث:

جناب حاجی محمد عمر صاحب۔

جناب عبدالرحیم صاحب

نمائندۂ اہل سنت:

جناب محمد سعید صاحب۔

جناب قاری کمال الدین صاحب۔

(۲) سوال مناظرہ تحریری ہوگا، مناظر اس کو عوام میں خود سنائے گا، مگر سنانے والے کو کسی قسم کی تشریح و اضافہ کا اختیار نہ ہوگا۔

(۳) جواب مناظرہ بھی تحریری ہوگا، اس کو بھی مناظرین عوام کو سنائیں گے، سنانے والے کو اس میں بھی کسی قسم کی تشریح و اضافہ کا اختیار نہ ہوگا۔

(۴) سوال و جواب مناظرہ کا وقت ۴۵ / منٹ کا ہوگا اور بوقت ضرورت فریقین باجازت صدر ۱۵ / منٹ کا وقت مزید حاصل کر سکتے ہیں۔

(۵) مناظرہ ۱۶ / ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹ / اکتوبر ۱۹۷۸ء سے روزانہ صبح آٹھ بجے سے شروع ہوکر بارہ بجے دن تک ہوگا اور دو بجے دن سے شروع ہوکر سوا چار بجے شام تک چلے گا۔

(۶) جائے مناظرہ کے لیے بجرڈیہہ کا تکیہ کا میدان تعین کیا گیا جو مدرسہ حنفیہ غوثیہ کے پچھم جانب ہے۔

(۷) مناظرہ گاہ کے اخراجات مثلاً لاؤڈ اسپیکر ودیگر اخراجات فریقین برداشت کریں گے اور علمائے کرام کے اخراجات، اپنا اپنا برداشت کریں گے۔

(۸) مناظرہ گاہ میں دو اسٹیج ہوں گے دونوں اسٹیج کے درمیان بیس فٹ کی جگہ ہوگی۔

(۹) مناظرہ کا کوئی حکم نہ ہوگا البتہ فریقین (مناظرین) کے جو تحریری سوال وجواب دونوں صدر کو موصول ہوں گے ان کو بعد مناظرہ شائع کیا جائے گا، طباعت کا خرچ فریقین مساوی طور پر برداشت کریں گے۔

شرائط بالا کے طے ہونے کے بعد بھی کچھ شرائط نہایت اہم اور قابل تحریر تشنۂ ذکر رہ گئے تھے، اس لیے فریقین کے علما ۲۲ / جولائی ۱۹۷۸ء کو پھر جمع ہوئے اس کے لیے دوسری میٹنگ حاجی سلامت اللہ کے مکان پر ہوئی، جس میں درج ذیل باتیں طے پائیں:

وہ شرائط جو ۲۲ / جولائی ۱۹۷۸ء کو بر مکان حاجی سلامت اللہ طے پائے:

(۱) فریق اول جماعت اہل حدیث ہوگی، فریق دوم سنی حنفی مسلک کے لوگ ہوں گے، پہلے فریق اول اپنا طے شدہ دعوی مع دلیل پیش کرے گا، فریق دوم کو جو بھی اعتراض کرنا ہوگا کرے گا، پھر اسی طرح چلتا رہے گا، اس موضوع پر مناظرہ

پورا ہونے کے بعد فریق دوم کا طے شدہ دعوی پر مذکورہ بالا قاعدے کے مطابق مناظرہ ہوگا۔

(۲) مناظرہ چار یوم چلے گا دونوں فریق کے موضوع پر دو دو یوم مناظرہ ہوگا، اگر فریق اول کے موضوع پر مناظرہ کسی نتیجے پر نہ پہنچے تو توسیع کا حق مناظرہ کمیٹی کو ہوگا اور فریق دوم کے موضوع کے دو دن محفوظ رہیں گے، اگر فریق دوم کے موضوع پر بھی مناظرہ کسی نتیجے پر نہ پہنچے تو وقت کی توسیع کا حق مناظرہ کمیٹی کو ہوگا۔

(۳) ہر فریق کے ذمہ دار حضرات ایک دوسرے کو امن وامان برقرار رکھنے کے لیے تحریری ضمانت دیں گے۔

(۴) تاریخ اور وقت مقررہ پر مناظرہ گاہ میں جو فریق اپنے مناظر علما کے ساتھ نو بجے تک مناظرہ گاہ میں نہیں آئے گا، وہ دوسرے فریق کو بطور جرمانہ پانچ ہزار روپئے فوراً ادا کرے گا۔

(۵) ہر فریق کے اسٹیج کا ایک صدر ہوگا، جو اپنے فریق کے لوگوں پر کنٹرول رکھے گا کہ وہ خلاف شرائط کوئی کام نہ کریں، نیز فریق ثانی کی جماعت کی طرف سے کوئی بات شرائط مناظرہ کے خلاف سرزد ہوگی تو اس فریق کے صدر سے مواخذہ ہوگا۔

ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ عین موقع پر اپنے کسی منتخب عالم کو بطور مناظر مناظرہ کے لیے پیش کرے۔

(۶) ہر مناظر کو اس کی پابندی ضروری ہوگی کہ حکم شرعی کے علاوہ کوئی دل آزار الفاظ استعمال نہ کریں، مناظرہ انہیں طے شدہ موضوع پر ہوگا، جو دونوں جماعت کے علمائے کرام کے سامنے طے ہو چکا ہے۔

(۷) کسی جماعت کے شخص واحد کا کسی بات سے اختلاف کرنا یا اپنی ذاتی رائے پیش کرنا مسموع نہ ہوگا۔

(۸) مناظرہ حسب اصول کتب مناظرہ ہوگا۔

(۹) اختتام مناظرہ سے قبل سوائے انعقاد مناظرہ کے مناظرہ سے متعلق کوئی اشتہار نہیں نکالے گا اور نہ سوائے اعلان مناظرہ کے کوئی اعلان کرے گا اگر کسی فریق نے اس کی خلاف ورزی کی تو اس کو پانچ ہزار روپے حرجانہ دینا ہوگا۔

(۱۰) اگر کسی فریق کا پرچہ وقت مقررہ سے پہلے تیار ہو جائے گا تو وہ مقررہ معینہ کا انتظار نہیں کرے گا بلکہ وہ پرچہ بذریعہ صدر فریق ثانی کے حوالے کر دے گا۔

(۱۱) مندرجہ بالا حرجانہ کا روپیہ دینے کے ذمہ دار اہل سنت وجماعت کی طرف سے جناب حاجی محمد رمضان صاحب ہوں گے، اور اہل حدیث کی طرف سے روپیہ دینے کے ذمہ دار جناب حاجی محمد یعقوب صاحب ہوں گے۔

(۱۲) مناظرہ کمیٹی کے فریق کے ممبران سٹی مجسٹریٹ یا کلکٹر یا جو اس کا مجاز ہوگا، مشترکہ درخواست کے ذریعہ مناظرہ کا اجازت نامہ حاصل کریں گے۔

قوانین مندرجہ بالا کے ہم فریقین پوری طرح سے پابند رہیں اور اس میں اگر کسی طرف سے کوئی پہلوتہی یا خلاف ورزی ہوگی تو وہ قابل سماعت نہ ہوگی۔

نمائندگان اہل سنت وجماعت	نمائندگان اہل حدیث
جناب حاجی محمد رمضان صاحب	جناب حاجی محمد یعقوب صاحب
جناب محمد سعید صاحب	جناب حاجی محمد قاسم صاحب
جناب عبدالستار صاحب	جناب عبدالوحید صاحب
جناب حاجی شمس الدین صاحب	جناب حکیم محمد حنیف صاحب
جناب دوست محمد صاحب	جناب نورالحسن صاحب
جناب محمد حنیف صاحب	جناب عبدالرحیم صاحب
جناب قاری کمال الدین صاحب	جناب حاجی محمد عمر صاحب

یہ شرائط فریقین کے علما اور مناظرہ کمیٹی کے باہمی تعاون اور اتفاق رائے

سے طے پائیں، اس کے بعد دونوں فریق کے صرف علما نے درج ذیل دس خصوصی شرطیں طے کیں۔

(۱) مناظرہ تحریری ہوگا، اور دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہ ہوگی، تاوقتیکہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ جائے تحریری سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(۲) دلیل صرف قرآن و احادیث صحیحہ وحسان مرفوعہ ثابتہ اور اجماع امت اور ایسے قیاس شرعی سے دینی ہوگی جو قیاس اوپر تینوں چیزوں سے ٹکراتا نہ ہو، احادیث میں مرفوع حکمی جو اقوال صحابہ غیر اجتہادیہ ہوتی ہیں حجت ہوں گی۔

(۳) ضعیف اور غیر مقبول روایت پیش کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا۔

(۴) ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند بھی پیش کرنی ہوگی، یا طلب کرنے پر اصل کتاب میں سند فوراً دکھلانی ہوگی، اسی طرح دیگر حوالے بھی دکھلانے ہوں گے۔

(۵) احادیث کی صحت و حسن اور ضعف جانچنے کے لیے اصول حدیث کی کتابیں مثلاً ''نزہۃ النظر'' اس کی شرح، ملا علی قاری کی ''مقدمہ ابن صلاح، فتح المغیث، سخاوی'' اور دوسری کتابیں جن پر فریقین متفق ہوں معتبر ہوں گی۔

(۶) احادیث میں ثبوت تعارض و رفع تعارض کے سلسلے میں اہل حدیث کے خلاف اصول حدیث سے حجت قائم ہوگی اور احناف کے خلاف اصول بزدوی اور محدثین میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی و ابن ترکمانی اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے وہ اقوال حجت ہوں گے جو انھوں نے اپنی کتابوں میں بطور مذہب بیان کیا ہو، نہ کہ الزام خصم کے لیے۔

(۷) اہل سنت و جماعت پر معتبر کتب احناف مثلاً ''ہدایہ'' شرح ہدایہ، بحرالرائق، کنزالدقائق، درمختار و ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری، فتاوی بزازیہ، فتاویٰ تاتارخانیہ'' وغیرہ متداول کتابوں کے اقوال راجحہ مفتی بہا حجت ہوں گے۔

(۸) اہل حدیث کے خلاف حجت صرف قرآن مجید، احادیث صحیحہ وحسان

مرفوعہ، ثابتہ اور اجماع امت وقیاس شرعی حسب تصریحات بالا سے قائم کی جاسکتی ہے، کسی بھی اہل حدیث عالم کا قول ان کے خلاف بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا ہے، اور نہ اس قول کی بنا پر جماعت اہل حدیث پر کوئی حکم شرعی لگایا جاسکتا ہے۔

(۹) ہر تحریر اسٹیج پر ہی ہر فریق کا مناظر لکھے گا یا املا کرائے گا، اور اپنی اور صدر کے دستخط کرا کر فریق ثانی کو دے گا، اس کے بعد پڑھ کر مجمع کو سنائے گا۔

(۱۰) ہر مناظر اپنی تحریر کی ایک کاربن کاپی پر فریق ثانی کے مناظر وصدر کے دستخط وصول یابی کرا کے اپنے پاس رکھے گا اور اصل کاپی ان کے حوالے کرے گا۔

فرار کی ناکام کوشش: واضح رہے کہ علمائے غیر مقلدین ابتدا خود کرنے اور اپنی قوم کے مطالبے اور دباؤ کے نیز خود اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے شروع میں مناظرہ کے لیے تیار تو ہوگئے تھے، مگر انھیں اپنی علمی حیثیت اور ہزیمت کھلے طور پر محسوس ہو رہی تھی، اس لیے پہلی نشست سے لے کر آغاز مناظرہ تک مسلسل مناظرہ سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے رہے، بات بات میں ضد ہٹ دھرمی کرتے، بیجا بحثوں میں الجھاتے رہے، لیکن اہل سنت چوں کہ بہر طور مناظرہ کے حق میں تھے تاکہ حق واضح ہو جائے، اس لیے بہت سے مرحلوں میں ان کی ضد تسلیم کرتے رہے کہ کسی بھی طرح سے مناظرہ ہو جائے، اور لوگ ان کی گمراہی سے آگاہ ہو جائیں، مناظرہ سے ان کے فرار کے چند شواہد یہ ہیں۔

(۱) اہل سنت کا موضوع غیر مقلدوں کے ایمان واسلام کو چیلنج تھا، جس کا دفاع ان کے لیے سب سے اہم تھا، لیکن وہ اس پر مناظرہ کے لیے کسی طرح تیار نہیں ہو رہے تھے، تو اہل حدیث نے چند قیدوں کے ساتھ دونوں موضوع پر مناظرے کی پیش کش کی، جسے بڑی مشکل سے تسلیم کیا، اہل سنت اپنے موضوع کی اہمیت کی بنیاد پر اسی پر پہلے گفتگو کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ بضد تھے کہ ہمارے موضوع پر پہلے مناظرہ ہوگا جسے اہل سنت نے مان لیا۔

شرائط طے کرتے وقت ہی حضرت محدث کبیر دام ظلہ نے بار بار دعوی کی تشریح چاہی، اور دونوں نشستوں میں مطالبہ ہوا لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے جب کہ انھوں نے اہل سنت سے دعویٰ کی تشریح کے بغیر شرائط پر دستخط سے انکار کر دیا، اہل سنت نے یہ ضد بھی مان لی۔

شرط نمبر ۸ ر یہ تھی ''اہل حدیث کے خلاف حجت صرف قرآن مجید، احادیث صحیحہ وحسان مرفوعہ ثابتہ اور اجماع امت و قیاس شرعی حسب تصریحات بالا سے قائم کی جاسکتی ہے،، کسی بھی اہل حدیث عالم کا قول ان کے خلاف بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس قول کی بنا پر جماعت اہل حدیث پر کوئی حکم شرعی لگایا جاسکتا ہے'' اس شرط پر بحث کے دوران دل چسپ بات یہ ہوئی کہ مولوی شمس الحق اور تمام حاضرین غیر مقلدین نے یہ کہا کہ ہمارے اہل حدیث علما کا قول ہم پر حجت نہ ہوگا۔

حضرت محدث کبیر دام ظلہ نے فرمایا، ہر جماعت کے علما ہی اپنی جماعت کے ترجمان ہوتے ہیں، اس لیے آپ اپنے علما کے قول سے گریز نہیں کر سکتے، اگر ان کا کوئی قول آپ کو تسلیم نہ ہو تو کم از کم آپ اسے غلط قرار دیں، پھر آپ کی نگاہ میں آپ کے علما جب اس قدر نا قابل اعتماد ہیں تو شرائط مناظرہ سے کیا حاصل؟ کل مناظرہ کے دوران آپ کی جماعت کا مناظر کہہ سکتا ہے کہ ہمارے علما کا قول ہم پر حجت نہیں، لہٰذا ہم ان شرائط کے پابند نہیں، اسی طرح مناظرہ ہونے کے بعد بھی آپ کی جماعت یہی کہے گی کہ یہ ایک اہل حدیث کی بحث ہے جو ہم پر حجت نہیں، غیر مقلدین اس کا کوئی جواب نہ دے سکے، البتہ وہ اس پر مصر رہے کہ ہم اپنے علمائے اہل حدیث کے اقوال کو اپنے خلاف استعمال نہ ہونے دیں گے، نہ انھیں غلط کہیں گے، بہر کیف اہل سنت نے ان کی یہ شرط بھی تسلیم کر لی کہ وہ کسی طرح تو سامنے آئیں۔

اولاً مناظرہ کی تاریخ ۱۹؍تا ۲۲؍اکتوبر ۱۹۷۸ء فریقین کی رضامندی سے طے تھی، لیکن جب اہل سنت وقت پر پہنچے تو عین وقت پر حکام ضلع نے پرمیشن منسوخ کر دیا، بہانہ اندیشہ فساد کا تھا، اہل سنت کی بڑی جاں فشانہ کوششوں اور اصرار سے ۲۳؍تا ۲۶؍اکتوبر کو پرمیشن ملا، روداد مناظرہ کے مقدمہ نگار لکھتے ہیں:

''الحاصل بڑی کدوکاوش کے بعد حکام اس شرط پر پرمیشن دینے کے لیے راضی ہوئے کہ مناظرہ کارپوریشن ہال میں ہوگا، جس میں کمیٹی اور علما کے علاوہ ہر فریق کے تیس تیس افراد کو داخلے کی اجازت ہوگی''۔

جب کہ پہلے طے تھا کہ عام عوام کے سامنے کھلے بندوں مناظرہ ہوگا، یہ جان بچانے کی چوتھی تدبیر تھی۔

اس طرح وہ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالتے رہے، لیکن اہل سنت اس بت طناز کو جلوہ آرائی کے لیے برسر عام لے ہی آئے۔

تحریری مناظرہ مقررہ تاریخ ۲۰؍ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳؍اکتوبر ۱۹۷۸ء کو نگر مہا پالیکا بنارس کے ہال میں ضلعی انتظامیہ کے زیر نگرانی شروع ہوا، فریق اہل حدیث چوں کہ فریق اول تھا، اس لیے اصولی طور پر اس کا حق تھا کہ پہلے وہ اپنا دعوی پیش کرے تا کہ فریق اہل سنت حسب اصول مناظرہ حریف کے کل یا جز دعوی کا اعتراف وانکار کا اظہار کرے یا ضرورت ہو تو الفاظ دعوی کی تشریح طلب کرے، مگر آداب مناظرہ کے خلاف فریق اہل حدیث کے مناظر نے دعوی کی جگہ پر وسیلہ کو نا جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں بے تعلق ۲۷؍آیات پر مشتمل فل اسکیپ سائز کے سات صفحات حاضر کیا جس کا آخری ایک حصہ یہ ہے۔

''والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون'' (النحل ۲۰؍۲۱)

اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو، وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے

ہیں، مردے ہیں زندہ نہیں، اور انھیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

"ویعبدون من دون اللہ مالا یملك لھم رزقا من السمٰوٰت والارض شیئا ولا یستطیعون" (النحل۷۳)

اور اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہیں، جو انھیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے، نہ کچھ کر سکتے ہیں۔

"قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لایملکون مثقال ذرة فی السمٰوٰت ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرك وما له منھم من ظھیر" (السبا۲۲)

تم فرماؤ! پکارو انھیں جنھیں اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو اور وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار۔

"قل ادعوا الذین زعمتم من دونه فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا" (بنی اسرائیل۵۶)

تم فرماؤ! پکارو انھیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے کا اور پھیر دینے کا۔

"ان الذین تدعون من دون اللہ عباداً امثالکم فادعوھم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صٰدقین" (الاعراف۱۹۴)

بے شک اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں، تم انھیں پکارو پھر وہ جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

"والذین تدعون من دونه مایملکون من قطمیر ان تدعوھم لا یسمعوا دعائکم ولو سمعوا مااستجابوا لکم ویوم القیٰمة یکفرون بشرککم ولا ینبئك مثل خبیر" (فاطر۱۳/۱۴)

اور اس اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں، تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روائی نہ کر سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہ بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔

چوں کہ یہ آیات مشرکین کے عقیدے کی تردید کرتی ہیں، اور وہ اپنے معبودوں میں عطائی طور پر فوق الفطری قوت و اختیار مانتے تھے، اس لیے ثابت ہوا کہ عطائی طور پر بھی کسی کو فوق الفطری قوت و اختیار کا ایک جھلک اور ایک ذرہ بھی حاصل نہیں ہے، یہ قوت و اختیار اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور اللہ کے علاوہ کسی بھی ہستی میں اس قوت و اختیار کا ماننا شرک ہے، یہی شرک فی التصرف اصل شرک ہے اور دیگر مظاہر شرک کی بنیاد ہے، یہاں تک وسیلۂ مروجہ کی بنیاد پر ایک پہلو سے بحث مکمل ہوگئی، اگر آپ کو اس سے اتفاق ہے تو صادر کیجیے ورنہ اعتراض پیش کیجیے۔

دستخط صفی الرحمٰن الاعظمی

۲۳ / اکتوبر ۱۹۷۸ء

دستخط صدر مناظر حکیم ابوالحسن عبیداللہ

۲۳ / اکتوبر ۱۹۷۸ء

اصل اصول: ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ

۲۰ / ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری

۲۰ / ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

غیر مقلدین کے دعویٰ اور تحریر دونوں میں انبیا، اولیا نذر شرک عبادت وغیرہ کے الفاظ آئے تھے ان الفاظ کے معانی اگر چہ ہر ذی علم جانتا مگر چوں کہ شرائط

میں باصرار غیر مقلدین نے یہ منوایا تھا کہ غیر مقلدین پر کسی عالم کا قول حجت نہ ہوگا تو جب تک وہ ان الفاظ کے معانی خود نہ بتاتے بحث کا تصفیہ ناممکن تھا، علمائے اہل سنت اسلام کی تشریحات کے مطابق گفتگو کرتے وہ کہہ دیتے کہ یہ معنی ہمیں تسلیم نہیں، اس لیے بحث کو سمیٹنے کے لیے ضروری تھا پوری بحث کی بنیاد جن الفاظ پر ہے ان کے معانی خود غیر مقلدین سے پوچھ لیے جائیں اسی لیے مناظر اہل سنت نے غیر مقلدین کے دعویٰ یا دلیل کی بے شمار کمزوریوں میں کسی پر مواخذہ نہیں کیا، اپنی تحریر میں ان الفاظ کے صرف معانی دریافت کیے جن پر بحث کی بنیاد تھی۔

چنانچہ مناظر اہل سنت نے گیارہ سوالات پر مشتمل درج ذیل تحریر ارسال فرمائی:

سنی تحریر نمبر۱:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذى خلق الانسان علمه البيان واعطاه سمعا وبصرا وعلما فزان وجعله مظهر صفات الرحمن ولم يجعله معدوما بفناء الابدان والصلوٰة والسلام الاتمام الاكملان على السميع البصير العليم الخبير المستعان المولى الكريم الرؤف الرحيم العظيم الشان سيدنا ومولانا النافذ حكمه فى كل عالم الامكان باذن الله الرحمن وعلى اٰله وصحبه اجمعين واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رب اعوذبك من همزات الشيطٰن واعوذبك رب ان يحضرون امابعد!

جناب کی پہلی تحریر وصول ہوئی، یہ تحریر اصول مناظرہ کے خلاف ہے "عند الضرورة تشریح" دعوی مبادی مناظرہ میں سے ہے جس کا دلیل سے پہلے ہونا لازم ہے، اور آپ نے اس کا ہمیں موقع نہیں دیا اور اب حسب

قواعد مناظرہ میں تشریح دعویٰ کا مطالبہ کرتا ہوں، تشریح دعویٰ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ہم ثابت کریں گے کہ آپ کے پیش کردہ دلائل کسی طرح دعویٰ پر منطبق نہیں ہیں۔

تشریح طلب امور حسب ذیل ہیں:

(۱) شرک اور مشرک کی جامع و مانع تعریف کریں، یعنی ان دونوں الفاظ کی ایسی تشریح کریں کہ شرک و مشرک کے سوا ہر چیز سے اس کا مکمل فرق ہو جائے اور شرک و مشرک کے تمام افراد کو شامل بھی رہے۔

(۲) مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں شرک کے متعدد ابواب قائم کیے ہیں اور شرک کی کئی قسمیں بیان کی ہیں، کیا آپ ان سب سے متفق ہیں؟ یا کچھ کم و بیش یا ترمیم کے قائل ہیں؟ جو بھی ہو مفصل لکھیں۔

(۳) تفصیل کے ساتھ لکھیں کہ شرک و مشرک کے احکام شرعی کیا ہیں؟ احکام دنیاوی اور احکام اخروی دونوں کی تفصیل مطلوب ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیں کہ کسی کام پر شرک کا اور کسی شخص پر مشرک کا حکم لگانے کے لیے کس قوت و وزن کی دلیل ضروری ہے؟۔

(۴) تعظیم اور عبادت کی پوری تعریف و تشریح کیجیے اور یہ بتایئے کہ دونوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو بیان کیجیے۔

(۵) نہایت تعظیم کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

(۶) کسی غیر اللہ کی تعظیم کے لیے اس طرح پر کھڑا ہونا کہ نہایت تعظیم کی نیت نہ ہو تو بھی شرک ہے یا نہیں؟

(۷) سجدہ کی تعریف و تشریح کیجیے، جھکنے کی بھی تشریح کریں، اور یہ بھی بتائیں کہ کسی کے آگے جھکنا یا اس کا سجدہ کرنا مطلق شرک ہے یا کسی قید و شرط کے ساتھ؟

(۸) کیا کوئی شرک ایسا بھی ہے جو کسی موقع پر یا کسی زمانے میں شرک نہ رہا اور کسی دوسرے موقع پر یا کسی اور زمانے میں شرک ہوا اور یہ کہ شرک منسوخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔

(۹) آپ کے دعویٰ میں چند اور چیزیں تشریح طلب ہیں، نبی، ولی، پیر، شہید پر نذر چڑھاوے چڑھانا ان تمام الفاظ کی تشریح کیجیے۔

(۱۰) شریعت میں وسیلہ کی کیا حقیقت ہے؟

(۱۱) قبور انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام وقبور اولیا رحمہم اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں؟۔

نوٹ: جملہ تشریحات واحکام مطلوبہ آیات قرآن حکیم یا احادیث مرفوعہ صحیحہ یا حسنہ کی دلالت کے ساتھ مطلوب ہے۔

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ

مورخہ ۲۰/ذی القعدہ ۱۳۹۸ھ

غیر مقلدین مناظر اور اس کے حواری ان فاضلانہ مناظرانہ سوالات دیکھ کر حواس باختہ ہوگئے اور اختتام مناظرہ تک مذکورہ سوالات کا تشفی بخش جواب نہ دے سکے، خصوصاً عبادت کی تعریف، فوق الفطرۃ اور فطری قوت کی تشریح بیان ہی نہ کر سکے، چوں کہ غیر مقلدوں کے دعوے میں مذکورہ باتوں سے متعلق درج بالا سوالات کے جوابات نہایت ضروری تھے، اس لیے ان کے لاکھ ٹال مٹول کے باوجود ہر تحریر میں مناظر اہل سنت مطالبۂ جواب کرتے رہے، آخر جب غیر مقلد مناظر کو فرار کی راہ ہاتھ نہ آئی تو پانچویں تحریر میں پھبتیاں کستے، گستاخانہ انداز میں کچھ ناقص جوابات دیے، ذیل میں وہ جوابی تحریر پیش کی جاتی ہے، ناظرین بھی ملاحظہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ غیر مقلد مناظر کے جوابات کتنے ناقص اور غیر عالمانہ ہیں:

تحریر غیر مقلد نمبر ۵:

بتاریخ ۲۱/ذی قعدہ ۲۴/اکتوبر بروز سہ شنبہ

بسم الله الرحمن الرحيم الحمدلله والصلوٰة والسلام على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

زید یہ نام لے کر چونکہ اپنی روش پر اڑے ہوئے ہیں، اسی لیے آیئے اس کی بھی حقیقت کھول ہی دی جائے۔

رشید یہ کی جس عبارت میں وضونیت اور شرط کی تعریف پوچھنے کی اجازت دی گئی اس کے متعلق آگے اس ٹکڑے پر "مع انه فی التعبیر به عنه اشارة الی ما ستعرف من انه ینبغی ان لایکون احد المتخاصمین فی غایة ردائة لان هٰذه الاشیاء ظاهرة لا تکون مجهولة الا لمن کان اسوء حال"

غور کریں کہ ارشاد فرمائیے کہ کیا آپ علمی لیاقت کے اعتبار سے غایت ردائت اور اسوأ حال کے اوصاف کا اعتراف اپنے لیے کر رہے ہیں؟ اگر کر رہے ہیں تو آیئے اپنا قیامت تک کا قرض ابھی چکا لیجیے، آپ سے آپ کے سوالات کی مبہمات توضیح محض آپ کی اس ضد پر طلب کی گئی کہ آپ ایسی معلوم باتوں کو پوچھ کر وقت ضائع کر رہے تھے جو عوام تک کو معلوم ہے یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب تک آپ کا سوال متعین اور واضح نہ ہو جائے آپ جواب طلب کرنے کا حق نہیں رکھتے لیکن آپ کی بے جا ضد پر آپ کا جواب حاضر ہے، البتہ اجزائے سوال کی توضیح آپ پر قیامت تک کے لیے قرض رہے گی، ہماری تینوں تحریر پڑھ کر بھی آپ کو شرک کی جامع و مانع تعریف سمجھ میں نہ آئی تو یہ پوری رامائن پڑھ کر سیتا کے مرد اور عورت ہونے کا پتہ نہ چلنے سے کم نہیں، مولوی سماعیل کا درمیان میں لانا خلاف شرط ہے، جس کا آپ مسلسل ارتکاب کر رہے ہیں، آپ اپنی اس حرکت

سے باز آجائیں۔

آپ نے مشرک کے احکامات پوچھے تھے اس وقت احکام بتانا قبل از وقت تھا اب آپ کا مشرک ہونا ثابت ہوگیا ہے، اب اس کے احکام غور سے سنیے۔

مشرک شرک پر مرجائے تو اس کی بخشش نہ ہوگی مشرک کے برتنوں میں کھانا کھانے کی مجبوری ہو تو صفائی کی ضرورت ہے، یہ دو احکام بتلا دیے گئے، اگر ضرورت ہو تو پھر دوسرے احکام بتلا دیے جائیں گے۔

(۴) وہ نہایت تعظیم کی حد دل سے شروع ہوتی ہے، کسی میں فوق الفطری قوت واختیار ماننا نہایت تعظیم ہے جو ہماری پچھلی تحریروں سے واضح ہے، اور اس سے تعظیم وعبادت کا فرق بھی واضح ہے۔

(۶) جی نہیں۔

(۷) سجدہ کی لغوی تعریف "وضع الجبهة على الارض" ہے اور شرعاً اعضاء سبعہ کا زمین پر رکھنا، کسی کو لغوی سجدہ کی بھی اجازت نہیں۔

(۸) کسی زمانے میں کوئی شرک جائز نہیں۔

(۹) یہ بھی مجادلہ ہے۔

(۱۰) ہمارے بیان سے وسیلہ کی حقیقت کھل چکی ہے۔

(۱۱) یہ بتا دیا گیا کہ انبیا کی قبر اور بتوں کی پوجا کا حکم ایک ہی ہے۔

ہاں اب یہ بتائیے کہ حضرت عیسیٰ کے پھونکنے سے مٹی کا ڈھانچہ اللہ کی قدرت سے چڑیا بنا، یا حضرت عیسیٰ کی، آپ نے اس کی کوئی دلیل نہیں دی۔

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مشرکین غیر اللہ میں تصور عطائی مانتے تھے اور ان کے عقیدے کی تردید میں قرآن کی آیات اتریں تو تصرف عطائی کی نفی کیوں نہیں ہوتی "اخلق لكم من الطين كهيئة الطير" کے معنی متفق علیہ ہیں کہ مٹی کا ڈھانچہ یا سورت بنایا، دیکھئے احمد رضا خاں کا ترجمہ، آپ نے اس سے گریز کیوں

کیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ آپ لمبے ہوگئے تو کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لمبا ہونا آپ کے اختیار میں ہے؟۔

بالکل اسی طرح معجزات کی نسبت پیغمبروں کی طرف کی گئی ہے، ورنہ خود قرآن قرآن سے ٹکرا جائے گا، یعنی جس عقیدہ پر مشرکین کو مشرک کہا، اسی عقیدہ کی تعلیم ہو جائے گی، کیا آپ ایسے ٹکراؤ کے قائل ہیں؟ اسی سے آپ کی سند منع میں پیش کی ہوئی ساری آیات کا جواب ہو جاتا ہے، اگر بندوں کے افعال کے خالق ہونے کا مطلب وہی ہے جو معجزات میں نسبت کا ہے تو آپ بندوں کو چوری اور زنا وغیرہ افعال کے سلسلے میں کیا فرماتے ہیں؟ یہ خوب آپ نے قرآن کی تشریح کی، کہ اللہ ہی کو ساری برائیوں کا مجرم قرار دیا۔

آپ نے ردالمحتار کی جس عبارت کے سلسلے میں اپنی زور بیانی صرف کرنے کی کوشش کی ہے، اس میں خود آپ نے بدترین خیانت کی ہے اور غلط تأثر دینے کی کوشش کی ہے، ہم نے مخلوق کے لیے نذر ماننے کا حکم نقل کیا تھا، خدا کے لیے نذر ماننے کا حکم نقل نہیں کیا تھا اس میں خیانت کیا ہوئی؟۔

اس کے بعد یہ بتایئے کہ آپ نے جس عبارت کو پیش کیا ہے اس میں صاف کہا گیا ہے یا نہیں؟ کہ نذر اللہ کے لیے ہو یا فقیروں پر خرچ کرنا مقصود ہو تو نذر درست ہے، پھر آپ کی پیش کردہ عبارت سے قبروں پر نذر چڑھانا جائز ثابت ہوا یا شرک، اب بتایئے کہ بدترین مغالطہ کس نے دیا ہے؟۔

یہ پہلے ہی صاف کر دیا گیا ہے کہ دعوت حق دینا انبیا کا کام تھا جو فطری اختیار کے دائرے میں آتا ہے آپ کی پیش کردہ کسی بھی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ دل میں ہدایت کا اتار دینا بھی انبیا کے اختیار میں تھا اگر ہے ثابت کیجیے!۔

دعا مانگنے کے سلسلے میں جواباً عرض ہے کہ کیا آپ کے سامنے اور آپ کے اختیار میں ایک گلاس پانی ہے تو آپ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ مجھے یہ پانی دے

دے، یہ آپ نے کہاں طے کرلیا کہ پوری تیز رفتاری سے اڑنا جنوں کے فطری اختیار سے بالاتر ہے "ان عبادی لیس لك علیهم سلطان" کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اللہ کے خاص بندوں کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ورنہ آپ ہی بتایئے کہ حضرت ایوب کے معاملہ کی توجیہ کیا ہے؟ آپ کے بقیہ سوالات کا جواب ہماری پچھلی تحریروں میں آچکا ہے، آپ انھیں بغور پڑھ لیجیے۔

صفی الرحمٰن الاعظمی

۲۴/اکتوبر ۱۹۷۸ء حکیم ابوالحسن عبیداللہ۔

یہ تھی غیر مقلد مولوی صفی الرحمٰن کی تحریر جس کی رکاکت سطر سطر سے ظاہر ہے، اب ذرا مناظر اعظم اہل سنت محدث کبیر کی تحقیقی معلوماتی، وہ جوابی تحریر بھی پڑھیے جس سے دنیائے غیر مقلدیت میں زلزلہ برپا ہوگیا ان کے مولوی درماندہ و عاجز ہوکر طفل مکتب نظر آئے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله العزیز المجید الامجد العلی الاعلی والصلاة والسلام علی احمد رضاه سیدنا محمد المصطفیٰ وعلی آله سفینة النجاة وصحبه النجوم الهداة ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اما بعد!

آپ نے اپنی تحریر پر رامائن کی پھبتی کسی، بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ نے اپنی حیثیت عرفی ہم پر اور سامعین پر واضح کردی۔ آپ نے بے موقع سیتا اور رامائن کی مثل پیش کرکے بحث کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے، اب اگر اس پر گفتگو شروع ہوئی تو کیا اس میں ایک قوم کی دل آزاری کا سوال نہیں اٹھے گا؟ اور شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کا فتح باب نہ ہوگا؟ اور پھر آخر میں اس کی ساری ذمہ داری

آپ ہی پر عائد نہ ہوگی؟ لہٰذا آئندہ خیال رہے کہ اس قسم کے امثال سے آپ پرہیز برتیں۔

الحمدللہ! آپ نے ہمارے مطالبہ کی قوت اور شوکت سے دب کر ہزار انکار کے بعد ہی سہی بعض سوالات کی تشریح کردی، چلئے دیر سہی راہ پر آئے تو صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو بھولا نہیں کہتے ہیں، اس وقت ہمیں ایک شعر یاد آرہا ہے۔

لائے اس بت کو التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

آپ نے ہم کو جاہل اسوأ الحال بنایا، چلئے ہم نے معاف کیا مثل مشہور ہے ''بازار کی گالی ہنس کر ٹالی'' حافظ شیرازی کے الفاظ میں۔

بدم گفتی وخرسندم نیکو گفتی ہداک اللہ
جواب تلخ می زیبدلب لعل شکر خارا

آپ نے اپنی پانچویں تحریر میں بڑی تعلّی کی ہیں کہ ہم نے وسیلہ مروجہ کو شرک ثابت کردیا ضرورت اس بات کی ہے کہ پیچھے پلٹ کر اپنی زخمی دلیلوں کا حال دیکھ لیں آپ نے اپنی تحریر اول میں جو غالباً مہینوں کی محنت کا ثمرہ ہے کئی گروپ کی آیتیں پیش کی ہیں، جس میں پہلے اس مضمون کی آیتیں، کہ مشرکین عرب اللہ کو خالق، رزاق، بارش اتارنے والا، سمیع وبصیر مانتے تھے، آسمان وزمین کا مالک اور مدبر بھی تسلیم کرتے تھے۔

دوسری نوع کی آیتوں اور آثار سے آپ نے ثابت کیا ہے کہ مشرکین عرب جن لوگوں کی پوجا کرتے تھے وہ اللہ کے نیک بندے تھے، ہم نے ان آیتوں پر آپ سے سوال کیا تھا کہ ان آیتوں سے شرک کس طرح ثابت ہوتا ہے؟ اور نہیں ہوتا تو آپ نے انھیں بے کار ہی تحریر کیا، اس کے بعد سے دو تحریریں آئیں مگر آپ نے ایک میں بھی اس کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا اور ایسا خاموش ہوئے کہ

ہمیں شعر پڑھنا پڑا۔

کیوں نہیں بولتے صبح کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیا سیندور

اس کا مطلب یہی ہے کہ ہمارا اعتراض تسلیم اور آپ کی وہ ساری دلیل بے محل، اس کے بعد آپ نے یہ عنوان اٹھایا تھا کہ مشرکین عرب بتوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ اس سلسلے میں آپ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احد والا قول نقل کیا "**لنا العزی و لا عزی لکم**" ہم کو آپ کے مستزاد سے مطلب نہیں مگر آپ کو آپ کے دھرم و دیانت کا واسطہ آپ بتائیے کہ اس جملہ کے کس لفظ کا مطلب بقول آپ کے فوق الفطری ہے اس فوق الفطرۃ کو سمجھنا آپ ہی کی فطرت ہے، ظاہر یہ ہم پر حجت نہیں آپ عربی لغت و گرامر کی کسی کتاب سے دکھا دیں کہ "**لنا العزی و لا عزی لکم**" کے معنی مافوق الفطرۃ ہے تو سورو پئے انعام حاضر کر دوں گا دوسری آیت سورہ ہود کی پیش کی "**ان نقول الا اعترٰك بعض الهتنا بسوء**" ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تم پر بڑی جھپٹ پڑی یہ بات ہرگز اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ بتوں کے مافوق الفطرۃ ہونے کے قائل ہوں کیوں کہ یہ مطلب بھی تو ہوسکتا ہے کہ ان کی بد دعا لگی، اور ظاہر ہے کہ بد دعا کرنا مافوق الفطرۃ نہیں اور جیسا کہ آپ نے اپنی تحریر نمبر ۴ ر میں اقرار کیا کہ انسانوں اور جنوں کی فطری قوتیں مختلف ہیں تو انسان کو پاگل بنانا تو شیطان کی فطری طاقت ہے "**کالذی یتخبطه الشیطان من المس**" ممکن کہ مشرکین کا ارادہ اسی کا ہو، اس لیے یہاں بھی مافوق الفطری کی داستان ادھوری ہی رہی، جسے صرف آپ بیان کر رہے ہیں دلائل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اسی لیے ہم نے تحریر نمبر ۳ ر میں، آپ کو للکارا ہے، بقول آپ کے مشرکین کا یہ عقیدہ کہ ان کے

معبودوں کو مافوق الفطری قوت واختیار ہے، آپ کی ذکر کردہ آیات واحادیث میں سے کس سے ثابت ہے؟ نشاندہی کیجیے، اور نصوص کی دلالت اربعہ میں کس دلالت سے ثابت ہے بالفرض اگر ان کا یہ عقیدہ ہو تو کس آیت یا حدیث میں ہے کہ ان کا یہ عقیدہ شرک ہے نیز مافوق الفطری قوت کس کو کہتے ہیں اس کی وضاحت کریں، مگر آپ تو کچھ علمی باتیں سن کر اتنا سہم گئے ہیں کہ بالکل آنکھ بند کر لی، کیا صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ص ار ص ۵ر دیکھئے" ثبوت فراہم ہو گیا۔

مولانا! یہ مافوق الفطری آپ کا خانہ زاد ہے، جس کا قرآن وحدیث میں کہیں پتہ نہیں اس لیے یہ سوال خود ہی سر اٹھائے ہوئے کھڑا ہے کہ آپ کسی نص سے ثابت کریں کہ مشرکین کا عقیدہ بتوں کے حق میں مافوق الفطرۃ کا تھا اور یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ (دونہ خرط القتاد)

اس کے بعد آپ ۲۴ر اکتوبر ۷۸ء کی صبح کو مکمل اٹھارہ گھنٹوں کی مہلت کے بعد ایسا زور میں آئے کہ حد دین ودیانت سے آگے نکل گئے اور کچھ آیتیں لکھ کر یہاں تک کہہ گزرے کہ انبیائے کرام اپنی فطری طاقتوں میں بھی لچوں لفنگوں اور شیطان سے بھی کم تر تھے اس پر ہم نے انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کی طاقتوں کا نظارہ پیش کیا تو ہم نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اور ان کے لیے فرمایا گیا خلق کرتے ہیں، مٹی کی صورت اور اس میں پھونک دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے پرندہ ہو جاتا ہے مادر زاد اندھوں کو اچھا کرتا ہوں، کوڑھیوں کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں ہم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فالمدبرات امرا" پھر وہ جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں یہ تدبیر کرنے والوں کی جماعت، کیا مدبر ہونے میں خدا کی شریک ہے؟ اور نہیں تو عطائی مافوق الفطری قوتیں ماننا کس طرح وجہ شرک ہے۔ اور کیا اللہ تعالیٰ انہیں مدبر بنا کر مشرک

نہ ہوا ہم نے بتایا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پیراہن سے اپنے والد کی آنکھیں ہزاروں میل کی دوری سے اچھی کی۔

ہم نے بتایا کہ ایک ایسے صاحب نے جن کے پاس کتاب علم تھا ملکہ سبا کا تخت لا دیا ہم نے بتایا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ڈنڈا مار کر پانی نکالا اور عصا مار کر دریا میں راہ پیدا کی ان سب میں اللہ کا تعلق ڈائرکٹ ملا اور آپ نے اسے فعل غیر اختیاری قرار دیا اسی لیے تو آپ نے لمبا ہونے کی مثال دی۔ جس طرح انسان کا لمبا ہونا موٹا، خوبصورت بدصورت ہونا غیر اختیاری چیز ہے بقول، آپ کے ایسے ہی معجزات و کرامات بھی اولیا کے لیے غیر اختیاری چیزیں ہیں۔

ہم نے کہا تھا کہ قرآن کریم میں معجزات کی نسبت انبیا کی طرف انہیں الفاظ سے کی گئی ہے جو اختیاری کام ہوتے ہیں مثلاً "تخلق" تو پیدا کرتا ہے، (تحی الموتی باذنی) اذن الٰہی سے تو مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ معجزات ہی کیا بندوں کے تمام افعال کا خالق ڈائرکٹ وہی اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اخیر میں آپ نے ایک مسلمہ عقیدہ کا انکار کر کے اپنے معتزلی ہونے کا ثبوت دیا۔ اب آیئے کسی قدر آپ کی ضیافت بھی کرتا چلوں۔

(۱) موٹا اور لمبا ہونا فعل اختیاری نہیں، پیدا کرنا، زندہ کرنا تندرست کرنا وغیرہ اختیاری کام ہیں ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ایسا قیاس آپ جیسے ادعائی اہل حدیث کو مبارک ہو۔

(۲) ان کاموں کا اذن الٰہی سے ہونا سند منع میں ہماری پیش کردہ چند آیتوں میں مذکور ہے، اس سے آپ کو مغالطہ ہوا کہ یہ اعجاز اذن الٰہی سے ہے تو ان معجزات میں انبیا علیہم السلام کے اختیار کا دخل نہیں ہوا اگر یہی انداز فکر ہے تو مجھے بتایئے کہ آج کسی کا کوئی کام بھی بے اذن الٰہی ہوا ہے؟

(۳) آپ پوچھتے ہیں کہ مٹی کا ڈھانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت سے

چڑیا بنا، یا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے؟ آپ نے اس کی کوئی دلیل نہیں دی، میں کہتا ہوں۔

اولا: منع پر سوال کرنا اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔

ثانیا: سند منع پر دلیل کا مطالبہ کرنا قواعد مناظرہ سے روگردانی ہے۔

ثالثا: سند منع ٹوٹنے سے منع باطل نہیں ہوتی۔

رابعا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنائی مورت کے چڑیا ہوجانے میں اگر خدا کی قدرت ذاتی شامل ہو تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت عطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

خامسا: انسان کے فطری اختیار ہونے والے کاموں میں غالبا آپ خدا کی قدرت کا دخل نہیں مانتے، ورنہ اتنی رکیک بات نہ کرتے اگر ایسا ہے تو آپ خود اپنے قول سے مشرک ہیں پہلے توبہ کر لیجیے پھر میدان مناظرہ میں آیئے۔

سادسا: "احی الموتی باذن اللہ" میں زندگی دینے کی نسبت پر غور کیجیے تو سند منع کی قوت خود ہی سمجھ میں آجائے گی۔ الغرض آپ کی ان لاطائل باتوں سے انبیا و اولیا کے اختیار و اقتدار کا آفتاب دھندلا نہیں ہوسکتا چمکتا ہی رہے گا غبار ڈالنے والے خود ذلیل و خوار ہوں گے۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

پھر عرض ہے کہ آپ نے ہماری پیش کردہ آیتوں میں سے "فالمدبرات امرا" پر کچھ نہ کہا، گویا یہ آپ کو تسلیم ہے کہ فرشتوں کو مافوق الفطرۃ اختیار ملا جس کا قرآن گواہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اختیار دے کر شرک کیا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم دے کر شرک پھیلایا؟ سب مسلمان اس کو مان کر مشرک ہوئے؟ اور آپ بھی خاموش رہ کر مشرکین کے زمرے میں شامل ہوگئے؟

مولانا! دیکھئے آپ کا شرک متعدد بیماری کی طرح کہاں کہاں پھیل رہا ہے؟ اور آپ کے قلم کی جولانیاں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں کہ خدا اور رسول بھی محفوظ نہ رہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانے میں

آپ نے تحریر نمبر ۵ر میں یہ لکھا کہ تعظیم کی حد دل سے شروع ہوتی ہے، اور بتایا کہ اس کو عبادت کہتے ہیں، پورا سوال یہ تھا کہ قرآن و حدیث سے ان کے معانی بیان کیجیے، آپ نے جو معنی شرک، عبادت، غایت تعظیم، وسیلہ کے بیان کیے ہیں، ان کو قرآن کی آیت، احادیث مرفوعہ صحیحہ یا حسان کے حوالے سے بتایئے، مگر آپ نے ان الفاظ کے معانی کی تشریح میں نہ کوئی قرآن کی آیت پیش کی اور نہ کوئی حدیث، تو پھر یہ آپ کا خانہ زاد تراشا ہوا معنی ہوا، اگر احکام شرعی میں اس کی اجازت دیدی جائے کہ لوگ من مانا معنی پہنا کر حکم لگائیں تو امان اٹھ جائے، مثلا کوئی کہے ''نماز حرام ہے'' مراد یہ لے کہ عزت وحرمت والی ہے، تو شریعت کے احکام مجروح نہ ہوں گے؟۔

شرک عبادت، غایت تعظیم، وسیلہ کے جو معانی آپ نے بیان کیے ان کی تائید میں چوں کہ آپ نے کوئی آیت کوئی حدیث نہیں بیان کی، جس سے ظاہر ہوگیا کہ آپ لوگوں کے عمل بالحدیث کے دعوی کی کیا حقیقت ہے؟ جب اپنے من مانی بات کرنے کے لیے اپنی گڑھی ہوئی بات ہی کو دلیل بنانا عمل بالحدیث ہے، تو اتباع نفس کیا چیز ہے اسے کون بتائے؟۔

آپ نے عبادت کی تعریف گڑھی بھی مگر کام نہیں چلا، آپ نے مافوق الفطرۃ طاقت مان کر کسی کو پکارنے کو عبادت ٹھہرایا تو معلوم ہوا کہ صرف پکارنا شرک نہیں مافوق الفطرت قوت والا مان کر پکارنا شرک ہے، اب آپ سنیے کہ معجزہ اسی کو کہتے ہیں کہ جو خرق عادت، اظہار نبوت کے بعد نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو، کوئی خرق

عادت فعل کا ظاہر کرنا مافوق الفطرۃ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو خرق عادت کے معنی بتائیے، نیز یہ بتائیے کہ بندے جو افعال کرتے ہیں، ان کا ڈائریکٹ تعلق اللہ سے ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بندوں کو ان کے افعال کی جزا و سزا کا کس بنا پر مستحق قرار دیا گیا؟ نیز اس قول پر بندوں کا مجبور محض ہونا لازم آئے گا، اور اگر آپ کہیں چوں کہ وہ کسب کرتے ہیں، اس لیے وہ جزا اور سزا کے مستحق ہیں، تو جو خوارق عادت انبیا، اولیا سے ظاہر ہوتے ہیں ان کے کسب سے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہ بتائیے، اگر ہے تو کیا کوئی بندہ فعل پر قدرت کے بغیر ان کا کسب کر سکتا ہے؟ اگر کسب فعل قدرت علی الفعل کو لازم ہے، اور انبیا، اولیا خوارق عادات کو کسب کرتے ہیں، یعنی خوارق ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں تو وہ بھی ان پر قادر ہوئے، تو ثابت ہو گیا کہ انبیا کرام مافوق الفطرۃ فعل پر قادر ہیں۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہوا کہ ان کو مافوق الفطرۃ قوت ہے، اور آپ اسی کو شرک کہہ چکے ہیں اب بتائیے کہ آپ خود کیا ہوئے؟

آپ نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے مشرکین کے عقائد کے سلسلے میں آپ کو یہ سمجھایا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات سے متصف مانتے تھے، جن سے آپ مانتے ہیں، لیکن وہ بھی فرشتوں، نبیوں، ولیوں اور بزرگوں وغیرہ میں مافوق الفطرۃ قوت تسلیم کر کے ان کی نذر و نیاز وغیرہ کیا کرتے تھے، جس طرح آپ کرتے ہیں، اس لیے ان مشرکین میں اور آپ میں کیا فرق ہے؟۔

آپ نے درمختار اور ردالمحتار کی عبارتوں کی طرح پھر ”لا تقربوا الصلوٰۃ“ پڑھ کر ”وانتم سُکٰرٰی“ والی بات کہی۔

درمختار، ردالمحتار کی عبارتوں میں آپ کی کاٹ چھانٹ بالکل ظاہر ہے، خیانت کرنے والے کو خائن کہنا ایسا ہی ہے جیسے چور پکڑنے والے کو چور خود ہی چور کہنے لگتا ہے، درمختار کی عبارت میں ”باطل، حرام“ کی قید ”مالم یقصدوا“ ہے،

جملہ مقید، قید سے تام ہوتا ہے، ادھورا جملہ نقل کرنا کہ مقید مذکور قید غائب یہ ضرور خیانت ہے، اور آپ نے یہی کیا ہے، تو ضرور خائن ہوئے، یوں ہی جملہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ دونوں سے مل کر پورا ہوتا ہے، ردالمحتار کی عبارت میں آپ نے مستثنیٰ منہ کو ذکر کیا، مگر مستثنیٰ غائب تھا اس لیے اسے خیانت کہا جائے، اور بلاشبہ خیانت ہے، مثلاً اگر آپ کبھی غصہ میں اپنی زوجہ کو کہہ دیں تجھے طلاق ہے اگر گھر سے نکلی، پھر کوئی آپ کی جماعت کے کسی مولانا سے یوں جا کر کہے کہ مولانا صفی الرحمٰن نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ تجھے طلاق ہے، یقیناً وہ مولانا یہی فتویٰ دے گا کہ طلاق واقع ہوگئی، تو بولیے کہ یہ سائل کی خیانت ہوگی یا نہیں؟ آپ اسے خائن کہیں گے یا نہیں؟ یہی آپ نے کیا ہے، آپ اسے خیانت کہنے پر خفا ہوئے ہیں تو لغزش کہہ لیجیے، درمختار، ردالمحتار کی عبارتوں میں آپ نے ایک اور کمال دکھایا ہے، ان عبارتوں میں ''باطل حرام'' لایجوز ہے، آپ کا دعوی شرک ہونے کا ہے، حرام و ناجائز ہونے سے شرک کیسے لازم آیا؟ نیز ردالمحتار کی عبارت میں یہ بھی ہے ''ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ اعتقادہ ذٰلک کفر'' اگر یہ گمان کرے کہ میت ہی کاموں میں تصرف کرتی ہے نہ کہ اللہ، اس کا یہ اعتقاد کفر ہے، اس میں جس کو کفر کہا گیا وہ یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تصرف نہیں کرتا میت تصرف کرتی ہے، یہ کفر ہے۔ اس لیے کہ اس نے اللہ کے تصرف سے انکار کیا، لیکن اگر یہ اعتقاد ہو کہ اللہ کا تصرف حقیقی ذاتی ہے، اور میت اس کی عطا سے متصرف ہے تو اس میں حرج نہیں، کیوں کہ عبارت کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے، اور آپ کا دعویٰ ہے کہ بہر صورت شرک ہے۔

میت کے لیے خواہ عطائی مان لیں خواہ ذاتی قوت، اللہ کے لیے تقرب مانیں یا نہ مانیں، ردالمحتار کی عبارت کے خلاف ہے، اس لیے آپ کا اس عبارت کو اپنے مدعیٰ کی دلیل بنا کر پیش کرنا مکابرہ ہے، مغالطہ ہے، بلکہ یہ دلیل الٹے آپ پر حجت

ہے، پھر واپس آیئے اور دوبارہ اپنی خبر لیجیے آپ نے تحریر نمبر ۲ر میں شرک کی جو تعریف کی ہے وہ یہ کہ کسی کو مافوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے، اس میں ''کسی کو'' لفظ عام ہے، یہ اپنے عموم کے اعتبار سے اللہ عزوجل کو بھی شامل ہے، کیا اللہ کو بھی فوق الفطری قوت و اختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے؟ اس عموم کی وجہ سے شرک آپ پر بھی لازم آیا۔

ایک یہ کہ اللہ کے اوپر بھی کوئی آپ کا خدا ہے، جو اللہ عزوجل کا شریک ہوا، اور پھر وہ بھی اس عموم میں داخل، پھر تو دور یا تسلسل بھی لازم آئے گا، اور وہ دونوں محال اور باطل ہیں، دوسرا شرک یہ ہے کہ اللہ عزوجل جو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک، تو نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ اور آپ کے مدرسہ سلفیہ کا قیام، درس وتدریس سب شرک ہے، اور شرک کا مرتکب مشرک اور ''لایغفر ان یشرك به'' میں داخل، بولیے! اب آپ نے اپنی من گڑھت تعریف سے ساری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک بنا ڈالا یا نہیں؟ آپ نے شرک کی پہلی تعریف یہ کی ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات وصفات میں یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔

محدث کبیر کی یہ پانچویں تحریر کا ایک حصہ ہے، اس میں ان کی علمی جلالت، مناظرانہ صلاحیت، فکری گرفت، دشمن کی خانہ تلاشی، قرآنی مہارت، فنی ضبط و استحکام، تحریری درک وکمال وغیرہ سب کچھ روشن ہے، غرض آپ کی مضبوط علمی گرفت کے آگے غیر مقلد مولوی ٹھہر نہ سکے، بس خانہ پُری کے لیے ضد اور ہٹ دھرمی پر مشتمل بے معنی تحریر بھیجتے رہے، جنھیں دیکھ کر قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں، ساری تحریریں روداد مناظرہ بجرڈیہہ میں مطبوع ہیں۔

مناظرۂ ملک پور کٹیہار: قصبہ ملک پور ہاٹ بہار و بنگال کی سرحد پر واقع

ہے، یہ ضلع کٹیہار کا حصہ ہے، ذوقعدہ ۱۴۲۵ھ میں دیوبندی جماعت کے نہایت فحش گو، گستاخ رسول مولوی طاہر گیاوی کی اس علاقے میں آمد ہوئی، اور اس نے بڑی شعلہ فشاں، اختلاف انگیز تقریر کی، مثلاً میلاد و قیام، نیاز و فاتحہ، مزارات مقدسہ پر چادر پوشی کے تعلق سے کہا:

"کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ میلاد کی محفلوں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، اس لیے قیام کرنا ضروری ہے، حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجمع عام میں تو کہیں نظر نہیں آتے، تو کیا مقرر کی کسی کرسی کے نیچے چھپے رہتے ہیں" (معاذ اللہ رب العالمین)

اور یہ کہا کہ "جو لوگ سامنے شیرینی رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کھانا مردوں کو پہنچتا ہے؟ اگر وہ ایسا سمجھتے ہیں تو کیا مردے کھاتے بھی ہیں؟ اگر مردے کھاتے ہیں تو پاخانہ بھی کرتے ہوں گے، تو بدبو بھی پھیلتی ہوگی شاید اسی لیے لوگ چادر پوشی کرتے ہیں کہ کچھ تو بدبو دبی رہے"۔

اسی قسم کی بہت سی دل آزار باتیں کیں جن کی وجہ سے عوام اہل سنت مشتعل ہو گئے، اور دیوبندیوں سے طاہر گیاوی کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کرنے کے لیے آمادہ ہونے پر مجبور کرایا، آخر کار مولوی طاہر گیاوی مناظرہ کے لیے تیار ہو گئے، اس طرح دیوبندی جماعت کی طرف سے نمائندہ طاہر گیاوی، مولوی منظور مادھے پوری، اور اہل سنت کے مناظر مولانا مطیع الرحمٰن کٹیہاری اور مولانا عبدالستار ہمدانی، جب کہ صدر سلطان المناظرین محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ تھے۔

مناظرہ کے موضوعات حسب ذیل تھے:

(۱) رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں یا نہیں؟۔

(۲) رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا

مومن ہے یا کافر؟۔

(۳) حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟۔

(۴) گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمان سمجھنے والا مسلمان ہے یا کافر؟۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں یا نور؟۔

(۶) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش نور سے ہے یا مٹی سے؟۔

(۷) قبر پر اذان۔

(۸) قبر پر عرس وچادر پوشی وچراغاں۔

(۹) مروجہ قیام ومیلاد۔

(۱۰) مختار کل حاضر وناظر۔

(۱۱) رویت ہلال قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

(۱۲) قدرت باری تعالیٰ وامکان کذب۔

مولوی طاہر گیاوی اس مناظرہ میں بہت جلد پست ہوگئے، اور راہ فرار اختیار کرگئے، اس لیے صرف ایک ہی موضوع پر گفتگو ہوسکی، یہ مناظرہ سہ روزہ تھا مگر دیوبندیوں نے اپنی کھلی شکست دیکھ کر تیسرے روز کی منظوری منسوخ کرادی اور صرف دو دن ۲۸/۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مطابق ۸/۹ مئی ۲۰۰۵ء کو مناظرہ ہوا اہل سنت کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

مناظرے کے آغاز سے اختتام تک حضرت محدث کبیر کا رول کلیدی رہا، بلکہ طاہر گیاوی پر بدحواسی کا اصل سبب آپ ہی کی پر وجاہت علمی شخصیت کا وجود مسعود تھا، آپ ہی کی وجہ سے طاہر گیاوی کو درمیان مناظرہ دو بار سخت خفت اور ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا، بلکہ بھاگنا پڑا۔

اول:۔ یہ کہ مولوی طاہر گیاوی اپنی مذہبی شناخت برقرار رکھتے ہوئے قرآن کریم اور صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث وفقہ، مناظرہ واصول وغیرہ نیچے رکھے ہوئے تھے، جب کہ خود کرسی کے اوپر بیٹھے تقریر کرتے رہے۔

محدث کبیر دام ظلہ نے بحیثیت صدر مناظرہ کمیٹی کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ

''مولانا طاہر گیاوی صاحب کرسی پر بیٹھتے ہیں جب کہ قرآن وحدیث اور دوسری مذہبی کتابیں ان کے قدموں کے پاس اور ان سے نیچے رکھی ہوتی ہیں، جسے دیکھ کر ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے، اس لیے یا تو طاہر گیاوی صاحب کھڑے ہوکر اظہار خیال کریں یا پھر قرآن وحدیث اور دوسری مذہبی کتابوں کو ان کی نشست سے اوپر رکھنے کے لیے انتظام کیا جائے''۔ (روداد مناظرہ کٹیہار، ص ۵۲)

اس پر طاہر گیاوی صاحب نے بیماری کا عذر لنگ پیش کیا اور یہ بھی کہا کہ دو منزلہ اور سہ منزلہ عمارتوں میں لوگ رہتے ہیں، جب کہ نچلی منزلوں میں قرآن بھی ہوتا ہے تو کیا اس سے قرآن کی بے حرمتی ہوتی ہے؟۔

ان کا یہ حیلہ کسی کے نزدیک معقول ومقبول نہ ہوا بالآخر انھیں کتابوں کو بھی اوپر رکھنے کا انتظام کرنا پڑا جو مجمع کے سامنے کھلے طور پر ان کی رسوائی اور پشیمانی کا باعث ہوا۔

دوم:۔ مولوی طاہر گیاوی نے مناظر اہل سنت مولانا مطیع الرحمٰن صاحب پر الزام لگایا کہ انھوں نے اپنی تقریر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر دیا ہے، اور کہا ہے کہ ''ان کی نبوت مسلوب ہو جائے گی، وہ نبی نہیں رہیں گے'' یہ کھلا ہوا کفر ہے، تو ثبوت طلب کیا گیا، طاہر گیاوی صاحب نے ریکارڈیڈ تقریروں کو ری پلے کرایا، ان میں جناب کا الزام ثابت نہ ہوا، اس پر رئیس المناظرین محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ نے مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مولانا طاہر حسین گیاوی صاحب نے مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب پر تقریباً

ایک لاکھ کے مجمع عام میں کفر کا حکم لگایا جو ثابت نہ ہوسکا اور جھوٹ نکلا، تو اب خود مولانا طاہر حسین گیاوی توبہ کریں اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ جو کسی پر حکم کفر لگائے اور وہ ثابت نہ ہوسکے تو وہ کفر حکم لگانے والے پر پلٹ آتا ہے"۔

اسی پر پورا مجمع ان کا ہم نوا ہوگیا اور طاہر حسین گیاوی سے توبہ کا مطالبہ کرنے لگا، قریب تھا کہ حالات بگڑ جائیں اس لیے مشترکہ انتظامیہ مناظرہ کمیٹی نے مجمع پر قابو پانے کے لیے یہ اعلان کیا کہ ہم لوگ رات میں پھر ویڈیو کیسٹ دیکھیں گے مفتی صاحب کی تقریر میں یہ الفاظ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت مسلوب ہوجائے گی وہ نبی نہیں رہیں گے" نہیں نکلے تو کل مناظرہ سے پہلے مولانا طاہر حسین گیاوی سے توبہ نامہ لکھوالیں گے اور وہ الفاظ ملے تو مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب سے" اس پر مجمع کنٹرول میں آیا، اس مطالبہ نے طاہر گیاوی کو بدحواسی کا شکار بنادیا اور وہ فرار کی کوشش کرنے لگے، لوگوں نے دیکھا کہ اچانک گیاوی صاحب کرسی سے جلد بازی میں نیچے اتر کر بیٹھے پھر کھسکتے کھسکتے اسٹیج کی سیڑھیوں تک پہنچے اور چھپ کر فرار ہونے کی کوشش کی، لیکن ابھی اپنی گاڑی پر بیٹھ بھی نہ پائے تھے کہ لوگوں نے دیکھ لیا اور گھیر کر انھیں پکڑا اور دوبارہ لاکر اسٹیج پر بٹھا دیا، مگر ان کا نائب مناظر مولوی منظور مادھے پوری بھاگنے میں کامیاب ہوگیا،، مناظرہ کمیٹی نے اعلان کیا کہ آپ لوگ اطمینان سے تشریف رکھیں بھاگنے نہیں دیا جائے گا، مناظرہ ہوگا، گیاوی صاحب بصورت اکراہ کسی طرح مائک پر آئے مگر وہی کپکپی اور پسینے کی سیرابی طاری تھی مسلسل پانچ شخص پنکھے جھل رہے تھے، کسی عنوان سے ہٹ کر بے معنی اور بے مطلب لغو باتیں کرکے اپنا وقت دس منٹ پورا کیا۔

(ماہنامہ اشرفیہ جون ۲۰۰۵ء ص ۴۷/۴۸)

اس کے بعد طاہر صاحب مبہوت، بے حرکت، ساکت و جامد ہوکر اسٹیج پر بیٹھے رہے، اپنی اور اپنی جماعت کی شکست اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے اور

دکھاتے رہے، وہ منظر بڑا ہی دلکش اور قابل دید تھا، کہ خود دیوبندی عوام جوش میں آ گئے اور اسٹیج پر موجود دیوبندی علما کو گھیر لیا اور چیخ چیخ کران سے کہنے لگے کہ بریلوی مناظر کے سوالات کے جوابات دو ورنہ ہم بھی ان کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے، اور توبہ کی نوبت کیوں آئی؟ تقریباً پون گھنٹہ تک دیوبندی عوام نے اپنے علما کو اسٹیج سے اترنے نہ دیا، گیاوی صاحب حفاظتی دستے کی مدد سے کسی طرح گاڑی پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے، پھر بھی کچھ دیوبندی افراد گاڑی کے پیچھے بھی دوڑ رہے تھے کہ بھاگنے مت دو، یہ پورے حقائق ٹیپ، کیسٹ اور ویڈیو کیمرے میں مقید ہیں، ہزاروں افراد نے اہل سنت کی فتح مبین، اور دیوبندیوں کی شکست فاش اور حق و باطل کو اچھی طرح جان لیا دیوبندی علما نے مسلسل اپنی ناکامی اور رسوائی دیکھ کر المدد پولیس کا سہارا لیا اور ایس پی کے ذریعہ تیسرے دن کے مناظرے کی منسوخی کا اعلان کروادیا، تیسرے دن سنیوں کا جم غفیر جمع ہو گیا اور فتح مبین کا نعرہ لگاتا ہوا مناظرہ گاہ سے قریب بیچ بازار سے رضا مسجد ،لکولہ پہنچا اور شاندار انداز میں جشن فتح منایا، اس کے بعد بائسی کے علاقے، کشن گنج، کٹیہار، اور ملک پور مدرسے میں اور مختلف مقامات پر بھی جشن فتح منایا گیا، اس مناظرے میں اہل سنت کے مقتدر علمائے کرام نے شرکت فرمائی۔

چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (صدر)

(۲) حضرت علامہ مطیع الرحمٰن صاحب (مناظر)

(۳) حضرت صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی۔

(۴) حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب اعظمی ناگپور۔

(۵) حضرت علامہ صغیر احمد جوکھن پوری۔

(۶) حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی، (نائب مناظر)

(۷) حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی چریاکوٹ مئو۔

(ماہنامہ اشرفیہ جون ۲۰۰۵ ص ۴۸)

مناظرہ ہرن پور: یہ مناظرہ غیر مقلدوں کے ساتھ حسب تفصیل ذیل ہونا طے پایا تھا

تاریخ مناظرہ: ۹/۱۰/۱۱/ مئی ۱۹۹۹ء بروز اتوار، پیر، منگل تین دن ہوگا۔

وقت ۸/ بجے صبح تا دو بجے دوپہر، ۱۱/ بجے تا ساڑھے ۱۱/ بجے وقفہ یا ۸/ بجے صبح تا ۱۲/ بجے دوپہر اور ۲/ بجے تا ۴/ بجے شام۔

مقام مناظرہ: ہرن مویشی ہاٹ ضلع پاکوڑ۔

اس میں فقیہ النفس مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ، دونوں اہل سنت کی طرف سے مناظر تھے۔

شرائط مناظرہ: دونوں مناظران اہل سنت نے علمائے غیر مقلدین کے ساتھ درج ذیل شرطیں طے فرمائی تھیں۔

(۱) مناظرہ کے فریق اول اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی ہیں اور فریق دوم غیر مقلدین ہیں جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

(۲) ہر فریق اپنے اپنے علما کے اخراجات وضیافت کا ذمہ دار ہوگا۔

(۳) ہر فریق کے الگ الگ آمنے سامنے دو اسٹیج ہونگے جن کے درمیان ۴۰/۵۰/ فٹ کا فاصلہ ہوگا جہاں عوام بیٹھ کر مناظرہ سنیں گے۔

(۴) دونوں اسٹیجوں کے بیچ میں ایک حد قائم کی جائے گی تاکہ ہر فریق کے عوام اپنے اپنے علما کے اسٹیج کی طرف بیٹھیں۔

(۵) ہر فریق دس دس ہزار روپے مشترکہ طور پر مشترکہ کھاتے میں کسی بینک میں جمع کریں اس قرارداد کے ساتھ کہ جو فریق مناظرہ کے لیے نہیں آئے گا یا آکر بھاگ جائے گا یا ہار جائے گا تو اس کے دس ہزار روپے جیتنے والا دوسرا فریق

وصول کر لے گا۔

(٦) دونوں فریق مشترکہ طور پر کسی مجسٹریٹ اور ایس پی سے مناظرہ کے لیے پرمیشن حاصل کریں گے۔

(٧) ہر فریق سے ایک ایک ذمہ دار بھی ہوگا تاکہ امن عامہ برقرار رہے اور اس کی اپنے حریف کو تحریر بھی دینی ہوگی۔

(٨) ہر فریق کی طرف سے مناظرہ کا ایک صدر ہوگا جو نظم وضبط برقرار رکھنے اور شرائط مناظرہ کے مطابق مناظرہ ہونے کا ذمہ دار ہوگا۔

(٩) ہر فریق چاہے تو پہلے ہی سے اپنے مناظر اور صدر کا اعلان کر دیں اور یہ بھی حق ہوگا کہ عین مناظرہ کے موقع پر صدر اور مناظر کا اعلان کریں۔

(١٠) صدر کی باتوں کا جواب صدر دے گا اور مناظر کی باتوں کا جواب مناظر دے گا اسٹیج پر بیٹھنے والوں اور عوام کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ ایک مناظر کے اعلان کے بعد اس کو اسی وقت بدلا جاسکتا ہے جب کہ پہلا مناظر اپنی شکست کا تحریری طور پر اعتراف لکھ کر دوسرے فریق کو دے یا یہ کہ اسے ایسا کوئی مرض لاحق ہو جائے جس کے باعث وہ مناظرہ نہ کر سکے مگر یہ ضرور ہوگا کہ اس عارضہ کا اعلان عام مناظرہ گاہ میں کیا جائے گا۔

(١١) دوران مناظرہ سوائے حکم شرعی بیان کرنے کے کسی فریق کو ایسی بات کہنے کی اجازت نہ ہوگی جو دل آزاری کے موجب ہو اور جو اس کی پہل کرے گا اس کی ہار مانی جائے گی۔

(١٢) فریق اول اہل سنت وجماعت کی طرف سے موضوع مناظرہ یہ ہوگا ''آج کل کے غیر مقلدین گمراہ گمراہ گر اور جہنمی ہیں'' اس سے مراد وہ غیر مقلدین ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے ماننے والے ہیں۔

(۱۳) پہلے مناظرہ اس موضوع پر ہوگا اس کے بعد دوسرے موضوعات پر دونوں صدر کی رضامندی سے مناظرہ ہوگا۔

(۱۴) مناظرہ کے اثنا میں موضوع مناظرہ سے جوبات متعلق نہ ہو اس کے بیان کرنے کی کسی فریق کو اجازت نہ ہوگی۔

(۱۵) دلیل قرآن مجید احادیث صحیحہ، حسنہ ثابتہ دلالات اربعہ کے ساتھ عبارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص، اور اجماع امت اور قیاس اور صحابۂ کرام کے اقوال واعمال ہوں گے۔

(۱۶) احادیث کی صحت وحسن اور ضعف جانچنے کے لیے اصول حدیث کی کتابیں مثلا نزہۃ النظر، شرح نخبہ للملا علی قاری مقدمہ ابن صلاح، فتح المغیث للسخاوی وغیرہ اور رجال کے سلسلہ میں تہذیب التہذیب تقریب، تذکرۃ الحفاظ میزان الاعتدال وغیرہ حجت ہوں گی۔

(۱۷) احادیث میں ثبوت تعارض اور رفع تعارض کے سلسلے میں غیر مقلدوں کے خلاف اصول حدیث سے حجت ہوگی، اور حنفیہ کے خلاف امام طحاوی، امام عینی، امام بزدوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے وہ اقوال حجت ہوں گے جو انھوں نے بطور مذہب بیان کیے ہیں نہ کہ بطور الزام خصم۔

(۱۸) ہر فریق کے معتمد علمائے کرام کے اقوال راجحہ منقحہ، اس فریق کے خلاف حجت ہوں گے۔

(۱۹) اور ہر فریق مناظرہ سے پندرہ روز قبل اپنے اپنے فریق کے علمائے معتمدین کی ایک فہرست دوسرے فریق کو لازما دستخط کے ساتھ حوالہ کردے۔

(۲۰) ہر فریق کو لازم ہوگا کہ مختلف فیہ مسئلہ میں اس مسئلہ کے بارے میں نیز اس کے قائل اور منکر کے بارے میں حکم شرعی بیان کرے۔ جو کچھ بھی ثبوت میں پیش کرے، اس کا حوالہ دے اور مطالبہ کے وقت اصل کتاب پیش کرے

(۲۱) کسی جماعت کے شخص واحد کا کسی بات سے اختلاف کرنا یا اپنی ذاتی رائے پیش کرنا مسموع نہ ہوگا۔

(۲۲) اگر دوران مناظرہ کسی فریق کے مناظر نے، اپنے حریف کی کسی بات پر تحریر طلب کی تو اس کے حریف کو دینا لازم ہوگا۔

(۲۳) مناظرہ زبانی ہوگا جسے دونوں فریق ٹیپ کرلیں گے اور بعد مناظرہ مشترکہ خرچ سے دونوں کیسیٹ سے صحیح صحیح بلا کم وکاست وزیادت نقل کرکے روداد مناظرہ شائع کریں گے۔

(۲۴) ہر مناظر کو پندرہ پندرہ منٹ تک تقریر کرنے کا حق ہوگا لیکن اگر کبھی کوئی بات تشنہ رہ جائے اور کوئی مناظر کچھ زیادہ بولنا چاہے تو حریف کے صدر سے اجازت حاصل کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ دس منٹ مزید دیا جاسکتا ہے۔

(شارح بخاری نمبر ص ۱۵۹)

شرائط طے کرتے وقت ہی علمائے غیر مقلدین کو مناظران اہل سنت کی علمی پختگی اور اپنی بے علمی وکم مائیگی کا بخوبی احساس ہوگیا تھا اس لیے وقت مناظرہ وہ مناظرہ گاہ پر آئے ہی نہیں اور مناظرہ نہ ہوسکا۔

مناظرہ دامودر پورلیا: یہ صوبہ بنگال کا ایک حصہ ہے وہاں کے دیوبندیوں نے مناظرہ کا چیلینج کردیا تو سنیوں نے مناظرے کا چیلینج قبول کرلیا ۲۸؍مارچ ۲۰۰۰ء۔ منگل کا دن مقرر کیا شرائط مناظرہ بھی طے کرلیا، گومتی محکمہ کے لوگوں سے منظوری حاصل کرلی مناظرہ کے لیے عوام اہل سنت نے رئیس المناظرین محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کو مدعو کیا حضرت محدث کبیر نے دعوت قبول فرمائی اور استاذی الکریم علامہ شمس الہدیٰ خاں صاحب مصباحی دام ظلہ اور مولانا مطیع الرحمٰن کٹیہاری کو مناظر مقرر فرمایا اور خود صدر مناظرہ کا عہدہ سنبھالا۔

وقت مقرر پر دامودر پہنچے دیوبندیوں نے حضرت محدث کبیر کو دیکھا تو بھاگ

کھڑے ہوئے اس طرح بلا مباحثہ ومناظرہ سنیوں کو فتح مبین حاصل ہوئی اور انھوں نے جشن فتح منایا دور دراز سے آئے ہوئے مناظرہ دیکھنے والوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع وہاں پہنچ کر حق و باطل کے مابین فرق و امتیاز کو سمجھا سنیوں نے اپنا جلسہ شروع کیا پولیس والوں نے بھی خوب دل چسپی سے اپنا کام انجام دیا، ساڑھے دس بجے تک مقامی علما کی تقریریں ہوئیں پھر مناظر اہل سنت حضرت مولانا شمس الہدیٰ صاحب قبلہ استاذ جامعہ اشرفیہ نے تقریر کی اور قوم کو آگاہ کیا کہ دیوبندیوں کے اکابر خدا کو جھوٹا کہتے ہیں، معاذ اللہ ہمارے رسول پاک کو آخری نبی نہیں مانتے ان کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور چوپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں ان کے علم سے زیادہ شیطان کے لیے علم ثابت کرتے ہیں ، دلائل سے دیوبندیوں کے پرخچے اڑا دیے ان کے فرسودہ اعتراضات کو خاک میں ملا دیا۔

پھر ممتاز الفقہا محدث کبیر دام ظلہ رونق اسٹیج ہوئے جن کا نام سنتے ہی دیوبندیت میں زلزلہ برپا ہوتا ہے انھوں نے تبلیغی نصاب کی خامیاں بیان کیں اور بصیرت مصطفیٰ پر بڑی معرکۃ الآرا تقریر فرمائی ، اصولی اختلافات واضح فرمایا، خاص طور سے آپ نے بنگلہ زبان میں بھی لب کشائی فرمائی جس کے سبب اہل محفل بہت محظوظ ہوئے۔

اس مناظرہ کی تفصیلی رپورٹ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اگست ۲۰۰۰ء ص ۴۰ر پر شائع ہو چکی ہے۔

سلسلہ نقد ومباحثہ

کسی بھی شرعی اور فقہی موضوع پر بحث و جرح ، نقد و کلام کرنا کس قدر دشوار ہے محتاج بیان نہیں اس کے لیے کس قدر علمی استحضار قوت تکلم ، احاطۂ موضوع ، روشن ذہنی ، دقت نظری ، ژرف نگاہی ، استعداد کامل حلم و بردباری کی ضرورت ہے ارباب

دانش بخوبی سمجھتے ہیں حضرت محدث کبیر علم و فضل کے کوہ ہمالہ ہیں بحث و مباحثہ میں ارسطو، زبان و بیان میں امام رازی ہیں فقہی سیمیناروں میں جب آپ مسائل کی تنقیح کر کے اپنا موقف ثابت فرماتے، مخالف نظریات پر ایراد قائم کرتے، دلائل کا محاسبہ فرماتے ہیں تو امام غزالی کا علمی جاہ و جلال منعکس ہوتا نظر آتا ہے۔

مذکرات کے دوران اعاظم و اکابر آپ کی موجودگی میں اپنی رائے ظاہر کرنے میں تکلف کرتے اور آپ کی رائے آجانے کے بعد اپنے موقف تبدیل کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے۔

یقیناً آپ عصر حاضر میں شعور غزالی اور فکر رازی کے امین ہیں محدث کبیر اب تک مجلس شرعی اور علما کونسل آف انڈیا کے درجنوں سے زائد فقہی و علمی سیمیناروں میں شرکت فرما چکے ہیں ہر ایک کے اندر آپ نے ایسے نادر علمی افادات فرمائے کہ اکابر و اصاغر ورطۂ حیرت میں پڑے گئے آپ کی غزارت علمی پر صد آفریں بولتے رہے اگر آپ کے سارے مباحثے محفوظ کر لیے جاتے تو بہت بڑا علمی ذخیرہ معرض وجود میں آجاتا مسرت کی بات ہے کہ مجلس شرعی کے پہلے سیمینار کے مقالات اور مباحثے بنام صحیفۂ فقہ اسلامی میرے سامنے موجود ہے ہم اس سے یہاں محدث کبیر کے ایک ایک مذاکراتی حصہ پیش کرتے ہیں قارئین پڑھیں اور محظوظ ہوں۔

آپ فرماتے ہیں: سب سے پہلے بنیادی بات مولانا نے یہ فرمائی کہ بوجہ ضرورت یا بوجہ عموم بلوی یا بوجہ حرج کسی بھی طریقے سے قول شیخین پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے بس یہاں پر مجھے ایک اعتراض یہ کرنا ہے کہ عموم بلوی، تعامل، عرف یہ تین ایسے الفاظ ہیں جن کے معاملے میں مقالہ نگاروں نے بہت خلط ملط کئے ہیں اور ان کے معانی کے متعین کرنے میں اب تک جتنا اعتراض تھا وہ ابھی باقی ہے یہ مجھے نہیں سمجھ میں آسکا کہ الکحل آمیز دوائیں عموم بلوی کی حد میں آتی ہیں یا نہیں صرف دعوی کرنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ اس کے لیے کوئی امر متحقق ہونا

ضروری ہے۔

اس کے بعد یہ کہاں ثابت ہی ہے کہ اگر عموم بلوی ثابت ہی ہو تو کیا کھانے والی چیزوں کے بارے میں عموم بلوی محرمات میں تخفیف کے قابل ہے یا نہیں تو قرآن حکیم میں رب قدیر نے جو محرمات کے بارے میں ارشاد فرمایا اس کو سامنے رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بالائی استعمال اور داخلی استعمال کا بڑا فرق ہوتا۔

رہ گئی یہ بات کہ پڑیا والے رنگ کا اعلیٰ حضرت نے ذکر کیا اب یہ سب مجھے منقح نہ ہوسکا کہ پڑیا والے رنگ اور دوسرے والے رنگ کے فرق کی کیا وجہ ہے پڑیا والے رنگ سے متشابہ ہے ظاہر یہی ہوتا ہے پڑیا اس چیز کی ہوتی ہے جس پر الکحل یا اسپرٹ ملائی جاتی تھی اور اس پڑیئے میں رنگ ملایا جاتا تھا اور اس پڑیئے کا کچھ اثر رنگ پر آجاتا تھا اس کے استعمال کو کھانے کے بارے میں اس پر استدلال کرنا ابھی بہت دور تک محل نظر ہے زیادہ سے زیادہ کپڑوں تک کی بات آتی ہے اب یہ اعلیٰ حضرت کے اور مسائل ہیں فتاویٰ کے سلسلے میں جتنے بھی ذکر کئے ان میں پڑیا والے رنگ میں بھی نمبر ا پر اعلیٰ حضرت نے یہ نہیں تسلیم کیا کہ حدود شرعی کے درجے میں وہاں پر اسپرٹ کی آمیزش شامل ہے یعنی پڑیا کے کاغذ پر اسپرٹ کا استعمال ہونا شرعی طور پر ثابت ہے یا ضروری نہیں اور اگر ثابت ہوجائے تو اس وقت اسے ضرورت شرعیہ یا بوجہ مجبوری کہیے یا بوجہ عموم بلوی جو بھی چاہیں کہیں کیونکہ کپڑوں کی حد تک جائز رکھا ہے اور رہ گئی ایک بات تیسری جس سے آپ خورد و نوش کے معاملے میں کہ نہایت سرخ استعمال کی گئی اس کے بارے میں ایک استدلال کرسکتے ہیں تو اس پر بھی میرا اعتراض ابھی اپنی جگہ پر ہے کہ کیا اس پڑیے میں اسپرٹ ہوتی ہے یا اس رنگ میں اسپرٹ ہوتی ہے جو رنگ مخلوط کیا گیا اس کے اندر ہے اب یہ سمجھ کر کے یہ بھی غور کریں کہ دواؤں

کے معاملے میں جو عرض کیا گیا کہ دواؤں میں ابتلائے عام ہو گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ دوائیں ایسی بھی ایلوپیتھ میں پائی جاتی ہے کہ جس میں اسپرٹ کی ملاوٹ ہے اب یہ امر قابل تسلیم ہے اور اس کے لیے دواساز کمپنیوں سے رابطہ کرنا ضروری ہے اس کے علاوہ کیا یہ مانا جاسکتا ہے کہ یہ ضرورت جب کہ انگریزی یا یونانی وہ دوائیں کہ جن دواؤں کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں یا ان میں اس طرح کی مشتبہ یا متعین نجس چیزیں نہیں ہیں اس کے باوجود کیا آپ تحقیق کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ دنیا کے بالکل مفقود یا کالعدم کے حکم میں ہیں اور پھر اس مسئلے پر بھی غور کرنا پڑے گا۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ دواؤں کے استعمال کے معاملے میں عموم بلوی یا حرج عظیم یا اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ جس کو شریعت دائرہ اجازت میں لے آتی ہے یہ بس اس تقدیر پر ہے کہ اگر کھانا جائز مان لیا جائے یعنی پہلا اعتراض اپنی جگہ پر ہے کہ کھانے کے معاملے میں ''ومن اضطرفی مخمصة'' کے بغیر اجازت نہیں ہے مخمصہ کی قید اس میں شرط ہے اب اس سے الگ ہو کر یعنی مخمصہ سے نیچے اتر یئے حرج یا ضرورت یا تعامل یا عرف اس کو سامنے رکھ کر اب گفتگو کرنی ہے کہ کیا ضرورت موجود ہو گئی یا حرج عظیم پا لیا گیا اگر ایسا ہے تو پینا فرض ہو گیا۔

ضرورت یا حرج یا تعامل یا عرف کی وجہ سے یہاں پر اگر اس کی تمیز کی ضرورت ہے تو پہلے اب '' من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما'' کے دائرے میں ہے اس چیز پر غور کرنا بنیادی مسئلہ ہے یا دوائیں استعمال کرنا زیادہ آسان ہے یا مر جانا۔

یہ میں حضرت کی بات نقل کر رہا ہوں دوا سے مراد یہاں دوائے معرف بالام یعنی وہ دوا جو الکحل کے آمیزش سے ہے مرض بڑھنا اس وقت جب کہ اس کے بدن میں دوا نہیں تھی اس زمانے میں سب سے پیش پیش دنیا میں جو لوگ نئے

طریقے کے علاج ایلوپیتھ کی طرف سبقت کرتے تھے وہ یورپ کے لوگ تھے اور انہیں کی ایجاد ہے وہ لوگ اتنی تیزی کے ساتھ اس طریقۂ علاج کو چلائے کہ ہر معاملے میں سبقت کررہے ہیں اور اسی طریقۂ علاج کی طرف طلب میں آرہے ہیں جس سے یہ آتا ہے کہ ضرورت ذاتی اس بات کی ہے کہ وہ طریقۂ علاج کب اختیار کیا جائے صرف سرجری کے معاملے میں اب ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے اب یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کی ضرورت جہاں تک اس امر کی ہے مرجانے کی بات اب اس بیچ میں آئی تو اب مرجانا بہتر ہے اس لیے بھی کہہ سکتا ہوں کہ علاج فرض نہیں ہے واجب وسنت مؤکدہ نہیں ہے زیادہ سے زیادہ کوئی کھینچ تان کر ثابت کرے گا تو غیر مؤکد مستحب یا مباح کے درجے میں۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ علاج سرے سے نہ کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی یہ حدیث صحاح ستہ میں طرق عدیدہ اور روایات کثیرہ سے مروی ہے کہ میری امت میں ستر ہزار وہ افراد ہیں جو بے حساب جنت میں جائیں گے"وجوههم كا لقمرليلة البدرلايبتل اولهم الايبتل آخر هم "صحابہ نے عرض کیا"من هم يا رسول الله فقال هم الذين لايتقون ولايتنا هون اذهم على الله يتو كلون"

اس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے اب ایک اور مسئلہ مرجانا آسان ہے کہ نہیں یہ بھی سامنے ہے خیر یہ تو ایک ضمنی بات ہے اصل یہ ہے کہ ابتلائے عام ہے یا نہیں دوسرا مسئلہ اس موقع پر یہ کہ منصوص مسئلے میں ابتلائے عام یا تعامل وغیرہ کے جو بھی تخصیص یا اس کے خلاف حکم کا اعادہ بطور قول ضروری کیا جاتا ہے اس جگہ منصوص سے مراد کیا ہے"منصوص بنص قطعي منصوص بنص متخالف الدلالة الرواية" جیسے خچر کا مسئلہ متخالف دلالتیں رکھنے والا لفظ یعنی وہ منصوص بنص ظنی یا منصوص بنص فقہا مطلب یہ کہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہو"نص

مسموع من الکتاب والسنة" نہ ہو کیا نص سے مراد یہاں ہے یہ معنی بھی،
فقہ کے اندر ہے؟ (صحیفہ فقہ اسلامی ص ۱۹۱/۱۹۲)

سلسلۂ فقہ وافتا

ممتاز الفقہا محدث کبیر مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری بلا ریب ایک عظیم مفتی مرجع خواص وعوام ہیں بلکہ مفتیان زمانہ کے سرخیل ورئیس ہیں آپ اوصاف مفتی کے جامع اتم ہیں ایک مفتی کے اندر کن اوصاف حمیدہ کی ضرورت ہے؟

مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نہایت اختصار وکمال جامعیت کے ساتھ رقمطراز ہیں:

(۱) سوال کو کما حقہ سمجھنا۔

(۲) سوال کے لب ولہجہ سیاق وسباق سے یہ پہچان لینا کہ سائل کا منشا کیا ہے؟ یہ سب سے اہم کام ہے، جو شخص بہت دقیق وتنقیدی نظر نہ رکھتا ہو وہ اس کو شاید ہی جان سکے یہ بہت ماہر حاذق کا کام ہے۔

(۳) مفتی مخلص ہو۔

(۴) انتہائی ذہین وفطین ہو۔

(۵) زبان عربی کا پورا پورا ماہر ہو، عبارت النص، دلالت النص، اشارت النص، اقتضاء النص، وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے جملہ معانی سمجھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔

(۶) متداول کتب فقہ کا کامل مطالعہ کیے ہوئے ہو اور اس کے حافظے میں فقہ کے اکثر کلیات وجزئیات محفوظ ہوں۔

(۷) کسی سے مرعوب نہ ہو۔

(۸) اتنا جری ہو کہ بلا خوف لومۃ لائم حق بات کہنے کی جرأت رکھتا ہو، مزاج پر غصہ غالب ہو اور نہ لینت (نرمی)۔

(۹) سوال کے بارے میں جب تک پورا اطمینان خاطر نہ ہو جائے حکم صادر نہ کرے، جو حکم دے اس کے قوی دلیل پہلے ذہن نشین کر لے۔

(۱۰) متشابہ مسائل میں امتیاز پر قادر ہو وغیرہ وغیرہ۔

یوں ہی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ "ابانة المتوارى فى مصالحة عبدالبارى" میں فقہ وفقیہ کی تشریح وتعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فقہ یہ نہیں کہ کسی جزیئے کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی، ہر بدوی فقیہ ہوتا ہے کہ ان کی مادری زبان عربی بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابط محررہ وجود تکلم وطرق تفاہم و تنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر و احتیاط وتجب وتفریط وافراط وفرق روایت ظاہرہ ونادرہ تمیز درایات غامضہ وظاہرہ منطوق ومفہوم وصریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتیین وسیر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجود تجریح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود دشوار مقصود وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے، کہ تطبع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے اور حقیقۃً وہ نہیں، مگر ایک نور کہ رب عزوجل بفضل کرم اپنے بندے کے قلب میں القا فرماتا ہے: "وما يلقاها الا الذين صبروا ومايلقاها الا ذو حظ عظيم" (ابانۃ المتواری ص ۱۴)

اس کسوٹی پر حضرت محدث کبیر کی ذات گرامی سو فیصد پوری اترتی ہے، بلکہ ارباب فقہ وافتا کے آپ عظیم سپہ سالار ہیں، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے کہنہ مشق، تجربہ کار مفتیان اسلام جب کسی مسئلے میں الجھ جاتے ہیں تو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ کی رائے وفتوی کو بسر وچشم تسلیم کرتے ہیں، آج ہزاروں

مدارس کے دارالافتا میں آپ کے تلامذہ منصب افتا پر جلوہ گر ہیں، اور جب بھی کوئی جدید اور دقیق مسئلۂ شرعی درپیش ہوتا ہے اور اسے جلالت تفقہ، کمال بصیرت، ژرف نگاہی، درک فقہی سے حل کرنے کے لیے فقہائے عظام و مفتیان اسلام اکٹھا ہوتے ہیں تو آپ کا وجود نہایت ضروری قرار دیا جاتا ہے، آپ کا موقف بہت باوزن ہوتا ہے۔

چنانچہ ۲۵/دسمبر ۱۹۹۴ء جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے اندر مجلس شرعی کے دوسرے سیمینار میں شناختی کارڈ کے لیے تصویر کا مسئلہ درپیش ہوا، تو اس کے جواز کا فیصلہ حضرت تاج الشریعہ، شارح بخاری اور محدث کبیر کی ہی رائے پر دیا گیا۔

چنانچہ ماہنامہ اشرفیہ میں ہے:

''صدر اجلاس علامہ ارشد القادری نے وقت کے ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف شرعی ایوان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ الیکشن کے سلسلے میں شناختی کارڈ کا مسئلہ اس وقت مسلمانان ہند کے لیے سخت اضطراب کا سبب بنا ہوا ہے، ملت کے کروڑوں افراد جو شریعت اسلامی کے مطابق تصویر کھنچوانے کو حرام سمجھتے ہیں، وہ سخت کش مکش میں مبتلا ہیں، کہ کیا کریں؟ اس لیے مفتیان شریعت کے اس موقر ایوان سے مودبانہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کا تفصیلی جائزہ لے کر شناختی کارڈ کے متعلق شریعت اسلامی کی روشنی میں کوئی متوازن فیصلہ کریں کہ مسلمانان ہند کو اس موقع پر کیا کرنا چاہیے؟۔

صدر جلسہ کی طرف سے پیش ہونے والی اس تحریک کے جواب میں کافی دیر تک حاضر مفتیان کرام کے درمیان بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری رہا، اخیر میں فیصلہ کن انداز میں حضرت علامہ شاہ اختر رضا خاں صاحب ازہری، حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی اور حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری نے ارشاد فرمایا کہ اس میں شبہہ نہیں کہ تصویر کھنچوانا

ازروئے شرع حرام اور گناہ ہے، اس بنیاد پر کسی مسلمان کو تصویر کھنچوانے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی، لیکن اس مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے جو ہرگز نظرانداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ شناختی کارڈ صرف حق رائے دہندگی ہی کا پروانہ نہیں ہے، بلکہ ہندوستانی شہریت وقومیت کے ثبوت کے لیے وہ ایک سرکاری دستاویز بھی ہے، اگر تصویر کی وجہ سے اس سرکاری دستاویز کو ہم نے حاصل کرنے سے انکار کردیا تو مستقبل میں یہ ہمارے لیے سخت مہلکات ومشکلات کا پیش خیمہ بن سکتا ہے، اس ملک کے شہری حقوق سے ہم یک لخت محروم بھی کیے جاسکتے ہیں، بلکہ غیر ملکی قرار دے کر ہم ملک سے نکالے بھی جاسکتے ہیں، اس لیے اس طرح کے سنگین حالات میں دفع ضرر کے لیے شریعت نے رخصت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے، ہم اس کی روشنی میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اپنے جان ومال کے تحفظ اور اپنے شہری حقوق کو ضائع ہونے سے بچانے کے سلسلے میں جب حکومت کے مطالبے کے بعد شناختی کارڈ کے لیے تصویر کھنچوانا بالکل ناگزیر ہو جائے، تو ہمیں رخصت پر عمل کرتے ہوئے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے، لیکن واضح رہے کہ تصویر کھنچوانے کے سلسلے میں رخصت کا یہ حکم صرف شناختی کارڈ تک محدود رہے گا۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، جنوری ۱۹۹۵ء ص ۴/۳)

اس کے علاوہ محدث کبیر ۲۰۰۳ء تک جامعہ اشرفیہ کے جملہ فقہی سیمیناروں میں سلطان التفقہ، صدر الفقہا کی حیثیت سے اس کی مجالس کی صدارت فرماتے رہے اس دوران درجنوں جدید مسائل آپ کی کاوشوں سے حل ہوئے جو صحیفہ فقہ اسلامی میں مطبوع ہیں اور اس کے بعد شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمیناروں کے روح رواں رہتے ہیں۔

سیمیناروں کے اندر بحث کے دوران آپ کی شان تفقہ وجلالت علمی دیدنی

ہوتی ہے، اپنے موقف کے خلاف مقالہ نگاروں کے دلائل کا ایسا علمی محاسبہ کرتے ہیں کہ اصحاب مقالہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، آپ کا وجود اپنے لیے رحمت الٰہی تصور کرتے، برملا آپ کی عظمت تفقہ کو تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

چنانچہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے دوسرے فقہی سیمینار کی رپورٹ میں ہے:

''کافی دیر تک بحث وتمحیص مندوبین کے مابین ہوتی رہی اسی درمیان حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ نے کچھ اس طرح ان سوالات پر سیر حاصل بحث کی کہ تمام مندوبین متفق ہو گئے''۔ (ماہنامہ سنی دنیا، اکتوبر ۲۰۰۶ء ص ۲۵)

اور اس کے تیسرے فقہی سیمینار کی رپورٹ میں ہے:

''یہاں ان چند مندوبین کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں جن کے وسعت مطالعہ، کثرت تفحص وفقہی مذاکرات سے ان مسائل کے شرعی حل کو قریب سے قریب تر کر دیا وہ ہیں حضرت ممتاز الفقہا محدث کبیر ومفتی معراج القادری ومفتی ناظم علی رضوی ومفتی اختر حسین نعیمی ومفتی قاضی شہید عالم صاحب، خدائے قدیر ان کی فقہی بصیرتوں میں اضعافاً مضاعفۃ اور افزوں ترقی عطا فرمائے''۔

(ماہنامہ سنی دنیا، اکتوبر ۲۰۰۶ء ص ۲۲)

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف اور دینی سیمینار الٰہ آباد کے درج ذیل زیر بحث عناوین وموضوعات میں سے ہر موضوع کو آپ نے اپنی جودت فکر، ذہنی قوت، خداداد صلاحیت کے ذریعہ واضح وروشن کیا اور ہر ایک کو علمی تحقیقات، فقہی تدقیقات کی روشنی میں منقح کیا اور فیصلے کے مراحل سے گزارا۔

موضوعات ملاحظہ ہوں:

(۱) نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال۔

(۲) اجارۂ تراویح۔

(۳) سفر میں جمع بین الصلاتین۔

(۴) انٹرنیٹ وفون سے بیع وشراء کا حکم۔

(۵) رمی جمار۔

(۶) رویت ہلال بذریعۂ جدید آلات۔

(۷) میڈیکل انشورنس۔

(۸) مساجد کی آمدنی کے مصارف۔

(۹) بیع قبل القبض۔

(۱۰) ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرنا۔

(۱۱) رشوت دے کر مدارس ایڈڈ کرانے اور مدرسین کی تقرری کا حکم ہے۔

(۱۲) اختلاف زمان ومکان کی صورت میں وکیل وموکل کے یہاں قربانی کے اوقات واسباب۔

(۱۳) حوالہ ودو ملک کی کرنسیوں کے تبادلے کا حکم۔

(۱۴) تبدیلی جنس کی شرعی حیثیت۔

(۱۵) منیٰ ومزدلفہ کی توسیع وتحدید کی شرعی حیثیت۔

(۱۶) جدید طریقۂ بیع (بیع در بیع) کی شرعی حیثیت۔

(۱۷) ری سائیکل پانی وکاغذ وغیرہ کا شرعی حکم۔

(۱۸) اموال زکوۃ عشر اور عطیات میں خلط یا تصرف کا شرعی حکم۔

(۱۹) حق طباعت، حق تصنیف، حق ایجاد کی خرید وفروخت۔

(۲۰) بے اذن ولی غیر کفو سے نکاح۔

(۲۱) عوامی جگہوں پر لگی تصویروں کا حکم نماز کے حوالے سے۔

(۲۲) چلتی ٹرینوں پر نماز کا مسئلہ۔

(۲۳) طلاق ثلاثہ کی شرعی حیثیت۔
(۲۴) ٹشو پیپر کے استعمال کا شرعی حکم۔
(۲۵) میموری کارڈ، سی ڈی، ہارڈ سک وغیرہ میں آیات قرآنیہ محفوظ کرنے کا شرعی حکم۔
(۲۶) شوال میں عمرہ کرنے والوں پر حج کی شرعی حیثیت۔
(۲۷) مدارس میں فیس کی شرعی حیثیت۔
(۲۸) میڈیکل لیبارٹری اور اطبا کے مابین کمیشن کا شرعی حکم۔
(۲۹) قصر صلوٰۃ کے جدید مسائل اور مسافت سفر کی تحقیق۔
(۳۰) ممالک بعیدہ میں عشا و فجر کے اوقات کا شرعی حکم۔
(۳۱) آرٹی فیشل (مصنوعی) زیورات کے استعمال اور اس کی خرید و فروخت۔
(۳۲) قرعہ اندازی کی وجہ سے ادائیگی حج میں تاخیر کا مسئلہ۔
(۳۳) مساجد میں قائم مکتبوں اور سماجی خدمات کے نام سے زکوٰۃ کی تحصیل اور اس کا شرعی حکم۔
(۳۴) قربانی بینک اور اس کے ٹھیکے کی شرعی حیثیت۔
(۳۵) آپریشن سے ولادت کا حکم۔
(۳۶) میل شرعی اور میل انگریزی میں فرق۔
(۳۷) تحقیقات رضویہ کے خلاف جدید تحقیقات میزان نقد پر۔
(۳۸) امت مسلمہ پر تحقیقات جدیدہ کے اثرات۔
(۳۹) جماعتی انتشار کا سد باب کیوں؟ اور کیسے؟۔

اب چلتے چلتے یہاں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی میں آپ کے پیش کردہ دو خطبات صدارت پیش کیے جاتے ہیں جو بہت اہم اور گراں قدر ہیں، ان کے پڑھنے کے بعد کوئی مفتی، فقیہ، محدث، مدرس، مقرر، مفسر، عالم، قاضی، محدث کبیر

کے تبحر فقہی کا اعتراف ہی نہیں، بلکہ ان کے امام فن ہونے کو تسلیم کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔

خطبہ نمبر (۱)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام علیٰ

سيدالهادين وعلى آله واصحابه هداة الدين

امابعد! بحمدہٖ تعالیٰ آج ہم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شامیانۂ علم وفتویٰ کے سایہ میں ''شرعی کونسل آف انڈیا'' بریلی شریف کے تیسرے سیمینار میں حاضر ہیں، آپ تمام علمائے ملت اسلامیہ کو ہم شکریہ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کررہے ہیں کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت کو دینی مسائل کی شرعی تحقیق کے لیے وقف فرمایا ہے، اللہ آپ حضرات کو جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

ہمیں آپ حضرات پر اعتماد ہے کہ آپ حضرات نے اپنے مقالات میں پوری دیانت وتحقیق کے ساتھ اپنا موقف قلم بند کیا ہوگا، اور جو حضرات مقالات ارسال نہ کرسکے، ان سے ہماری یہ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ بحث وتحقیق کے لیے پوری تیاری کے ساتھ آئے ہوں گے، ہم سب کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہم لوگ صرف اور صرف احقاق حق اور تحصیل حکم شرع کی غرض سے بحث وتمحیص میں حصہ لیں، اس لیے کہ اگر بحث ونظر کے بعد ہم میں سے کسی کے موقف کے خلاف حکم واضح ہوجائے تو ان کے لیے اپنے موقف سے رجوع موجب عار نہ ہوگا، بلکہ باعث اعزازبات ہوگی، گزشتہ سیمینار میں ہم لوگوں نے مسئلہ ہلال میں چند احکام شرع دریافت کیے تھے ان میں سے ایک فیصلہ یہ ہوا تھا:

''قاضی اگرچہ کئی شہروں یا پورے ملک کا قاضی ہو تو اس کا اعلان صرف اسی

شہر و مضافات شہر میں نافذ ہوگا، جہاں اس نے فیصلہ کیا، اور یہ کہ پورے ملک کا اعلان سخت محل نظر ہونے کی وجہ سے زیر غور رکھا گیا تھا"۔

اس سلسلے میں ہم نے فتاویٰ رضویہ کی عبارتوں اور ان کے سیاق و سباق پر بھی نظر رکھی تھی، چند دیگر شواہد فقہیہ سے استفادہ کیا تھا، پھر دور حاضر میں مسئلہ ہلال سے متعلق ناحق کوشش کا جو طوفان اٹھ پڑتا ہے، اس کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا تھا، مگر ان سب باتوں سے بے نیاز ہوکر کچھ لوگوں نے اپنے سیمینار میں فیصلہ کرلیا کہ قاضی پورے ملک یا پورے صوبے کا ہوگا اور اپنے پورے حدود قضا میں اپنا اعلان کراسکتا ہے، اس کام کے لیے قاضی ریڈیو، ٹیلیفون، فیکس، ای میل، وغیرہ کا سہارا لے سکتا ہے، اگر چہ ان ذرائع ابلاغ کا نظم اس کے اختیار میں نہ ہو، بس اسے کسی حد تک اطمینان حاصل ہو جائے کہ کام مرضی کے مطابق ہو جائے گا، ان حضرات نے اپنے موقف پر کوئی فقہی جز ئیہ بطور دلیل پیش نہیں کیا، جب کہ ہم نے کہا تھا کہ قاضی القضاۃ یا قاضی جمیع بلاد ملک کا عہدہ آج کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ کم از کم بارہ سو سال سے زائد عرصہ سے یہ عہدہ رائج تھا، مگر کسی فقیہ نے حکم یا شہادت کا مکتوب ارسال کرنے کے معاملے میں قاضی القضاۃ اور قاضیٔ بلد کے مکاتیب کے درمیان شرائط کتاب القاضی کے التزام اور عدم التزام کی تفریق نہیں کی ہے، اسی طرح اعلان ہلال کا ثبوت عہد رسالت سے جاری ہے، مگر کسی فقیہ نے قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک کے لیے محیط نہیں رکھا، ان حضرات نے اپنے موقف پر جو کچھ لکھا سب کا جواب فتاویٰ رضویہ کی عبارتوں میں مل سکتا ہے، لیکن ان حضرات نے قصداً ان عبارات میں بے جا تاویل یا تحریف سے کام لیا ہے، اس لیے ہم پر لازم ہے کہ قدرے ان کا محاسبہ کریں، اس سلسلے میں ہم نے عالمگیری سے کتاب الاقضیہ کی ایک عبارت نقل کی تھی اور اعلیٰ حضرت کا وہ فتویٰ بھی پیش کیا تھا، جس میں آپ نے اپنے اعلان رویت ہلال کا پرچہ شاہدین عدل کے

بغیر پہلی بھیت بھیجنے سے انکار کیا تھا، پھر ہم نے دوران بحث بزازیہ کی دوعبارتیں بھی پیش کی تھیں، یاددہانی کے لیے کتاب الاقضیہ کی وہ عبارت دوبارہ حاضر خدمت ہے:

”وذكر فی کتاب الأقضية ان كتب الخليفة الى قضاته اذا كان الكتاب فی الحكم بشهادة شاهدين شهدا عنده بمنزلة كتاب القاضی الى القاضی لا يقبل الا بالشرائط التی ذكرناها واما كتابه انه ولی فلانا او عزل فلانا فيقبل عنه بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب اليه اذا كان وقع فی قلبه انه حق ويمضی عليه وهو نظير كتاب سائر الرعايا بشیٔ من المعاملات فانه يقبل بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب اليه اذا وقع فی قلبه انه حق فكذا هنا“۔(عالمگیری، ج۳رص۳۹۶)

ان حضرات نے کتاب الاقضیہ کی مذکورہ عبارت میں خودساختہ توجیہ یہ کی ”ان کتب الخليفة الى قضاته “ کی جزامحذوف ہے، جو”ففيه تفصيل“ یااسی کا ہم معنی کوئی لفظ ہے،اور”اذا كان الكتاب فی الحكم“ دوسری شرط ہے،جس کی جزا”لايقبل الا بشرائطه الى آخره“ہے،اور یہ دوسری شرط دو قیدوں سے مقید ہے”فی الحكم بشهادة شاهدين شهدا عنده“ قیداول ہے،اور”بمنزلة كتاب القاضي الى القاضی“ قیددوم ہے،تو جب تک یہ دونوں قیدیں نہ پائی جائیں شرط متحقق نہ ہوگی، اور اس میں کتاب القاضی کے شرائط لازم نہ ہوں گے،یعنی اگر خلیفہ کا خط بمنزلہ کتاب القاضی نہ ہوتو اس میں شرائط کتاب القاضی ضروری نہ ہوں گے۔

اقول: یہ عبارت کی تشریح نہ ہوئی بلکہ کھینچ تان کر مطلب برآری کی راہ ہموار کی گئی ہے، دراصل مذکورہ بالاعبارت میں ”ان كتب الخليفة الى قضاته “ شرط

ہے، اور بعد کی پوری عبارت خواہ جملہ شرطیہ ہو یا جملہ عاطفہ سب مل کر اس کی جزا ہیں اور رہ گیا جزا میں "اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدين شهدا عنده كا ن بمنزلة كتاب القاضی الخ "اور اگر "منز لة كتاب القاضی "کو "اذا كان" کی قید بنائیں تو صاحب توجیہ کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اگر خلیفہ شاہدین کی شہادتیں بطور کتاب القاضی نہ بھیجے تو وہ بے شرائط کتاب القاضی بھی مقبول و حجت ہوں گی، حالانکہ وہ خود اس کے قائل نہ ہوں گے، چوں کہ ہماری گفتگو خلیفہ کے اس مکتوب کے بارے میں ہے جو جائز و مؤثر ہو، اور طرق مؤجب میں شمار ہو سکے، اس لیے یہ حضرات یہ جواب نہیں دے سکتے کہ مکتوب کو قاضی قبول کر لے گا، بھلے اس پر عمل نہ کرے، حیرت یہ ہے کہ آپ کتاب الاحکام میں شرائط کتاب القاضی کا اعتبار صرف اسی صورت میں کرتے ہیں، جب کہ قاضی اپنے حدود ولایت کے باہر اپنا مکتوب بھیجے تو گویا آپ کے دو دعوے ہوئے:

(۱) قاضی اپنے حدود ولایت میں کسی قاضی کے پاس اپنا فیصلہ بھیجے تو شرائط کتاب القاضی ضروری نہیں ہے۔

(۲) شاہدین کی شہادت بھیجے تو کتاب القاضی کے شرائط ضروری ہیں، ان دونوں دعویٰ کی تفریق پر کیا دلیل ہے؟ اب معرض خفا میں ہے پہلے دعویٰ کی دلیل میں ان حضرات نے "فتح القدیر" اور "عنایہ" کی دو عبارتیں نقل کی ہیں "لان اخبار القاضی فی غير محل ولايته، الخ" دوسری عبارت "وقول القاضی فی غير موضوع قضائه كقول واحد من الرعايا" ان دونوں عبارتوں سے ان حضرات نے یہ مفہوم مخالف نکالا کہ حدود ولایت میں قاضی کی خبر یا اس کا قول معتبر ہے، اگر چہ اس کے حدود چند شہروں پر مشتمل ہوں۔

<u>**اقول:**</u> اولاً: محل قضا اور محل ولایت کی مصداق میں ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ وہ جتنے حلقے کا قاضی ہے کیوں نہ اس سے فیصلے کی جگہ یا شہر مراد ہو۔

ثانیاً: اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ پورے حدود قضا مراد ہیں، تو اسے ہم مفہوم مخالف کیوں مانیں؟ کیوں نہ اسے درجہ "مسکوت عنه" میں مانا جائے۔

ثالثاً: بالفرض اگر اسے مفہوم مخالف ہی تسلیم کرلیا جائے، تو شہادتیں بھیجنے اور فیصلہ ارسال کرنے میں شرائط کے التزام وعدم التزام کا فرق کیوں ہو؟ ان حضرات سے یہ عمل کیوں مخفی رہ گیا کہ جس طرح فیصلہ مقدمات کے لیے ارسال شہادت میں حزم واحتیاط لازم ہے، اسی طرح فیصلہ مقدمات کے بعد کسی دوسرے شہر میں انفاذ حکم کے لیے ارسال فیصلہ میں بھی احتیاط لازم ہے، خصوصاً امر ہلال میں کہ عوام کالانعام، علما ومفتیوں کو زبردستی بے ثبوت ہلال اعلان رویت پر مجبور کرتے ہیں، اور افواہیں احکام شرع کو مٹانے کے لیے ہرسو گشت کرتی رہتی ہیں، اور وہابیہ نابکار اپنے بے سروپا اعلانات سے گمراہ گری میں کوشاں رہتے ہیں، یہ حضرات ایک طرف کتاب الاقضیہ کی عبارت میں شرط اول اور شرط دوم وغیرہ کی توجیہ کے مدعی ہیں، تو دوسری طرف "في الحكم بشهادة شاهدين" کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ، خلیفہ نے اپنا فیصلہ نہ لکھا بلکہ دوگواہوں کے فیصلہ کے بارے میں لکھا، تو یہ خط خلیفہ کے لیے ہوئے، فیصلہ سے متعلق نہ ہوا، مانع کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

سبحان اللہ! آپ مدعی بھی ہیں، اور مانع بھی، اگر بات وہی ہوتی جو ان حضرات نے تحریر کی تو کتاب الاقضیہ کی عبارت یوں ہوتی "اذا كان الكتاب في شهادة شاهدين شهدا عندالحكم الخ" جب کہ عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ خط میں حکم یعنی فیصلہ لکھا گیا ہے، جو دو گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوا، یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بزازیہ کی وہ دو عبارتیں بھی پیش کردوں جو میں نے دوران بحث پیش کی تھی، تاکہ کسی قدر گفتگو واضح ہوجائے:

(۱) "ولو جاء المدعي من القاضي برسول ثقة مامون عدل الى

قاضی آخر لا یقبل لانه لا یرید علی ان یاتی القاضی بنفسه ویخبر وهو فی غیر ولایته کواحد من الرعایا بخلاف کتابه لانه کالخطاب من مجلس قضائه ودلت التفرقة علی مسئلتین الاولی بلدة فیها قاضیان حضر احدهما مجلس الآخر واخبر بحادثة لایجوز له ان یعمل بخبره وحده ولو کتب الیه بشرطه له العمل به ، الخ".

(بزازیہ برحاشیہ عالمگیری ج ۵ رص ۱۸۳)

اس عبارت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ قاضی خود اپنے حدود قضا میں رہ کر بھی اس خط کو دوسرے قاضی کی اجلاس میں بطور کتاب القاضی مطابق شرائط بھیجے تو مقبول اور فرستادہ کی خبر بلکہ خود اس قاضی کی خبر بھی غیر مقبول ہے، اور یہ کہ کتاب القاضی باشرائط اپنے اجلاس سے خطاب کرنے کے حکم میں ہے "تبیین الحقائق" میں ہے: "وذکر الکرخی فی اختلاف الفقهاء ان کتاب القاضی الی القاضی مقبول وان کان فی مصر واحد فکانما اعتبراه بالتوکیل وفی الظاهر اعتبراه بالعجز "۔(صفحہ مذکورہ)

اقول: یہ شبہہ نہ ہو کہ دونوں قاضی ایک جگہ کے مختلف حصوں میں الگ الگ قاضی ہیں، اس لیے کہ دونوں پورے شہر کے قاضی ہیں، مختلف نواحی و جوانب میں ان کا ہونا، اہل مصر کی سہولت کی بنا پر ہے، نہ کہ اختلاف حدود قضا کے سبب، اسی لیے بیان فرق میں یہ علت ذکر کی گئی کہ شہر کے دوسرے قاضی کے پاس آنے والا قاضی فیصلہ کے محل سے اٹھ کر آیا ہے۔

اس لیے کہ اس کی بات نامقبول اور خط بھیجنے کی صورت میں گویا وہ اپنے محل قضا ومقام فیصلہ سے خطاب کر رہا ہے، اس لیے یہ مقبول ہے تبیین نے امام کرخی سے نقل کیا، وہ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ دونوں قاضی پورے ایک شہر میں قاضی ہوں۔

(۲) بزازیہ کی دوسری عبارت یوں ہے:

"وعن الامام الثانی قضاة امیر المومنین اذا خرجوا مع امیرالمومنین لهم ان یحکموا فی ای بلدة نزل فیها الخلیفة لانهم لیسوا قضاة ارض انماهم قضاة الخلیفة وان خرجوا بدون الخلیفة لیس لهم القضاء"۔(بزازیہ برحاشیہ عالمگیری ج۵/ص۱۳۹)

امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین نے جن لوگوں کو اپنا قاضی بنا رکھا ہے وہ مسئلہ قضا میں امیر المومنین اور خلیفہ کے نائب ہیں، اس لیے جہاں جہاں خلیفہ جائے گا، وہ قضاۃ وہیں فصل مقدمات کر سکتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ اگر چہ پورے ملک کا خلیفہ وقاضی ہے لیکن وہ جہاں ہے وہیں فصل مقدمات بالفعل کا اہل ہے، دوسری جگہ کے لیے مسئلہ قضا میں وہ اجنبی ہے، اسی سبب سے اس کا مخصوص قاضی خلیفہ کی جائے نزول پر حق قضا رکھتا ہے، یہاں سے یہ امر ثابت ہوا کہ حدود قضا کا معنی فصل مقدمات کا شہر یا مجلس قضا ہے کہ ہر ایک وہ شہر جہاں کا وہ قاضی مقرر رہا، اسی لیے ہم نے کہا تھا کہ "قول القاضی فی غیر موضع قضائه کقول واحد من الرعایا" سے قاضی کی پوری حدود مراد نہیں، ہم نے اپنے موقف کی تائیدات کی ایک مختصر فہرست پیش کردی، لیکن جو لوگ قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک کے لیے کافی قرار دیتے ہیں، وہ ایک عبارت بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں نہ لا سکے، بلکہ صرف تطویل لاطائل سے کام لیتے رہے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی جو لایعنی توجیہ فرمائی ہے، اس کا جائزہ بھی لیتے چلیں۔

اعلیٰ حضرت پورے غیر منقسم ہندوستان کے قاضی القضاۃ تھے اور حکم سلطان میں تھے وہ اپنے پرچہ اعلان ثبوت ہلال کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"بعض لوگوں نے (اعلان ہلال کے پرچہ کو پیلی بھیت کے لیے چاہا تو اس میں جواب دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عدل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا تو

بلاد بعیدہ کو کیوں کر بھیجے جاتے'' (فتاوی رضویہ ۴ ص ۵۳۲)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ قاضی کو دوسرے شہروں میں اپنا اعلان مؤثر بنانے کے لیے کسی دوسرے طریق موجب کو اختیار کرنا ہوگا، اب اعلیٰ حضرت کی مذکورہ عبارت کی توجیہ سنیے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ پیلی بھیت بریلی شریف سے کافی فاصلہ پر واقع ہے، وہاں کے لوگ کیوں کر تحقیق کر سکتے تھے؟ کوئی فنکار اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا ہی پرچہ تقسیم کرا سکتا تھا، اس لیے اعلیٰ حضرت نے شاہدین کی شرط رکھی تھی، شاید مدعی صاحب نے فتوی کی عبارت پر غور نہیں کیا، ورنہ اتنی بے تکی بات نہ کہتے، اعلیٰ حضرت نے اپنی اس عبارت میں پیلی بھیت کے مقابلے میں جو لفظ اختیار کیا ہے، وہ بلاد بعیدہ کا لفظ ہے، تو کیا مفہوم مخالف کی گنجائش نہ تھی؟ جو آپ نے پیلی بھیت کو بلاد بعیدہ میں شمار کر ڈالا، معلوم ہونا چاہیے کہ پیلی بھیت اعلیٰ حضرت کے زمانے میں دو سے تین گھنٹے کے فاصلے پر تھا، صرف ۴۹ کلومیٹر، اس دور میں بعض لوگ بریلی اور پیلی بھیت کے درمیان دن میں دو چکر لگا لیتے تھے، علاوہ ازیں تحقیق اعلان کے لیے کسی مختصر سی مدت کا تعین کس قانون احتیاط میں داخل ہے؟ ستم تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں جعل وتزویر کی تحقیق متعذر تھی، مگر اب جب کہ آوارگی فکر وعمل کے فتنے شباب پر ہیں، ای میل اور فیکس پر وائرس کے فنکار اربوں کا وارا نیارا کرتے ہیں، ای میل اور فیکس کا کتاب القاضی سے الحاق ضروری ہوگیا ہے؟ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**، ہمیں اعتراف ہے کہ ہم ایسی تحقیق انیق سے عاری ہیں، جو ان ارباب فکر ودانش کو نصیب ہوئی، **فالحمد للہ علی ذلک**۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ فیکس وانٹرنیٹ ٹیلیفون کے ذریعہ استفاضہ شرعیہ کا تحقق نہیں ہوسکتا، ان حضرات نے فیکس اور ای میل، ٹیلیفون، موبائل کو استفاضہ کے لیے کافی قرار دیا ہے، جب کہ جعل وتزویر سے محفوظ ہو، عرض ہے کہ دور حاضر میں

ان امور کا جعل وتزویر سے محفوظ رکھنا اور وائرس کی بلاؤں سے بچانا، کہاں تک ممکن ہے؟ علاوہ ازیں استفاضہ میں لوگوں کا گروہ در گروہ آنا شرط ہے، ٹیلیفون یا فیکس وغیرہ میں لوگوں کی آمد اور ان کے مشاہدہ معائنہ کی قید کیسے پوری ہو سکے گی؟ جب کہ قاعدہ فقہیہ ہے ''الخط يشبه الخط و النغمةتشبه النغمة'' اس لیے کسی کا یہ کہہ دینا کہاں تک جماعات متعدد میں آنے کی قید محض اتفاقی ہے، ایک دعوائے مطلب برآری کے سوا کچھ نہیں۔

نیز استفاضہ کے لیے ہر ٹیلیفون یا فیکس پر ایک ایک جماعت کو کیسے جمع کریں گے؟ اس کے علاوہ آپ خود تنبیہ الغافل والوسنان اور ردالمحتار سے ناقل ہیں:
''الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر'' اور طے شدہ امر ہے کہ عندالمحققین والحنفیہ تواتر میں کسی عدد کا تعین غلط ہے، تو رحمتی علیہ الرحمہ کے قول میں آپ کے فرمان کا کیا معنی ہے کہ ''علامہ مصطفیٰ رحمتی کی تشریح کے مطابق خبر دینے والوں کی تعداد چھ سے نو ہونی چاہئے'' کیا یہ علامہ رحمتی پر بہتان طرازی کی جرأت نہیں ہے؟

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا، اور ان میں بھی کافی وشرعی ہونے کے لیے بہت قیود وشرائط لگائیں، جس کے بغیر ہرگز ہرگز گواہی وشہرت کارآمد نہیں'' (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۲۳)

فرماتے ہیں ٹیلیفون کہ اس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا، صرف آواز سنائی دیتی ہے، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو، اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۲۷)

اعلیٰ حضرت نے علامہ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ردالمحتار سے نقل کر کے افادہ فرمایا: ''جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے اس کی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم

مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع"۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۳)

سب سے نقصان دہ وہ کارنامہ ہے، جو بعض حضرات نے یہ انجام دیا کہ فیکس اور ای میل کو کتاب القاضی سے ملحق قرار دے دیا اور اس کے تحفظ کے لیے جن قیود کا ذکر کیا گیا، وہ سب باب شہادات میں ناکافی اور ان میں سے بعض صرف مفروض جن پر عمل مستبعد جب کہ اس باب میں دوسرے شہر کی رویت بے شہادت شرعی یا بے تواتر شرعی ناقابل قبول " کما قدمنا عن الفتاوی الرضویة" علاوہ ازیں فیکس اور ای میل کا تحفظ وائرس سے متعذر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر موقع دیا تو اس موضوع پر ایک تجزیاتی مضمون قلم بند کروں گا، تاکہ امت ہلاکت سے محفوظ رہ سکے، ہم علمائے امت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم تحفظ شرع کی طرف خاص توجہ کریں۔

اخیر میں عرض ہے کہ گزشتہ سیمینار میں ہم لوگ رمی جمار کے اوقات میں حاجت شدیدہ کی وجہ سے وقت سے قبل رمی جمار کے مسئلہ پر غور نہ کر سکے، اس کی وجہ وقت کی قلت یا ہماری غفلت رہی ہوگی، آج ہی اس پر کوئی تصفیہ و فیصلہ ہو سکے تو ہم شکر گزار ہوں گے، بعض عناوین کے اجزا ابھی باقی رہ گئے ہیں، ان کے لیے بھی گنجائش نکلی تو ان پر بھی کوئی بحث ہو سکے گی، آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ آپ نے میرے اس طویل مضمون کے لیے اپنا وقت دیا۔

خطبہ نمبر (۲)

"الحمد لله العلى العليم الخبير، له الحكم واليه المرجع والمصير والصلاة والسلام على النبى الشاهد البشير النذير خليفة الله فى اصدارالحكم وارجاعه الى النظير فهو قاضى الحاجات فى ملكوت الله والخلق اليه فقير ومنه الهداية والبداية وهوالجامع الكبير وعلى آله وصحبه الحا فظين لدينه الخطيروعلى الامام الاعظم واصحابه الذين بذلوا جهد هم وميزوا الحق حق التنوير.

امابعد! اللہ کا شکر ہے کہ آج ہم خوشہ چینان امام احمد رضا انہیں کے گہوارۂ رحمت میں جامعۃ الرضا بریلی شریف کے دوسرے فقہی سیمینار میں حاضر ہیں، اور ہم سبھی کو اس بات کا علم ہے کہ قیامت تک روز بروز مسائل جدیدہ پیدا ہوتے رہیں گے، اور کوئی بھی مسئلہ حکم شرع سے باہر نہیں ہوسکتا۔

یہ کرم ہے ان ائمہ دین کا جن کی گردنوں میں دین وملت کا علم امانت ہے جو بارگاہ نبوت سے انھیں تفویض ہوا تھا انہیں اساطین اسلام نے دین کے ایسے اصول وفروع کتاب وسنت سے استنباط فرمائے کہ آج ہم بے مائیگان علم بھی کسی قدر ہر جدید مسئلہ میں جولانیٔ فکر کی ہمت وجرأت کر پاتے ہیں۔

آج علمائے ملت جو مُنائے امت ہیں، انہیں کی ذمہ داری ہے کہ ان نئے مسائل پر پوری دیانت سے غور کریں اور اپنے اسلاف کے منہج سے استفادہ کریں اور نظائر اور حکم کے مناط وعلل کی جستجو کریں، پھر اپنے نتیجہ فکر پر بار بار نظر ثانی وثالث کے مراحل سے گذر کر کوئی فیصلہ صادر کریں اور ضرورت ہو تو اکابر کی طرف مراجعت سے گریز نہ کریں، ان کے بعد اگر ہم سے کوتاہی فکر ہو تو رجوع بھی کریں تا کہ رحمت الٰہی کو اپنے لیے محفوظ کرسکیں۔

چنانچہ حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

''مفتی کے لیے ضروری ہے کہ غلطی ہو جائے تو واپس لے، اپنی غلطی سے رجوع کرنے میں کبھی دریغ نہ کرے، یہ نہ سمجھے کہ مجھے لوگ کیا کہیں گے کہ غلط فتویٰ دیکر رجوع نہ کرنا حیا سے ہو یا تکبر سے، بہر حال حرام ہے''۔

(اہ مختصراً، بہار شریعت حصہ ۱۲/ص ۷۲)

عالمگیری میں نہر سے ہے:

''ولاینبغی له ان یحتج للفتوی اذالم یسئل عنه واذا اخطأ رجع ولا یستحی ولایأنف، کذافی النهر الفائق'' (ہندیہ ج ۳/ص ۳۰۹)

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

''یاداؤ دانا جعلناك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولاتتبع الهویٰ فیضلك عن سبیل الله ان الذین یضلون عن سبیل الله لهم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب'' (سورہ ص)

ترجمہ: اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ کیا کہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرو کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی اور جو اللہ کے راستے سے الگ ہو گئے ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس وجہ سے کہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

اس آیت میں بظاہر خطاب سیدنا داؤد علیہ السلام سے ہے لیکن درحقیقت ان سے حکام اور علما مراد ہیں، جنھیں اصدار حکم یا اظہار فتویٰ کا منصب حاصل ہے، مگر اس دور میں نہایت اندوہناک حادثہ یہ ہے کہ ایضاح حق کے بعد بھی بعض مفتیان کرام اپنے قول مرجوح سے رجوع کرنا یا تو عار سمجھتے ہیں، یا اس قول حق کی تضحیک میں مبتلا ہیں، یا کم از کم بے دلیل قول حق کی تضعیف میں مبتلا ہیں۔

اس موقع پر عالم کی تشریح بھی ضروری ہے کیونکہ عام طور سے لوگ مدارس کے فارغ التحصیل عالمیت یا فضلیت کی سندوں کے حامل اشخاص کو عالم دین سمجھتے ہیں، حالانکہ ابھی وہ علم کیا ابجد بھی نہیں پڑھ سکے اسی لیے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں ''یہ درس کہ ان بلاد میں رائج، احمق اسے منتہائے علم سمجھتے میں، حاشا! کہ وہ ابتدائی علم بھی نہیں ،اس سے استعداد آنا منظور ہے، رہا علم !ہیہات !ہیہات! ہنوز دلی دور است'' (فتاوی رضویہ ج ۱۲رص ۳۰۸ ررضا اکیڈمی ممبئی)

اس لیے مفتی کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے اکابر اہل فتوائے زمانہ کی بارگاہوں میں مدتوں دین وفقہ اور کتب ائمہ کی خدمت کرنی ہوتی ہے اور مزاج کی نخوت وترفع ،جبن وتہور غضب وبے جا تواضع سے پاک بھی کرنا پڑتا ہے، تب جا کر اگر ولیٔ افتا مجاز بنائے تو اصدار فتوی کی اجازت ملتی اور ولیٔ امر اگر روک دے، تو رکنا پڑے گا۔

چنانچہ ہندیہ میں نہر فائق سے ہے:

''والصحیح ان الافتاء غیر مکروہ لمن کان اھلاوعلی ولی الامر ان یبحث عمن یصلح للفتوی ویمنع من لا یصلح کذافی النھر الفائق ''(ہندیہ ص ۳۰۹ ج ۳)

اب ہم دل پر ہاتھ رکھ کر خود اپنے وجدان سے فیصلہ لیں کہ کیا ہم میں جو بعد بحث وتفتیش فتویٰ سے روکا جائے تو اپنے کار افتا سے باز آنے کو تیار ہیں؟ ساتھ یہ بھی فیصلہ کریں کہ ہم سب مل کر بھی کسی صاحب تمیز مفتی کے منصب کو مس کرنے کے قابل ہیں، جو اصحاب فتویٰ اور اصحاب ترجیح کے فتویٰ میں عوامل ستہ کا سہارا لے کر ردوبدل کی جرأت کرسکیں، جہاں تک میرا علم ہے حضور سیدی مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے بعد سے اب تک کم ازکم ہندو پاک بنگلہ دیش میں کوئی صاحب تمیز عالم پیدا نہیں ہوا۔

مگر اس کے باوجود ہم اہل علم وناقلین فتویٰ پر لازم ہے کہ مسائل جدیدہ میں اپنے انھیں اصحاب تمیز کے مناہج پر اخذ حکم کی جہد ومساعی کو بروئے کار لائیں اور اس عمل میں دیانت، حزم واحتیاط کو ہاتھ سے جانے نہ دیں، ساتھ ہی پوری پوری عبارتوں پر نظر رکھیں اور اقوال وروایات کی چھان بین میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، اس موقع پر یہ بحث بھی افادیت سے خالی نہ ہوگی کہ قاضیوں کا نصب وعزل اور استبدال خالص خلیفۃ المسلمین یا سلطان کا حق ہے، اسی لیے فرمایا گیا: ”ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائر“۔
(ہندیہ ج ۳ ر ص ۳۰۷)

ردالمحتار میں ہے:

”والذی له ولایة التقلید الخلیفة والسلطان الذی نصبه الخلیفة واطلق له التصرف وکذا الذی ولاه السلطان ناحیة وجعل له خراجها واطلق له التصرف فان له ان یولی ویعزل کذا قالوا“۔
(ردالمحتار ج ۸ ر ص ۲۵)

ہندیہ میں ہے:

”السلطان اذا قال جعلتك قاضیاً ولم یذکر فی ای بلدة لایصیر قاضیاً فی البلد الذی هو فیه والمختار انه یصیر قاضیاً لجمیع بلاد السلطان کذا فی الخلاصة وهو الاظهر والاشبه“۔
(ہندیہ ج ۳ ر ص ۳۲۵)

حضور صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

”قاضی مقرر کرنا بادشاہ اسلام کا کام ہے یا سلطان کے ماتحت جو ریاستیں خراج گزار ہیں جن کو سلطان نے قضا عزل ونصب کا اختیار دیا ہو، یہ بھی قاضی مقرر کرسکتی ہیں“۔ (بہار شریعت حصہ ۱۲ ر ص ۵۵)

یہی وجہ ہے کہ اگر عامۃ الناس کسی کو قاضی مقرر کریں تو وہ قاضی نہ ہوگا۔

صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

''کسی شہر کے تمام لوگوں نے متفق ہو کر ایک شخص کو قاضی مقرر کر دیا کہ وہ ان کے معاملات کا فیصل کیا کرے، ان کے قاضی بنانے سے وہ قاضی نہ ہوگا کہ قاضی بنانا بادشاہ اسلام کا کام ہے''۔ (بہار شریعت حصہ ۱۲ رص ۵۸)

''اذا اجتمع اهل بلدة على رجل وجعلوه قاضياً يقضى فيما بينهم لايصير قاضيا ولو اجتمعوا على رجل وعقدوا معه عقد السلطنة او عقدالخلافة يصير خليفة وسلطاناً كذا فى المحيط''۔ (ہندیہ ج ۳ رص ۳۱۵)

جب یہ مسئلہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ قاضی کا نصب وعزل سلطان کا حق خالص ہے، تو اب اگر وہ اس اختیار میں کسی کو اپنا نائب بنائے تو اس سے نہ یہ لازم آیا کہ اس نائب کا حکم جو امور شہادت پر مبنی ہوتا ہے وہ پورے جہاں یا پورے ملک میں بے طریق موجب نافذ ہوگا، زیادہ سے زیادہ یہ لازم آیا کہ اگر اس سلطان نے کسی قاضی کو عزل ونصب کا اختیار دیا تو وہ اپنے دائرۂ اختیار مفوض کے مطابق قاضی کے عزل ونصب اور استبدال کا مختار ہے، نہ یہ کہ وہ پورے ملک کا قاضی ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے:

''فان قاضى القضاة هو الذى يتصرف فيهم مطلقاً تقليداً وعزلاً''۔

(درمختار ج ۸ رص ۷۶)

یہ جملہ اگر چہ موضوع تعلیل میں ہے مگر اس سے قاضی القضاۃ کی تعریف صراحۃً مستفاد ہے، کیوں کہ پہلے ہی یہ فرمایا گیا:

''والدلالة ههنا اقوى لان فى الصريح المذكور يملك الاستخلاف لا العزل وفى الدلالة يملكها''.

اس کا صاف معنی ہے کہ قاضی القضاۃ کی اصطلاح "**القاضی الذی یملك التقلید و العزل**" کے معنی ہی میں ہے، اور یہی اس کا معنی مطابقی ہے، اس سے یہ نتیجہ کس طرح لازم آیا کہ قاضی القضاۃ ہر شہر کا قاضی ہے بلکہ نصب وعزل اور استبدال میں وہ سلطان کا نائب ہے۔

بالفرض اگر وہ پورے ملک کا قاضی ہوتو بھی یہ امر کس طرح لازم آیا کہ اس کا اعلان ہر شہر کے لیے طریق موجب کے حکم میں ہے؟۔

اور جب سلطان ذی کفایت کا مکتوب احکام مبنیہ علی الشہادات میں بے شرائط کتاب القاضی الی القاضی غیر مقبول، تو اس کے نائب کا کیا ذکر؟۔

ہماری یہ گفتگو سلطان جاہل بے علم مسلوب الزہد والتقویٰ کے بارے میں نہیں ہے، کہ بات آئی گئی کر دی جائے، بلکہ اس خلیفہ کے بارے میں گفتگو ہے جو منصب قضا کا بھرپور اہل بھی ہے، اور فیصل قضا بھی کرتا ہو۔

ہندیہ میں ہے:

"**ذکر فی کتاب الاقضیة ان کتب الخلیفة الی قضاته اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی لایقبل الا بالشرائط التی ذکرناها ، الخ**".

(ہندیہ ج ۳ /ص ۳۹۶)

ظاہر ہے کہ یہ سلطان کا خود اپنا فیصلہ ہے جبھی تو اس نے یہ مکتوب لکھا۔

اب یہ کہنا کہ اگر سلطان نے بحیثیت کتاب القاضی یہ خط لکھا ہوتو کتاب القاضی کے شرائط لازم ہیں ورنہ نہیں، اس پر یہ کہنا کہ جب خلیفہ کا ہر مکتوب آپ کی فہم بلیغ میں نافذ العمل اور طریق موجب ہے تو کتاب القاضی کے شرائط کا اعتبار لایعنی ہوا، نیز عزل ونصب یا دیگر امور مملکت کے حکم سے اسے جدا رکھنے کا معنی ہی کیا ہوا؟۔

جو لوگ قاضی جمیع بلاد ملک کا اعلان پورے ملک میں نافذ مانتے ہیں انھیں

اپنے موقف پر مزاج طبعی کے بجائے نظائر شرع پیش کرنا لازم ہے "فان الدعوی بلا دلیل لا تقبل والتفریع بلفظ قاضی القضاۃ علی المدعی مصادرۃ"۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اصل مذہب کے اعتبار سے حدود خالصۃ للہ کے سوا میں قاضی کو اگر کسی مقدمے کے مدعی یا مدعا علیہ کے بیان کے صدق و کذب پر علم صریح ہو، تو وہ اپنی معلومات کی بنیاد پر فیصلہ صادر کر سکتا ہے، مثلاً قاضی کے سامنے اجلاس قضا کے باہر ہی سہی زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، قاضی کے سامنے جب یہ مقدمہ آیا تو زید طلاق سے منکر ہوا، اس صورت میں قاضی اپنے علم کی بنیاد پر طلاق کا فیصلہ صادر کرے گا، لیکن متأخرین مشائخ نے اس امر کی اجازت نہیں دی کہ قاضی اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ صادر کرے، امام حموی لکھتے ہیں:

"والفتوی الیوم علی عدم جواز القضاء بعلمہ مطلقاً لفساد قضاۃ الزمان" ۔(الاشباہ)

درمختار میں ہے:

"الکتابۃ بعلمہ کالقضاء بعلمہ فی الاصح (بحر) فمن جوزہ جوزھا ومن لافلا الا ان المعتمد عدم حکمہ فی زماننا"۔(ج ا/ص ۳۸۶)

ردالمحتار میں ہے:

"قولہ (الا ان المعتمد) ای عند المتأخرین لفساد قضاۃ الزمان وعبارۃ الاشباہ الفتوی الیوم علی عدم العمل بعلم القاضی فی زماننا کما فی الجامع الفصولین"۔(ج ۸/ص ۱۴۰)

ہاں اگر قاضی کو شاہدین کا کذب معلوم ہو تو قبول شہادت ناجائز ہے اور اس کے بعد فیصلہ بھی صحیح نہیں۔

درمختار میں ہے:

''وینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهراً وباطناً حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزوره''۔(درمختار ج۸/ص۹۴)

ردالمحتار میں ہے:

قوله وحیث کان المحل قابلا الخ شرطان بالنفاذ ویأتی فی کلام الشارح محترزهما، ایضاً''۔

بہار شریعت میں ہے:

''قضاء قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہونے میں یہ شرط ہے کہ قاضی کو گواہوں کا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو، اور اگر خود قاضی کو علم ہے کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں باوجود اس کے مدعی کے موافق فیصلہ کر دیا یہ قضا بالکل نافذ نہیں، نہ ظاہراً نہ باطناً''۔

(حصہ دوازدہم ص ٦٥)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قاضیوں میں وہ کون سا فساد پیدا ہو گیا ہے جن کی بنا پر ان کا اتنا عظیم اختیار سلب کر لیا گیا، غور کرنے پر یہی واضح ہوتا ہے کہ قاضیوں میں بے اعتدالی، خدا ناترسی، بے جا مصلحت اندیشی، بعض حالات میں جانب داری یا کسی بیرونی دباؤ کا تأثر اور قلت شجاعت جیسے اوصاف پیدا ہو گئے ہیں جن کے سبب ان کی ذاتی معلومات منصب قضا کے لیے قابل اعتماد نہیں رہے۔

اب اگر یہی اسباب ہمارے زمانے کے اصحاب افتا میں پیدا ہو جائیں کہ وہ عوام میں مقبولیت پیدا کرنے یا تعلّی کی غرض سے یا کسی صاحب منصب یا صاحب قرابت کے دباؤ میں آ کے فتووں میں غلط حیلوں کو یا اقوال مرجوحہ کو اختیار کرنے جیسے نامناسب رویے کو اپنائیں، تو کیا ان کے فتووں پر اعتماد درست ہوگا؟ اور کیا انہیں والیٔ فتویٰ افتا کی اجازت دے سکے گا۔

امام اعظم کے قول ''اذاصح الحدیث فهو مذهبی'' کی غلط توجیہات، عوام تو عوام بعض ابجدی علما میں بھی رائج ہو گئی ہیں، اس لیے ہم اصحاب فکر پر اعلیٰ

حضرت کے رسالہ ''الفضل الموھبی ''کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

اس زمانے کے مفتی چوں کہ کلیۃً مفتی ناقل ہیں، نہ کہ مفتی حقیقی، اس لیے ان پر لازم ہے کہ مشہور و متداول کتابوں سے اخذ مسائل کریں، غیر مشہور کتب سے حتی الامکان گریز کریں، اور فتویٰ مطلقاً قول امام پر صادر کیا جائے، مگر یہ کہ ائمہ فتویٰ اور اصحاب ترجیح نے غیر قول امام پر اگر فتویٰ صادر کیا ہے، یا اس کے خلاف کو ترجیح دی ہو، تو فتویٰ ائمہ فتویٰ اور ائمہ ترجیح کی ترجیحات کے مطابق ہوگا، اس موضوع پر اعلیٰ حضرت کا رسالہ '' اجلی الاعلام '' بے مثال افادات پر مشتمل ہے، مفتی کو اس سے بے نیازی ہرگز زیبا نہیں۔

اخیر میں میں یہ عرض کروں گا کہ اس زمانے میں اکثر اہل ثروت کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے، کہ علما ہمارے محتاج ہیں، اس لیے علما پر لازم ہے کہ حسن تدبیر سے وہ روش اپنائیں جس سے علما کا وقار محفوظ رہے، اور اہل ثروت بھی علما سے بے تعلق نہ ہو سکیں، اسی طرح دنیاداروں کے ساتھ بے جا تواضع کر کے علم دین کی وقعت ضائع نہ کریں اور نہ کسی امر میں ان کا بے جا دباؤ قبول کریں۔

میری گزارشات کا بیشتر حصہ آپ کے علم میں ہے، مگر میں نے ان کو اہمیت اور حزم و احتیاط رکھنے کی غرض سے پیش کر دیا ہے، اگر کہیں کوئی جملہ آپ کے لیے بار خاطر ہو، تو میری نااہلیت پر محمول فرما کر درگزر کریں۔

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و الیہ اتوب و انیب۔ (۱۱؍ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ)

فن فقہ میں محدث کبیر کے شیوخ اور سند

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد اور فن فقہ کے صاحب تمیز امام تھے، جنھوں نے اپنی پوری زندگی تجدید ملت، احیائے

سنت اور فقہی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی انھوں نے اپنے علم وفقہ کا ایک حصہ اپنے عزیز ترین خلیفہ صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی اور اپنے شہزادہ ابوالبرکات علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہما کو عطا فرمایا، دونوں کو فقہ کی اجازت سے نوازا۔

حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم سے براہ راست اور حضور حافظ ملت کے واسطے سے فقہ کی اجازت حاصل ہے، آپ کی سند فقہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہے، جو حسب ذیل ہے:

حضرت رسول اعظم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود۔

حضرت شیخ علقمہ و شیخ اسود۔

حضرت شیخ امام ابراہیم۔

حضرت شیخ امام حماد۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت۔

حضرت امام ابوعبد اللہ محمد بن حسن شیبانی۔

حضرت امام احمد بن حفص (مشہور ابوحفص)۔

حضرت عبد اللہ بن ابوحفص بخاری۔

حضرت امام ابوعبد اللہ السبز مونی۔

حضرت ابوبکر محمد بن فضل بخاری۔

حضرت قاضی ابوعلی نسفی۔

حضرت امام فخر الاسلام بزدوی۔

حضرت امام برہان الدین۔

حضرت امام عبد الستار بن محمد کردری۔

حضرت امام جلال الدین کبیر۔
حضرت شیخ عبدالعزیز بخاری صاحب کشف و تحقیق۔
حضرت سید جلال الدین خبازی شارح ہدایہ۔
حضرت شیخ غلام الدین السیر افی ۔
حضرت شیخ سراج قاری الہدایہ۔
حضرت شیخ کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر۔
حضرت شیخ سری الدین بن عبدالبر بن شحنہ شارح الوہبانیہ۔
حضرت شیخ احمد بن یونس الشلبی صاحب الفتاوی۔
حضرت شیخ عبدالنحریری۔
حضرت شیخ محمد بن عبدالرحمٰن المیسری۔
حضرت شیخ محمد بن احمد الحموی۔
حضرت شیخ احمد الحمی ۔
حضرت شیخ عمر بن نجیم صاحب النہر الفائق والشمس الحانوتی صاحب الفتاوی
حضرت شیخ علی مقدسی شارح نظم الکنز وروایۃ الثانی۔
حضرت شیخ احمد الشوبری شرنبلالی۔
حضرت شیخ اسماعیل بن عبدالغنی النابلسی ۔
حضرت شیخ عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی ۔
حضرت شیخ اسماعیل بن عبداللہ شہیر بہ علی زادہ۔
حضرت شیخ عبدالقادر بن خلیل۔
حضرت شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین مزجاجی ۔
حضرت شیخ محمد عابد انصاری مدنی۔
حضرت مفتی مکہ سید جمال بن عبداللہ بن عمر۔

حضرت مفتی الحنفیہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن السراج بن المفتی عبداللہ السراج۔

حضرت شیخ

امام احمد رضا خاں قادری بریلوی

حضرت شیخ

صدرالشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی

حضرت شیخ

مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری

حضرت شیخ

حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی

حضرت شیخ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

سلسلۂ خدمات اسلام بذریعہ افتا

حضرت ممتاز الفقہا دام ظلہ نے فتویٰ نویسی کے توسط سے ملت اسلامیہ کی ناقابل فراموش خدمت انجام دی ہے، اب تک ہزاروں ہزار فتاوے لکھے، دوسرے سے املا کرایا سیکڑوں فتوے کی تصویب وتصدیق فرمائی۔

دارالعلوم ضیاء الاسلام کلکتہ بنگال میں قیام کے دوران کئی سال تعطیلات کے اوقات حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی بارگاہ میں گزارے، اور بے شمار تحقیقی تفصیلی اور اجمالی فتاوے تحریر فرمائے۔

دو ہزار عیسوی کے اوائل میں آپ جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں شعبۂ افتا کے صدر مقرر ہوئے، اگست ۲۰۰۳ء تک اس منصب جلیل الشان کی زینت رہے، ہزار ہا اسلامی، دینی، اعتقادی، علمی، عملی، اصولی، فروعی مسائل کو حل فرما کر بے مثال کارنامہ انجام دیا، اس مدت میں درج ذیل علما وفقہا آپ کے ماتحت تحریر فتاویٰ کا کام کرتے رہے، آپ ان کی اصلاح فرماتے رہے۔

(۱) مفتی محمد نظام الدین رضوی۔

(۲) مفتی محمد معراج القادری مصباحی۔

(۳) مفتی محمد بدرعالم صاحب قبلہ مصباحی۔

(۴) مفتی جمال مصطفیٰ قادری مصباحی دام ظلہ۔

(۵) مفتی نسیم احمد فیض آبادی مصباحی۔

(۶) مفتی ارشاد احمد سہرامی مصباحی۔

ان کے علاوہ درجہ تحقیق فی الفقہ کے طلبہ بھی اپنے مشقی فتاوے کی تصدیق آپ سے لیتے رہے، اور اپنے قائم کردہ ادارے طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی کے شعبۂ افتا کی صدارت تاسیس کے عہد اول ہی سے کر رہے ہیں۔

طیبۃ العلما کے درج ذیل اساتذہ نے آپ سے فتاوے کی تصویب کرائی اور اپنے اندر تحریر فتویٰ کی صلاحیت اجاگر کی۔

(۱) حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ خان صاحب نعیمی مصباحی دام ظلہ۔

(۲) مفتی محمد آل مصطفیٰ کٹیہاری مصباحی۔

(۳) مفتی شمشاد احمد اعظمی مصباحی۔

(۴) راقم سطور محمد ابوالحسن قادری مصباحی غفرلہ۔

باستثنائے اول الذکر باقی تاحال حضرت والا سے فقہی استفادہ کر رہے ہیں، خود حضرت صاحب تذکرہ کے قلم حق نگار سے جو فتاوے صادر ہوئے ہیں، ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں، البتہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ اور جامعہ اشرفیہ کے ریکارڈ رجسٹر سے تعداد حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

آپ کے فتاوے کے نمایاں محاسن وخصائص

آپ کے فتاوے درج ذیل خوبیوں سے آراستہ ہوتے ہیں:

آیات قرآن سے استدلال۔

احادیث کریمہ سے استدلال۔

اجماع امت سے استدلال۔

جزئیات فقہ سے استدلال۔

اعمال صحابہ سے استدلال۔

آثار صحابہ سے استدلال۔

اصول فقہ سے استدلال۔

اقوال ائمہ سے استدلال۔

قول راجح کا اختیار وانتخاب۔

آداب افتا کا پاس ولحاظ۔

جزئیات صریحہ کا انتخاب۔

دلیل نقلی کے ساتھ عقلی دلیل کا ذکر۔

اختصار وجامعیت حسب حاجت تفصیل۔

سوال کے جملہ گوشوں کا احاطہ۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔

رد باطل۔

حالات زمانہ کی رعایت۔

بدمذہبوں کے دلائل کا علمی محاسبہ اور مسکت جواب۔

سائل کی الجھن کا ازالہ۔

نصیحت وہدایت وغیرہ وغیرہ۔

چند فتاوے

یہاں بطور نمونہ چند فتاوے پیش کیے جاتے ہیں، انشاءاللہ قارئین انھیں پڑھ کر علمی جلا پائیں گے۔

(۱) کیا سفر حج سے پہلے جائداد کی تقسیم واجب ہے؟

سوال:۔ زید حج کو جارہا ہے، تو کیا اس پر واجب ہے کہ اپنی جائداد بانٹ کر جائے؟

جواب:۔ سفر حج میں جانے سے پہلے جائداد کی تقسیم واجب نہیں، صرف یہ واجب ہے کہ جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ پر ہے، ان کے لیے اپنی واپسی تک کے نفقہ کا انتظام کر جائے، ہدایہ میں ہے، آزاد عاقل، بالغ، صحت مند پر حج کب فرض ہے؟ فرماتے ہیں: "اذا قدر علی الزاد والراحلة (ای اذا لم یکن مکیا فتح) فاضلا عن المسکن وما لا بدمنه وعن نفقة عیاله الی حین عوده، الخ"۔

تقسیم جائداد کیا واجب ہوگی وصیت بھی واجب نہیں، حدیث شریف میں فرمایا:

" ان الله اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حق مقرر کردیا ہے، اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں۔

بلکہ فتح القدیر میں قاضی خان سے ہے:

"قال بعض العلماء ان کان الرجل تاجراً یملك مالو دفع منه الزاد والراحلة لذهابه وایابه ونفقة اولاده وعیاله من وقت خروجه الی وقت رجوعه یبقی له بعد رجوعه رأس مال التجارة التی کان یتجربها کان علیه الحج والافلا، الخ"۔

اس سے ظاہر ہے کہ اپنی تجارت وحرفت وغیرہ کا مال چھوڑ کر جائے تو سارا

مالک تقسیم کردے گا تو واپسی کے بعد کیا کرے گا؟ اگر چہ ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ وجوب حج کے لیے واپسی کے بعد نفقہ باقی رکھنا شرط نہیں ہے، الحاصل حج کو جانے والے پر تقسیم جائداد لازم تو کیا مستحب بھی نہیں، ہاں ایک طور پر تقسیم کریں تو جائز ہے، مگر بیٹے اور بیٹی کو برابر برابر دے بیٹوں کو حصہ زیادہ نہ دے (فانہ جور)

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ / جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

(ماہنامہ اشرفیہ، فروری ۲۰۰۳ء ص ۱۰)

(۲) بعد نماز بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے؟

سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مسجد میں نماز کے بعد لاؤڈ اسپیکر سے صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا تھا، مگر اس کے متولی نے کنز الایمان میں ایک فتویٰ ناجائز ہونے کا دیکھ لیا، تو اس نے اپنی کم فہمی سے منع کرنا شروع کر دیا۔

اس پر حضرت محدث کبیر دام ظلہ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا ممنوع ہے؟ اور متولی کا روکنا درست ہے؟

آپ جواباً فرماتے:

کسی بھی فتویٰ یا شرعی حکم پر عمل کرنے سے پہلے اس کو باقاعدہ سمجھ لینا ضروری ہے، ساتھ ہی یہ لحاظ بھی رکھنا ضروری ہے کہ اس پر عمل کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہ پیدا ہو جائے، یا باعث انتشار وفتنہ نہ ہو، یا ایسی حالت نہ پیدا ہو جائے کہ جس سے کسی ذکر کی تخفیف شان یا بدمذہبوں کی خوشی لازم ہو۔ پیش کردہ فتویٰ میں صاف ذکر ہے کہ آواز کے ساتھ تلاوت واوراد وظائف سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے، یا مریض کو ایذا پہنچے، تو ناجائز ہے، ظاہر ہے کہ نماز میں خلل واقع ہونا یہ ایک امر قلبی مضمر ہے، جس کا علم دوسروں کو صاحب خلل کے بیان سے

ہوگا، یا عادت ناس، پھر جب آج تک کسی نے صلاۃ وسلام کی آواز سے خلل ہو نے کا ذکر نہ کیا، تو بیان خلل نہ ہوا، رہ گئیں عادتیں کہ شور وغل سے وہ کسی حد تک متاثر ہوتی ہیں، تو ہم اسے دو صورتوں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اول یہ کہ دوران نماز اگر کبھی کبھی کوئی بلند آواز کان میں پڑے تو اکثر اس میں خلل کا وقوع مظنون ہے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ کان میں بہت سی آوازیں مخلوط ہو کر مسلسل آتی رہیں، جیسے مدارس میں درجۂ حفظ کے طلبہ ایک ساتھ بلند آواز سے حفظ قرآن کے شغل میں ہوتے ہیں اور وہیں ایک ایک حافظ استاذ بغیر خلل کسی طالب علم کا سبق سننے میں مصروف ہوتے ہیں، اس مشکل میں بسا اوقات یہ آوازیں خلل انداز نہیں ہوتی ہیں، کیونکہ جب ایسی آوازوں کے عادی یا مانوس ہو جاتے ہیں، تو آوازیں موجب خلل نہیں رہتیں، حدیث شریف میں اسی قبیل سے ذکر جہری کی ایک مثال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

"ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ" (بخاری ج۱ص۱۱۶)

صلاۃ وسلام جو بعد نماز فجر وجمعہ مسجدوں میں پڑھا جاتا ہے، اس کا اکثر یہی حال ہوتا ہے کہ ایک ساتھ بہت سی آوازیں سننے کے کان عادی ہو جاتے ہیں، جس کے باعث دل میں کیفیت خلل پیدا ہو ہی نہیں پاتی۔

بالفرض اگر خلل واقع بھی ہو، تو اس کے دفاع کا حل بھی اسی فتویٰ میں مذکور ہے، جو رسالہ کنز الایمان ستمبر ۲۰۰۲ء میں درج ہے، متولی کو صلاۃ وسلام سے روکنے کے بجائے اسی حل کے مطابق عمل جاری کرنا چاہیے تھا، تاکہ اس میں صلاۃ وسلام بھی جاری رہتا اور خلل متوقع کا علاج بھی ہو جاتا، یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ اس دور میں صلاۃ وسلام اور اس کا قیام علامات اہل سنت میں سے ہے، بلکہ بہت سے

مقامات پر یہ عمل مسجد اہل سنت کی شناخت بھی ہے، اس کے بند کرنے میں اپنے ایک نشان امتیاز کا مٹانا بھی ہے، وہیں بدمذہبوں کی مسرت وخوشی کا سامان فراہم کرنا بھی ہے، جب کہ ان کے ساتھ بے رخی برتنے اور تغلیظ کا حکم کتاب وسنت میں وارد ہے۔

فرمان رب ہے: "یاایھا النبی جاھد الکفار والمنا فقین واغلظ علیھم".

اس لیے اگر سلام سے روکنے میں بدمذہبوں کی رواداری مقصود ہو، تو سخت ترین گناہ ہے، اور ممکن ہے کہ اس میں حکم شرعی واہل سنت کی تحقیر بھی راہ پائے۔ والعیاذباللہ تعالیٰ.

اور جب اس کے بند کرنے سے اہل سنت میں ہیجان وانتشار ہے، تو ایک درجہ قبیح یعنی تفریق بین المومنین بھی پائی گئی، حالانکہ یہ کام منافقوں کا ہے۔

قرآن میں فرمایا "وتفریق بین المؤمنین" دفع خلل کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جماعت صلاۃ کے بعد آنے والوں کو تاکید وتہدید کر کے جماعت کا عادی بنایا جائے کہ شہود جماعت واجب ہے، اور بے عذر جماعت ترک کرنے والا گنہ گار ہے، علاوہ ازیں امور خیر سے روکنا کسی فساد وخلل کی وجہ سے درست نہیں، بلکہ مفاسد کو دفع کرنا چاہیے، اسی لیے حکم یہ ہے کہ اگر مزارات پر عورتیں آتی ہوں اور اختلاط محرم کا خطرہ موجود نہ ہو، تو ہم زیارت قبور سے لوگوں کو نہ روکیں گے، بلکہ عورتوں پر پابندی عائد کرنے کا حکم دیں گے۔

ردالمحتار میں ہے:

"قال ابن حجر فی فتاواہ ولاتترک لما یحصل عندھا من منکرات مفاسد اختلا ط الرجال بالنساء وغیر ذلک لان القربات لاتترک لمثل ذلک بل علی الانسان فعلھا وانکارالبدع بل

وبازالتها ان امکن الخ‘‘۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیرضیاءالمصطفیٰ قادری غفرلہ

۲۸رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

(ماہنامہ اشرفیہ فروری ۲۰۰۳ء ص ۱۱)

(۳) کسی کے گھر میں نماز جمعہ کا قیام

ایک گاؤں میں جامع مسجد تھی جس میں جمعہ وعیدین وپنج وقتہ نمازیں پڑھی جاتی تھیں، مگر ایک صاحب نے کچھ رنجش کے سبب اپنی چھت پر کمرے کے اندر جمعہ اور پنج وقتہ نماز قائم کر لی۔اس پر سوال ہوا کہ اس شخص کا ایسا کرنا جائز ہے؟

تو حضرت محدث کبیر اس کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں:

اولاً: دیہاتوں میں جمعہ ہی درست نہیں، ظہر کی فرضیت ذمہ میں باقی رہ جاتی ہے، البتہ جہاں پہلے سے جمعہ ہو رہا ہے، اسے اکھیڑا نہ جائے، البتہ بعد جمعہ ظہر بھی پڑھے۔

ثانیاً: تعدد جمعہ کی اجازت بڑے شہروں میں متأخرین نے دی ہے، وہ بھی بوجہ ضرورت وحاجت شدیدہ، دیہات میں کیا حاجت شدیدہ کہ بے فائدہ اس جمعہ کو قائم رکھنے کی اجازت دی جائے، جو بعد میں قائم ہوا، وہ لوگ اگر پہلی جگہ واپس آتے ہیں، تو اکھیڑنا کہاں ہوا؟ جب کہ لوگ پڑھ رہے ہیں، روکے نہیں گئے۔

ثالثاً: جمعہ کی امامت اور نمازوں کی امامت جیسی نہیں، کہ جو چاہے پڑھا لے امامت جمعہ یا تو سلطان کرے، یا ماذون سلطان، اس زمانے میں جب کہ سلطان اسلام یہاں نہیں ہے، تو ان میں اعلم علمائے بلد، مرجع فتویٰ صاحب تقویٰ ہی سلطان ہے، اور جس شہر میں یہ بھی نہ ہوں، تو وہاں کے ائمہ ومجتہدین مل کر جس کو امام مقرر کر لیں وہی جمعہ کی امامت کر سکتا ہے۔

رابعاً: گھر کی چھت پر اکثر اذن عام کی صورت نہیں پائی جاتی، جبکہ نماز جمعہ کے لیے اذن عام شرط ہے کہ جو چاہے بے روک ٹوک وہاں آسکے۔

الحاصل جو پہلے جمعہ ہورہا ہے وہی قائم رکھا جائے اور بعد والا غلط ہے، اسے ختم کرنے سے پہلے ہی ختم کیا جائے، اور لوگوں سے اس کے بعد ظہر پڑھنے کو کہا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری

۹/ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

(سہ ماہی امجدیہ، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۱۳)

(۴) کیا کوئی نبی کسی امتی کا اتباع کرسکتا ہے؟

سوال:۔ (۱) ایک سنی عالم نے دوران تقریر کہا کہ فتاویٰ رضویہ وہ کتاب ہے جس میں ایسے ایسے حقائق ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا میں تشریف لائیں گے، تو انھیں بھی اعلیٰ حضرت کے ان فتوؤں پر عمل کرنا پڑے گا۔

سوال:۔ (۲) فتاویٰ رضویہ ایسی ویسی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ وہ کتاب ہے، جس کا املا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرایا ہے، اس میں جو کچھ ہے اس کو حضور نے لکھوایا ہے، ان دونوں قولوں کا حکم کیا ہے؟۔

جواب:۔ زید بہت ہی غیر ذمہ دار غیر محتاط مقرر ہے، اسے تقریر سے پہلے ہر مضمون، ہر روایت کو ذرائع معتمدہ سے تصحیح کرلینا واجب ہے، کسی بھی نبی ورسول کے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں امام کے فتویٰ پر عمل کرتے، اس میں ایک نوع تخفیف ہے، اگرچہ یہاں کم ازکم دو طرح کی تاویل کی گنجائش ہے۔

اول یہ کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا عمل اور اعلیٰ حضرت کا فتویٰ دونوں مطابق ہوتے۔

دوم یہ کہ زید نے چوں کہ یہ سمجھ رکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اعلیٰ حضرت کو املا کراتے تھے، اس لیے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات ہوئے، اس لیے عیسیٰ علیہ السلام ان پر عمل فرمائیں گے، بہر صورت زید پر فتوائے تکفیر کی صورت ابھی نظر فقیر میں نہیں آتی، مگر پھر بھی زید پر توبہ لازم ہے، اس لیے کہ اس کا ایک ظاہر معنی یہ بھی ہوتا ہے، کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت امام احمد رضا کی اتباع کریں گے، ہاں یہ ضرور ثابت ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود منصب امامت پر فائز ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عمل اسی کے مطابق ہوگا، تا کہ امت محمدی میں آپ خود کو شامل فرمالیں۔

اور ہمارا ظن غالب یہی ہے کہ حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہادات و استنباط امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اجتہاد و استنباط باہم موافقت رکھتے ہوں گے، مگر اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام، امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہوں گے، بلکہ وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں ہوں گے، اور مسائل اجتہاد میں وہ شریعت محمدی کے مطابق اجتہاد فرمائیں گے، اگر چہ ان کے اجتہادات امام ابوحنیفہ کے مؤید ہوں گے۔

زید نے یہ بھی غلط کہا کہ فتاویٰ رضویہ کا املا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرایا ہے، میں نے یہ بات اپنے مشائخ اور بزرگوں سے نہ سنی، البتہ یہ ضرور سنا کہ فتویٰ نویسی میں اعلیٰ حضرت کو تائید غیبی حاصل تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپ کی عنایت خاص اعلیٰ حضرت پر تھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زید کی تقریر اگر چہ ظاہراً ہرگز مناسب نہیں پھر بھی اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی توہین و تنقیص کے لیے مخصوص کر لینا اور اسی معنی میں متعین یا

متبین کرنا بھی درست نہیں ہے، ہاں اس میں شائبہ تخفیف ضرور ہے اور املا کرانے کی روایت بھی غلط ہے، اسی لیے زید توبہ کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

۱۲؍ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۱۴؍۱۵)

(۵) نجس ڈیگ پاک کیسے ہوگی؟

سوال:۔ مسلمان کی ڈیگ میں کافر نے مردار کا گوشت پکایا تو ڈیگ نجس ہوگئی اب پاک کیسے ہوگی؟

حضرت محدث کبیر اس کا جواب نہایت صریح جزئیہ سے ارقام فرماتے ہیں:

جواب:۔ مردار کا گوشت جس برتن میں پکایا گیا وہ برتن ناپاک ہوگیا، اس لیے وہ برتن پاک پانی سے تین بار دھویا جائے اور ہر بار پورا دھون گرا دیا جائے تو پاک ہوجائے گا، مگر یہ خیال رہے کہ ناپاک گوشت کی چکنائی بھی پورے طور پر دھل جائے اور ڈیگ کا کوئی حصہ دھلنے سے نہ چھوٹے، بہتر ہے کہ ایک بار مٹی سے مل لے اگر بہتے پانی یا تالاب میں دھوئے کہ اس میں سے پانی بہہ جائے تو بھی پاک ہوجائے گا۔

ردالمحتار میں بدائع سے ہے:

"ان المتنجس اما ان لا یتشرب فیھا اجزاء النجاسة اصلاً کالاوانی المتخذة من الحجر والنحاس والخسف العتیق او یتشرب فیه قلیلاً کالبدن والخف والنعل او یتشرب کثیراً ففی الاول طهارته بزوال عین النجاسة المرئیة او بالعدد علی مامر "۔(ج۱؍ص۲۲۱)

درمختار میں ہے:"امالوغسل فی غدیر او صب علیه ماء کثیر او

جری علیه الماء طهر مطلقاً "۔(ج ارص ۲۲۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

یکم جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ

(۶) چند نہایت دقیق سوالات

(۱) حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین اور حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تعارف رشتہ کے طور پر داماد رسول کہنا جائز یا حرام یا کفر؟

(۲) ان حضرات کی مدح یا تعارف کے قصد سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا خسر کہنا، کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳) جو عبارات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عالی میں نقص پر دلالت کرتی ہیں، ان پر شفا شریف وغیرہ میں جو حکم بیان ہوا، وہ عند الفقہا والمتکلمین مجمع علیہ ہے یا نہیں؟

(۴) الفاظ مشترکہ بین "المعنی الصحیح و المعنی القبیح" کا اطلاق شان رسالت میں جائز ہے یا نا جائز؟ اگر جائز ہے تو کس مرتبے میں؟

(۵) ایہام معنی قبیح کا کیا حکم ہے؟

(۶) احکام شرع میں نیت معتبر ہے یا نہیں؟

(۷) اگر واقع میں کسی بات کا قائل کافر نہ ہو، تو اسے کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب:۔ "رب اعوذبك من همزات الشيطان واعوذ بك رب ان يحضرون".

(۱) ان دونوں سوالوں کا حکم اصل جواب سے عیاں ہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مدح اور

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے قرب رشتہ کے بیان کے طور پر انھیں داماد رسول کہنے میں نہ اہانت سرکار دوعالم ہے اور نہ یہاں تحقیر، اس لیے بطور تعارف وتعریف اس اضافت سے لفظ داماد کا اطلاق بے کراہت جائز ہے، چنانچہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں:

"واما علی فابن عم رسول الله وختنه واشار بیده فقال هذا بیته حیث ترون"۔ (رواہ البخاری بسندہ ج ۲ ص ۶۴۸)

اسی طرح ان حضرات کی تعریف وتعارف کے قصد سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان حضرات کا خسر کہنا بھی جائز ہے کہ یہ صرف بیان رشتہ ہے، کہ اس میں اگر بزور تکلف تحقیر کا پہلو نکالا جائے تو یہ بے وجہ کسی مسلمان پر طعن اور سوئے ظن ہے، جو قطعاً ناجائز ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا: "ایاك و الظن فان الظن اکذب الحدیث" لغت وعرف میں یہ الفاظ بیان رشتہ کے لیے آتے ہیں، ہاں اہانت ودشنام کے لیے بھی مجازاً اس کا استعمال رائج ہے، مگر اس استعمال کے لیے قرینہ ضروری ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے، حضرت رباب بن امرأالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ:

"ماکنت لا تخذصهرا بعد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم"۔

اعلیٰ حضرت ترجمہ فرماتے ہیں کہ میں وہ نہیں کہ رسول اللہ کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔

یہ عبارت اس لفظ کے جواز اطلاق کی کھلی تائید ہے، اس لیے کہ اس عبارت میں لفظ خسر کی اسناد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یقیناً مقصود ہے، اور اسی نسبت واسناد کو وہ ہر رشتہ سے افضل مان رہی ہیں، اور اسی بنا پر انھوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ رشتہ منسوب کیا نہ کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

وجہہ کی طرف۔

اس مقام پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہونے کا انکار، جیسا کہ رسالہ حبیب کبریا کے ضمیمہ عظیمہ میں ہے "تاویل مالا یرضی به القائل" کی قبیل سے ہے، ساتھ ہی اس سے عرف ومحاورہ کلام سے بے گانگی بھی ظاہر ہے۔

ضمیمہ میں ایک عجیب نکتہ بیان ہوا کہ عورت کسی کو خسر کہے تو بیان رشتہ ہے اور مرد کہے تو دشنام طرازی، اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ یہ اطلاق کم از کم بیان رشتہ کے لیے کفر نہیں" وهل هذا الا الاضطراب" پھر اگر لفظ سبب میں مطلقاً تنقیص ہے اور رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت میں صہر کی نسبت حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مقصود نہیں تو اس لفظ صہر کی اس عبارت میں کسی لفظ قبیح المعنی سے بدل کر دیکھئے کہ کیا معاذ اللہ سرکار کی تنقیص نہیں ہوگی، اس لیے ثابت ہوا کہ عبارت مذکورہ میں صہر کی اسناد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مقصود ہے، اور ہر کلام میں یہ لفظ تنقیص وتحقیر کے لیے نہیں ہوتا ہے، بلکہ موقع دشنام پر اہانت کے لیے مخصوص ہے، اسی لیے خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وختن حيدرة اى قال الطليطلى انه ختن حيدرة اى ابو زوجته يعنى فاطمة الزهرة فعبربه عنه صلى الله تعالى عليه وسلم استخفافا به فحكموا بقتله وقتل "(ج۴ر ص۳۴۴)

یعنی ابن حاتم طلیطلی نے یہ جملہ بقصد تحقیر کہا تھا، اسی لیے فقہائے اندلس نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تو وہ قتل ہوا، یوں ہی علامہ علی قاری بھی لفظ یتیم کے اطلاق پر لکھتے ہیں:

"باليتيم احتقارا له "یعنی ابن حاتم نے بطور تحقیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یتیم کہا تھا، (برحاشی نسیم الریاض صفحہ مذکور)

اور اگر کوئی قصد تحقیر کا انکار کرے تو دراصل وہ عرف ومحاورہ اور مواقع کلام

سے بے خبر اور کلام مشائخ سے ناواقف ہیں، قرائن وسیاق وسوق وسباق سے سامعین کو قصداً استخفاف کا علم ہوجاتا ہے اور اسی امر کی شہادت شاہدین نے فقہائے اندلس کے حضور پیش کی۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبارت قاضی وغیرہ" **من الاعلام رحمهم الله المنعام**" کے بعد اپنی تحقیق لامع میں فرمایا:

"اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے طرز تنقیص ظاہر ثابت ہو یقیناً کفر ہے"۔

علامہ خفاجی علیہ الرحمہ کا کلام بھی اسی توضیح کا مشعر ہے فرماتے ہیں:

"**بما شهد عليه به من استخفا فه بحق النبى اى بتكلمه بكلام يشعر بتحقره**"۔

اس موقع پر رسالہ نبی الانبیاء ص ۱۵ رکی درج ذیل عبارت سخت محل نظر ہے، پس لفظ داماد میں تو کوئی مدح کا پہلو ہی نہیں، سراپا گستاخی پر دال ہے"**انالله و انا اليه راجعون**" اگر ادعائے محض ہی بنائے استدلال ٹھہرے، تو دنیا میں کوئی بھی دعویٰ بے دلیل نہ رہے اور سارا نظام عالم، درہم برہم ہوجائے، حدیث شریف میں ارشاد فرمایا:

" **لو يعطى الناس بدعواهم لذهب دماء قوم و اموالهم**"۔

(بخاری ج ۲ رص ۶۵۳)

پھر اگر اس لفظ میں پہلوئے مدح سرے سے مفقود ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے کیوں مقام مدح میں ذکر کیا؟ خوب یاد رہے کہ کسی شخص سے رشتۂ دامادی پانا محل مدح ہو کہ نہ ہو، سرور دوجہاں، مالک کون ومکاں کا داماد ہونا وہ شرف ہے کہ جس پر نص صریح ناطق ہے"**كل نسب و صهر ينقطع يوم القيامة الا نسبى و صهرى**" اور خاص اس مبحث میں اس رشتہ کے وصف

مدح ہونے کا انکار اور اسے گستاخی پر حمل کرنے کا اقرار بڑی ہی جسارت کا کام ہے، اور اگر وصف مدح ہونے سے انکار کا یہ معنی لیں کہ اس میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح نہیں ہے، جیسا کہ سباق مضمون رسالہ مذکور سے ظاہر، تو اس کی وجہ مضمون نگار کی نگاہ میں ہوسکتی ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا داماد رسول ہونا، ان کے لیے تو شرف ہوسکتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس میں کیا مدح ہے، اگر انداز تو جیہ یہی ٹھہرے تو جد الحسن والحسین میں بھی وصف مدح کا انکار کر بیٹھیے کہ امامین کریمین حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بالاجماع مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں تو جب ان کی نسبت موقع مدح نہیں تو ان دونوں حضرات کی نسبت میں کیا راہ مدح نکلے؟" وا لعیاذ بالله تعالیٰ ولاحول ولاقوۃ الا بالله العظیم "

شاید صاحب مقال سے یہ امر اوجھل رہ گیا کہ جس رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلق لوگوں کے لیے وجہ شرف ہوتا ہے، وہ خود کتنے صاحب شرف وکمال ہوں گے؟ یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حضرات حسنین کریمین سے نسبت پا کر اس معدن کمال، منبع جلال وجمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شرف جدیت حاصل ہو "اللهم نسئلك السلامة " واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تنقیص پر دلالت کرنے والی عبارتیں صریح متعین ہوں تو باجماع حضرات ائمہ متکلمین وفقہا صریح ہیں اور قائل کافر قطعی ہے اور اگر صریح متبین ہوں، تو فقہا کے نزدیک قائل کافر ہے، لیکن حضرات متکلمین تکفیر نہیں فرماتے۔
انہیں دونوں صورتوں کو کفر التزامی ولزومی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، تفصیل کے لیے "الموت الاحمر" کی طرف مراجعت چاہیے۔
کفر لزومی والتزامی کے احکام اگرچہ فقہا ومتکلمین کے مابین مختلف فیہ ہیں اس کے باوجود کثیر فقہائے کرام نے مسئلہ تکفیر میں ائمہ متکلمین کا مذہب اختیار فرمایا ہے:

"وفی الخلا صة وغیرها اذاکا ن فی المسئلة وجوه تو جب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم وزادفی البزازیة الااذاصرح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التاویل ح وفی التاتارخانیة لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة ومع الاحتمال لا نهایة اه والذی تحرر انه لایفتی بکفر مسلم ماامکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکا ن فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة فعلی هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لایفتی بالتکفیر فیها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منها اه کلام البحر".

(ردالمحتار ج ۳ رص ۲۴۵، ۳۹۳)

مسئلہ تکفیر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا مسلک بھی مذہب متکلمین کے مطابق ہے "کما هو مصرح فی اسفاره "رہ گئی شفا شریف کی وہ عبارت، جس میں ابن حاتم طلیطلی کے متعلق حکم قتل مذکور ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ حکم فقہائے اندلس کا تھا، جو قول متکلمین پر نہیں تھا، اگر چہ شفا میں ابن حاتم کے حق میں تصریح تکفیر نہیں ہے، لیکن شارحین فاضلین علامہ علی قاری وعلامہ خفا جی نے اس کے اقوال کا کفر ہونا بیان کیا، تاہم ان حضرات نے بھی اسے کافر نہ کہا، اگر چہ ان حضرات نے بھی اس کے کلام کو وجہ استخفاف پر محمول فرمایا ہے اور ابن حاتم کا ذکر لفظ ملعون سے کیا ہے۔

علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

"(بالیتیم)ای قوله انه یتیم ابی طالب کما کان یقوله الکفرة استخفافا به وازراء ومثل هذا اذا سبق مشعرا بتحقیر کان کفرا فان لم یشعر به جاز".

اور علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

"انما ارادالملعون الطعن فی زھدہ والقدح فی فقرہ".

(یعنی ابن حاتم نے یہ جو کہا کہ آپ کا زہد اختیاری نہ تھا، بلکہ مجبوری سے تھا، اگر آپ کو طیبات پر قدرت ہوتی تو ضرور تناول فرماتے) اس جملے سے اس ملعون نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زہد پر قصداً حملہ کیا ہے، اور آپ کے فقر وقناعت پر پھبتی کسی ہے، فرماتے ہیں:

"الی اشباہ لھذا الاستخفاف والاستکبار فی حقه یکفی امر واحد منھا فی تکفیرہ وقتله "ابن حاتم نے جو آپ کی شان اقدس میں تحقیر وتنقیص کی ایسی باتیں کہیں کہ ان میں سے ایک امر بھی اس کی تکفیر وقتل کے لیے کافی ہے۔

یہیں سے ثابت ہوا کہ " مما لا یکفی امر واحد منھا" کا معنی ہرگز وہ نہیں جو رسالہ حبیب کبریا، ص۱۲ ار میں ہے، اس کی تکفیر اور قتل کے لیے ان دونوں الفاظ (یتیم وختن حیدر) میں سے ایک ہی کافی ہے، حالانکہ علامہ قاری یہ فرمارہے ہیں کہ قصد تحقیر سے انداز تنقیص کا ایک امر بالا ہی حکم قتل وتکفیر کے لیے کافی ہے، اس لیے رسالہ مذکور کی مذکورہ بالا عبارت کو ترجمانی کے بجائے تحریف کہنا ہی صحیح ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز طلیطلی سے متعلق عبارت شفا شریف صرف اس مقصد سے نقل فرمائی ہے کہ وہ عبارات واقوال جو کسی طرح مشعر تحقیر ہوں، یا کسی طرح ان سے قصد تحقیر ظاہر ہوں، تو ان کا استعمال حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں حرام ہے، اور ایک صورت میں موجب قتل ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ہرگز ایسے اقوال پر تکفیر نہ فرمائی، بلکہ اس کی ایک مخصوص شق پر کفر فقہی کا حکم دیا ہے، اسی لیے عبارت تائید نقل فرمانے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

"اقول توفیق جامع وتحقیق لامع" یہ ہے، اگر اعلیٰ حضرت ایسی غیر متعین الکفر عبارتوں پر تکفیر کے قائل ہوتے، تو توفیق وتحقیق کی طرف کیوں عدول

فرماتے ؟ پھر لفظ ''بے چارہ'' جو ان تمام مذکورہ بالا الفاظ سے قبیح تر تھا، اس کے اطلاق کی اشد تقبیح کے بعد بھی انہیں الفاظ پر کیوں اکتفا فرمایا؟۔

''اس سے کھل گیا کہ وہ ضرور بددین، گمراہ، فاسد العقیدہ، مختل الایمان بلکہ ظاہراً بالقصد مرتکب توہین سید الانس والجان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اس لیے تعریف وتعارف وافتخار نسبت کے لیے لفظ صہر وخسر یا ختن ودا ماد کا اطلاق جو کسی طرح اپنی عبارت میں مشعر تحقیر نہیں، اور نہ وہاں قصد تحقیر کا شائبہ ہے، نہ کفر ہوگا اور نہ موجب تکفیر ہوگا'' **ولا یجتری علی تکفیرہ من له مساس من الفقه والافتاء**'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) الفاظ مشترکہ بین المعنی الصحیح والمعنی القبیح میں معنی مراد کا بیان قرائن یا سیاق وسباق سے ہوتا ہے اور تعیین اقرار قائل سے ہوتا ہے، اس لیے اس کا حکم فقہا و متکلمین کے نزدیک جواز وعدم جواز، نیز کفر وعدم کفر سے متعلق الموت الاحمر کی تفصیلات کے مطابق ہوگا۔

اب مسئلہ یہ رہ گیا کہ لفظ ''راعنا'' کی حرمت کس بنا پر ہے؟

تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ''راعنا'' کی حرمت اشتراک لفظ کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ اس لفظ کے اطلاق صحیح کی آڑ میں یہود، اہانت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، خواہ اپنی لغت کے اعتبار سے یا لفظ ''راعن'' بمعنی احمق میں الف اشباع بڑھا کر زبان دبا کر ''راعینا'' کہتے اور چرواہا کا معنی لیتے، تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو روک دیا گیا کہ خبثائے یہود کی حرکت مذبوحی کا انسداد ہو، اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تجدید ایمان تو کیا توبہ کا بھی مطالبہ نہ ہوا، اور ''**للکفرین عذاب الیم**'' میں کافرین سے یہود مراد ہیں۔

شفا اور شرح شفا میں فرماتے ہیں:

"فنهی الله المومنین عن التشبه بهم ولو فی الصورة وقطع الذریعة ای الوسیلة وسد باب الفساد بنهی المومنین عنها ای عن کلمة راعنا لئلا یتوصل بها الکافر والمنافق الی سبه ای طعنه"۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (شرح شفا برہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۲۹)

(۵) کسی کلام میں معنی قبیح کا ایہام ہوتو قوت ایہام اور قبیح معنی کی قدر کے اعتبار سے عند الفقہا حکم میں شدت آئے گی۔

درمختار میں ہے:

"مجرد ایهام المعنی المحال یکفی للمنع" ایہام کے لیے تبادر ذہنی شرط ہے "کما هو مصرح فی الفتاوی الرضویة" مطلق توہم تلمیح وتلویح وجود ایہام کے لیے کافی نہیں ہے، اس لیے اشتراک لفظی وکنایہ بعید (جس میں تبادر ذہنی نہ ہو) ایہام میں معتبر نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) شرع میں نیت ضرور مدار احکام ہے "انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی" البتہ قول صریح میں نیت مدار حکم نہیں ہے، اور جس کلام میں چند احتمالات ہوں، تو فقہائے کرام احتمال ضعیف و بعید وخلاف ظاہر کا اعتبار نہیں فرماتے، اور احتمال قوی واحتمال مساوی کو معتبر مانتے ہیں، مگر احتمال مساوی کی صورت میں مدار حکم نیت پر ہے، البتہ بعض صورتوں میں بیان نیت غیر معنی قبیح پر بھی تعزیر ہوسکتی ہے۔

الحاصل احتمالات موجود ہوں اور قائل یہ اقرار کرلے کہ اس کی نیت میں وہی معنی کفری مقصود تھے، تو کلام میں وجود احتمال معنی غیر نفع نہ دے گا، بلکہ اس کی تکفیر ہوگی "وهو مصرح فی کلام البحر کما قدمنا من ردالمحتار" صریح متعین میں ائمہ متکلمین کے نزدیک بھی نیت وتاویل نامقبول ہے۔

شفا شریف میں فرمایا:

"ادعاء التاویل فی لفظ صراح لایقبل"

بہار شریعت میں ایسے ہی صریح سے متعلق فرمایا کہ:

"ظاہر پر مدار حکم شرع ہے"۔

یہ نہ فرمایا کہ شرع میں نیت کا اعتبار ہی نہیں، چنانچہ طلاق کنایہ میں نیت کا اعتبار ہے اور طلاق صریح میں نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) حدیث شریف: "ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء باحدهما" کا خاص محمل ہے کہ وہاں لفظ کافر کا اطلاق نہ بروجہ سب وشتم ہو، اور نہ وہاں کافر کہنے کی کوئی ضعیف ترین وجہ ہی ہو، اور نہ "تشبیہ بالکافر فی العمل تغلیظاً" مراد ہو، یعنی مسلمان کو بلا کسی سبب تکفیر "ولو من وجه ضعیف" کافر بمعنی حقیقی شرعی کہنا قائل کو کافر بنا دے گا کہ اس کے اسلام ہی کو کفر قرار دینا ہوا۔

اگر حدیث کے معنی میں تعمیم کی جائے گی تو لازم آئے گا کہ فقہائے کرام علیہ الرحمہ جو ظاہر الکفر اطلاق پر تکفیر کرتے ہیں، ائمہ متکلمین کے نزدیک انھیں کی طرف کفر عود کرے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصداً نماز فرض کے تارک کی تکفیر کی ہے، حالاں کہ متکلمین و اکثر فقہا اس کی تکفیر نہیں فرماتے، یہی صورت حکم یزید کی ہے، یہی صورت تیرہویں چودہویں صدی میں اسماعیل دہلوی اور اس کی "تقویۃ الایمان" سے پیدا ہوئی، اس قسم کی صورتوں میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ "اقوال کفریه ظاهر الدلالة صريحة عندالفقهاء" کو کفر تو کہتے ہیں مگر اس کے قائل کی تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں، اگر قول ظاہراً موجب اہانت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو، اور قائل توجہ دلانے کے بعد بھی اس پر مصر ہو، تو سد باب فتن کے طور پر حکم دیتے ہیں کہ سلطان اسلام اس کے قتل کا حکم صادر کریں، نہ یہ کہ جو چاہے قتل کرے اور نہ یہ کہ قول موجب اہانت نہ ہو، اور زبردستی اسے اہانت قرار دیا جائے اور کسی مسلمان بلکہ عالم دین کے سر کفر تھوپا جائے، ان

کی اہانت اور دل آزاری کی جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس مختصر سی تفصیل کے بعد واضح ہو گیا کہ مفتی عبدالوہاب صاحب پر واجب ہے کہ ختن وصہر (داماد و خسر) کے اطلاق پر علمائے دین کی تکفیر سے علی الاعلان رجوع کریں اور مناسب جانیں تو ان علمائے کرام سے اپنی ایذا رسانی کو درگزر کرائیں ”فانی ناصح لکم فان الدین النصیحة لکل مسلم واللہ تعالیٰ اعلم و منه السداد وھو الھادی الی سبیل الرشاد“۔

(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۱۲ر تا ۱۳)

(۷) نماز و خطبہ جمعہ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال:۔ جب لاؤڈ اسپیکر سے جمعہ کا خطبہ ہو سکتا ہے تو نماز کیوں نہیں ہو سکتی ہے؟ دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ (۱) خطبہ اور نماز کے کئی احکام مختلف ہیں، اس لیے یہ قیاس باطل ہے کیا یہ کہنا درست وصحیح ہے کہ جب خطبہ دینا قبلہ پشت کر کے جائز و سنت ہے تو نماز بھی اسی طرح ادا کرنا درست و جائز ہو۔

دراصل نماز میں امام کی اقتدا کی جاتی ہے خواہ امام سے براہ راست تکبیریں سن کر، یا اس کے احوال دیکھ کر، یا اسی امام کے مقتدی ومکبر کی تکبیرات سن کر، یا اس کے احوال دیکھ کر، کسی خارج صلوٰۃ کے احوال و تکبیرات پر رکوع وسجود وغیرہ ادا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

کہ تلقن من الخارج ہے ہمارے اکابر علمائے فقہ وافتا مثلاً حضرت صدر الشریعہ حضور مفتی اعظم قدس اللہ اسرارہما وغیرہما نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر ارکان صلاۃ کی ادائیگی مفسد صلاۃ ہے، اس لیے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز حقیقۃً یا حکماً غیر صوت متکلم ہے، اور خارج کی اقتدا مفسد صلاۃ ہے، یہی وجہ ہے کہ

صدائے بازگشت پر سنی ہوئی آیت سجدہ سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

غنیۃ ص۵۰۰ رمیں ہے:

"ولو سمعها من الطائر او الصدی لاتجب لانه محاکاة ولیس بقراءة" جب صدائے بازگشت سے مسموع کلمات قراءت ہی نہیں ہیں، تو مائک سے سنی گئی آواز کیوں کر قول امام صلاۃ ہو سکتی ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور جنوری ۲۰۰۳ء ص ۸)

(۸) سوال:۔ ایک عالم یا امام اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج وعمرہ کو چلا ان کے ساتھ ان کے سالے کی عاقلہ بالغہ لڑکی بھی روانہ ہوگئی تو کیا اس لڑکی کا حج و عمرہ ہوا یا نہیں؟

جواب:۔ جو عاقل بالغ لڑکی مسافت سفر پر بے محرم کے نکلی اس نے ناجائز کیا، حدیث شریف میں ارشاد ہے:"لایحل لامرة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر الامعها زوجها او ذورحم محرم" کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں ہے کہ اپنے شوہر یا محرم کے بغیر تین دن کے سفر پر نکلے اس لڑکی کا سفر اگرچہ ناجائز تھا مگر عمرہ ہوگیا کہ صحت عمرہ کے لیے احرام کے ساتھ اس کے ارکان واجبات کی ادائیگی کافی ہے، مگر اس کے عمرہ میں کراہت تحریم بھی ہوئی۔

درمختار میں ہے:"لو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة".

رد المحتار میں ہے:"قوله مع الکراهة ای التحریمة للنهی فی حدیث الصحیحین" اگر امام مذکور اپنے سالے کی لڑکی کو خود اپنے ساتھ عمرہ پر لے گئے تو وہ گنہگار ہوئے لیکن وہ لڑکی خود ہی اپنی پھوپھی کے ساتھ لگ گئی اور پھوپھی اس کو اپنے ساتھ لے گئی نیز امام صاحب اس سے راضی تھے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ راضی نہ تھے اور بیوی کو منع کیا مگر وہ نہ مانی تو امام سے کوئی مواخذہ

نہیں ہے، چوں کہ وہ خود عالم ہیں اس لیے ان سے یہی حسن ظن رکھنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اکتوبر ۲۰۰۱ء ص ۱۳/۱۴)

یہ چند مجمل اور مفصل فتاوے پیش نظر کیے گئے ان سے بخوبی عیاں ہے کہ محدث کبیر نے فتوی نویسی کے ذریعہ خدمت قوم وملت کا بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے، ساتھ ہی ان کی فقیہانہ بصیرت و وسعت مطالعہ دقیق سنجی فطری گیرائی، ذکاوت وفطانت، کمال تفقہ، جلال عمل وفکر، جمال فہم وشعور بھی خوب روشن ہے۔

سلسلہ حکم وقضا

مذہب اسلام میں معاملات کے تصفیہ وشرعی حل کے لیے حکم وقضا کی ضرورت مسلم ہے، کیوں کہ مسلمانوں کے کچھ مسائل تو وہ ہوتے ہیں جن کا زبانی یا تحریری جواب کافی ہوتا ہے، مثلاً نکاح، طلاق، میراث وغیرہ کے مسائل یہ کام مفتی انجام دیتا ہے، مگر کچھ امور وہ ہوتے ہیں جن میں صرف قانون شرع بتادینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ ان کے لیے ایک منصب اور پنچ کی طرح صلح بین الفریقین اور بسا اوقات فیصلہ صادر کرنے کی بھی حاجت ہوتی ہے، جیسے نصب امام وخطیب جمعہ تعین امام عیدین، فسخ نکاح بخیار بلوغ، تفریق زوجین باللعان تفریق زوجین بالعنۃ، ثبوت ہلال وغیرہ ان مسائل کو قاضی اسلام اسلامی دستور وآئین کی روشنی میں حل کرتا ہے، اور فریقین کے معاملات کا اپنے اختیار وجاہت سے تصفیہ کرتا ہے، اسلامی حکومتوں میں سلطان اسلام ہی کسی کو قاضی مقرر کرتا ہے لیکن ان کے علاوہ سلطنتوں میں اعلم علمائے بلد اپنے علم وفقہ کے باعث منصب قضا کے لیے منتخب بانتخاب الٰہی ہوتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"جہاں سلطنت اسلام نہیں ہے وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے جہاں یہ بھی نہ ہو بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں ان شہروں میں کہ

سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں امام عام ہے'' (فتاوی رضویہ ج ۳ رص ۲۰۵ رملخصاً)

نیز اسی میں ہے:

''اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لیے مقرر کرلیا تو وہی قاضی شرع ہے، فی جامع الفصولین ''واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی بتراضی المسلمین ''اور اگر ایسا نہ ہو، تو شہر کا عالم کہ عالم دین وفقیہ ہو، اور اگر وہاں چند علما ہیں، تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی حاکم شرع ووالی دین اسلام وقاضی ذی اختیار شرعی ہے، مسلمانوں پر واجب کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ رص ۱۲۸)

ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ اور دیگر اسفار فقہ کی روشنی میں اعلم علمائے بلد وہ سنی صحیح العقیدہ فقیہ ہے جو اپنے علاقے کے فقہا میں سب سے زیادہ احکام شرعیہ فرعیہ مفتیٰ بہا کا عالم ومرجع فتویٰ ہو، اور فقیہ وہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہے، جو کثیر فروع فقہیہ کا حافظ ہو اور پیش آمد مسائل کے احکام صحیحہ رجیحہ مفتیٰ بہا مذہب کی کتب معتمدہ سے نکال سکے۔

ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ عصر حاضر کے بے مثال اور یگانہ فقیہ ہیں، اعلم علمائے بلد بھی، اسی لیے آپ اپنے علاقہ گھوسی وجوانب کے بلا اختلاف قاضی شرع ہیں۔

اوصاف قاضی

قاضی کو درج ذیل اوصاف کا حامل ہونا چاہیے:

عالم ہو۔

علم کی باتیں دریافت کرنے والا ہو۔

خوف خدا سے سرشار ہو۔

وجیہ بارعب ہو۔

معاملہ فہم ہو۔

بردبار ہو۔

مزاج میں کچھ سخت ہو۔

لوگوں کی حاجت برآری کا جذبہ رکھتا ہو۔

صاحب ثروت ہو کہ طمع مال میں مبتلا نہ ہو۔

اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ پر قادر ہو۔

قرآن وحدیث واجماع کی روشنی میں فیصلہ کرے۔

عفت و پارسائی اور عقل وفہم میں معتمد علیہ ہو۔

لوگوں کی طرف سے آنے والے مصائب پر صبر کرے۔

مسلمانوں کے حق میں ہمدرد و بہی خواہ ہو۔

(مستفاد من بہار شریعت حصہ ۱۲/ باب قضا)

حضرت محدث کبیر کی ذات عالی میں درج بالا تمام اوصاف جمیلہ وکمالات حمیدہ بدرجہ اتم موجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب ۲۵/ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء کو عرس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زریں موقع پر بنگلہ دیش، لنکا، افریقہ، زمبابوے، ہالینڈ، لندن وغیرہ ممالک کے سیکڑوں علما، فضلا، ادبا، خطبا، فقہا، حفاظ وقرا، اساتذہ مشائخ، دانشوران دین اور ہزاروں ہزار عوام اہل سنت کی موجودگی میں فقیہ اسلام مفتی انام مرجع خواص وعوام تاج الشریعہ

الحاج علامہ شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری کو پورے ہندوستان کا علیٰ رؤس الاشہاد قاضی القضاۃ تسلیم کیا گیا، تو تاج الشریعہ دامت برکاتہم نے معاً بعد سلطان الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کو نائب قاضی القضاۃ مقرر فرمایا اور اسٹیج پر نائب قاضی القضاۃ ہونے کا اعلان فرمایا پھر مفتی شعیب رضا اور مفتی معراج القادری دام ظلہما کو مزید اعلان کا حکم دیا، اس موقع پر ملک وملت کے نامور علما ومشائخ رونق اسٹیج تھے۔

خصوصی طور پر قابل ذکر یہ حضرات ہیں:

(۱) صدر العلما، محدث جلیل حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خان قادری بریلوی شیخ الحدیث وصدر المدرسین مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھرا پور، سی، بی، گنج بریلی شریف یوپی۔

(۲) رئیس الاتقیا، سید السادات حضرت علامہ حافظ وقاری سید اویس مصطفیٰ واسطی قادری بلگرامی مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ چشتیہ رزاقیہ برکاتیہ بلگرام شریف یوپی۔

(۳) صدر الفقہا، رئیس العلما، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ سابق صدر شعبۂ افتا وشیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو یوپی۔

غرض کہ عصر حاضر میں اپنی جلالت علمی، فخامت فقہی، وسعت فکری، جودت طبعی، توقد ذہنی، اخلاص دینی، دولت عملی، درک شرعی، تیقظ وبیدار مغزی، اصابت رائے، نکتہ رسی، دقیقہ سنجی، ژرف نگاہی کے سبب تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ پورے ہندوستان کے ذی اختیار قاضی القضاۃ ہیں اور ان کے انتخاب سے ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ نائب قاضی القضاۃ ہیں، مولائے کریم ان دونوں بزرگوں کا سایہ دراز رکھے، آمین۔

خدمت بذریعہ قضا: حضرت محدث کبیر اپنے قصبہ گھوسی واطراف کے

قاضی شرع ہیں، اپنے منصب کی ذمہ داریاں کماحقہ ادافرمارہے ہیں، آغاز رمضان، عیدو بقرعید کے موقع پر آپ گھوسی میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اور چاند کی رویت پر شہادت شرعی حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد ہی اعلان فرماتے ہیں، دوسرے شہر کے لیے کتاب القاضی الی القاضی تیار فرماتے، مسئلہ ہلال کے علاوہ اب تک سیکڑوں نزاعات کو رفع فرمایا ہے، متعدد مساجد میں جمعہ وعیدین قائم کیا اور مسلسل سرگرم عمل ہیں۔

سلسلہ سیاست وقیادت

قوم مسلم کے مسائل کے حل کی فکر و تدبیر، مسلم معاشرتی زندگی خوشگوار بنانے کی جدوجہد ابنائے زمانہ کی چیرہ دستیوں، اعدائے اسلام کی ریشہ دوانیوں، عصری منافقین کی ستم رانیوں کے ازالے کی سعی جمیل، یوں ہی ضمیر فروش مسلم نما انسانوں کے حملوں کا دفاع، شریعت طاہرہ کے منقح مسائل پر نکتہ چینی کرنے والوں کے لب ودہن پر تالے لگانے کی کوشش کس قدر دشوار تر مگر عظیم ترین عبادت وقت کی ضرورت ہے، ارباب دین وشرع اصحاب فکرودانش پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی کی مصروف ترین اور انقلابی شخصیت پیکر حرکت وعملی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ تدریس وتحدیث، تقریر و مناظرہ، ارشاد و تبلیغ وغیرہ کے ساتھ اس میدان میں بھی آپ کی زریں خدمات ہیں، بلکہ اس سلسلے کے متحرک وفعال افراد ملت کے دوش بدوش ہیں، چنانچہ مسلم مسائل کے حل کی کانفرنس ہو یا تحفظ شریعت کی تحریک، مسلم پرسنل لا کا معاملہ ہو یا شاہ بانو کیس کے خلاف احتجاجی جلوس، حکومت کی طرف سے تیار کردہ اسلامی قانون بل میں ترمیم کا معاملہ ہو، احتجاجی جلوس ہو یا ضروری مطلوبہ ترمیمات کی تحریر و مآخذ کی تخریج۔ قوم مسلم کی دینی علمی، عملی، سماجی، معاشرتی زندگی کی اصلاح

وتزئین کا اہتمام وانصرام ہو، یا زبان و ادب کے ساتھ مذہب و مسلک کی حفاظت کرنے والے افراد کا انتظام، ہر اعتبار ہر معاملے میں آپ لساناً قلماً قدماً سرگرم نظر آرہے ہیں۔

(۱) چنانچہ ۳؍اگست ۱۹۹۷ء بروز اتوار، اتر پردیش کی راجدھانی لکھنؤ گنا سنستھان ڈالی باغ میں علمائے اہل سنت اور زعمائے حکومت کا ایک مشترکہ کنونشن بنام مسلم کنونشن منعقد ہوا، اس کے صدر سابق ڈی،آئی،جی،آفیسر جناب احمد حسن صاحب تھے اور مہمان خصوصی وزیر دفاع جناب ملائم سنگھ یادو، اس میں تقریباً دو ہزار علمائے اہل سنت ودانشوران ملت شریک ہوئے اور دو لاکھ کے قریب عوام بھی تھے۔

قابل ذکر علمائے اسلام کے نام یہ ہیں:

علامہ غلام عبد القادر علوی ممبر آف سنی سینٹرل وقف بورڈ۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی دار القلم دہلی۔

مفتی شمس الدین صدر المدرسین اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف یوپی۔

علامہ محمد عمر شریف القادری ناظم اعلیٰ جامعہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف یوپی۔

مفتی معراج القادری استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی۔

حضرت مولانا اقبال احمد خاں صاحب قادری مہتمم دار العلوم وارثیہ لکھنؤ۔

حضرت قاری ابوالحسن صاحب قادری ناظم دار العلوم وارثیہ لکھنؤ۔

حضرت قاری محمد احمد بقائی ناظم مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ۔

حضرت قاری محمد یوسف عزیزی ناظم جامعۃ القراء لکھنؤ۔

حضرت مولانا انیس عالم سیوانی فاضل صدام یونیورسٹی، مقیم شہر لکھنؤ۔

اس کنونشن کا مقصود اصلی اور غرض وغایت مسلم مسائل کے حل کی صورت نکالنا تھا، ارباب حکومت سے حقوق مسلم کا مطالبہ کرنا تھا۔

حضرت محدث کبیر دام ظلہ اس کی سرگرمی اور مقاصد سے واقف ہوئے تو

آپ بنفس نفیس شریک ہوئے اور اپنی مذہبی وسماجی، ملی وقومی دلچسپی اور ہمدردی کا اظہار کیا، کنونشن کے رپورٹر مولانا انیس عالم سیوانی آپ کی شرکت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کنونشن کی اہمیت اس وقت دوبالا ہوگئی، جس وقت صدر کنونشن جناب احمد حسن صاحب نے اپنی چیئر سے اٹھ کر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی آمد کی اطلاع دی، علامہ کے منچ پہ آتے ہی کرسیاں خالی ہوگئیں صدر اجلاس کے بغل میں جلوہ بار ہوئے، صدر کنونشن نے محدث کبیر کے لیے خصوصی نظامت کی اور کہا کہ اس بزرگ عالم دین کی دعا کے بغیر ہماری کامیابی مشکل ہے، محدث کبیر نے اپنے عالمی دورے کی مختصر روداد اور اپنی مذہبی اور سماجی دلچسپی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نے سماج وادی رہنما کو مسلمانوں کے مسائل سے ہم آہنگ پاکر کنونشن میں شرکت کا فیصلہ کیا'' (ماہ نامہ اشرفیہ ماہ ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۴۱)

اس سے جہاں حضرت محدث کبیر کی قومی خدمت کا جذبہ ظاہر وعیاں ہوتا ہے، وہیں عالی وقار احمد حسن ڈی، آئی، جی اور علما وعوام اہل سنت کی نظر میں آپ کی جلالت شان وعظمت آن نمایاں ہے۔

(۲) ۲۳/اپریل ۱۹۸۵ء کو مقدمہ محمد احمد خان بنام ''شاہ بانو'' میں سپریم کورٹ کے فیصلہ نے مسلمانوں کے سارے وجود کو ہلا کر رکھ دیا، کشمیر سے کنیا کماری تک ایسا زبردست زلزلہ برپا ہوا کہ اس نے حکومت ہند کو بھی لرزہ براندام کردیا، احتجاج میں جلسہ وجلوس کا طوفان قائم ہوگیا، اخبارات ورسائل میں مضامین ومراسلات کی بھرمار ہوگئی کل ہند سنی جمعیۃ العلما، جمعیۃ العلما ہند، جماعت اسلامی، مسلم مجلس مشاورت، تعمیر ملت، اتحاد المسلمین، مسلم یوتھ کنونشن، ایس آئی ایم وغیرہ کے احتجاجی مراسلات وبیانات نے مسلمانوں میں بیداری کی لہر دوڑادی، نتیجے میں جودھپور راجستھان، ممبئی مہاراشٹر، سیوان بہار، اندور کانپور کے سنی

مسلمانوں نے بڑی بڑی مسلم پرسنل لا کانفرنسیں کیں، اس وقت شہزادۂ صدر الشریعہ ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے مسلمانوں کی اس مشترکہ سرگرمی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، متعدد کانفرنسوں میں شرکت کی، قوانین شریعت اور ناموس شریعت اور مسلم پرسنل لا کی پاس داری پر ولولہ انگیز خطابات فرما کر مسلم کی قیادت کی، نیز تاج الشریعہ قاضی القضاۃ علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ العالی کے باہمی تعاون ومشاورت سے شہر بریلی سے احتجاجی جلوس نکالا اور اس میں خطاب نایاب فرمایا، علامہ یٰسین اختر مصباحی رقم طراز ہیں:

''۸ر نومبر ۱۹۸۵ء میں عرس رضوی کے موقع پر علامہ اختر رضا ازہری، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری وغیرہم نے محلہ سوداگران بریلی شریف سے ایک احتجاجی جلوس نکالا جو عیدگاہ پہنچا اور بعد نماز جمعہ مسلم پرسنل لا کانفرنس کا آغاز ہوا جسے مذکورہ علما ودیگر حضرات نے خطاب فرمایا سامعین وحاضرین کی تعداد لگ بھگ دو لاکھ تھی'' (نقوش فکر ص ۱۹۳ ر و مسلم پرسنل لا ص ۵۵)

غرض مسلم پرسنل لا کے تحفظ میں جیسے اور علمائے اہل سنت مثلا علامہ ارشد القادری، حضرت برہان ملت مفتی برہان الحق، ومولانا نصرت اللہ عباسی، مولانا عبد السمیع قاضی شہر کانپور علیہم الرحمہ تاج الشریعہ علامہ ازہری، علامہ قمر الزماں اعظمی، علامہ یٰسین اختر مصباحی سرگرم عمل تھے، آپ بھی ان کے دوش بدوش نظر آرہے ہیں۔

(۳) ہندوستانی کورٹ میں اہل اسلام کے لیے چند ایسے اسلامی قوانین پاس ہوچکے تھے جو بالکل ناقص تھے، ان میں اضافہ اور تشریح اور تفصیل کی سخت حاجت تھی مثلا:

☆ بل میں بلا تفریق ہر مطلقہ عورت کی عدت کا نفقہ دلایا گیا تھا۔

☆ بل کے اندر پورا مہر ہر مطلقہ کو ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا، مہر کی کوئی تفصیل نہ کی گئی تھی۔

☆اس میں بچے کی پرورش کے سلسلے میں صرف رضاعت کا ذکر تھا حضانت کا کوئی تذکرہ نہ تھا۔

☆مطلقہ عورت کے رشتہ داروں پر صرف وارث ہونے کی حیثیت سے اس کے نفقہ کا بارڈالا گیا تھا، جب کہ شرعاً ایسا نہیں۔

☆اوقاف کی آمدنی سے مطلقہ عورتوں کی کفالت کا حکم دیا گیا تھا۔

اس طرح یہ ناقص اور تفصیل طلب قوانین مسلمانوں کے لیے سخت حرج انگیز تھے، شدید ضرورت تھی کہ اصحاب فقہ وافتا، ارباب وجاہت شخصیات اکٹھا ہوں اور ضروری ترمیم وتفصیل تیار کر کے وزیر قانون ہند کو پہنچائیں اور اس سے اپنی ترمیمات وتفصیلات منظور کرائیں تاکہ فیصلے انہیں کے مطابق ہوں اور مسلمان حرج سے نجات پا سکیں۔

چنانچہ ۲۳/ جمادی الآخر ۱۴۰۶ھ ۵/ مارچ ۱۹۸۶ء کو اسی مقصد خیر کے لیے قانونی بل کانفرنس میں ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ درج ذیل علما وفقہا:

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

علامہ مشتاق احمد نظامی مہتمم دار العلوم غریب نواز الہ آباد۔

علامہ ارشد القادری مہتمم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور بہار۔

مفتی محمد نظام الدین رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

علامہ قاضی عبد السمیع قادری قاضی شہر کانپور، اتر پردیش۔

مفتی شفیق احمد شریفی دار العلوم غریب نوز الہ آباد یوپی۔

کے ساتھ اکٹھا ہوئے اور ضروری ترمیم وتفصیل کے ساتھ ''ترمیم قوانین بل'' وزیر اعظم و وزیر قانون کے یہاں ۱۲/ مارچ ۱۹۸۶ء کو پیش کیا۔

علمائے مذکورین کی ترمیمات بغرض افادہ من وعن نذر قارئین ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترمیم نمبر (۱)

اسلامی شریعت کی رو سے کچھ مطلقہ عورتیں ایسی ہیں جن کے لیے نہ عدت ہے نہ عدت کا نفقہ، لیکن بل میں بلاتفریق ہر مطلقہ عورت کو عدت کا نفقہ دلوایا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے، اس لیے مطلقہ عورتوں کے سلسلے میں بل کے اندر ان تفصیلات کا اضافہ ضروری ہے:

(الف) نکاح کے وقت جس مطلقہ عورت کا نہ مہر مقرر ہوا، اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی، اس کے لیے نہ عدت ہے اور نہ عدت کا نفقہ، بلکہ اس کے لیے بطریق وجوب اتنی مالیت کا جوڑا یا اتنی رقم ہے جو نصف مہر مثل سے زائد ہو، شریعت میں اس کو متعہ کہا جاتا ہے۔

(نوٹ) مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو اس مطلقہ عورت کی بہنوں یا پھوپھیوں کا ہو۔

(ب) نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا بعد میں بتراضی طرفین مہر طے پا گیا، لیکن خلوت صحیحہ سے پہلے عورت مطلقہ ہوگئی تو اس کے لیے بھی نہ عدت ہے نہ عدت کا نفقہ بلکہ اسے بھی بطریق وجوب متعہ دیا جائے گا۔

(ج) مہر مقرر نہیں ہوا لیکن خلوت صحیحہ ہوگئی تو اس کے لیے عدت بھی ہے اور عدت کا نفقہ بھی، لیکن اسے متعہ دینا واجب نہیں، بلکہ اختیاری ہے۔

(د) مہر بھی مقرر ہوا اور خلوت صحیحہ بھی ہوگئی تو اس کے لیے عدت بھی ہے اور عدت کا نفقہ بھی لیکن اسے بھی متعہ دینا واجب نہیں بلکہ اختیاری ہے۔

مآخذ:

(۱) "المتعة عندنا علی ثلثة اوجه متعة واجبة وهی للمطلقة

قبل الدخول ولم يسم لها مهر ومستحبة وهى للمطلقة بعد الدخول ولا واجبة ولا مستحبة وهى للمطلقة قبل الدخول وقد سمى لها مهرا ". (عالمگیری ج۲/ ص ۲۰، باب احکام المتعة)

(۲)"ولو طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة".

(ھدایہ ج۲/ ص ۳۰۴)

(۳)"ان تزوجها ولم يسم لها مهرا ثم تراضيا على تسميته فهى لها ان دخل بها اومات عنها وان طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة". (ھدایہ ج۲/ص ۳۰۵)

(۴)"وان طلقها قبل الدخول فلها المتعة". (ایضاً)

(۵)"ثم هى لاتزاد على نصف مهر مثلها ولا تنقص عن خمسة دراهم". (ایضا)

(۶)"المطلقات اربع. مطلقة لم توطا ولم يسم لها مهر فتجب لها المتعة . ومطلقة لم توطا وقد سمى لها مهر فهى التى لم تستحب لها المتعة . والمطلقة قد وطيت ولم يسم لها مهر. ومطلقة قد وطيت وسمى لها فهاتان تستحب لها المتعة".

(شرح الوقایہ باب تسمیۃ المهر ج۲/ص ۳۹)

(۷)"ومتعة لاتزيد على نصف مهر المثل ولا تنقص عن خمسة دراهم وتعتبر بحاله فى الصحيح لقوله تعالىٰ: على الموسع قدره، الآية". (شرح الوقایہ ص ۳۶)

ترمیم نمبر (۲)

بل کے اندر مہر کے سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں کی گئی ہے، بلکہ ہر مطلقہ کو پورا مہر

ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے، جبکہ شرعاً اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل تفصیلات کا اندراج ضروری ہے:

(الف) اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تو طلاق کے وقت مہر مثل دینا ہوگا، جبکہ خلوت صیحہ ہوگئی ہو اور اگر خلوت صیحہ نہ ہوئی ہو تو مہر کے نام پر کچھ بھی نہیں، بلکہ متعہ دینا ضروری ہے۔

(ب) اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو گیا لیکن خلوت صیحہ نہیں ہوئی تو طے شدہ مہر کا نصف دینا ہوگا، اور اگر خلوت صیحہ ہوگئی ہو تو پورا مہر دینا ہوگا۔

مآخذ:

(۱)"وان تزوج لها ولم يسم لها مهر او تزوجها على ان لامهر لها فلها مهر مثلها". (هدايه ج ۲/ ص ۳۰٤)

(۲)"من سمى مهرا عشرة فما زاد فعليها المسمى ان دخل بها او مات عنها وان طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمى". (هدايه ج۲/ ص ۳۰٤)

ترمیم نمبر (۳)

بچے کی پرورش کے سلسلے میں دو چیزیں الگ الگ ہیں، ایک رضاعت (دودھ پلانا) جس کی مدت بچے کی پیدائش کے وقت سے دو سال تک ہے، دوسری حضانت (پرورش کرنا) جس کی مدت لڑکے کے لیے سات سال اور لڑکی کے لیے نو سال ہے، لیکن بل کے اندر صرف رضاعت کا ذکر ہے، حضانت کا کوئی تذکرہ نہیں، جبکہ شرعاً پرورش کا حق ماں کا ہے، اس لیے بل کے اندر مندرجہ ذیل تفصیلات کا اندراج بہت ضروری ہے:

(الف) مطلقہ عورت کو دو سال تک دودھ پلانے کا معاوضہ الگ، اور بچے کا نفقہ الگ دینا ہوگا، لیکن ان معاوضوں کا استحقاق عدت گزر جانے کے بعد ہوگا۔

(ب) رضاعت کے دو سال نکال دینے کے بعد بیٹے کی پرورش کے لیے پانچ سال اور بیٹی کی پرورش کے لیے سات سال تک مطلقہ عورت کو پالنے کا معاوضہ اور بچے کا نفقہ الگ الگ دیا جائے گا۔

(ج) مطلقہ افراد کے حالات اور ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے معاوضہ مقرر کرنے کا اختیار مجسٹریٹ کو ہوگا۔

(۲) ماں کو بچے کی پرورش کا استحقاق مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ہوگا:

(الف) قولاً عملاً یا اعتقاداً اس نے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جس کے سبب وہ اسلام سے نکل جائے۔

(ب) اس نے کسی ایسے مرد سے شادی نہ کی ہو جو خونی رشتے کے لحاظ سے بچے یا بچی کے لیے غیر محرم ہو۔

(ج) وہ بدچلن نہ ہو۔

(د) وہ اتنی لاپرواہ نہ ہو کہ جس سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

(ہ) مذکورہ بالا شرائط مفقود ہونے کی صورت میں پرورش کا استحقاق نانی کو ہوگا، اس کے بعد دادی کو ہوگا، اس کے بعد بہنوں کو ہوگا، اس کے بعد خالہ کو ہوگا، اور ان سب کے لیے بھی وہی شرائط ہوں گے جو ماں کے لیے مذکور ہوئے۔

(و) حضانت و رضاعت کی اجرت اور بچے کے نفقہ کے جملہ اخراجات اولاً بچے کے مال سے پورے کیے جائیں گے، اگر بچے کی ملکیت میں مال نہ ہو تو پھر اس کے باپ پر یہ بوجھ ڈالا جائے گا، اور اگر وہ بھی اس قابل نہ ہو تو اس کا بوجھ اسی ترتیب سے بچے کے رشتہ داروں پر ڈالا جائے گا جس ترتیب سے مطلقہ عورت کا نفقہ اس کے رشتہ داروں پر واجب ہوتا ہے۔

مآخذ:

(۱)"والوالدت یرضعن اولادھن حولین کاملین ".

(القرآن ، البقرۃ، آیت۲۳۳)

(۲)"واما اجرۃ الحضانۃ فللام کما مر وللرضیع النفقۃ والکسوۃ ".

(الدرالمختار ص ۲۷٤)

(۳)"فبذالک صار علی الاب ثلثۃ نفقات اجرۃالرضاع واجرۃ الحضانۃ ونفقۃ الولد ".

(ردالمحتار ج۲/ص ۹۳۱/باب النفقۃ)

(۴)"الحضانۃ تثبت للام ثم لام الام والحضانۃ اما او غیرھا احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی وبالصغیرۃ حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی".(الدرالمختار ص ۲٦۰)

(۵)"وقولہ تعالی رزقھن وکسوتھن بالمعروف اشارۃ الی ان اجرۃ الرضاع یستغنی عن التقدیر بالکیل والوزن کما قال ابو حنیفۃ ".(التفسیرات الاحمدیہ ص۱۰۲)

(٦)"انما یجوز الاجارۃ بعد العدۃ لان النفقۃ غیر واجبۃ لھا فیجب الاجرۃ ".(ایضاً ص۱۰۳)

(۷)"فتستحق النفقۃ بقدر حالھما بہ یفتی کذا فی الھدایۃ ".

(الدرالمختار ص۲٦۷/باب النفقۃ)

(۸)"قولہ ثم حرر ای الخیر الرملی ان الحضانۃ کالرضا ای فی انھا لا اجرۃ للام فیھا لومنکوحۃ او معتدۃ والا فلھا الاجرۃ من مال الصغیر ان کان لہ مال والا فمن مال ابیہ وممن تلزمہ نفقتہ ".

(ردالمحتار ج۲/ص۸۷۷)

(۹)"وفی جمیع ماذکرنا انما تجب النفقة علی الاب اذا لم یکن للصغیر مالا اما اذاکان فالاصلان نفقة الانسان فی مال نفسه صغیرا کان او کبیراً". (هدایه ج۲/ ص۴۲۵)

"(اذا لم یکن للصبی مال) واطلقه فاما جمیع اضاف المال من العروض والحیوان والعقار حتی اذا کان له ذالك فللاب ان یبیعه وینفقه علیه وکذا یعطی منه اجر رضاعه".

(فتح القدیر شرح الهدایة ج۳/ص۳٤)

(۱۰)"والحضانة للام بلا جبرها طلقت اولاً ثم لامها وان علت ثم لام ابیه ثم لاخته لاب وام ثم لام ثم لاب ثم لخالته کذالك". (شرح الوقایة ج۲/ص۱٦۸)

(۱۱)"ونفقة الاولاد الصغار علی الاب لا یشارکه فیهااحدکما لا یشارکه فی نفقة الزوجة لقوله تعالیٰ "وعلی المولود له رزقهن "و"المولودله "هو الاب وان کان الصغیر رضیعاً فلیس علی امه ان ترضعه لما بینا ان الکفالةعلی الاب واجرةالرضاع کالنفقة".(هدایة ج۲/ص٤۲٤/باب النفقة)

(۱۲)"الحضانة للام الا ان تکون مرتدة او فاجرة او غیر مامونة بان تخرج کل وقت وتترك الولد ضائعاً".

(الدرالمختار ص۲٦٤/باب الحضانة)

ترمیم نمبر (۴)

بل میں مطلقہ عورت کے رشتہ داروں پر صرف وارث ہونے کی حیثیت سے

اس کے نفقہ کا بار ڈالا گیا ہے، جب کہ شرعاً نفقہ کے وجوب کی بنیاد صرف وراثت پر نہیں ہے، بلکہ اس کے بھی اسباب ہیں، اس لیے بل میں تقسیم نفقہ کی تفصیل لازماً شامل کی جائے، تا کہ شرعاً جو لوگ ذمہ دار نہیں ہیں ان پر بلا وجہ بوجھ نہ پڑے، اور جو لوگ ذمہ دار ہیں وہ چھوٹنے نہ پائیں۔

(الف) نفقہ اولاً اولاد پر ہے، وہ نہ ہوں تو باپ پر ہے، باپ نہ ہو تو پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں میں سے جو بھی ہوں ان پر ہے، لیکن ان کے درمیان نفقہ کا بار بقدر حصۂ وراثت نہیں بلکہ برابر برابر تقسیم ہوگا۔

(ب) اگر نواسوں نواسیوں کے ساتھ دادا پوتا اور ماں بھی ہو، تو بھی ان کے درمیان نفقہ کا بار، برابر برابر نہیں بلکہ بقدر حصۂ وراثت تقسیم ہوگا۔

(ج) اگر مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو بھائی، بہن، چچا، بھتیجا اور ماموں، بھانجا وغیرہ میں سے جو بھی وارث ہوں ان کے درمیان بقدر حصۂ وراثت نفقہ کا بار تقسیم کیا جائے گا۔

(نوٹ) "نہ ہو" دونوں حالتوں کو شامل ہوگا، زندہ نہ ہو، یا زندہ ہو، لیکن نفقہ دینے کے قابل نہ ہو۔

مآخذ:

(۱) "ولا يشارك الولد فى نفقة ابويه احد وهى على الذكور والاناث بالسوية". (هداية ج۲/ص ٤٢٦)

(۲) "كل النفقة على الاب". (هداية ج۲/ ص ٤٢٧)

(۳) "لا يشارك الاب فى نفقة ولده احد".

(شامى من الذخيرة والبدائع ج۲/ ص ۹۳۵)

(۴) "الاول ان يكون الاب غنيا، والاولاد كبار فاما اناث او

ذکور فالاناث علیه نفقتھن الی ان یتزوجن اذا لم یکن لھن مال، ولیس له ان یواجرھن فی عمل ولا خدمة وان کان لھن قدرة "۔
(فتح القدیر شرح الھدایة ج۳/ص ۳۴۴)

(۵)"اذا طلقت وانقضت عدتھا عادت نفقتھا علی الاب "۔
(فتح القدیر ج۳/ص ۳۴۴)

(۶)"وعلی الرجل ان ینفق علی ابویه واجداده وجداته اذاکانوا فقراء"۔ (ھدایة ج۲/ص ۴۲۵)

(۷)"(قوله واجداده) یدخل فیه الجد لاب والجد لام وان علوا ، وفی جداته جداته لابیه وجداته لامه وان علون "۔
(فتح القدیر ج۳/ص ۴۲۵)

(۸)"القسم الثالث الفروع مع الاصول، والمعتبر فیه الاقرب فیه جزئیة فان لم یوجد اعتبر الارث ففی اب وابن تجب علی الابن لترجحه" انت ومالك لابیك " وفی جد وابن ابن علی قدر المیراث اسداساً لتساوی فی القرب وکذا فی الارث وعدم المرجح من وجه آخر "۔(بدائع والشامی ج۲/ص ۹۳۵)

(۹)"وان کان کل من الصنفین اعنی الاصول والحواشی وارثاً اعتبرالارث ففی ام واخ عصبی وابن اخ کذٰلك وعم کذٰلك، علی الام الثلث وعلی العصبة الثلثان ، بدائع "۔
(شامی ج۲/ ص ۹۳۵)

(۱۰)"القسم السابع الحواشی فقط والمعتبر فیه الارث بعد کونه ذارحم محرم"۔(شامی ج۲/ص ۹۳۶)

(۱۱)"القسم السادس الاصول مع الحواشی فان کان احد

الصنفين غير وارث اعتبر الاصول وحدهم ترجيحاً للجزئية ولا مشاركة في الارث حتى يعتبر فيقدم الاصل سواء كان هوالوارث او كان الوارث الصنف الآخر ، مثال الاول مافى الخانية لوله جد لاب واخ شقيق فعلى الجد". (شامی ج۲/ص ۹۳۵)

(۱۲)"ثم هٰذا كله اذا كان جميع الموجودين موسرين ، فلو كان فيهم معسر فتارةينزل المعسر منزلة الميت وتجب النفقة على غيره وتارة ينزل منزلة الحق وتجب على من بعدهم بقدر حصصهم من الارث". (شامی ج۲/ص۹۳۶)

(۱۳)"وان كان الاب زمناً وليس للصغير مال بالنفقة على الجد ولا يرجع الجد بذالك على احد".

(عالمگیری ج۲/ ص۱۲۵)

ترمیم نمبر (۵)

بل میں اوقاف کی آمدنی سے مطلقۂ عورتوں کی کفالت کا حکم دیا گیا ہے، لیکن کوئی تفصیل نہیں کی گئی ہے کہ کس نوع کے وقف کی آمدنی سے ان کی کفالت کی جائے گی، اس لیے بل میں مندرجہ ذیل تفصیلات کا اضافہ ضروری ہے، تاکہ اپنے جملہ حقوق کے ساتھ اوقاف کا تحفظ ہو جائے۔

(الف) مطلقہ عورت کی صرف انھیں اوقاف کی آمدنی سے کفالت کی جاسکے گی، جو رفاہ عام یا کار خیر کے لیے وقف کیے گئے ہیں۔

(ب) مساجد، مدارس اور مقابر کے اوقاف سے مطلقہ عورت کی کفالت ہرگز جائز نہیں ہے۔

(ج) مطلقہ عورت کی کفالت کے لیے اوقاف کی جائیداد بیچنا یا رہن رکھنا بھی شرعاً

ممنوع ہے۔

مآخذ:

(۱)"شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه".

(شامی ج۳/ص۴۵۳)

(۲)"مراعاة غرض الواقفین واجبة". (شامی ج۳/ص ۴۲۳)

(۳)" لایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر". (ردالمحتار ج۳)

(۴)"یجوز للقیم شراء المصلیات للصلاة علیها ولایجوز اعادتها لمسجد آخر ".(عالمگیری)

(۵)"ان الفتوی علی ان المسجد لا یعود میراثاً ولا یجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر".(ردالمحتار ج۳/ ص ۳۷۱)

(۶)"فاذا تم ولزم لایملك ولا یملك ولا یوجر ولا یرهن ".

(الدرالمختار ج۳/ص ۳۷۹)

(۷)"اذا صح الوقف لم یجز بیعه ولاتملیکه".

(هدایة ج۲/ ص ۶۲۰)

(۸)"لیس للقاضی ان یقرر وظیفة فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الوقف باجر مثله".

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۳/ص۴۷۷)

(۹)"فی البحر عن السبکی ان القضاء ینقض عندالحنفیة اذا کان حکما لا دلیل علیه سواء کان نصه فی الوقف نصاً او ظاهراً وهٰذا موافق لقول مشائخنا کغیرهم ، شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه ". (شامی ج۳/ص۴۵۳)

مرتب کردہ:

محمد شریف الحق امجدی صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔
ضیاء المصطفیٰ قادری شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔
مشتاق احمد نظامی مہتمم دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد یوپی۔
ارشد القادری مہتمم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور بہار۔
محمد نظام الدین رضوی نائب مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی۔
عبد السمیع قادری، قاضی شہر کانپور یوپی۔
شفیق احمد شریفی، مفتی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد، یوپی۔

۲۳ر جمادی الآخر ۱۴۰۶ھ مطابق ۵ر مارچ ۱۹۸۶ء

(ماخوذ از مسلم پرسنل لاص ۶۴ر تا ۷۱ر از یٰسین اختر مصباحی)

(۴) کوئی ۲۰۰۱ء کی بات ہے کہ حکومت ہند کے وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے اپنے دورۂ سعودی عرب کے دوران سعودی عرب کے وزیر خارجہ سعود الفیصل سے کہا کہ "ہم حاجیوں کے کرایہ میں سبسیڈی دیتے ہیں، سعودی وزیر خارجہ نے فوراً فتوی دیتے ہوئے کہا کہ کرایۂ حج میں سبسیڈی لے کر حج کرنے والوں کا حج برباد و بے کار ہے" کچھ عرصہ بعد اس نے ہندوستان میں مقررہ سعودی سفیر کے ذریعہ حکومت ہند کو سبسیڈی دینے سے روکا اور کہا کہ یہ شریعت اسلامیہ کے منافی ہے اور دلیل یہ دی کہ سفر حج صرف وہی مسلمان کرسکتا ہے جو آمد و رفت اور دوران حج قیام و طعام کا پورا خرچ اپنی حلال کمائی سے ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، پھر میڈیا نے بھی خوب اس کی اشاعت کی۔

سعودی وزیر کا من مانی اور ذاتی فتویٰ حجاج کرام کے حق میں کتنا مضر اور شرعاً غلط ہے، یہ تو تحریری خدمات کے عنوان میں مضمون "کیا حج سبسیڈی شریعت

اسلامی کے منافی ہے؟'' کے اندر ملاحظہ کریں، یہاں اتنا واضح ہو کہ اس فتوے سے مقصود مسلمانوں کو حج کرایہ میں ڈسکاؤنٹ سے محروم کرانا تھا، اسی لیے اس نے حکومت ہند کو سبسیڈی دینے سے منع کیا اور اس کو اسلامی شریعت کے خلاف بتادیا، غور کریں اگر اس فتوے پر حکومت ہند کاربند ہو جاتی تو مسلمانوں کا کتنا بڑا خسارہ ہوتا، کتنے مسلمان اس کی وجہ سے حرج میں پڑ جاتے، اور ممکن کہ کچھ مسلمان حج کو جانے سے بھی محروم ہو جاتے۔

حضور محدث کبیر دام ظلہ دینی ہمدردی، قومی تعاون، جذبۂ خدمت امت، ولولۂ نصرت مسلم کے سبب حرکت میں آگئے اور پوری جرأت مردانہ کے ساتھ ''کیا حج سبسیڈی شریعت اسلامی کے خلاف ہے؟'' لکھ کر سعودی وزیر خارجہ کا ناطقہ بند کر دیا۔

اس میں آپ نے اولاً: سعودی اور ہندوستانی وزرائے خارجہ کی ناپاک سازشوں کا پردہ چاک کیا۔

ثانیاً: دلائل وحقائق کی روشنی میں فتویٰ کا غیر اسلامی ہونا ثابت فرمایا۔

ثالثاً: ڈسکاؤنٹ کا جواز جزئیات فقہ سے مبرہن کر کے درخشاں سورج کی طرح منور کیا۔

آخر میں ایسے اشکالات وارد فرمائے جو آج تک تشنۂ جواب ہیں، ساتھ ہی دیوبندی عالم یعقوب اسماعیل قاسمی کی کتاب ''اسلامی ماہ اور رویت ہلال'' سے چند علما اور ماہرین فلکیات کا تأثر پیش کر کے یہ واشگاف کیا کہ سعودی حکومت کبھی ایک روز کبھی دو روز اور کبھی تین روز قبل ہی جو حج کرا دیتی ہے وہ حج برباد ہے تو سعودی حکومت خود حج کو برباد کراتی ہے، نہ کہ سبسیڈی دینے والی حکومت حج کو برباد کراتی ہے۔

آپ کا یہ مضمون نہایت تحقیقی، تنقیدی، معلوماتی ہے، پانچ بڑے صفحات پر پھیلا ہوا ہے، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور مئی ۲۰۰۱ء کے اندر شائع ہو چکا ہے، آپ

کے اس اقدام بر محل اور جرأت مردانہ، حقائق حق کا نتیجہ یہ ہوا کہ سعودی وزیر خارجہ کا فتوی پادر ہوا ہو گیا اور آج تک ہندوستانی حکومت کی طرف سے حجاج کرام کو سبسیڈی مل رہی ہے۔

(۵) غالباً ۱۹۹۷ء یا ۱۹۹۸ء میں عربی فارسی الہ آباد بورڈ کے رجسٹرار نے پہلی بار امتحان کے لیے امیدوار کا فوٹو لازمی قرار دے دیا اور فارم بھی اسی اعتبار سے چھپا کر مدارس میں بھیج دیا۔

اسلامی شریعت کے اندر فوٹو کھنچوانا اور کھینچنا ممنوع ہے، ضرورت و حاجت شرعی پر اس کی اجازت مل سکتی ہے، بورڈ کا امتحان یقیناً درجۂ حاجت سے نازل ہے، اب ظاہر ہے کہ فوٹو کے ساتھ بورڈ کا امتحان دینے والے فعل غیر مشروع کے مرتکب ہوتے۔

حضور محدث کبیر نے فوراً نوٹس لیا اور رجسٹرار کے ساتھ متعدد نشستیں کیں اس کے اشکالات کا اطمینان بخش اور مسکت جواب دے کر اس کو اس بات کا قائل کر لیا کہ امیدوار کا فوٹو ضروری نہیں ہے، وہ آپ کا بہت متشکر ہوا، اور تمام مدارس میں بغیر فوٹو فارم پر کرنے کا اجازت نامہ بھیج دیا، اس سال بغیر فوٹو ہی فارم بھرا گیا، امتحان بھی ہوا، راقم السطور نے بھی اس سال فاضل عربی ادب کا امتحان دیا، پھر اگلے سال دوسرے مکاتب فکر کے علما نے کسی ذاتی منفعت کے پیش نظر فوٹو کا قانون لگانے کی فرمائش کی، اصرار بے جا کیا تو یہ قانون پاس ہو گیا، اور اب سارے امتحان فوٹو کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور محدث کبیر اہل اسلام کو گناہوں سے بچانے کے لیے کس قدر کوشاں رہتے ہیں، بلاشبہ یہ آپ کی بے مثال قومی خدمت ہے۔

سلسلۂ تاسیس مدارس ومعاہد

عملی انحطاط، اعتقادی تزلزل، فکری جمود، ایمانی ضعف، معاشرتی فساد جیسے جراثیم جو مسلمانوں میں جنم لے رہے ہیں، یہ سب علم دین سے ناواقفیت اور اس سے بے توجہی کا نتیجہ ہے اور جو تھوڑی بہت اسلامی قدر ورنگ، ایمان واعتقاد صحیح کی جلوہ سامانی ہے، وہ دینی مدارس، اسلامی معاہد، مذہبی دانش گاہوں کی برکات ہیں، اسی لیے مخلصین امت نے ہر دور میں مدارس وجامعات کے قیام کی ضرورت محسوس کی اور حسب قدرت انھوں نے علمی کارخانے قائم کیے، علم دین کے اجالے پھیلائے۔

حضور محدث کبیر نے عصر حاضر کے اندر اس باب میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے، اپنے شباب کے عالم ہی سے اس خارداروادی میں قدم رکھ دیا اور چار ادارے قائم فرمائے، ہر ایک کو دین اسلام کا عظیم قلعہ بنانے کی سعی جمیل کی۔

(۱) پہلا مدرسہ آپ نے کمرہٹی بنگال میں قائم کیا، تھوڑی مدت کے اندر قرب وجوار میں مشہور ہوگیا، بچے بھی کافی تعداد میں آگئے، آپ اس کی باقاعدہ نگرانی کرتے اور اس کی ترقی کی راہیں ہموار فرماتے، یہ سلسلہ دو سال تک چلتا رہا، پھر بعض ارکان ادارہ کمیونسٹ ہوگئے، سیاست کرنے لگے مدرسہ کو اسکول کی شکل میں تبدیل کرنے لگے، تو محدث کبیر اس سے دست بردار ہوگئے۔

(۲) دوسرا ادارہ ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ کلکتہ میں بنام ''دارالعلوم ضیاء الاسلام'' قائم کیا، پس منظر یہ ہے کہ آپ کمرہٹی کے مدرسے سے دست بردار ہوکر مدرسہ منظر اسلام کے اراکین کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ مدرسہ منظر اسلام کو دارالعلوم کی شکل دی جائے اور درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم کرائی جائے، میں آپ لوگوں کی مدد کرنے کو تیار ہوں، ارکان نے آپ کی رائے قبول کی آپ مدرسہ منظر اسلام میں قیام پذیر ہوگئے، یہ ادارہ بانی مدارس کثیرہ، رئیس القلم، علامہ ارشد القادری علیہ

الرحمہ کی جدوجہد سے ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا تھا، مگر مکتب تک ہی محدود تھا، محدث کبیر نے اس کو اسی نام سے ترقی دینا شروع کیا، فارسی اور ابتدائی عربی کا آغاز کرایا طلبہ کا ازدحام ہونے لگا، مدرسے کی عمارت تنگ دامانی کا شکار ہو گئی، تو آپ نے ارکان کے مشورے سے زمین کی خریداری کا منصوبہ بنایا متعدد زمینیں دیکھیں لیکن مفاد پرست افراد کی ناپاک کوششوں اور حرکتوں سے حاصل نہ ہوسکیں، اس تعلق سے آپ سخت مشکلات سے دوچار ہوئے، بالآخر آپ نے اپنے اور حاجی قاسم کے مابین دارالعلوم ضیاء الاسلام کی موجودہ زمین راز میں رکھ کر خریدا، اس کے لیے قرض لیا اور کچھ چندہ کیا، رجسٹری کرائی اس کے بعد جلسہ سنگ بنیاد کرایا جس میں استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، گل گلزار برکات حضرت سید العلما مارہرہ شریف، رئیس اڑیسہ مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی علیہم الرحمہ بالخصوص حاضر ہوئے۔

حضرت سید العلما علیہ الرحمہ نے سنگ بنیاد کے وقت پوچھا نام کیا ہے؟ بتایا گیا کہ منظر اسلام تو فرمایا اس کا نام تو دارالعلوم امجدیہ رہے گا یا دارالعلوم ضیاء الاسلام رہے گا دو میں سے ایک رہے گا، پھر فیصلہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نام ضیاء الاسلام ہی رہے گا (بیان محدث کبیر)

اور آج تک اسی نام سے معروف ہے، اس طرح دارالعلوم ضیاء الاسلام کے آپ مؤسس ہیں۔

بہر کیف دارالعلوم کی بنیاد پڑتے ہی صوبائی پیمانے پر اس کا شہرہ ہوگیا، ہر طرف سے طالبان علوم نبوت کشاں کشاں آنے لگے، محدث کبیر دارالعلوم کے تعلیمی و تعمیری منصوبوں کی تکمیل میں مصروف ہوگئے، عرصہ قلیل کے اندر حسن نظم و نسق، معیار بلند، تربیت صحیحہ کے سبب ادارہ اپنی شناخت بنانے میں کامیاب ہوگیا، محدث کبیر اہل ہوڑہ کے لیے خصوصاً اور اہل صوبہ بنگال کے لیے عموماً عظیم نعمت و رحمت ثابت

ہوئے، بلکہ وہاں کے عوام اہل سنت کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔

اس طرح ضیائے اسلام کے ساتھ ضیائے مصطفیٰ کا ایسا حسین امتزاج ہوا کہ پورے صوبے کے شبستانوں میں علم وفضل کے چراغ جل اٹھے، محدث کبیر اسی علمی فکری، عملی ضو کی طنابیں وسیع سے وسیع تر کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے، ابھی یہاں آئے چند ہی سال ہوئے تھے کہ استاذ العلما حضور حافظ ملت قدس سرہ کے دست راست، جامعہ اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث، بحر علم وتحقیق، پیکر فکر وتدقیق، ماہر فن حدیث، سند العلما حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف قادری بلیاوی علیہ الرحمہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء کو وصال فرما گئے۔

ان کا ارتحال حافظ ملت کے لیے بڑا صدمہ رساں اور فکر آگیں ثابت ہوا، کیوں کہ ایک طرف دار العلوم کی ایک باوقار درس گاہ سونی ہوئی، دوسری طرف دنیائے سنیت اور جہان درس وتدریس میں عظیم خلا پیدا ہوگیا، ایک باعظمت عہدہ خالی ہوا، ایک بہت مخلص مشیر کار او جھل ہوگیا۔

حضور حافظ ملت نے ان کی جگہ محدث کبیر فقیہ شہیر، سلطان الاساتذہ، شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام فیضہ کو اپنے ادارہ جامعہ اشرفیہ میں بلالیا، آپ حکم استاذ کے مطابق مبارکپور حاضر ہوگئے، اپنی جگہ اپنے بھائی حضرت مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ کو روانہ فرمایا، تاحیات وہ وہاں کے صدر مفتی اور صدر المدرسین وناظم اعلیٰ رہے، وصال کے بعد خلف رشید حضرت مولانا مفتی وفاء المصطفیٰ امجدی صاحب قبلہ نظامت فرمارہے ہیں، اس ادارے میں درجات پرائمری کے ساتھ مولویت، عالمیت، فضیلت، حفظ اور قراءت کے شعبے قائم ہیں، ہر ایک میں روز بروز نمایاں ترقی ہورہی ہے۔

(۳) تیسرا ادارہ "طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ" ہے محدث کبیر نے اس کو اپنے وطن گھوسی میں والد ماجد کے مزار پر انوار سے متصل ۱۴۰۲ھ مطابق

۱۹۸۲ء میں قائم کیا، اور ۲؍ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۱؍جولائی ۱۹۸۵ء کو تعلیم کا افتتاح فرمایا۔

آغاز میں بڑے سنگین حالات صبر آزماں ساعات سے دوچار ہوئے، ایک طرف اپنوں کی حاسدانہ حرکات تھیں، دوسری طرف دشمنوں کی معاندانہ سرگرمیاں، آپ کا حال اس شعر کا مصداق تھا۔

ایک طرف اعدائے دیں ایک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

مگر آپ جبل استقامت بن کر اپنے مقصد کی طرف تیز گامی سے رواں رہے، حسن اخلاص اور نیت خیر کے سبب کامیابی نے خود بڑھ کے آپ کو حوصلہ دیا، حاسدین واعدائے دین ناکام ونامراد ہوئے، آج بلاشبہ طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی عالمی شہرت یافتہ اداروں میں سے ایک ہے، اس کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

طیبۃ العلما کے بنیادی مقاصد:

☆ بااستعداد علما کی صف تیار کرنا۔

☆ فقہ وقضا میں ماہر افراد پیدا کرنا۔

☆ عربی بولنے، لکھنے پر قدرت رکھنے والے حضرات تیار کرنا۔

☆ انگلش زبان کے ادیب ولکچرر پیدا کرنا۔

☆ اسلام کا صحیح تصور پیش کرنے والے قلم کار صحافی دنیا کو دینا۔

☆ اسلامی فکر کے حامل متصلب فی الدین اسکالرز فراہم کرنا۔

☆ علم وعمل کے ساتھ سیرت وکردار حسن سے آراستہ افراد تیار کرنا۔

الحمد للہ ادارہ اپنے مقاصد جلیلہ میں کامیابی کی راہ پر رواں دواں ہے۔

طلبۃ العلما کے اخلاقی اور تربیتی اصول:

چار سو سے زائد طالبان علم نبوت ادارے میں رہتے اور اکتساب علم کرتے ہیں ان کی تعلیم کے ساتھ دینی تربیت کا اہتمام برتا جاتا ہے، درج ذیل ضابطے ان کے لیے لازم العمل ہیں:

☆ بعد فجر ہر طالب علم حسب وسعت قرآن پاک کی تلاوت کرے۔

☆ نماز کے وقت ہر طالب علم ادارے کے اندر رہے اور نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے۔

☆ وقت تعلیم ہر طالب علم کلاس روم میں رہے۔

☆ وقت تعلیم طلبہ یونیفارم میں رہیں۔

☆ جمیع طلبہ سلام وترانہ امجدی میں ضرور شریک ہوں۔

☆ پڑھے ہوئے اسباق کی تکرار و مباحثہ کریں۔

☆ ۱۱ بجے شب سے پہلے ہرگز نہ سوئیں۔

☆ تمامی طلبہ سارے ہی اساتذہ کا ادب واحترام کریں۔

☆ نو وارد کو سلام کریں اور اس کی صحیح رہنمائی کریں۔

طلبۃ العلما کے تعلیمی شعبے:

ادارہ اپنے حسن نظم وضبط، عمدہ تعلیم وتربیت کے سبب ترقی کی شاہ راہ پر گامزن ہے، اس میں پانچ تعلیمی شعبے رو بہ عمل ہیں:

(۱) شعبۂ درس نظامی۔

(۲) شعبۂ تحقیق۔

(۳) شعبۂ حفظ۔

(۴) شعبۂ قراءت۔

(۵) شعبۂ کمپیوٹر۔

درس نظامی:

نو سالہ کورس ہے، اس میں قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، فرائض، ادب، منطق، بلاغت، فلسفہ، نحو، صرف، معانی، بدیع، انشاء، عروض، لغت، عقائد، سیر، مغازی، تاریخ، سائنس، جغرافیہ، حساب کے ساتھ ساتھ متعدد زبانوں مثلاً، عربی، انگلش، اردو، فارسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

یہ نو سالہ کورس درجہ ذیل چار درجات پر منقسم ہے:

(۱) منشی ۳؍ سال، اعدادیہ، اولیٰ، ثانیہ۔

(۲) مولوی ۲؍ سال، ثالثہ، رابعہ۔

(۳) عالم ۲؍ سال، خامسہ، سادسہ۔

(۴) فاضل ۲؍ سال، سابعہ، ثامنہ۔

تحقیق:

دو سالہ کورس ہے، اس کے دو درجے قائم ہیں:

(۱) تحقیق فی الفقہ

(۲) تحقیق فی الحدیث۔

دونوں ایم، اے، کے مساوی ہیں، اول الذکر میں فقہ کی اہم کتابوں کی تدریس کے ساتھ افتا و قضا کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔

حفظ:

۳؍ سالہ کورس ہے۔

اس میں قرآن صحیح تلفظ کے ساتھ زبانی یاد کرایا جاتا ہے، ساتھ ہی حدر کے ساتھ قرآن پڑھنے ابتدائی اردو اور انگلش لکھنے پڑھنے کی استعداد برپا کی جاتی ہے۔

قراءت: اس میں قرآن صحیح پڑھنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے ساتھ ہی اصول

قراءت وتجوید کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

شعبہ قراءت تین حصوں پر منقسم ہے:

(۱) روایت حفص ۲؍سال۔

(۲) روایت سبعہ، ۲؍سال۔

(۳) روایت عشرہ، ا؍سال۔

کمپیوٹر: اس کی افادیت آج کسی پر پوشیدہ نہیں، ہر جگہ اس کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، محدث کبیر نے اسی لیے اپنے ادارے میں کمپیوٹر کی تعلیم کا کامل انتظام کیا ہے، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں باذوق طلبہ کو اردو، عربی، انگلش ٹائپنگ کے ساتھ کمپیوٹر کے خصوصی پروگرام اور لینگویج سکھایا جاتا ہے۔

طیبۃ العلما کے دوسرے شعبے: قومی ملی خدمات، مذہبی مسلکی ترویج کے لیے تعلیم کے ساتھ کچھ اور شعبے ہیں، جو بفضلہٖ تعالیٰ پوری جد و جہد کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔

(۱) دارالافتا والقضا: یہ شعبہ قومی خدمت، مذہبی قیادت کا ہے، اس سے مسلمانوں کی زندگی کے درپیش مسائل کا حل کیا جاتا ہے، دینی مذہبی سوالات کے شافی جوابات کے ذریعہ قیادت کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے، ہمہ وقت اس شعبے میں ملک و بیرون ملک کے استفتے موجود ہوتے ہیں، جن کے جوابات کے لیے اسلامی فقہ کے ماہر اصول مذہب کے واقف کار مفتیان کرام جلوہ افروز ہیں۔

(۲) شعبۂ نشر واشاعت: اس شعبہ کا نام ''دائرۃ المعارف الامجدیہ'' ہے، مولانا مفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی اور مولانا علاء المصطفیٰ قادری مصباحی ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی نے ۱۹۷۷ء میں اس کو قائم کیا تھا، طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ کے قیام کے بعد اسی سے ملحق کردیا، دنیائے اشاعت میں اس شعبے نے قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔

۱۹۷۸ء اور ۱۹۹۷ء میں اس کی طرف سے گھوسی کے اندر صدر الشریعہ سیمینار منعقد ہوا، اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاوے چار جلدوں میں بنام ''فتاویٰ امجدیہ'' کی طباعت وترتیب اسی سے ہوئی۔

یوں ہی، صدر الشریعہ مختصر تعارف، صدر الشریعہ حیات و خدمات، اسلامی اخلاق و آداب، فضائل و مسائل حج و عمرہ، خطبات محدث کبیر حصہ اول، خطبات محدث کبیر حصہ دوم، تفہیم الفرائض، تفہیم الکبریٰ، تفہیمات، مشینی ذبیحہ کا شرعی حکم، کشف الاستار شرح معانی الآثار اول وکشف الاستار شرح معانی الآثار دوم کی اشاعت کا سہرا بھی اسی کے سر ہے، اور سہ ماہی امجدیہ اور طلبہ وطالبات جامعہ وکلیہ کے مضامین کا مجموعہ بنام ''سالانہ ضیائے امجد'' متعدد سالوں سے پابندی کے ساتھ نکل رہا ہے، زیر ترتیب سوانح ''سلاسل حیات محدث کبیر'' انشاء اللہ اسی کے توسط سے نظارۂ عالم ہوگی، غرض یہ شعبہ اپنی بلند خدمات کے سبب عالمی شہرت حاصل کر چکا ہے۔

(۳) شعبۂ دعوت وتبلیغ: اساتذہ وطلبہ گاہے گاہے گھوسی کے اطراف و جوانب میں دعوت واصلاح ناس کے لیے نکلتے اور اصلاحی کام کرتے ہیں۔

طلبۃ العلما کی علمی سرگرمیاں: طلبہ کی معلومات میں وسعت پیدا کرنے ان کو وقت اور قوم مسلم کی ضرورت بنانے کے لیے درسی کتب کی تدریس کے علاوہ کچھ اور تحریکی اعمال انجام دیے جاتے ہیں، مثلاً:

(۱) محادثہ عربیہ: ہر روز بعد مغرب عربی بولنے کے لیے ایک گھنٹہ مقرر کر دیا گیا ہے، اس میں ہر طالب علم محض عربی بولتا ہے اور عربی بولنے کا طریقہ سیکھتا ہے، چند منتخب اساتذۂ کرام مجلس محادثہ میں طلبہ کی نگرانی فرماتے ہیں، عربی الفاظ و جمل یاد کراتے ہیں، مواقع استعمال بتاتے ہیں، عربی رسائل و جرائد کے ساتھ عربی تعبیرات واصطلاحات کی کتابیں بھی پڑھاتے ہیں۔

(۲) مشقی بزم نعت وخطابت: طلبہ میں تقریری استعداد برپا کرنے کے لیے ہر جمعرات کو ایک مشقی بزم ہوتی ہے، جس میں منتخب طلبہ تقریر ونعت پڑھتے ہیں، ان کی غلطیوں کی اصلاح کی جاتی ہے، حسب ضرورت اساتذہ ان کی نگرانی فرماتے، اصلاح ومشورہ سے نوازتے ہیں۔

(۳) تقریری وتحریری مسابقہ: طلبہ میں تقریری وتحریری جذبہ بیدار کرنے کے لیے سال میں دو بار انعامی مسابقہ رکھا جاتا ہے، تحریر وتقریر کے موضوع مقرر ہوتے ہیں، طلبہ اساتذۂ کرام کی نگرانی میں مضامین تیار کرتے اور شریک مسابقہ ہوتے ہیں، گراں قدر انعام اور داد وتحسین حاصل کرتے ہیں، پھر مفید مضامین بعد اصلاح سالنامہ ضیائے امجد کے اندر طبع ہوکر قارئین کے ذوق کی سیرابی کا سامان ہوتے ہیں۔

(۴) معادلہ: بعض طلبہ فراغت کے بعد باہر ممالک کے نامور اداروں مثلاً جامعہ ازہر یونیورسٹی، بغداد یونیورسٹی، لیبیا یونیورسٹی یا خود ملکی جامعات جیسے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، علی گڑھ یونیورسٹی، ہمدرد یونیورسٹی، مولانا آزاد یونیورسٹی وغیرہ میں ایڈمیشن کے خواہاں ہوتے ہیں، مگر عربی اداروں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم میں فرق بعید اور لاتعلقی کے سبب یونیورسٹی میں داخلے کے امیدوار علما کو سخت پریشانی ہوتی ہے، اب چوں کہ طیبۃ العلما تدریسی دنیا میں ایک معتبر ومعتمد ادارے کی حیثیت سے مسلم ہو چکا ہے، اس لیے حضور محدث کبیر کے حکم واشارے پر اس کا معادلہ مذکورہ بالا یونیورسٹیوں سے کرانے کی سعی جمیل جاری ہے، کافی حد تک کامیابی بھی حاصل ہو چکی ہے، انشاء اللہ طیبۃ العلما کے فارغین کو جلد ہی داخلے کی پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔

طیبۃ العلما کے ملحقات ومشمولات

(۱)امجدی ہاسٹل: یہ تین منزلہ عمارت ہے تقریبا ۵۰؍کمروں پر مشتمل ہے، ہر کمرہ ۱۵؍بائی ۱۸؍سائز کا ہے، یہ ہاسٹل حسن صوری ومعنوی سے آراستہ ہے، طلبہ کے علمی استفادہ کے لیے ایک دارالمطالعہ بنام ''ضیاہال'' ہے۔

(۲)امجدی رضوی مسجد: طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ کے مشرقی حصے میں یہ مسجد تعمیری مراحل سے گزر رہی ہے، مولائے کریم اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

(۳) جامعہ لائبریری: اس میں درس نظامی، تحقیق، قراءت وغیرہ کی تمام نصابی کتابیں موجود ہیں، آغاز سال میں طلبا اپنے اپنے درجے کی کتابیں لیتے اور پڑھتے ہیں، امتحانات کے بعد واپس کردیتے ہیں، اساتذہ بھی درس کی کتب اور شروح اسی سے حاصل کرتے ہیں۔

طیبۃ العلما کے تعمیری منصوبے: (۱) فیملی کوارٹرس (برائے مدرسین) (۲) دارالاقامہ (برائے طلبہ) (۳) ڈائننگ ہال (۴) کمپیوٹر ہال (۵) لائبریری (۶) مہمان خانہ۔

اساتذہ طیبۃ العلما: طیبۃ العلما کے تمام اساتذہ استعداد وصلاحیت، حسن اخلاق کے پیکر ہیں، سبھی حضور محدث کبیر کے خوشہ چیں ہیں، درجن سے زائد تعداد میں ہیں، نہایت لگن، توجہ محنت سے پڑھا کر ادارہ کی ترقی میں چار چاند لگا رہے ہیں۔

طیبۃ العلما کی شاخیں:

(۱) مدرسہ امجدیہ جمال پور بیگم پور گھوسی مئو۔

(۲) جامعہ رشیدیہ رضویہ سید پورہ کھڑ سرا بلیا۔

(۳) جامعۃ البنات الضیائیہ مہراج گنج یوپی۔

طیبۃ العلما اور محدث کبیر: ادارہ طیبۃ العلما کے قیام کو پچیس سال سے زیادہ

عرصہ ہوگیا، محدث کبیر مسلسل اس کی تعمیر، تعلیم، ترقی اور تحفظ کے لیے ذہنی، فکری، جسمانی مشقتیں اٹھارہے ہیں، شب و روز ادارے کی کامیابی، حسن تعلیم کی دعائیں کرتے ہیں، شروع سے تعلیمی معیار بلند کرنے کے لیے ہر ممکن تدبیر عمل میں لاتے رہے، عربی محادثہ لازم کیا، ہمیشہ جوان، باذوق، محنتی، باصلاحیت استاذ کا تقرر فرمایا، اگر کبھی غفلت میں ایسے استاذ کا تقرر ہوگیا جو تدریس میں کمزور تھا تو مشورہ کے لہجے میں کتب درس کا خوب مطالعہ کرنے اور اچھے انداز میں پڑھانے کی ترغیب فرمائی، بعد میں اگر طلبہ مطمئن رہے فبہا، ورنہ ان سے معذرت فرمالی۔

ایک بار ایک استاذ کی تدریس سے متعلق طلبہ نے حضرت والا سے بے اطمینانی ظاہر کی تو آپ ان صاحب کو خفت سے بچانے کے لیے سارے اساتذہ کو اکٹھا فرمایا، پھر بڑے اعزازی کلمات کے ساتھ حکیمانہ لب و لہجے میں یوں آغاز کلام کیا:

"الحمدللہ! آپ حضرات ہمارے ادارہ کے استاذ ہیں، ہم نے آپ لوگوں کو بہت کچھ سمجھ کر اپنے یہاں رکھا ہے، آپ سبھی لوگ بااستعداد عالم ہیں، خلاف توقع کچھ طلبہ نے بعض اساتذہ کی تدریس سے بے اطمینانی ظاہر کی ہے، مجھے بہت دکھ ہوا، یہ بہت خراب بات ہے کہ طلبہ اساتذہ کے بارے میں منھ کھولیں، آپ حضرات کتب درس کا قاعدے سے مطالعہ کریں پھر پڑھائیں، پڑھانے کے دوران آسان الفاظ اور جملے استعمال کریں، اس طرح شکایت کا بچوں کو موقع نہ ملے۔ (او کما قال)

اس سے اندازہ لگائیں کہ محدث کبیر تعلیم کے حوالے سے کتنے مخلص ہیں۔

ترانہ طیبۃ العلما

کاوش فکر: حضرت مولانا محمد اختر حسین قادری امجدی پرتاپ گڑھ یوپی۔

اے امجدی چمن اے امجدی چمن
تیری مشک باریوں میں ڈوبا ہے وطن

چشمۂ علوم ہے تو فن کا شاہکار ہے
اک جہان علم وفن تجھی سے مستعار ہے
تیرے دم قدم سے کیسی علم کی بہار ہے
گلستان معرفت بھی تجھ سے مشک بار ہے
تو صدائے وقت اور دیں کا ہے مشن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

ماہ رضویت کی اک پیاری سی ضیاء ہے تو
فیض بوالعلا ہے تو عطائے مصطفیٰ ہے تو
درد کی دوا ہے جسم وجان کی غذا ہے تو
طالبان علم دیں کے قلب کی صدا ہے تو
تیری ہر ادا ریاض حق کا بانکپن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

مسلک رضا کا بالیقیں تو ترجمان ہے
راہ صدق وعدل وحق کا بھی تو پاسبان ہے
دین حق وسنیت کی تو عظیم شان ہے
طالبان شوق کا جگر ہے اور جان ہے
درس گاہ مصطفیٰ کی تو ہے اک کرن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

یہ ترا جمال اور جلوہ ریزیاں تری
مرکز نگاہ ہیں یہ ارجمندیاں تری
رشک ماہ و کہکشاں ہیں واہ شوخیاں تری
دیکھتا چمن بھی ہے یہ دل فریبیاں تری

تیری رفعتوں کو چومتا ہے یہ گگن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

نور بانٹتا ہے تری بختوں کو ادب ترا
بے خودی میں ڈالتا ہے نغمہ طرب ترا
چومتی ہے رحمت خدا بھی آ کے لب ترا
بس اسی لیے تو ذکر کر رہے ہیں سب ترا
عاشقان مصطفیٰ کی تو ہے انجمن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

گلستان گھوسی کا تو اک کھلا گلاب ہے
جس سے وجد طاری ہو وہ نغمہ ورباب ہے
آسمان آرزو کا تو حسیں شہاب ہے
مے کشوں کے بیچ تو بہشت کی شراب ہے
علم دین مصطفیٰ کا تو ہے نو رتن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

تیرے بانی ہیں فلک کے آفتاب کی طرح
اور اساتذہ سبھی ہیں ماہتاب کی طرح
تو ہے اک کتاب اور طلبہ باب کی طرح
نجدیت کے واسطے ہیں سب عذاب کی طرح
بڑھ کے لالہ زار سے بھی ہے تری پھبن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

کتنے بے ہنر کو تجھ سے زیور ہنر ملا
کتنے بے اثر دل و نگاہ کو اثر ملا

میں بھی سوختہ جگر تھا مجھ کو کچھ اگر ملا
کہہ رہا ہوں با خدا کہ آ کے تیرے در ملا
زندگی کی آرزوئیں بن گئیں دلہن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

میں تھا ایک ذرہ تیرے لطف سے نکھر گیا
تیری گود میں میں زیب علم سے سنور گیا
تجھ سے دور ہو کے سوچتا ہوں میں کدھر گیا
جو تھی منزل سفر اسی سے میں گزر گیا
بن گیا فراق تیرا دل میں ایک چبھن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

اختر حزیں ہے کیا ترا ہی عندلیب ہے
اس کی ہر چہک ترا ہی نغمۂ عجیب ہے
تو تو اس کی شاہ رگ سے جاں سے بھی قریب ہے
یہ ترا مریض اور اس کا تو طبیب ہے
اس کے ہر نفس کو تجھ سے ہے بڑی لگن
اے امجدی چمن اے امجدی چمن

(۴) چوتھا ادارہ ''کلیۃ البنات الامجدیہ'' ہے، یہ دختران اسلام کے لیے مخصوص ہے ۱۹۸۲ء میں اس کی تاسیس کی اصل وجہ یہ ہوئی کہ حضور محدث کبیر کی والدہ ماجدہ حرم صدر الشریعہ مکرمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ نے محدث کبیر کو ایک ایسی اسلامی نسواں دانش گاہ قائم کرنے کا حکم دیا، جس میں شہزادیان اسلام کو دینی تعلیم کے ساتھ دستکاری بھی سکھائی جائے، اس وقت دنیائے سنیت میں ایسا کوئی نسواں ادارہ نہ تھا جس کو آئیڈیل بنایا جا سکے، ماں کا حکم حضرت محدث کبیر کے لیے بڑا فکر انگیز ہوا، لیکن ماں کی دعائے

سحر گاہی رنگ لائی "کلیۃ البنات الامجدیہ" کے نام سے اپنی نوعیت کا مثالی ادارہ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے، آج یہ ادارہ علم وفکر کی خوشبو سے پورے عالم سنیت کو مہکا رہا ہے، اور تمام سنی نسواں اداروں کی قیادت کر رہا ہے، اب تک اس سے سیکڑوں دختران اسلام عالمہ فاضلہ ہو کر ملک و بیرون ملک میں اسلامی عظمت کا علم بلند کر رہی ہیں، تعلیم وتعمیر دونوں میدانوں میں قابل فخر ہے۔

درس گاہی عمارت: اس کی دو عمارتیں صرف درس وتدریس کے ساتھ مختص ہیں، طالبات کی تعداد میں روز بروز اضافہ کے سبب یہ عمارتیں ناکافی ثابت ہو رہی ہیں، ایک اور بڑی عمارت کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔

دارالاقامہ: بیرونی طالبات کی رہائش کے لیے ساٹھ کمروں پر مشتمل ایک عظیم الشان عمارت ہے، اس میں ان کی ضرورت کی اشیا بھی مہیا ہیں، مثلاً نماز گاہ، دارالمطالعہ، غسل خانے وغیرہ۔

تعلیمی شعبے: اس میں پرائمری سے لے کر درجہ تخصص تک تعلیم ہوتی ہے، یعنی:
(۱) تخصص فی الفقہ (۲) فضیلت (۳) عالمیت (۴) مولویت (۵) منشی (۶) حفظ (۷) قراءت (۸) دستکاری (۹) کمپیوٹر (۱۰) سلائی (۱۱) کشیدہ کاری۔

اسناد ورِدا: اجلاس کے موقع پر درج ذیل شعبوں سے فارغ ہونے والی طالبات کو سند وردا دی جاتی ہے تخصص، فضیلت، عالمیت، حفظ، قراءت، دست کاری۔

لائبریری: اس میں دو لائبریریاں ہیں (۱) کلیہ لائبریری اس کا نام "المکتبۃ الدراسیۃ" ہے، اس میں درس نظامی وتحقیق کی تمام کتابیں کئی کئی نسخوں میں موجود ہیں۔

(۲) ضیاء لائبریری: اس میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان کی تہذیبی، ثقفی اسلامی، تاریخی کتابیں تقریباً پندرہ سو کی تعداد میں ہیں، طالبات اس سے اپنی معلومات عامہ میں اضافہ کرتی ہیں۔

معلمات: تقریباً پینتیس معلمات ہیں، جو علم واخلاق اسلامی سے کماحقہ آراستہ ہیں، وہ طالبات کی تہذیب وثقیف میں ہمہ تن مصروف اور اسلامی سانچے میں انہیں ڈھالنے میں منہمک ہیں، تعلیمات، تعمیرات، معلمات کے وظائف سارے مصارف حضرت محدث کبیر کی انتھک کوششوں، کاوشوں سے پورے ہوتے ہیں۔

سلسلہ تاسیس مساجد

مسجد خالق و مالک کی یاد اور اس کی عباد کے لیے ایک مخصوص جگہ کو کہتے ہیں اس کی تعمیر رضائے مالک کا بہت بڑا ذریعہ اور کار ثواب ہے بلکہ شعائر اسلام وضروریات دین سے ہے حضرت محدث کبیر مقبول ترین شخصیت ہیں اس لیے ملک وبیرون ملک میں آپ مسجد کے سنگ بنیاد اور اس کے جشن افتتاح کے پروگراموں میں مدعو ہوتے آپ حاضر ہو کر مالی تعاون فرماتے اپنے مقدس ہاتھوں آغاز فرماتے ہیں اس طرح اب تک ہزاروں مسجدوں کی تعمیر آپ کے ہاتھوں ہو چکی ہے اسکے علاوہ اپنے ادارہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی سے ملحق بموقع عرس امجدی ۲؍ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء ایک نہایت عظیم الشان مسجد بنام "امجدی رضوی مسجد" کا سنگ بنیاد رکھا ہے اسکی تعمیر مسلسل جاری ہے گھوسی اور اطراف و جوانب کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ اللہ عزوجل اس کی تعمیر وتکمیل کو آسان فرمائے۔

سلسلۂ خدمات اشرفیہ مبارکپور

محدث کبیر مسلسل حرکت وعمل، خدمت دین وشرع، نشر مسلک وملت، حمایت حق وسنت کا نام ہے، انھوں نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ نصرت واشاعت اسلام کے لیے وقف کر رکھا ہے، ان کی نصف صدی سے متجاوز دینی خدمات پر نظر ڈالی جائے

تو معلوم یہ ہوگا کہ انھوں نے اپنی زندگی کی تیس سے زیادہ بہاریں جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ پر قربان کی ہیں وہ بھی شباب کے اوقات ولمحات، ظاہر ہے انھوں نے اس دوران اشرفیہ کی ترقی، اس کی نیک نامی، شہرت وناموری وغیرہ میں کلیدی رول ادا کیا ہوگا، ذیل میں یہ جائزہ پیش کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کس طرح اورکس انداز میں اشرفیہ کی خدمت کی ہے۔

(۱) اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث: استاذ العلما، جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت قدس سرہ کا میدان درس حدیث تھا انھوں نے اپنی پوری زندگی درس حدیث میں گزاری اس ذریعہ سے انھوں نے بے شمار محدث پیدا کیے، ان میں ممتاز المحدثین علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ نمایاں شان کے حامل ہیں فن حدیث کی خوشبو عام کرنے، محدثین کی جماعت تیار کرنے میں آپ حافظ ملت کے سچے جانشین ثابت ہوئے، بلا مبالغہ نصف صدی سے متجاوز طویل عرصہ سے بخاری، مسلم، ترمذی، طحاوی جیسی جلیل الشان کتب حدیث کا درس دے رہے ہیں، ان کی حدیثی مہارت کا اعتراف پورا جہان اہل سنت کررہا ہے، ان کی حدیثی استعداد پر حافظ ملت کو بھی بڑا اعتماد تھا، اسی لیے نائب شیخ الحدیث علامہ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ کے وصال پر آپ کو اشرفیہ بلایا اور اول روز نائب شیخ الحدیث کے عہدے پر قائم فرمایا، اپنی غیر موجودگی میں درس بخاری دینے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ محدث کبیر حکم استاذ کے مطابق بحیثیت نائب شیخ الحدیث پڑھاتے رہے۔

(۲) اشرفیہ کے شیخ الحدیث: ابھی تقرری کو چند ماہ ہوئے تھے، اس دوران بخاری شریف کا درس دیتے رہے حافظ ملت قدس سرہ کو آپ کی تدریس بخاری پر اطمینان کامل اور اعتماد واثق ہوگیا، تو انھوں نے اپنی مصروفیت اور علالت طبع کے سبب آپ کو مستقلاً بخاری شریف پڑھانے کا حکم دے کر شیخ الحدیث بنادیا، اس طرح محدث کبیر حافظ ملت علیہ الرحمہ کی موجودگی ہی میں جامعہ اشرفیہ کے شیخ

الحدیث ہو گئے تھے۔

حضرت محدث کبیر فرماتے ہیں:

''مجھے شیخ الحدیث حافظ ملت ہی نے بنادیا تھا، انھوں نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ آپ بخاری شریف پڑھایا کیجیے اور مولانا شفیع صاحب کو لکھ کر دے دیا تھا کہ ''میری غیر موجودگی میں بخاری شریف مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب پڑھایا کریں گے'' اس تحریر کے چھ سات ماہ بعد حضور حافظ ملت نے کمیٹی کو ایک خط لکھا کہ ''میری مصروفیات بڑھ گئی ہیں اور میں بیمار بھی رہتا ہوں اور میں نے اپنی غیر موجودگی میں بخاری شریف پڑھانے کی ذمہ داری مولانا ضیاء المصطفیٰ کو دی، اس درمیان خفیہ طور پر میں طلبہ سے رپورٹیں لیتا رہا، طلبہ بھی مطمئن ہیں، اس لیے میں ان کو مستقل بخاری شریف پڑھانے کی ذمہ داری دے رہا ہوں''۔ (بیان محدث کبیر رمضان ۱۴۲۹ھ)

چنانچہ حضور حافظ ملت کی موجودگی ہی میں محدث کبیر جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز ہو کر درس حدیث دیتے رہے، ان کے وصال کے بعد بھی کئی سال تک آپ ہی درس بخاری دیتے رہے، پھر بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ جو اس وقت صدر المدرسین تھے ان کو بخاری شریف پڑھانے کی خواہش ہوئی تو انھوں نے غالباً ۱۹۸۰ء میں بخاری شریف پڑھانا شروع کیا اور اس درمیان میں صاحب تذکرہ مسلم شریف پڑھاتے رہے ۱۹۸۴ء میں حضرت بحر العلوم صاحب قبلہ ادارے سے دست بردار ہو گئے، تو دوبارہ بخاری شریف کی تدریس حضرت محدث کبیر کے حوالے ہوئی، پھر ۲۰۰۳ء تک مسلسل جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث رہے، درس بخاری کی عطر بیزیوں سے دنیائے سنیت کو مہکا دیا، ابھی آپ اپنے ادارہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ میں درس بخاری سے طلبہ و طالبات کے دل و دماغ حدیثی خوشبو سے معطر فرما رہے ہیں۔

(۳) اشرفیہ کے صدر المدرسین: دینی دانش گاہوں میں صدارت منصب اعظم ہے، اس پر فائز ہونے اس کے نبھانے کے لیے کیسے اوصاف جلالی و جمالی نیز ذاتی و وہبی کمالات سے اتصاف، ربانی تائیدات و عنایات کی ضرورت ہے، ارباب بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت محدث کبیر کو عہدۂ صدارت ان کے والد اور استاذ و مربی حافظ ملت قدس سرہما سے وراثۃً وعطاءً ملا ہے۔

چنانچہ حضرت صدر الشریعہ اپنے عہد تدریس میں جہاں رہے صدر الصدور کی حیثیت سے رہے، حافظ ملت قدس سرہ فراغت کے فوراً بعد مبارکپور بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے، دونوں بزرگوں کی نگاہ فیض سے محدث کبیر بھی شمس العلوم گھوسی، دار العلوم فتحیہ فرفرہ، دار العلوم ضیاء الاسلام ہاوڑہ میں بحیثیت صدر المدرسین رہے ۱۹۷۲ء میں حضور حافظ ملت کے حکم پر اشرفیہ مبارکپور حاضر ہوئے، حافظ ملت نے اپنی موجودگی میں آپ سے صدارت کا کام لیا اور آئندہ کا صدر المدرسین بنایا، کبھی کبھار قولاً اور عملاً اس کا اظہار بھی فرماتے رہے، چنانچہ کبھی فرماتے: ''میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اپنی جگہ پر بلایا ہے اور اپنی جگہ پر رکھا ہے'' اور کبھی یہ بھی فرماتے کہ: ''جتنے امور مجھ سے متعلق ہیں وہ سب میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کے سپرد کردیے''۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۶/روایت مفتی محمود اختر قادری)

طلبہ کو رخصت دینے کا کام بھی محدث کبیر کے حوالے فرمادیا تھا، اور وہی تعطیلات وغیرہ کے مواقع پر رخصت دیتے (بقول مفتی محمود اختر قادری) اگر کوئی رخصت وغیرہ کی درخواست لے کر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے پاس آتا تو اسے آپ محدث کبیر کے پاس بھیج دیتے اور انکی کسی بھی کارروائی میں مداخلت نہ فرماتے۔

''ایک مرتبہ پرانے مدرسے میں رہنے والے ایک بہت ہی تیز وطرار، ذہین

وفطین، اساتذہ کے منظور نظر طالب علم نے ایک دوسرے طالب علم کے والد سے (جو اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے بہار سے آئے تھے) استہزا و بدتمیزی کی والد کے جانے کے بعد طالب علم نے محدث کبیر سے شکایت کی آپ نے دوسرے طلبہ سے تفتیش کے بعد سزا تجویز فرمائی، سزا پر عمل پیرا نہ ہونے کی بنا پر آپ نے اس کا خارجہ کر دیا، اس طالب علم کو یہ زعم تھا کہ میں تو حافظ ملت کی بارگاہ کا حاضر باش ہوں متولی صاحب کے یہاں میری جا گیر ہے اس لیے اس فیصلہ کا کوئی اثر نہ ہوگا، مگر اس فیصلہ کی حضرت کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کی تردید نہ فرمائی بلکہ اس کا اخراج برقرار رکھا، یہاں تک کہ متولی صاحب نے حضرت سے بار بار سفارش کی کہ حضرت اسے داخل کر لیا جائے، لیکن حضرت نے اپنے اختیار کلی کے باوجود بذات خود اخراج کے فیصلے کو رد نہ فرمایا بلکہ متولی صاحب نے بہت زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ وہ جا کر مولوی ضیاء المصطفیٰ سے معافی مانگے اور انھیں سے دوبارہ داخلہ کی درخواست کرے، وہی اپنا فیصلہ واپس لے سکتے ہیں"۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی ۲۰۰۴ء ص ۲۷ر)

یوں ہی ریلوے سے سفر کے کنشیشن فارم پر دستخط کے لیے حافظ ملت نے محدث کبیر کا نام درج کرایا اور ان فارموں پر اپنی زندگی میں ان سے دستخط کرایا۔

مفتی محمود اختر قادری کا بیان ہے کہ:

"ایک مرتبہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا کہ دار العلوم کی آفس سے ایک صاحب طلبہ کے ریلوے سفر پر کرایہ تخفیف کی خاطر حکومت نے جو کنشیشن کی سہولت دی ہے اس کے فارم پر دستخط کے لیے حضرت کے پاس آئے، حضرت نے فرمایا کہ اسے مولوی ضیاء المصطفیٰ کے پاس لے جاؤ انھیں سے دستخط کراؤ، میں نے اپنے سارے کام ان کے سپرد کر دیے ہیں، اس وقت وہاں حیدر آباد کے سید کاظم پاشا بھی موجود تھے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابھی چوں کہ محکمہ ریلوے میں

مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب کا نام رجسٹرڈ نہیں ہوا ہے، اس لیے ان کا دستخط نہیں کام دے گا تو حضرت نے وہ فارم بک دستخط کے لیے اپنے پاس رکھ لیا، اس کے بعد جلد ہی حضرت محدث کبیر کے نام کا رجسٹریشن ہوگیا اور حضرت کی زندگی ہی میں اس فارم پر آپ (محدث کبیر) کا دستخط ہوتا رہا"۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۶/۲۷)

"اور ایک موقع پر حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا: "میں مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اپنی جگہ مقرر کرتا ہوں اور آج سے میری ساری کتابوں کا یہی درس دیں گے"۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی ۲۰۰۴ء ص ۲۵)

"محدث کبیر کی تقرری کے بعد حافظ ملت قدس سرہ سے کسی صاحب نے عرض کی کہ مولانا ضیاء المصطفیٰ کو چار مہینے کے لیے کسی اور مدرسے میں بھیج دیجیے چار مہینے کے بعد ان کو پھر بلا لیجیے گا، حافظ ملت قدس سرہ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا ضیاء المصطفیٰ یہیں رہیں گے، یہیں رہیں گے، یہیں رہیں گے، ان کی مخالفت کرنے والے مخالفت کریں گے اور وہ چمکتے رہیں گے"۔

(بیان محدث کبیر ۲۶/ مارچ ۲۰۰۹ء)

حضور حافظ ملت قدس سرہ کا محدث کبیر کو صدارتی امور واختیارات دینا اور اپنی موجودگی میں انھیں سے صدارتی کام لینا روشن اشارہ تھا کہ ان کے بعد محدث کبیر جامعہ اشرفیہ کے مقتدر ومختار صدر المدرسین ہونے والے ہیں۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ کے وصال فرمانے کے بعد کچھ عرصہ کے لیے بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ منصب صدارت پر فائز رہے پھر حافظ ملت کے عین منشا کے مطابق یہ عظیم القدر عہدہ ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ کے حوالے ہوگیا، حضرت محدث کبیر نے بڑی دانشوری، اخلاص، تندہی، حکمت، تدبر، ذمہ داری کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک

صدارت فرمائی، آپ کا عہد صدارت ایک زریں عہد تھا، جس نے آپ کی شخصیت، وجاہت، عقلیت، حکمت، دانائی کو عالمی پیمانے پر اجاگر کردیا، اور کیوں نہ ہو کہ آپ نے ایسے ارباب علم وفضل پر صدارت فرمائی، جو اپنے وقت کے سلاطین تدریس، سنادید تحریر، تاجوران فکروآگہی، سالکان طریقت، رہبران ملت، فرمانروائے خطبات، قافلہ سالاران فقاہت، نقیبان دین ومسلک، بانیان مدارس ومعاہد ہیں وہ سب اسرار صدارت سے واقف وآگاہ ہیں مگر آپ کی صدارت میں تدریسی کام کرتے اور آپ کی فوقیت وبرتری کا اعتراف کرتے رہے۔

ان حضرات کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں، جنھوں نے آپ کے زیر صدارت رہ کر کاروان اشرفیہ کو عروج آشنا کرنے میں بڑی جدوجہد کی ہے:

(۱) شہنشاہ تدریس حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی مدظلہ العالی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۲) شیخ القرآن علامہ عبداللہ خان عزیزی مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ علیمیہ جمداشاہی بستی۔

(۳) مخزن علم وحکمت علامہ اسراراحمد مصباحی اعظمی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۴) صدرالعلما، خیرالاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدرالمدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۵) ادیب شہیر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دارالقلم دہلی۔

(۶) حضرت مولانا افتخار احمد قادری مصباحی دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ۔

(۷) پیر طریقت حضرت علامہ نصیرالدین مصباحی شیخ المعقولات جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۸) حضرت علامہ اعجاز احمد مصباحی مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۹) حضرت علامہ مفتی نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۰) حضرت علامہ مفتی محمد معراج القادری مصباحی مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۱) حضرت علامہ شمس الہدیٰ خان مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۲) حضرت علامہ احمد القادری بھیروی مصباحی دار العلوم عزیزیہ امریکہ۔
(۱۳) حضرت علامہ مسعود احمد برکاتی مصباحی مقیم حال امریکہ۔
(۱۴) حضرت علامہ حافظ عبد الحق مصباحی گونڈوی مقیم حال امریکہ۔
(۱۵) حضرت علامہ جلال الدین مصباحی گونڈوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۶) حضرت علامہ بدر عالم فیض آبادی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۷) حضرت علامہ مقبول احمد مصباحی گورکھپوری بانی جامعہ بختیار کاکی دہلی۔
(۱۸) حضرت علامہ حافظ وقاری ناظم علی قادری مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۹) حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۲۰) حضرت مولانا حافظ عبد الوحید مصباحی جالون یوپی۔
(۲۱) حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۲۲) حضرت مولانا صدر الوری مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۲۳) حضرت مولانا غلام حسین مصباحی مبارکپوری۔
(۲۴) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری سابق استاذ جامعہ اشرفیہ

مبارک پور۔

(۲۵) حضرت مولانا نسیم احمد فیض آبادی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۲۶) حضرت مولانا کمال اختر گھوسوی مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۲۷) حضرت مولانا ارشاد احمد سہسرامی مصباحی علی گڑھ۔

(۱۸) حضرت مولانا زاہد علی سلامی مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۲۹) حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳۰) حضرت مولانا قاری ابوالحسن مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳۱) حضرت مولانا قاری نورالحق صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳۲) حضرت قاری نور محمد صاحب۔

(۳۳) حضرت قاری جلال الدین صاحب گورکھپوری۔

(۳۴) حضرت حافظ وقاری جمیل احمد صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳۵) حضرت حافظ وقاری محمد عمر صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳۶) حضرت مولانا احمد رضا صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳۷) حضرت مولانا غلام نبی صاحب دارالافتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳۸) جناب ماسٹر آفتاب احمد خان صاحب مبارکپور۔

(۳۹) جناب ماسٹر قیصر جاوید صاحب مبارکپوری جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۴۰) مولوی محمد اسلام نگراں طلبہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۴۱) جناب ماسٹر فیاض صاحب نگراں ومطبخ انچارج جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

یہ صرف جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ اور چند ملازمین کے اسمائے عالیہ ہیں ان کے علاوہ اشرفیہ کے دیگر شعبہ جات میں کام کرنے والے مدرسین وملازمین الگ

تھے جن کے سارے معاملات آپ ہی کی طرف راجع ہوتے رہے۔

اتنے بڑے ادارے کے اساتذہ ملازمین کی عظیم تعداد پر ایک عرصہ دراز تک نہایت کامیابی کے ساتھ صدارت کرنا محدث کبیر کے کمال فکر و دانش حسن تدبیر و حکمت استعداد جامع، ہمہ جہتی کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

آپ کی صدارت کیسی تھی اس سلسلے میں مولانا افتخار احمد قادری گھوسوی لکھتے ہیں:

"اصبح العلامة ضياء المصطفیٰ رئيسالهيئة التدريس وانا قضيت عدة سنوات تحت رئاسته فوجدته رئيساً ممتازاً"۔

(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر ۲۰۰۴ء ص ۳۷)

ترجمہ:۔علامہ ضیاءالمصطفیٰ قادری شعبۂ درس وتدریس کے صدر ہوئے میں نے چند سال ان کے زیر صدارت گزارے میں ان کو بے مثل و بے مثال صدر پایا۔

عہد صدارت کے اہم کارنامے: اس دوران محدث کبیر نے باصلاحیت علما کی کھیپ تیار کی، ادارہ کو بام عروج پر پہنچایا اس کے لیے آپ نے چند اہم کارنامے انجام دیے۔

(ا) عمدہ اساتذہ کا تقرر: کسی بھی ادارے میں حسن تعلیم وتربیت کا مدار اچھے ماہر فن جانسوز محنتی مخلص اساتذہ کے وجود پر ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے اساتذہ کی تحصیل اوران کا تقرر وانتخاب ایک دشوار تر کام ہے کیوں کہ اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ صدر مدرس خود علم و استعداد کا کوہ ہمالہ ہو، اور ادارے کے ساتھ اخلاص و وفا کا پیکر ہو، حلم وتدبر، حکمت و مصلحت کا سلطان ہو، انتظامی وصدارتی صلاحیتوں کا مالک ہو، تدریس کا بادشاہ اور علم دوست ہو، ورنہ ادارے میں اچھے اساتذہ کا وجود ایک خواب کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

محدث کبیر دام ظلہ العالی جملہ اوصاف مذکورہ کے جامع و پیکر ہیں، کیوں نہ ہوں وہ حضور حافظ ملت کے علم وفضل کا جلوہ ومظہر اتم ہیں ان کے نور دیدہ چہیتا

آغوش علم کے پروردہ ہیں حافظ ملت نے خود اپنی موجودگی میں ان کو اپنا نائب مطلق اور اپنے بعد کے لیے مختار کل بنایا تھا، بڑی تمنائیں ان سے وابستہ فرما رکھی تھیں اس لیے محدث کبیر نے اپنے مخلص مربی استاذ شفیق کے چمن آرزو میں گل کاری کے لیے اخلاص و وفا کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ ان کا گلستان فکر و آگہی عطر بیز پھولوں بے بہا پھلوں سے گراں بار ہو گیا۔

استعداد و صلاحیت کے آفتاب و ماہتاب لا کر ادارے میں اکٹھا کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جامعہ اشرفیہ اپنے معیار بلند، حسن نظم و ضبط کے اعتبار سے ہمیشہ رو بہ ترقی رہا، عمدہ اساتذہ کی برکت، طلبہ کی وفرت سے مالا مال رہا اور آج بھی اپنی منزل کامرانی کی طرف تیز گامی سے رواں دواں ہے۔

آپ کے منتخب کردہ اساتذہ:

(۱) صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۲) فقیہ عصر مفتی نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۳) سلطان التدریس علامہ شمس الہدیٰ خان مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۴) فقیہ عصر مفتی محمد معراج القادری مصباحی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۵) حضرت علامہ حافظ و قاری محمد ناظم علی مصباحی گونڈوی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۶) حضرت علامہ جلال الدین مصباحی گونڈوی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۷) حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی استاذ عربی ادب جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

(۸) حضرت علامہ عبدالحق خاں مصباحی دام ظلہ مقیم حال امریکہ۔
(۹) حضرت علامہ احمد القادری مصباحی دارالعلوم عزیزیہ امریکہ۔
(۱۰) حضرت علامہ بدر عالم مصباحی فیض آبادی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۱) حضرت علامہ مسعود احمد برکاتی بستوی مقیم حال امریکہ۔
(۱۲) حضرت مولانا نسیم احمد فیض آبادی مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۳) حضرت مولانا اختر کمال قادری گھوسوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۴) حضرت مولانا مقبول احمد مصباحی گورکھپوری بانی جامعہ بختیار کاکی دہلی۔
(۱۵) حضرت مولانا عبدالوحید مصباحی جالونی۔
(۱۶) حضرت مولانا ارشاد احمد سہرامی مصباحی علی گڑھ۔
(۱۷) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری مصباحی۔
(۱۸) حضرت مولانا مبارک حسین ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۱۹) حضرت مولانا زاہد علی سلامی مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔
(۲۰) حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مصباحی نبیرۂ حافظ ملت قدس سرہ۔
(۲۱) حضرت مولانا صدرالوریٰ مصباحی۔
(۲۲) حضرت قاری نورالحق صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔
(۲۳) حضرت قاری جلال الدین صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔

یہ وہ علما ہیں جن میں اکثر علم وفضل کے جبل شامخ عرفان وآگہی کے آفتاب وماہتاب ہیں بعض تدریس وتفہیم کے شہنشاہ ہیں تو بعض تحقیق ولسان کے ماہر و حاذق، کوئی بحر فقہ وفتاوی کا شناور ہے، تو کوئی فنون وادب کا تاجور کوئی فکر وقلم کا بادشاہ ہے تو کوئی دعوت واصلاح کا شاہکار، غرض محدث کبیر ان اجلہ علما وفضلا کو

جامعہ اشرفیہ میں منتخب فرما کر جہاں اپنے کردار بلند کا مظاہرہ کیا ہے، وہیں معیار تعلیم کو اوج ثریا پر پہنچانے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ مذکورہ سبھی علما و اساتذۂ اشرفیہ حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی کے مرہون منت ہیں۔

(۲) معیار تعلیم کی بلندی کی ممکنہ جدوجہد: کسی ادارے کے اندر تعلیمی معیار کی بلندی اور اس کی نیک نامی بافیض مدرسین کی فراہمی حسن تعلیم و تربیت اور کمال نظم و نسق پر موقوف ہے، حضور حافظ ملت قدس سرہ کے عہد تک جامعہ اشرفیہ کی ترقی شہرت و ناموری با استعداد علما و فضلا کی صفوں کی تیاری انتظام وانصرام کی خوبی، طلبہ کی کثرت وغیرہ ہر ایک میں حافظ ملت کی روحانی قوت اور انکی نگاہ کیمیا اثر کارفرما تھیں، مگر ان کے پردہ فرمانے کے کچھ عرصہ بعد جب کہ چند متبحر اساتذہ بھی دست بردار ہو گئے تو معیار تعلیم کا ابقا، اضطراب طلبہ کا ازالہ، شہرت جامعہ کا تحفظ بہت بڑا چیلنج بن گیا تھا ایسے ہوش ربا وقت میں محدث کبیر نے کمال دانشمندی اور اخلاص و وفا شعاری کا مظاہرہ فرمایا، ایک طرف نہایت محنتی مخلص باحوصلہ وفادار اساتذہ کا انتظام کیا دوسری طرف امتحان و تعلیم اور داخلہ کے ایسے اصول و ضوابط مرتب و نافذ فرمائے کہ تعلیمی نظام اپنی جگہ بحال و قائم رہا اور اس کی برکت سے جامعہ کی شہرت و ناموری میں چار چاند لگ گئے اور روز افزوں طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی آج تک وہ اصول عمل درآمد ہیں۔

بطور نمونہ چند اصول یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) جدید طلبہ کے داخلے کے لیے تحریری و تقریری ٹیسٹ ہو دونوں میں کامیابی پر داخلہ منظور کیا جائے۔

(۲) ششماہی اول کا امتحان مکمل تحریری اور سالانہ امتحان کی اکثر کتاب تحریری ہو۔

(۳) دوران امتحان طلبہ کی نگرانی سختی سے کی جائے۔

(۴) ہر طالب علم کا رول نمبر متعین کیا جائے۔

(۵) امتحان میں حاصل نمبروں کے اعتبار سے طالب علم کا رول نمبر ہو۔

(٦) ہر مضمون میں کم از کم بیس نمبر اور مجموعی طور پر ۳۳ ر فیصد نمبر ہونا پاس ہونے کے لیے لازمی ہے۔

(۷) ہر درس گاہ میں طالب علم کی ۷۰ ر فیصد حاضری ضروری ہے ورنہ شرکت امتحان سے روک دیا جائے۔

(۸) امتحان میں فیل طلبہ کو ترقی نہ دی جائے ایک سال درجہ سابق ہی میں رکھا جائے دوبارہ فیل ہونے پر اخراج کر دیا جائے۔

(۹) امتحانات نہایت نظم و نسق کے ساتھ کرایا جائے۔

(۱۰) امتحان میں نمبر ایک دو تین سے پاس ہونے والے طلبہ کو ترغیبی انعام دیا جائے، تا کہ ان میں جذبہ مسابقت بیدار ہو۔

غرض محدث کبیر نے جامعہ اشرفیہ میں قیام کے دوران معیاری تعلیم بلند کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہمیشہ دار العلوم اشرفیہ کو اپنے استاذ کا ادارہ خیال کیا اور خود کو ان کا خادم، استاذ کی عین منشا کے مطابق ادارہ کو ترقی کی شاہ راہ پر گامزن کرتے رہے، اللہ رب العزت نے آپ کی نیت خالصہ اور محنت شاقہ کی برکت سے اشرفیہ کے معیار تعلیم کو بلند سے بلند تر فرما دیا، اپریل ۱۹۹۵ء میں راقم سطور الہ آباد بورڈ کا امتحان دینے اشرفیہ حاضر ہوا (چونکہ ۱۰ شعبان ۱۴۱۵ھ امتحان سالانہ کے آخری دن امجدیہ میں خدمت تدریس کے لیے درخواست دی تھی جس کے جواب میں حضرت والا نے فرمایا تھا میں انشاء اللہ بعد میں بتاؤں گا ابھی میرے یہاں جگہ خالی نہیں ہے تو میں جامعہ احمدیہ قنوج چلا گیا) مجھے دیکھ کر حضور محدث دام ظلہ العالی بہت خوش ہوئے نیز اشرفیہ اور امجدیہ کے معیار تعلیم پر اطمینان ظاہر کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے:

"آپ کو جگہ کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جگہوں کو آپ کی ضرورت ہے، میرے دو ادارے ہیں اشرفیہ، امجدیہ دونوں میں تعلیمی معیار اطمینان بخش ہے اور انشاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا یہ معیار گرنے نہ دوں گا، دونوں میں سے جس میں بھی پہلے ضرورت پڑے گی تم کو بلا لوں گا ابھی کہیں لگ جاؤ حرکت میں برکت ہے"۔

اس سے جہاں حضرت والا کی خردنوازی واضح ہے وہیں اشرفیہ سے متعلق ان کا حوصلۂ بلند بھی روشن ہے۔

(۳) **اخلاقی تربیت وتہذیب کی سعی جمیل**: طلبہ کو تعلیم کے ساتھ حسن ادب واخلاق، بلند کردار سے آراستہ کرنے کی بھی قابل قدر کوشش فرمائی، شریفانہ وضع، عالمانہ طور وطریقہ اپنانے کی دعوت دیتے رہے، امتحان ششماہی وسالانہ اور شوال وذی الحجہ کے اوائل میں بنفس نفیس ان کی وضع قطع چیک فرماتے، حکم وارشاد کی خلاف ورزی کرنے والے طلبہ کی گوشمالی وسرزنش بھی فرماتے، آج نماز سے غفلت وبے پرواہی عام بلا ہو چکی ہے، حیرت یہ کہ اساتذہ ومدرسین میں بھی یہ مرض پیدا ہو چکا ہے، اس لیے حضرت محدث کبیر کو فکر ہوئی کہ طلبہ کو پنجگانہ نمازوں کا پابند کیا جائے، اور اساتذہ کی ایک ٹیم بامعاوضہ مخص اس کام پر مقرر فرمائی کہ وہ ہر نماز کے وقت طلبہ کو مسجد میں پہنچائے نماز میں ان کی سختی سے حاضری لے، کبھی کبھی خود بھی ہاسٹل تشریف لے جاتے اور دیکھتے کہ طلبہ نماز کے لیے نکلے یا نہیں یوں ہی تعلیم کے وقت بھی گاہے گاہے دارالاقامہ جا کر چیک فرماتے کہ سارے طلبہ پڑھنے کے لیے استاذ کے یہاں گئے یا نہیں سال میں دو تین بار سارے طلبہ کے سامنے اصلاح وہدایت آمیز تقریر فرماتے جس سے طلبہ کے ذہن وفکر میں انقلابی کیفیت پیدا ہو جاتی، میں آپ کے عہد صدارت میں چھ سال اشرفیہ میں رہا، میں نے طلبہ کو آپ سے نہایت مرعوب مگر محب، اساتذہ کا مؤدب، درس کا پابند،

اصول جامعہ پر عامل، شرع کا پاسدار پایا، بلاشبہ طلبہ کے اندر یہ محاسن پیدا کرنے میں محدث کبیر کی غایت توجہ کا دخل تھا۔

(۴) اساتذہ اشرفیہ اور محدث کبیر: محدث کبیر جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں تقرری کے ابتدائی زمانے ہی سے اپنی علمی جامعیت درسی مہارت، فقہی درایت، فکری شوکت، طبعی جودت، تقریری صلاحیت، تحریری قوت، مناظرانہ قدرت، مباحثانہ صولت وغیرہ کی وجہ سے اساتذہ اشرفیہ میں ایک باوقار شخصیت رہے، باستثنائے بعض سب پر آپ کا تفوق وامتیاز ظاہر وعیاں رہا اسی لیے حافظ ملت نے خود آپ کو اپنا نائب مطلق اور شیخ الحدیث بنایا ۱۹۸۴ء میں باضابطہ آپ صدر المدرسین ہوئے ۱۹۹۹ء تک ایڈیڈ بااختیار صدر مدرس اور ۲۰۰۳ء تک شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا کی حیثیت سے رہے۔

اس دوران میں اپنے حسن اخلاق، عمدہ برتاؤ، خوش معاملگی، عفوو درگزر، اساتذہ وملازمین کی بہی خواہی، ان کی نصرت وہمدردی، طلبہ پر شفقت کے سبب نہایت مقبول وکامیاب رہے۔

آپ اساتذہ کی ضرورتوں کا پورا خیال فرماتے رہے، ان کے ساتھ ہمیشہ نرم گوشہ اختیار فرماتے، طلبہ میں ان کا وقار بڑھاتے، کبھی کسی استاذ کو طلبہ کے سامنے بے آبرو نہ ہونے دیتے، اگر کبھی کسی استاذ اور طالب علم کا معاملہ درپیش آجاتا تو اس طالب علم کے سامنے استاذ سے سوال نہ فرماتے بلکہ تنہائی میں حسب حاجت مناسب حکم ارشاد فرماتے، کبھی مہینوں مہینے گرانٹ نہ آنے کے سبب اساتذہ کو تنخواہ نہ ملتی زہ پریشان ہوجاتے تو آپ خود ان کی ضرورت کا خیال فرما کر سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ سے اساتذہ کی ضرورت بتا کر ادارہ سے ان کو قرض دلاتے اکثر خود اپنے اکاؤنٹ سے دے دیتے۔ حضرت مولانا شمس الہدی صاحب قبلہ کا تأثر اس پر روشن ثبوت ہے۔ (ملاحظہ ہو تاثرات علما کا باب)

قرب وجوار کے کسی پروگرام میں جانا ہوتا اور معلوم ہو جاتا کہ فلاں استاذ بھی وہاں مدعو ہیں تو خود ان سے پوچھ کر انھیں اپنے ساتھ لے جاتے اور ساتھ واپس لاتے۔

ہر استاذ کا نام اچھے القاب کے ساتھ لیتے، اگر کسی استاذ سے کوئی اہم بات کرنی ہوتی تو تنہائی میں بلاتے اور بڑی ملاطفت کے ساتھ گفتگو فرماتے کبھی کبھار خود اس استاذ کے پاس تشریف لے جاتے۔

کسی استاذ کی تدریس اور اس کی کارکردگی طلبہ میں مقبول ہوتی تو اسکی بڑی حوصلہ افزائی فرماتے، گاہے گاہے اس کو نوازتے، پذیرائی فرماتے۔

چوں کہ ادارے کی مرکزیت کے سبب اس میں کام بھی بہت زیادہ ہیں مثلاً امتحانات ادارہ کا انتظام، الہ آباد بورڈ کے امتحانات کا انصرام، کنشیشن فارم کا اجرا، امتحانات کے نتائج کی تیاری اور برآمدگی، طلبہ کے معاملات کا جائزہ، ادارے کے تمام شعبوں کی نگرانی، اساتذہ کی ضرورتوں پر التفات، اصول وضوابط کا نفاذ، مسائل طلبہ کا حل وغیرہ وغیرہ، بحیثیت صدر المدرسین ان سب ذمہ داریوں کا ہجوم تنہا آپ کے اوپر تھا، ظاہر ہے کہ تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ مذکورہ خارجی امور کی انجام دہی تنہا آپ کے بس سے باہر تھا، اس لیے بعض اساتذہ سے خارجی کاموں میں مدد لیتے تھے، مگر جو اساتذہ آپ کا ساتھ دیتے رہے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، ان کے وقت کے احترام میں ادارے سے ان کو کچھ اجرت دلاتے، لیکن واضح رہے کہ خود مقررہ مشاہرہ سے کچھ بھی زیادہ نہ لیتے نہ اپنے لیے کبھی اس کی فرمائش کی۔

ادارے کے کسی استاذ سے اگر آپ کو کسی طرح گزند پہنچ جاتی تو فراخ دلی سے معاف فرمادیتے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ قائم رکھتے، کبھی بھی کسی استاذ کے ساتھ انتقامی کارروائی نہ کرتے نہ ہی اس کو تکلیف پہنچانے کی کوشش فرماتے ۲۰۰۳ء میں ایک مجلس کے اندر حضرت محدث کبیر نے خود بیان فرمایا:

"الحمدللہ پورے عہد صدارت وتدریس اشرفیہ میں کبھی میں نے کسی استاذ کی پردہ دری نہ کی، اور کسی کے ساتھ انتقامی کارروائی بھی نہ کی البتہ میرے ساتھ جس نے بھی کچھ برائی کا ارادہ کیا میں نے معاف کیا"۔

ادارہ یا اساتذہ پر اگر کچھ الزامات عائد کیے جاتے تو آپ بڑھ کر دفاع فرماتے رہے۔

حضور حافظ ملت کا موقف تھا کہ استاذ رکھا جائے نکالا نہ جائے، آپ بھی اس پر سختی سے قائم رہے، اگر کوئی لائق فائق استاذ کسی دنیاوی پریشانی کے سبب ادارہ سے سبکدوش ہونا چاہتا تو آپ اس کی پریشانی دور کرنے اور اس کو جانے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

چنانچہ شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں صاحب گونڈوی عزیزی مصباحی جو آپ کے رفیق درس ہیں اور طلبہ کے نزدیک بڑے ہی مقبول استاذ ہیں، وہ اشرفیہ کی مدرسی سے مالی عسرت کے سبب دست بردار ہونے پر آمادہ ہوئے، اور استعفیٰ نامہ حضرت عزیز ملت صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کردیا، انھوں نے وہ استعفیٰ نامہ محدث کبیر دام ظلہ کو دکھایا تو آپ نے فرمایا کہ "اس میں کوئی سبب تو مذکور نہیں ہے" سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ زبانی طور پر انھوں نے بتایا ہے کہ کچھ معاشی پریشانیاں ہیں، اس پر محدث کبیر نے فرمایا "استعفا نا منظور کردیجیے" اور خود علامہ عبداللہ خاں صاحب کو ادارے میں روکنے کی تدبیر میں لگ گئے، دوسرے دن شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں صاحب کو اپنی درس گاہ میں بلایا اور کچھ اس انداز سے گفتگو ہوئی:

محدث کبیر: معلوم ہوا کہ آپ نے استعفا دیا ہے؟

شیخ القرآن: جی ہاں۔

محدث کبیر: کیوں؟

شیخ القرآن: کچھ معاملہ ہے۔

محدث کبیر: کیا معاملہ ہے؟ اگر کوئی پریشانی ہے تو بتایئے تا کہ دور کی جائے۔
شیخ القرآن: کچھ معاشی پریشانی ہے۔
محدث کبیر: اگر یہی بات ہے تو استعفا واپس لیجیے، الحمد للہ آپ کی مشکلات حل ہیں، آج سے میری تنخواہ آپ کے لیے ہے، تنخواہ کے رجسٹر پر دستخط میں کروں گا اور تنخواہ آپ لیں گے، لیکن آپ ادارے سے ہرگز نہ جائیں۔
شیخ القرآن: یہ تو میں کبھی گوارہ نہ کروں گا کہ میں آپ کی تنخواہ لوں۔
محدث کبیر: تو میں یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ آپ ادارے سے جائیں۔
شیخ القرآن: پھر آپ کا کام کیسے چلے گا؟
محدث کبیر: میرا کام پیسے سے نہیں چلتا، بس اللہ چلا دیتا ہے، مجھے تو حافظ ملت نے یہ گر سکھا دیا ہے کہ اللہ پر توکل کرو کچھ کمی نہ رہے گی، میں اسی پر عامل ہوں"۔ (بیان محدث کبیر دام ظلہ جولائی ۲۰۰۸ء نزیل ڈربن ساؤتھ افریقہ)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ محدث کبیر اچھے اساتذہ اور ادارہ کے تئیں کتنے مخلص رہے، اسی طرح بعض اساتذہ سے متعلق کئی بار حالات بڑے ہنگامی اور ناخوش گوار ہوئے مگر آپ نے اپنی حکمت عملی سے حالات پر قابو حاصل کیا اور استاذ کو جانے نہ دیا۔

آپ کی عادت کریمہ رہی کہ اگر کوئی استاذ بیمار ہو جاتا تو آپ مزاج پرسی اور عیادت کے لیے ضرور حاضر ہوتے اور شفا کی دعا فرماتے، اساتذہ اسی لیے آپ کے دل و جان سے گرویدہ اور مداح و پیکر اطاعت رہے۔

مولانا افتخار قادری لکھتے ہیں:

"بعد ما غادر القاضي شمس العلماء الجامعة اصبح العلامة ضياء المصطفىٰ رئيسا لهيئة التدريس وانا قضيت عدة سنوات تحت رياسته فوجدته رئيساً ممتازاً يعامل الاستاذ معاملة حسنة تأسيا بأسوة

نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وقوله من لم یؤقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا فلیس منا وطول تدریسی فی الجامعة المذکورة لم اسمع منه کلمة موذیة وان ھٰذا فضل من اللہ عز وجل والشیخ ضیاء متخلق باخلاق اسلامیة وشیم جمیلة ومثل علیاً"۔

(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۳۷)

ترجمہ:۔ جب شمس العلما قاضی شمس الدین جونپوری جامعہ اشرفیہ سے دست بردار ہوئے تو علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ شعبۂ تعلیم کے صدر مقرر ہوئے، میں نے متعدد سال حضرت کے زیر صدارت گزارے، میں نے انھیں بے مثال صدر پایا، آپ اساتذہ کے ساتھ حسن معاملہ فرماتے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نمونۂ عمل اپناتے، ان کے ارشاد پر چلتے، میں نے اپنے عرصۂ تدریس میں ان سے ایک بھی ایذا رساں کلمہ نہ سنا یہ فضل خدا ہے، یقیناً علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اسلامی اخلاق سے آراستہ عمدہ عادات واطوار اور کردار بلند سے مزین ہیں۔

استاذی الکریم علامہ شمس الہدیٰ خاں مصباحی دام ظلہ وکرمہ فرماتے ہیں:

''محدث کبیر اشرفیہ کے کاموں کے لیے اوقات درس کے علاوہ بھی وقت دینے میں دریغ نہ فرماتے تھے، اور اسٹاف میں کوئی بیمار ہوا، یا تکلیف میں مبتلا ہوا تو اس کی خبر گیری فرماتے تھے، اور اساتذہ کے وقار کو مجروح ہونے سے بچاتے، تنخواہ وضروریات اساتذہ سے متعلق کافی ہمدردی کا اظہار فرماتے تھے''۔

(تأثر بذریعہ فون رمضان ۱۴۲۹ھ)

غرض محدث کبیر جمیع اساتذہ کے ساتھ ان کے شایان شان اچھا سلوک اور برتاؤ کرتے رہے، یہی وجہ ہے کہ سب کے ساتھ آپ کے خوشگوار روابط رہے، کبھی کسی سے نوک جھونک نہ رہی۔

(۵) طلبۂ اشرفیہ اور محدث کبیر: محدث کبیر مد ظلہ اپنے تمام تر کمالات،

جلالت علمی، رعب شخصی، قوت تسخیر، روحانی کشش، جمال اخلاق، اصاغر نوازی، معارف پروری جیسے اوصاف جمیلہ کے سبب پورے عہد تدریس اشرفیہ میں طلبہ کے عزیز خاطر، بلکہ ان کے دل کی دھڑکن بن کر رہے۔

آپ طلبہ کے معاملات کا مخلصانہ جائزہ لیتے، کامل تحقیق وتفتیش کے بعد ہی انہیں سزا کا مستحق قرار دیتے تھے۔ محرم، عید، بقرعید، ربیع الاول شریف وغیرہ کی چھٹیوں کے بعد طلبہ تاخیر سے جامعہ حاضر ہوتے تو ان کی سخت گرفت فرماتے، خود سزا دیتے مگر ایسے اچھوتے انداز میں کہ ان کی سزا بھی محبت کا رنگ پیش کرتی، زیادہ تر سزائیں اٹھک بیٹھک کراتے یا مرغ بناتے، شاید باید ہی کبھی چھڑی استعمال فرماتے، زبان سے ایسے پر تاثیر ہدایت بخش کلمات ارشاد فرماتے کہ طلبہ میں انقلابی کیفیت برپا ہو جاتی۔

سال میں دو یا تین بار طلبہ کے سامنے نہایت مؤثر نصیحت آمیز ہدایت سے لبریز خطاب فرماتے، تعلیم کی اہمیت اجاگر فرماتے، جامعہ کے اصول وضوابط پر عمل، اساتذہ کی تعظیم وتوقیر کی ترغیب فرماتے، طلبہ کے ساتھ کمال شفقت کا مظاہرہ فرماتے، اگر کسی سفر میں کوئی طالب علم بھی سعادت معیت پا جاتا تو آپ خود اس کا کرایہ دیتے اور دوران سفر کچھ کھانے پینے کی اشیا عطا فرماتے۔

مجھے بخوبی یاد ہے کہ عہد طالب علمی کے دوران غالباً ۱۹۹۳ء میں ناچیز کو ایک بار محمد آباد سے مبارکپور تک حضرت والا کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا، میں نے دیکھا کہ جیپ جیسے ہی جامعہ اشرفیہ کے گیٹ پر رکی، حضرت والا نے اپنے ساتھ میرا بھی جیپ کرایہ ادا فرما دیا، حضرت کے اس کرم خسروانہ پر میں کچھ بول نہ سکا اور فوراً بھاگتا ہوا جا کر کلاس میں حاضر ہو گیا۔

اس طرح محدث کبیر کی وہ بے شمار عنایتیں اور محبتیں رہیں، جو طلبہ کے دلوں میں گھر کیے رہیں، اسی لیے طلبہ محدث کبیر کی شخصیت سے بے پناہ متاثر رہتے اور

اس طرح خوش رہتے کہ ان کے دل محدث کبیر کی محبتوں کے آبشار رہتے۔

آپ کی جلالت علمی رعب شخصی کا عالم یہ کہ طلبہ کو آپ کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، پھر بھی آپ کی طرف کشاں کشاں رہتے، ہر طالب علم آپ کا قرب پانے کا آرزومند رہتا، چھ سال عہد طالب علمی میں کبھی بھی طلبہ کو آپ کے خلاف باتیں کرتے نہ پایا، بلکہ ہمیشہ آپ کی وجاہت علمی، وقار شخصی، ہمہ جہتی، طہارت نفسی، تحمل و بردباری، کمال تدبر اور فضل و برتری کا خطبہ ہی پڑھتے دیکھا، آج بھی وہاں کے طلبہ میں آپ کی عقیدت ومحبت برقرار ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ جب بھی مزار حافظ ملت پر حاضری کے لیے تشریف لے جاتے ہیں، تو طلبہ پروانہ وار آپ کو گھیر لیتے ہیں، دست بوسی، قدم بوسی کرتے، دعائیں لیتے اور اشرفیہ کے گیٹ سے محدث کبیر زندہ باد، ممتاز الفقہا، زندہ باد، سلطان الاساتذہ زندہ باد، غزالیٔ دوراں، رازی زماں مظہر اعلیٰ حضرت جیسے فلک پیما القاب کے نعروں میں مزار شریف تک آپ کو لے کر جاتے اور اسی شان کے ساتھ رخصت کرتے ہیں، آپ کی یہ مقبولیت آپ کی روحانیت کا پتہ دیتی ہے۔

(٦) صدر شعبۂ افتا آف اشرفیہ: ٦ رصفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء کو شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبۂ افتا وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا وصال ہو گیا، تو ادارہ کی فلک پیما شہرت، دار الافتا کی جہاں گیری وسعت کے مطابق ایسے عالم وفقیہ کی ضرورت پڑی، جو عالمی شخصیت ہونے کے ساتھ ہر فن کا ماہر اور بے تاج بادشاہ ہو، خصوصاً فقہ وفتاویٰ کے رموز واسرار سے مکمل آگاہ ہو اور درحقیقت شعبۂ افتا کو زیب دیتا ہو۔

حضرت محدث کبیر اسی دوران کچھ ماہ قبل عہدۂ صدارت سے ریٹائر ہوئے تھے، اس لیے ارباب اشرفیہ نے آپ کو نہایت موزوں پایا اور آپ کو شعبۂ افتا کی صدارت کی دعوت پیش کی ساتھ ہی منصب شیخ الحدیث بھی خالی تھا، اس لیے وہ بھی آپ کے حوالے کیا، محدث کبیر نے تنخواہ ومعاوضہ نہ لینے کی شرط پر دونوں عہدے قبول فرمایا۔

اہل اشرفیہ نے آپ کی شرط منظور کی، پھر محدث کبیر جامعہ اشرفیہ کے لیے دوبارہ زینت بنے، اور اگست ۲۰۰۳ء تک نہایت جاں فشانی کے ساتھ دونوں مناصب پر فائزرہ کر زریں کارنامے انجام دیے، سیکڑوں تحقیقی فتاویٰ صادر فرمائے، اس دوران درج ذیل حضرات آپ سے تربیت افتا لیتے اور اپنے فتاویٰ کی تصویب وتصدیق کراتے رہے۔

(۱) حضرت علامہ مفتی نظام الدین رضوی مصباحی دام ظلہ۔

(۲) حضرت علامہ مفتی معراج القادری مصباحی مدظلہ۔

(۳) حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فیض آبادی مصباحی۔

(۴) حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری مصباحی۔

(۵) حضرت مولانا مفتی ارشاد احمد سہرامی مصباحی۔

(۶) حضرت مولانا مفتی شکیل الرحمٰن نظامی مصباحی۔

(۷) ممتاز مدرس اشرفیہ: محدث کبیر جہان تدریس کے بے تاج بادشاہ ہیں، ان کی تدریس میں اسلوب صدرالشریعہ اور انداز حافظ ملت کی جلوہ آرائیاں ہیں، اسی لیے ان کی تدریس کا فیضان آج عالم کو محیط ہو چکا ہے، وہ بلاریب ہندوستان کے چیدہ اور نامور، ممتاز المدرسین میں سے ایک ہیں، اشرفیہ کی تاریخ رقم کرنے والے علامہ یٰسین اختر مصباحی اور علامہ بدرالقادری مصباحی، اشرفیہ کے ممتاز مدرسین کے عنوان سے لکھتے ہوئے آپ کا ذکر حسن فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

"مخلص وباصلاحیت اور صاحب کردار مدرسین بھی مدرسہ کی روح اور کسی بھی تعلیمی ادارہ کی کامیابی وترقی کی ضمانت ہوتے ہیں، ان کی استعداد لیاقت، عادات واطوار اور احساس ذمہ داری کا طلبہ کے دلوں پر گہرا نقش ثبت ہوتا ہے اور اپنے آپ کو انھیں مدرسین کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ اشرفیہ مبارکپور اس سلسلے میں خوش قسمت رہا کہ اسے ملک کے

نہایت قابل اور قیمتی مدرسین میسر آتے رہے ہیں، حافظ ملت کی دور اندیش اور مردم شمار نگاہوں کا اس سلسلے میں بڑا دخل رہا ہے، چند ممتاز مدرسین اشرفیہ کے نام ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں، جن کی اپنے اپنے دور میں بے پناہ شہرت و مقبولیت علما اور طلبہ کے درمیان اس حد تک رہی ہے کہ دوسرے مدارس اسلامیہ انھیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے ہیں، حضور حافظ ملت تو آخری دم تک اشرفیہ کے صدر المدرسین رہے ہیں، ان کے علاوہ چند نام یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی

(متوفی ربیع الاول ۱۳۹۷ھ فروری ۱۹۷۷ء)

(۲) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری۔

(متوفی ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اکتوبر ۱۹۸۹ء)

(۳) حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری جونپوری۔

(متوفی ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء)

(۴) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری۔

(متوفی ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ مارچ ۱۹۷۷ء)

(۵) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی۔

(متوفی رمضان ۱۴۰۵ھ مئی ۱۹۸۶ء)

(۶) حضرت مولانا ثناء اللہ اعظمی۔

(متوفی محرم ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء)

(۷) حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف مصباحی بلیاوی ثم مبارکپوری۔

(متوفی ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء)

(۸) حضرت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی۔

(متوفی ربیع الاول ۱۴۱۶ھ اگست ۱۹۹۵ء)

(۹) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارکپوری مصباحی۔

(متوفی ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء)

(۱۰) حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی۔

(متوفی ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(۱۱) حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی۔

(۱۲) حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی۔

(۱۳) حضرت مولانا عبداللہ عزیزی مصباحی۔

(۱۴) حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی۔

(۱۵) حضرت مولانا عبدالشکور گیاوی مصباحی۔

مذکورہ بالا شخصیتوں میں سے ہر فرد اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہے، اور ہندو پاک کے مدارس اہل سنت وعلمائے کرام ان کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں، طلبۂ اشرفیہ ان کی تدریس و تعلیم و تربیت اور انداز تفہیم کی وجہ سے اوقات درس کے علاوہ خارجی اوقات میں استفادہ کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں اور ان کی نگاہ توجہ وعنایت کے متمنی رہتے ہیں، ان کے دینی وعلمی اوصاف ومحامد روز روشن کی طرح عیاں ہیں''۔ (الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ایک مختصر اور جامع تعارف، ص ۵۳/۵۴/۵۵/حیات حافظ ملت ص ۲۲/۲۳)

(۸) ممبر شعبۂ نشر واشاعت: جامعہ اشرفیہ کے مجلس شوری نے ۱۹۷۴ء شعبۂ نشر واشاعت کے قیام کی منظوری دی اس کے نظام عمل کو دو حصوں میں کیا گیا، محدث کبیر کو اس کے پہلے حصے کا ایک باوقار ممبر منتخب کیا گیا، جس کی تفصیل یوں ہے:

پہلا حصہ: تحریر و تصنیف اور اس سے متعلق امور کا ذمہ دار ہوگا۔

دوسرا حصہ: تحریر و تصنیف کو شائع کرنے اور اس کے اسباب کے مہیا کرنے

کا ذمہ دار ہوگا۔

اسمائے ممبران حصہ اول:

(۱) حضرت شمس العلما قاضی شمس الدین قبلہ۔

(۲) حضرت مولانا محمد شفیع صاحب۔

(۳) حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب۔

(۴) حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب۔

(۵) محمد یٰسین اختر صاحب۔

(۶) حضرت مولانا بدر القادری صاحب۔

(۷) حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب۔

اسمائے ممبران حصہ دوم:

(۱) مولانا بدر القادری صاحب۔

(۲) مولانا عبدالحفیظ صاحب۔

(۳) حاجی عبدالستار صاحب۔

(۴) جناب عبدالاول ایڈوکیٹ صاحب۔

(ملخصاً نقل، کارروائی اجلاس)

شعبۂ نشریات سے سب سے پہلے حضرت حافظ ملت کی کتاب ''ارشاد القرآن'' شائع ہوئی۔ (حیات حافظ ملت ص ۷۱۲)

پھر محدث کبیر اور دیگر ممبران کی ذمہ داری میں متعدد کتب علمائے اہل سنت قید تحریر میں آکر منظر عام پہ آئیں مثلاً، الوسیلۃ السنیۃ، المدیح النبوی، الادب الجمیل، اشرفیہ کا ماضی اور حال، الجامعۃ الاشرفیہ کا مختصر تعارف، ماہنامہ اشرفیہ وغیرہ۔

(۹) نگراں مجلس برکات: خانقاہ برکاتیہ اور متوسلین سلسلہ نے غالباً ۱۹۹۹ء میں کتب درس نظامی کی طباعت اور حاشیہ نگاری کی طرف ارباب اشرفیہ کو متوجہ

کیا، تو مفتی محمد شریف الحق امجدی، ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اور عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ نے لبیک کہا۔

پھر محدث کبیر کی نگرانی میں مجلس برکات کا قیام عمل میں آیا اور محدث کبیر کی قیادت نیز مجلس برکات کے زیر اہتمام کتب درس نظامی کی طباعت اور حاشیہ نگاری کے حوالے سے متعدد نشستیں ہوئیں اور طے ہوا کہ:

(۱) جن کتب وحواشی سے اہل سنت کا نام اڑا کر شائع کیا جارہا ہے، انھیں اصلی شکل میں لایا جائے۔

(۲) اہل سنت کی جن حواشی کی اشاعت موقوف ہے انھیں پھر شائع کیا جائے۔

(۳) جن کتابوں پر حواشی کی ضرورت ہے، ان پر نئے حواشی لکھے جائیں۔

بعدہ محدث کبیر اور دیگر کاروان اشرفیہ نے اس باب میں بڑی جد وجہد کی، علما سے رابطے کیے، کچھ کتابوں پر حواشی کا کام ان کے حوالے کیا، مصنفین، شارحین، محشین کے اجمالی تعارف کی تیاری کا بندوبست کیا، مجلس کا کام تیزی سے ہونے لگا، پھر محدث کبیر نے اپنی مصروفیت، کثرت کار، دعوتی اسفار کے سبب اس کی نگرانی صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی کے سپرد کردی، ملاحظہ ہو امین ملت حضرت سید ڈاکٹر امین میاں قادری برکاتی اپنے ''سخنہائے گفتنی'' برہدایہ اخیرین ص ۳۰۲ ر میں فرماتے ہیں:

اہل سنت کے دینی مدارس میں رائج درسی کتب پر حواشی بالعموم اہل سنت ہی کے تھے جن کی طباعت واشاعت کا اہتمام بھی اہل سنت ہی کرتے، انیسویں صدی کے نصف اخیر میں بعض غیر مسلموں نے بھی یہ کام شروع کیا جن میں منشی نول کشور کا نام سرفہرست ہے ظاہر کہ ان کا مقصد تجارتی نفع تھا نہ کہ دینی خدمت پھر جب کچھ نئے فرقے اور مدرسے وجود میں آئے تو انھوں نے بھی یہ کام شروع کیا بعد میں انھوں نے یہ ستم ڈھایا کہ بہت سی کتابوں سے سنی مصنفین ومحشین کے

نام اڑا کر چھاپنا شروع کر دیا تا کہ ناظرین کو یہ گمان ہو کہ مصنفین و محشین بھی ناشر ہی کی جماعت کے ہوں گے کچھ نئے حواشی بھی لکھے گئے جن میں اہل سنت کے سابقہ حواشی و شروح کی عبارتیں بعینہ نقل کی گئیں مگر ان کا حوالہ بھی نہ دیا گیا یہ سارا کام تجارتی منفعت اور دنیوی نام آوری کی غرض سے کیا گیا لیکن بعد میں بد مذہب ناشرین نے اس تجارتی نفع اندوزی اور سرقہ و نام آوری کے عمل کو اپنے طبقہ کی ایک علمی و دینی خدمت کے روپ میں شہرت دینا اور یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ درسیات کی تحریر و اشاعت کا سہرا صرف ہمارے سر ہے، اہل سنت کا اس میدان میں کوئی حصہ نہیں اس مسلسل پروپیگنڈے کے باعث نئے سنی طلبہ اور عام قارئین غلط فہمی کا شکار ہونے لگے اب ضرورت تھی کہ ان ناشرین کے چہرے سے تلبیس کی چادر ہٹا دی جائے اور یہ عیاں کر دیا جائے کہ انھوں نے کس چابک دستی سے اہل سنت کی خدمات کو اپنے خانے میں ڈال لیا۔

اسی احساس کے تحت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور اس کے متوسلین کے اہل سنت و جماعت کے ممتاز ترین مرکزی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کو اس طرف متوجہ کیا۔ مقام مسرت ہے کہ اس تحریک کے جواب میں اشرفیہ کی طرف سے لبیک کی آواز بلند ہوئی۔

شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مدظلہ العالی، عزیز ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ العالی اور دیگر علمائے کرام نے اس تجویز کی بھرپور حمایت کی، محدث کبیر کی نگرانی میں اشرفیہ کے اکابر علمائے کرام نے مجلس برکات کی بنیاد ڈالی اور اس برکاتی مجلس کے زیر اہتمام حاشیہ نگاری کے سلسلے میں کئی نشستیں ہوئیں اور طے ہوا کہ:

(۱) جن کتب و حواشی سے اہل سنت کا نام اڑا کر شائع کیا جا رہا ہے انھیں اصلی شکل میں لایا جائے۔

(۲) اہل سنت کی جن حواشی کی اشاعت موقوف ہے انھیں پھر شائع کیا جائے۔
(۳) جن کتابوں پر حواشی کی ضرورت ہے ان پر نئے حواشی لکھے جائیں۔

محدث کبیر کی مصروفیات اور اسفار کی بنا پر انھیں کے ایما پر حاشیہ نگاری کا یہ اہم کام حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب مدظلہ العالی پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ کی نگرانی میں کر دیا گیا۔

(۱۰) رکن شرعی بورڈ اشرفیہ مبارکپور: ۳ر ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۸۵ء کو جامعہ اشرفیہ میں قائم مقام مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری کے زیر صدارت مشاہیر علمائے اہل سنت کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی، جس میں ایک شرعی بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی، شرعی بورڈ کا مقصود اصلی یہ تھا کہ رویت ہلال اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا مسئلہ شرعی اصولوں میں حل کیا جائے۔

۱۵ر صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۳۰ر اکتوبر کو بورڈ کی پہلی میٹنگ رکھنے کی قرارداد پاس ہوئی، حضرت محدث کبیر ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ سمیت تیس مفتیان کرام کو اس کا رکن مقرر کیا گیا، آپ نے بحیثیت رکن شرعی بورڈ کو کامیاب بنانے کی ہر ممکن سعی فرمائی، اس کے تمام اجتماعات میں پوری سرگرمی کا مظاہرہ فرمایا، ملاحظہ ہو: (ماہنامہ اشرفیہ جولائی، اگست ۱۹۸۵ء)

(۱۱) صدر مجلس شرعی اشرفیہ: ۲۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۲ء بروز شنبہ مجلس شرعی کا قیام عمل میں آیا، محدث کبیر باتفاق علما و ارباب حل وعقد مجلس شرعی کے صدر منتخب ہوئے ۲۰۰۳ء تک مجلس شرعی کے زیر اہتمام متعدد فقہی سیمینار ہوئے، آپ نے ہر ایک میں شرکت فرمائی، بحث ومقالہ کے ذریعہ ہر مجلس کو کامیاب سے کامیاب تر فرمایا، مسائل کی تنقیح میں زور علمی کا خوب مظاہرہ فرمایا۔

(۱۲) رکن فیصل بورڈ: "۱ر۲ر۳ر۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ ۱۸ر۱۹ر۲۰ر

۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۳ء کو چھ نشستوں پر مشتمل مجلس شرعی کا پہلا سیمینار رہوا، اس کی دوسری نشست الکحل آمیز دواؤں کے استعمال کے حوالے سے پڑھے ہوئے مقالات کے بارے میں علما و فقہا نے زبردست علمی مباحثہ کیا، جس سے کچھ گوشے حل ہوئے، مگر چند غور طلب الفاظ کی وجہ سے کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو سکا، تو استاذی الکریم صدر العلما علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی دام ظلہ العالی نے رائے دی کہ چند علما پر مشتمل بورڈ بنالیا جائے، جو اس سلسلے میں حتمی فیصلہ کریں اور تمام حضرات اس کو قبول کریں"۔ (صحیفہ فقہ اسلامی ص ۲۱۰)

"تمام مندوبین و ارکان مجلس نے اس رائے کو پسند کیا، اور ۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۳ء جمعرات کو مجلس شرعی کی طرف سے ایک فیصل بورڈ قائم کیا گیا، قاضی القضاۃ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری مؤسس جامعۃ الرضا بریلی شریف کو اس کا صدر اور محدث کبیر ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ بانی جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ الامجدیہ گھوسی نیز فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی بانی مرکز تربیت افتا دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج بستی کو اس کا رکن بنایا گیا، سب کی رائے سے یہ بھی طے پایا کہ بورڈ کے اصل ارکان اور ذمہ داران یہی تین حضرات ہوں گے، لیکن اپنے تعاون کے لیے جن حضرات کی بھی ضرورت سمجھیں ان سے مدد لے سکتے ہیں"۔ (صحیفہ فقہ اسلامی ص ۲۱۰)

اس کے بعد سے ۲۰۰۳ء تک ان حضرات نے مجلس شرعی کے سیمیناروں کے بہت سے غیر حل مسائل اپنی جلالت علمی مہارت فقہی سے فیصلے کے مراحل سے گزارا، یہاں فیصل بورڈ کا ایک فیصلہ پیش ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکے گا کہ ارکان فیصل بورڈ نے کس توجہ ولگن، اخلاص دینی، حزم و احتیاط کے ساتھ فیصلہ صادر فرمایا، ملاحظہ ہو:

"۳؍۴؍ شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۶؍ جنوری ۱۹۹۴ء بروز یک شنبہ و

شب دوشنبہ، مجلس شرعی کی ساری ابحاث اور حضرات مفتیان کرام کے موصولہ مقالات پر غور کرنے کے بعد فیصل بورڈ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس عہد میں انگریزی دواؤں "الادویة المخلوطة باسبارتو والکحل والصبغة" کا استعمال عموم بلوی کی حد تک پہنچ چکا ہے، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پڑیا کے رنگ کے بارے میں عموم بلوی اور دفع حرج کی بنیاد پر طہارت جواز کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۴۵؍صفحہ ۵۰؍نیز فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم صفحہ ۵۴؍رسالہ "الفقه التسجيلى فى عجين النار جيلى" میں ہے اس ارشاد کی روشنی میں فیصل بورڈ کے ارکان اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ انگریزی دواؤں کے استعمال کی بھی بوجہ عموم بلوی دفع حرج کے لیے اجازت ہے، البتہ یہ اجازت صرف انھیں صورتوں کے ساتھ خاص ہے، جن میں ابتلائے عام اور حرج متحقق ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"لسنا نعنى بهٰذا عن عامة المسلمين اذا ابتلوا بحرام حل بل الامر ان عموم البلوى من موجبات التخفيف شرعاً وما ضاق امر الا اتسع فاذا وقع ذالك فى مسئلة مختلف فيها ترجح جانب اليسر صونا للمسلمين عن العسر ولا يخفى على خادم الفقه ان هٰذا كما هو جار فى باب الطهارة النجاسة كذالك فى باب الاباحة والحرمة ولذا تراه من مسوغات الافتا بقول غير الامام الاعظم رضى الله تعالىٰ عنه كما فى مسئلة المخابرة وغيرها بل هو مجوزات الميل الى رواية النوادر على خلاف ظاهر الرواية كما نصوا عليه فى ردالمحتار فى مسئلة العلم فى الثوب هو ارفق لجاهل هٰذا الزمان لئلا يقعو

فی الفسق والعصیان فاندفع ماعسی ان یوھم من قول الفاضل اللکنوی ان عموم البلویٰ انما یوثر فی باب الطھارۃ والنجاسۃ لا فی باب الحرمۃ والا باحۃ صرح بہ الجماعۃ"۔

(فتاویٰ رضویہ ج۱۱/ص۴۴۳، صحیفہ فقہ اسلامی ص۳۰)

(۱۳) اشرفیہ کے ترجمان ونمائندہ: اپنے پورے عہد قیام اشرفیہ میں محدث کبیر نے جامعہ اشرفیہ کی مکمل ترجمانی کی، اس کی ترقی کے ہر شعبہ میں قابل تقلید نمائندگی کی ہے، مسلک اہل سنت و جماعت پر جب بھی حملہ ہوا، خواہ وہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی، وہابیت و دیوبندیت کا چیلنج ہو یا مناظرے کی دعوت ہر موقع پر آپ نے اشرفیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے آگے بڑھ کر دفاع کا فریضہ انجام دیا۔

سلسلۂ ذکر برادران وخواہران

(۱) علامہ حکیم شمس الھدیٰ اعظمی علیہ الرحمہ

آپ صدر الشریعہ بدر الطریقہ ابو العلی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کے پہلے نور عین ہیں، ماں کا نام محترمہ کریمہ علیہا الرحمہ۔

محلّہ کریم الدین پور گھوسی ضلع اعظم گڑھ حال ضلع مئو میں پیدا ہوئے۔

آپ کی پیدائش پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ:

"اگر میرا یہ بیٹا دین کا عالم ہو جائے گا تو میرے خاندان میں دس پشتوں سے مسلسل عالم ہو جائیں گے"۔

علمی ماحول، دینی فضا، مذہبی معاشرہ، پاکیزہ خاندان، والدین کریمین کی عنایات والتفات میں پروان چڑھے، عقل ہیولانی طے کرنے کے بعد مکتبی علم حاصل

کیا، بعدہ اپنے والد گرامی کی نگرانی میں منشی ومولوی وعالم وفاضل کیا، طب وحکمت بھی حاصل کیا، اور جید عالم وحکیم ہوئے، آج ان کی اولاد اور احفاد بھی عالم ہیں۔

گھوسی میں اقامت: حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ بریلی شریف، اجمیر شریف وغیرہ باہر ہی رہتے تھے، اس لیے صاحبزادے علامہ حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ کو ان کی فراغت کے بعد وطن مالوف گھوسی میں رہنے کا حکم فرمایا، اور گھر کا سارا نظام ان کی نگرانی میں کردیا، تاحیات آپ گھریلو امور ضروریات کے منتظم رہے، مولانا محمد یحییٰ، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، مولانا عطاء المصطفیٰ اور قاری رضاء المصطفیٰ کی شادی وغیرہ آپ ہی کے زیر اہتمام ہوئی۔

مکتب کا قیام: علامہ حکیم شمس الہدیٰ بڑے علم دوست واقع ہوئے تھے، آپ نے دیکھا کہ گھوسی میں کوئی اسلامی مکتب نہیں ہے، جس میں مسلمانوں کے بچے قرآن شریف، اردو مسائل واحکام دینی پڑھ کر مذہبی تعلیم سے آراستہ ہوسکیں، آپ کو اس کی بڑی فکر ہوئی اور اپنے آبائی باغ جو املی باغ سے مشہور ہے، اس میں ایک جگہ صاف کرائی، چٹائی تپائی وغیرہ ضروریات کا انتظام کیا اور منشی نظام الدین علیہ الرحمہ کو پانچ روپئے پر مدرس رکھ کر مکتب اطفال قائم کیا، آج اسی جگہ پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا مزار پر انوار ہے۔

قصبہ گھوسی میں یہ اولین علمی شمع روشن ہوئی، جس کی نور بار لائٹ سے پورا قصبہ مستنیر ہونے لگا، بچوں کی خاصی تعداد ہوگئی، مکتب تیز گامی سے ترقی پر گامزن ہونے لگا۔

مدرسے کا قیام: پھر صاحب تذکرہ حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ نے جوانوں کو دیکھا کہ بے علم گھوم رہے ہیں، وہ اردو، حساب، کتاب، قرآن پڑھنے سے بھی عاجز وقاصر ہیں، ان کے لیے کوئی تعلیمی ادارہ بھی نہیں ہے، تو آپ نے جوانوں کو اکٹھا کیا اور ان کی میٹنگ کی، فرمایا:

''میں آپ لوگوں کے لیے ایک مدرسہ بنانا چاہتا ہوں، آپ لوگوں کو میں خود پڑھاؤں گا آپ لوگ ایک ایک پیسہ فی ماہ جمع کریں گے، اس سے لالٹین کا تیل آئے گا''۔

سبھی لوگ خوشی سے تیار ہو گئے تو اپنے والد صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ایک زمین جوان کی زمینداری کی تھی، مدرسے کے لیے مقرر کردی، اور فرمایا:

''آپ سب لوگ مل کر اس زمین پر مدرسہ تعمیر کرو''۔

لوگوں نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ مٹی کا مدرسہ تعمیر کیا، دروازہ لگایا، اس کی ضرورت کا سامان لایا گیا، اس طرح تعلیم بالغاں کا انتظام ہوا۔

چوں کہ دن میں لوگ کرگھا چلاتے، کپڑے بنتے تھے، تو ان کے پاس دن میں پڑھنے کی گنجائش نہ تھی، تو حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ نے مغرب سے عشا تک تعلیمی وقت مقرر فرمائے، روزانہ رات میں لگ بھگ دو گھنٹے لوگوں کو قرآن، اردو، حساب وغیرہ سکھاتے، دعائیں، طریقہ نماز، آداب وسنن تعلیم فرماتے، آپ کا یہ اقدام اہل گھوسی کے لیے نہایت مبارک ثابت ہوا، جوانوں میں دینی تعلیم وتعلم کا جذبۂ بیکراں پیدا ہو گیا، مکتب اور یہ دونوں ادارے کامیابی کے ساتھ چلتے رہے، تقریباً چالیس سال کی عمر میں حکیم صاحب علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا، مگر آپ کے لگائے دونوں باغ ثمر بار رہے، مسلسل مرکز توجہات رہے۔

صاحب تذکرہ کا یہ عمل دلیل ہے کہ ان کو وطن اور علم سے بڑی محبت تھی اور وطن کے مسلمانوں کی بہی خواہی ان کے رگ وپے میں رچی بسی تھی، ساتھ ہی ان کا اخلاص بھی نمایاں طور پر محسوس ہو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج پورا گھوسی علم کی خوشبو سے مہک اٹھا ہے، ہر گھر اور خاندان میں علما وفضلا موجود ہیں، چھوٹے بڑے متعدد مکاتب ومؤسسات جامعات وکلیات قائم ہو چکے ہیں، جن میں گھوسی کے علاوہ ملک کے متعدد صوبوں کے طلبہ وطالبات علم وفضل کی دولت

سے بہرہ ور ہورہے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ گھوسی میں تعلیم وتعلم کی جو بھی جلوہ ریزیاں ہیں، وہ صدرالشریعہ اوران کے شہزادگان کی برکت ہے۔

شمس العلوم آپ کی یادگار: علامہ حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا، مگران کا قائم کیا ہوا مدرسہ چلتا رہا، بساط کے مطابق اہل گھوسی کی خدمت کرتا رہا، ایک طویل عرصہ کے بعد رئیس الاذکیا علامہ غلام یزدانی اعظمی تلمیذ وخلیفہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے گھوسی میں طبی پریکٹس کے دوران محسوس کیا کہ یہاں ایک باقاعدہ دینی درس گاہ ہونی چاہیے، جس میں منشی، مولوی، عالم، فاضل وغیرہ کے تمام درجات کی پڑھائی ہو، تو گھوسی کے سربرآوردہ حضرات کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا، ساتھ ہی عید میلاد النبی کے جلوس اور جلسے قائم کرنے پر ابھارا، لوگوں نے بھی آپ کی ہم نوائی کی، اور حاجی شکر اللہ صاحب مرحوم نے تین منڈہ زمین یہ کہہ کر وقف کیا کہ ایک منڈہ مسجد اور دو منڈے مدرسے کے لیے وقف کرتا ہوں، پھر اسی اعتبار سے بنیاد رکھنے کی تیاری مکمل ہوئی، آخر میں یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ مدرسے کا نام کیا رکھا جائے، حاجی شکر اللہ کے صاحبزادے مولانا عبدالستار صاحب حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے مرید تھے، انھوں نے کہا، مدرسے کا نام مدرسہ امجدیہ رکھا جائے، تو مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ نے فرمایا، گھوسی میں تعلیم وتربیت کے میدان میں حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ کی خدمات ناقابل فراموش اور نہایت نمایاں ہیں، اس لیے ان کے نام سے شمس العلوم رکھا جائے، اس رائے پر سب کا اتفاق ہوگیا اور مدرسہ اہل سنت شمس العلوم نام رکھ دیا گیا، سنگ بنیاد کے موقع پر شیخ العلما علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ نے عربی میں ایک منقبت بھی تیار کی تھی جس کا مطلع یوں تھا۔

شمس العلوم قد طلعت فی دیارنا

ارزق بها الهداية والرشد والحكم

آج شمس العلوم اپنے جملہ شعبوں میں زریں خدمات انجام دے رہا ہے، شہرت وناموری میں اسم با مسمیٰ ہو چکا ہے، اس کے ہزاروں فارغین ملک وبیرون ملک کے اندر خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔

حضرت علامہ غلام یزدانی، حاجی شکر اللہ، علامہ غلام جیلانی، مولانا عبدالستار وغیرہم ارباب وغیرہ کے ذلی مقاصد پورے ہوئے اور ادارہ حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ کے نام کی برکتوں سے علم وادب کا ناقابل تسخیر قلعہ بن گیا ہے۔

تفصیل بالا سے ظاہر ہے کہ مدرسہ شمس العلوم کا یہ نام اس کے سنگ بنیاد ہی کے وقت سے ہے، مگر مولانا مقبول مصباحی گھوسوی علیہ الرحمہ کے انتقال کی رپورٹ میں لکھا گیا کہ اولاً اس کا نام نظام العلوم تھا، بعد میں شمس العلوم ہوا نہ معلوم کس حقیقت پر اس کا مدار ہے، یہ رپورٹ ماہنامہ کنزالایمان میں شائع ہوئی پھر سہ ماہی امجدیہ گھوسی میں بھی طبع ہوئی (سرخ عبارت حاشیہ میں رہے)

والد کا احترام: حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ علیہ الرحمہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، مگر اپنے والد صدرالشریعہ کا سب سے زیادہ ادب واحترام کرتے، حد یہ کہ ان کے سامنے اپنی ضرورت کی کوئی بات بھی از خود پیش نہ کرتے، پان کھانے کی آپ کو عادت تھی پھر بھی احتراماً آپ کے سامنے نہ کھاتے۔

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رقم طراز ہیں: ’’والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے بالترتیب یہ لڑکے تھے:

(۱) مولانا حکیم شمس الہدیٰ مرحوم

(۲) مولانا محمد یحییٰ مرحوم

(۳) عبدالمصطفیٰ ازہری (راقم الحروف)

(۴) مولانا عطاء المصطفیٰ مرحوم

ہم چاروں بھائی ایک والدہ سے تھے، جن کا نام کریمہ تھا، یوں تو سب بھائیوں سے محبت کرتے تھے، لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے، میں بہت منھ لگا تھا، اور بے تکلف تھا دونوں بزرگ بھائی والد صاحب قبلہ سے بہت ڈرا کرتے تھے، بڑا ادب کرتے تھے، کوئی بات کتنی ہی ضرورت کی ہو اسے پیش کرنے سے ہچکچاتے تھے، باوجود شدت مرض کے اور منھ سے خون آنے کے والد صاحب قبلہ کے سامنے جب کہ تقریباً چالیس سال عمر ہو چکی تھی، پان تک نہ کھاتے، حالاں کہ وہ پان کے عادی تھے، بیماری کے دوران حضرت والد صاحب قبلہ خود ان کو اپنے ہاتھ سے پان کھلایا کرتے تھے، جو محبت پدری ان سے تھی اس کا مظاہرہ آخری وقت ہوا"۔

(صدر الشریعہ نمبر ص ۳۳)

<u>وصال</u>: رمضان شریف کی دسویں شب <u>۱۳۵۹ھ</u> کو آپ نے پردہ فرمایا، اس وقت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نماز تراویح ادا فرما رہے تھے، اطلاع دی گئی تشریف لائے، اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا، ابھی آٹھ رکعت باقی ہے، نماز میں مصروف ہو گئے۔

آپ نے پس ماندگان میں بیوی، تین جوان صاحبزادیاں، ایک صاحبزادہ چھوڑا آپ کے وصال کا صدر الشریعہ پر ایسا اثر ہوا کہ آپ کی کمر میں درد ہونے لگا۔

حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ کی حیات بتا رہی ہے کہ علم کے مولع اور نشر علم کے حریص تھے، اور آج جو گھوسی میں علم و فضل کی برسات ہو رہی ہے، اس کے اولین ذریعہ صدر الشریعہ اور حکیم شمس الہدیٰ علیہم الرحمہ ہیں اور موجودہ زمانے میں پورا خانوادۂ امجدیہ خصوصاً محدث کبیر کی ذات عالی ہے۔

(۲) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ

آپ گھوسی کریم الدین پور محلہ میں پیدا ہوئے، والد صدر الشریعہ کے سایۂ

شفقت میں بڑے ہوئے، اسلامی آداب سے آراستہ ہوئے، صدر الشریعہ کے زیر کرم ہی دینی تعلیم حاصل کی، آپ بااستعداد عالم و فاضل تھے، اپنے زمانے میں اعظم گڑھ کے ممتاز علما میں شمار ہوتے رہے فراغت کے بعد ازدواج سے منسلک ہوئے، ایک فرزند سے بہرہ ور ہوئے، اچانک مرض یرقان کے شکار ہو گئے، اور جان بر نہ ہوسکے، اسی سے راہیِ آخرت ہو گئے، اپنے پیچھے ایک بچہ اور ایک بیوہ چھوڑا، آپ کے انتقال کا صدر الشریعہ کو بہت صدمہ ہوا۔

(۳) مفسر قرآن علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ

ولادت: ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۸ء۔
جائے ولادت: محلّہ کریم الدین پور گھوسی مئو۔
تعلیم و تعلم: جب درک و شعور کی منزل کو پہنچے تو اپنے والد سے تسمیہ خوانی کی اور انھیں سے قاعدہ بغدادی اور قاعدہ اسلامی پڑھا، جب کہ قرآن مجید ناظرہ مولانا احسان الحق تلمیذ صدر الشریعہ علیہم الرحمہ سے مکمل کیا، پھر صدر الشریعہ اجمیر معلّٰی کے لیے روانہ ہوئے، تو آپ کو بھی ساتھ لے گئے، اور وہیں دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں آپ نے اردو کی دوسری، حساب، آمد نامہ، مصدر فیوض، گلستاں، بوستاں وغیرہ پڑھی، گلستاں کا تیسرا اور آٹھواں باب صدر الشریعہ اور فارسی کی کچھ کتابیں مولانا عارف بدایونی سے پڑھی، پھر درس نظامی کا آغاز کیا، اس کے نصاب کی اکثر کتابیں والد گرامی صدر الشریعہ سے باقی دیگر اساتذہ سے پڑھی، دورۂ حدیث کی تکمیل سے پہلے صدر الشریعہ نے آپ کو جامعہ ازہر قاہرہ مصر بھیج دیا، وہاں تقریباً چار سال رہ کر بڑی محنت سے اسلامیات و ادبیات کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۳۷ء میں جامعہ ازہر مصر سے فارغ ہوئے، ممبئی ہوتے ہوئے گھوسی واپس آئے، لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا، اس وقت صدر الشریعہ

دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ کے صدرالمدرسین و شیخ الحدیث تھے، وہ دادوں سے اور حضور حافظ ملت مبارکپور سے گھوسی تشریف فرما ہوئے، جلسۂ استقبالیہ ہوا، اس میں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے ایک فصیح و بلیغ عربی تقریر کی، بعد میں صدرالشریعہ نے آپ کو دادوں پہنچنے کا حکم دیا، آپ حاضر ہوئے تو دورۂ حدیث مکمل کرنے کی فرمائش کی، صاحب تذکرہ نے دورۂ حدیث میں شمولیت کی اور ساتھ ہی آپ کو ادارے کے ارکان نے تدریسی کام بھی دے دیا تو تعلیم کے ساتھ تدریس بھی کرتے رہے۔

اساتذۂ کرام: جن ارباب فضل و کمال کے چشمۂ شیریں سے آپ آسودہ کام ہوئے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) صدرالشریعہ بدرالطریقہ فقیہ اعظم علامہ شاہ امجد علی اعظمی قدس سرہ۔

(۲) حضرت مولانا عارف بدایونی علیہ الرحمہ۔

(۳) حضرت مولانا حکیم سید عبدالمجید دہلوی علیہ الرحمہ۔

(۴) حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد قادری علیہ الرحمہ۔

(۵) حضرت مولانا دیوان آل رسول برکاتی علیہ الرحمہ۔

(۶) حضرت علامہ جوہری علیہ الرحمہ۔

تدریس کے مراکز: آپ فن تدریس کے بادشاہ تھے، درج ذیل مدارس و جامعات میں آپ نے تعلیم و تدریس کے ذریعہ تشنگان علوم نبویہ کو سیراب فرمایا:

(۱) دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ یوپی۔

(۲) جامعہ منظر اسلام بریلی شریف یوپی۔

(۳) جامعہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور اعظم گڑھ یوپی۔

(۴) دارالعلوم محمدی شریف ضلع جھنگ پاکستان۔

(۵) دارالعلوم امجدیہ کراچی پاکستان۔

نامور تلامذہ: آپ کے چشمۂ فیض سے شاد کام ہونے والوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، یہاں چند نہایت نمایاں اور ممتاز تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) رئیس القلم علامہ ارشد القادری، بانی جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی۔

(۲) بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی۔

(۳) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ اعظمی مبارکپوری۔

(۴) حضرت مولانا خلیل اشرف، بانی مدرسہ فیض رضا ضلع بھاول نگر۔

(۵) حضرت مولانا مفتی غلام یٰسین، بانی دار العلوم قادری ملیر۔

(۶) حضرت مولانا فضل سبحانی، بانی مدرسہ رضویہ مردان۔

بیعت وارادت: علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔

اجازت وخلافت: خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان قادری، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی، قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین احمد مدنی علیہم الرحمہ سے آپ کو سلسلۂ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، نوریہ کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

مذہبی وملی خدمات: آپ کی مذہبی خدمات کے حوالے سے ڈاکٹر شوکت علی صدیقی رقمطراز ہیں:

"آپ جمیعۃ العلما پاکستان صوبہ سندھ کے صدر رہے، کراچی کے حلقہ نمبر ایک سے پاکستانی پارلیمنٹ کے لیے منتخب ہوئے، قومی اسمبلی جمیعۃ کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر کی حیثیت سے علامہ شاہ احمد نورانی (م ۱۶ / شوال ۱۴۲۴ھ ۱۱ / ستمبر ۲۰۰۳ء) کے دست راست رہے۔

۱۹۷۳ء میں پاکستانی آئین کی تدوین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مرحلہ آیا تو حکومت پاکستان کے وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ علما مسلمان

کی کوئی متفقہ تعریف اگر ایوان میں پیش کریں تو ہم اسے منظور کرنے کے لیے تیار ہیں، جمیعۃ العلما پاکستان کے ڈپٹی لیڈر علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے اسے منظور کرلیا، اجلاس کے خاتمے پر رات کو مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمیعۃ علمائے پاکستان کے کمرے میں مولانا عبدالستار نیازی، مولانا محمد علی، مولانا غلام اوکاڑوی کی موجودگی میں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے مسلمانوں کی مختصر اور جامع تعریف پیش کی، جسے سب نے پسند کیا، آپ کی مرتب کردہ مسلمان کی تعریف ہر مکتب فکر کے اراکین اسمبلی کے دستخطوں سے اسمبلی میں پیش کی گئی، اسلام کو ختم نبوت اور مسلمان کی تعریف کے متعلق شاہ احمد نورانی کا نعرۂ حق اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کی کوشش و قبول چیلنج اور دیگر علما کے تعاون کا نتیجہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کیا گیا، اور صدر، وزیر اعظم کے حلف میں مسلمان کی تعریف بایں الفاظ مذکور ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، خدا اور اس کی آخری کتاب قرآن پر مجھے پورا یقین ہے، اور میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، قیامت کے دن پر رسول کی سنت وحدیث پر، قرآن پاک کے احکامات پر، میں پاکستان کا وفادار رہوں گا"۔

(آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۸۳ء ص ۱۳۴)

"غرض آپ نے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے بھی مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت کا کارنامہ انجام دیا، جنرل ضیاء الحق کے عہد مارشل لا میں فیڈرل کونسل آف مجلس شوریٰ کے رکن مقرر ہوئے، اور قصاص و دیت کے مسودے کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی، آپ اس کے بھی ممبر رہے۔

۱۹۷۵ء میں غیر جماعتی الیکشن میں دوبارہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو کر جو

نیز حکومت کو گستاخ رسول کی سزا پھانسی بنانے کا قانون بنانے میں اہم مشوروں سے نوازا، اور پارلیمانی گروپ کے ہمراہ چین کا دورہ کیا“۔

(سالانہ صدائے اہل سنت کلکتہ ۲۰۰۷ء ص ۴۲،۴۳)

تصنیف و تالیف: علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اپنے کمال علم و فضل کی بنیاد پر ہر میدان کے شہسوار تھے، البتہ تصنیفی کام کے لیے ان کو پرسکون مواقع دستیاب نہ ہوئے، اس لیے اس باب میں زیادہ کام نہ کرسکے، پھر بھی حسب ضرورت متعدد عناوین پر مقالات اور مضامین نیز قرآن پاک کے پانچ پاروں کی بڑی جامع تفسیر تحریر کی، اس کا تاریخی نام ”احسن البیان تفسیر القرآن“ ۱۳۷۵ھ رکھا۔

ذوق شاعری: آپ کو شاعری کا بھی خاصا ذوق تھا، بے پناہ مصروفیت کے باوجود کبھی کبھار کلام منظوم کی طرف عنان التفات موڑتے تو غزل، منقبت، نعت، مناجات وغیرہ اصناف سخن میں بڑے دلکش اشعار کہتے، آپ کی نعتوں میں عشق رسول کے جلوے موجود ہوتے، درج ذیل اشعار نعت ان کے کمال فن پر روشن دلیل ہے۔

نبی ایسے ہیں بے شک معجزہ ہے بال بال ان کا
مگر ہے آیت کبریٰ لب شیریں مقال ان کا
عیاں ہے جسم نورانی پہ ایسے ایک خال ان کا
اذان فجر دینے کے لیے آیا بلال ان کا
ہے در ماندہ پر پرواز شاہین تخیل بھی
اٹھاتا ہے سر عرش بریں نقش نعال ان کا

وفات حسرت آیات: ۶ ربیع النور ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۸/اکتوبر ۱۹۸۹ء بروز بدھ بوقت فجر سانگلہ اسپتال پاکستان میں آپ کا وصال ہوا، جسد خاکی دارالعلوم امجدیہ کراچی چورنگی پر لایا گیا اور شہزادۂ قطب مدینہ علامہ فضل الرحمٰن مدنی کی اقتدا

میں نماز جنازہ ادا کی گئی، پھر دار العلوم امجدیہ کے احاطہ میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا، آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خلائق ہے۔

(۴) حضرت علامہ مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ

آپ صدر الشریعہ کے چوتھے نور عین تھے، صدر الشریعہ کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے، ابتدائی عربی، فارسی کی تعلیم گھر پہ ہوئی، پھر والد گرامی صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم سے آپ مبارکپور روانہ ہوئے، وہاں حضور حافظ ملت قدس سرہ اور دیگر اساتذۂ دار العلوم اشرفیہ سے معیاری تعلیم کا اکتساب فرمایا اور درجہ فضیلت کی دستار وسند سے نوازے گئے، مگر کرشمہ الٰہی یہ ہوا کہ ابھی آپ نے کہیں پڑھانے کا آغاز بھی نہ فرمایا تھا، فراغت کو چند ہی ماہ ہوئے تھے کہ قدرت کی طرف سے بلاوا آگیا اور جواں عمری ہی میں والد اہل خاندان کو مفارقت کا داغ دے کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون.

آپ کے وصال کا صدر الشریعہ علیہ الرحمہ پر اتنا اثر ہوا کہ کمر پکڑ کر اٹھنے لگے، آہستہ آہستہ بینائی بھی کمزور ہوگئی، لکھنے پڑھنے سے معذور ہوگئے، بس ذکر اللہ میں استغراق رکھنے لگے تھے۔

(۵) حضرت قاری رضاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہم

نام: رضاء المصطفیٰ قادری۔

ولادت: ۱۹۲۴ء۔

جائے پیدائش: اجمیر شریف، وہاں آپ کے والد ماجد صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مدرسہ معینیہ میں صدر المدرسین تھے۔

نشو ونما: آپ کی نشو ونما والد گرامی کی شفقتوں میں اجمیر شریف ہی کے اندر ہوئی، ابتدائی تعلیم فہم وشعور کی منزل کو پہنچے تو اپنے والد گرامی سے تسمیہ خوانی کی

اور مدرسہ معینیہ کے اندر ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی۔

درسِ نظامی: حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی اوران کے احباب کی دعوت پر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں علی گڑھ تشریف فرما ہوئے، ان کے ساتھ ہی حضرت قاری صاحب قبلہ بھی آئے اور درس نظامی اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے مکمل فرمائی، پھر ۱۹۵۰ء میں ایک سال مدرسہ اسلامیہ میرٹھ کے اندر حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے خصوصی طور پر درس حدیث لیا، اس طرح آپ حدیث میں مضبوط علم کے حامل ہو گئے۔

حفظ قرآن: آپ کے خاندان میں دس پشتوں سے مسلسل عالم وحکیم ہوتے آرہے ہیں، مگر کوئی حافظ نہ ہوا تھا، حضرت قاری رضاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ کو حضرت صدر الشریعہ نے حافظ بنایا تھا، آپ اپنے خانوادے میں سب سے پہلے حافظ ہوئے، اپنے حافظ ہونے کا داعیہ خود بیان فرماتے ہیں:

''جب میں نے تین چار پارے ناظرے پڑھ لیے تھے اور میرے اندر حفظ قرآن کا شوق ہوا، میں ابا جی سے زیادہ تو بول نہیں سکتا تھا، اما جی سے کہا کہ مدرسہ میں قرآن پڑھنے والوں کے دو وصف ہیں، ایک وہ جس میں بچے قرآن دیکھ کر پڑھتے ہیں اور دوسرے وہ جس میں چھت اور دیوار دیکھ کر پڑھتے ہیں، میں نے کہا کہ مجھے بھی آپ انھیں میں بیٹھادیں کہ میں بھی چھت اور دیوار دیکھ کر پڑھوں، اپنی کم سنی کی وجہ سے میں لفظ حفظ نہیں بول پا رہا تھا، بس شوق تھا کہ دوسرے بچوں کی طرح میں بھی چھت اور دیوار دیکھ کر پڑھوں، اس طرح میں نے حفظ شروع کیا اور مکمل کیا اور اپنے خاندان میں پہلا حافظ قرآن بنا، کیوں کہ میرے خاندان میں آٹھ دس پشتوں سے مولوی حکیم چلے آرہے تھے، کوئی حافظ نہیں تھا، ابا جی نے سب سے پہلے مجھ کو حافظ بنایا اور یہ بھی ان کا فیض ہی ہے کہ میرا حفظ قرآن پوری دنیا میں مشہور ہو گیا، میں نیو میمن مسجد میں تین رات شبینہ سناتا ہوں، جو

پوری دنیا میں ٹیلیویژن کے ذریعہ نشر ہوتا ہے اور پوری دنیا سے مبارکباد اور تعریف کے فون آتے ہیں''۔

(انٹرویو قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی ماہنامہ جام نور دہلی جنوری ۲۰۰۷ء ص ۴۱)

پاکستان میں قیام: ۱۹۵۰ء میں آپ نے اپنے برادر اکبر مفسر قرآن حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لیے پاکستان تشریف لے گئے، اس کے بعد متعدد بار آتے جاتے رہے، وہاں کی مسجدوں میں تراویح پڑھاتے، آپ کی حسن تجوید، خوش الحانی اور حسن خطابت کے سبب حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی اور چند جلیل القدر علما نے نیومیمن مسجد کراچی کے لیے بحیثیت خطیب و امام منتخب کر دیا، تو آپ ۵۶/۱۹۵۷ء سے مستقل پاکستان میں قیام پذیر ہو گئے۔

تعلیمی لیاقت: عالم، فاضل، حافظ، قاری عصر حاضر میں آپ پاکستان کے علما و قراء اور حفاظ میں نہایت اعلیٰ شان، امتیازی قدر رکھتے ہیں، مقبول عوام وخواص ہیں، مولائے کریم آپ کو تادیر قائم رکھے، اور آپ کا فیض عام و تام فرمائے، آمین۔

(۶) حضرت علامہ مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ

۱۳۵۷ھ ۱۴۱۹ھ

۱۹۴۲ء ۱۹۹۹ء

ولادت باسعادت: ۱۳۵۷ھ کو آپ کاشانۂ امجدی محلّہ کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع مئو یوپی میں پیدا ہوئے۔

اپنے والد گرامی فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ شاہ ابوالعلی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ اور مادر مشفقہ کی تربیت وعنایت کی چھاؤں میں پروان چڑھتے رہے، جب

آپ دس سال کے ہوئے تو پدری سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

ہوا یہ کہ ۲۰/شوال ۱۳۶۷ھ کو صدر الشریعہ قدس سرہ دوسرے حج کے لیے روانہ ہوئے ممبئی پہنچ کر طبیعت اس قدر ناساز ہوئی کہ ۲/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۶/ستمبر ۱۹۴۸ء کو ربانی جلووں میں روپوش ہوگئے، تو ماں نے اس کے بعد آپ کی تربیت و تعلیم پر توجہ فرمائی۔

تعلیم و تربیت: گھرانہ علمی تھا، اس لیے آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوگئی، ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم اپنے بڑے ماموں فیض العارفین علامہ غلام آسی اور چھوٹے ماموں قائد اہل سنت رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہما الرحمہ سے ناگپور میں حاصل کی، اور آخر الذکر سے فن مناظرہ بھی سیکھا، اور منتہی درجات کا علم جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے اندر حاصل کیا ۱۹۶۴ء میں دستار فضیلت و سند فراغت سے نوازے گئے، با استعداد عالم و فاضل ہو جانے کے بعد بھی طلب علم کی تڑپ اور باقی تھی، تو شہزادۂ مجدد اعظم حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ علم و ادب میں حاضر ہوئے، اور ان سے علم حدیث و تفسیر، علم تصوف و تکسیر حاصل کیا۔

اساتذۂ کرام: آپ کے ممتاز اور قابل ذکر اساتذہ یہ ہیں:

(۱) شبیہ غوث اعظم عارف باللہ حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہ بریلی شریف۔

(۲) جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ، سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی۔

(۳) سند العلما نائب حافظ ملت حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب قادری بلیاوی علیہ الرحمہ۔

(۴) فیض العارفین حضرت علامہ غلام آسی صاحب علیہ الرحمہ۔

(۵) رئیس القلم قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ الباری۔

(۱۴۲۵ھ ۲۰۰۲ء)

(۶) ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی۔

اخلاق وعادات: آپ نہایت منکسر، متواضع، مہمان نواز، علم دوست، پیکر حسن اخلاق متحمل بردبار تھے، علما سے محبت، بڑوں کی تعظیم، مشائخ سے نیازمندی، سادات کرام کی تعظیم وتوقیر، چھوٹوں پر شفقت آپ کی عادت کریمہ تھی، اساتذۂ کرام میں خصوصاً مفتی اعظم اور حافظ ملت سے عشق کی حد تک محبت رکھتے، صلہ رحمی، خوش اخلاقی آپ کی فطرت ثانیہ تھی، راست بازی، حق گوئی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، پابندی شرع امتیازی وصف تھا، احقاق حق ابطال باطل، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حب صحابہ واولیا رضوان اللہ علیہم آپ کو وراثت میں ملا تھا۔

بیعت وخلافت: شیخ الاسلام والمسلمین شہزادۂ مجدد اعظم حضور مفتی اعظم علامہ شاہ آل الرحمٰن ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی قدس سرہ کے دست پاک پر آپ بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہوئے پھر آپ کے حسن عمل اور تقوی وطہارت کی بنیاد پر شیخ کامل مرشد برحق نے خلافت واجازت سے آپ کو سرفراز فرمایا۔

تدریس: ۱۹۶۵ء سے آپ نے تدریس کا آغاز فرمایا مختلف مدارس میں خدمت انجام دی ۱۹۷۱ء میں محدث کبیر دام ظلہ نے دارالعلوم ضیاء الاسلام ہوڑا کلکتہ کو چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ مبارکپور تشریف فرما ہوگئے تو آپ ان کی جگہ پر صدرالمدرسین ومہتمم ہوگئے۔

اور اپنے آخری سانس تک یہیں بحیثیت مفتی وقاضی وصدر مدرس رہ کر اشاعت علم ومذہب، ترویج مسلک وملت کی گراں بہا خدمت انجام دیتے رہ گئے۔

افتا وقضا: دارالعلوم ضیاء الاسلام، محلہ تکیہ پاڑا، ہوڑا میں مسلسل پچیس سال

تک تحریراً، وتقریراً افتا کا کارنامہ انجام دیا ہزار ہا ہزار مسائل شرعیہ قلماً ولساناً بیان فرما کر اہل بنگال کو احکام اسلام سے واقف کرایا ان کی زندگی کے درپیش مسائل سلجھائے حضرت قائد اہل سنت رئیس القلم علامہ ارشد القادری اور علامہ عزیز اللہ مظہری علیہما الرحمہ کے ایماء وتحریک پر ۱۹۷۵ء میں ادارۂ شرعیہ بنگال کا قیام عمل میں آیا اسی کے زیر اہتمام دار القضا بھی قائم ہوا آپ اس کے قاضی منتخب ہوئے بڑی تن دہی اور لگن کے ساتھ اس کے فرائض انجام دیتے رہے زیرکی، ہوش مندی سے قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ کرتے۔

تقریر وتبلیغ: آپ نے اپنی پرتاثیر تقریروں کے ذریعہ صوبہ بنگال بالخصوص کلکتہ میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں علما وفضلا کی جماعت تیار کرنے کے ساتھ دعوت وتبلیغ وعظ وتقریر سے عوام الناس کو عظمت نبوی وعظمت صحابہ واولیا سے روشناس کرایا ہے، آپ کی یہ خدمات فراموش نہیں کی جاسکتی ہیں۔

تربیت اولاد: بچوں کی صحیح تربیت اور ان کی دینی تعلیم کا انتظام کرنا مذہب ومسلک کی عظیم خدمت ہے آپ نے اپنے بچوں کی مذہبی تعلیم کا بھرپور خیال فرمایا، چنانچہ آپ کے تین صاحب زادوں میں دو عالم وفاضل ہیں۔

(۱) مولوی صفاء المصطفیٰ صاحب امجدی۔

(۲) مولانا مفتی وفاء المصطفیٰ قادری امجدی ناظم اعلیٰ دار العلوم ضیاء الاسلام ہوڑا کلکتہ بنگال بلکہ آخر الذکر آپ کے علم وفضل کے جانشین ہیں آج آپ کے ہی عہدے پر دار العلوم ضیاء الاسلام میں قائم ہیں۔

(۳) اور ایک صاحب زادے بلال مصطفیٰ امجدی۔

(۴) ایک صاحب زادی سیما امجدی یہ بھی قدر ضرورت مسائل شرعیہ واحکام عملیہ سے آشنا ہیں، بلاشبہہ یہ آپ کے حسن تربیت وعنایت کا ثمرہ ہے۔

مناظرہ: دین کی عظیم ترین خدمت ہے مگر مناظرہ نہایت مشکل فن ہے اس

کے لیے مروجہ وغیر مروجہ بہت سارے علوم سے آگاہی لازم یوں ہی مناظرے کے آداب وشرائط سے واقفیت ضروری ہے حضرت علامہ مفتی ثناء المصطفیٰ صاحب امجدی علیہ الرحمہ فن مناظرہ میں دست گاہ کامل رکھتے تھے انہوں نے اس شعبے کے ذریعہ بھی روشن خدمات انجام دی ہیں، متعدد مناظروں میں حاضر ہوئے کسی میں معاون مناظر کسی میں صدر کسی میں مناظر کی حیثیت سے، چنانچہ مناظرۂ بنگال اور مناظرۂ اڑیسہ میں آپ صدر یوں ہی کھڑک پور مغربی بنگال کے ایک گاؤں دانتوں میں ہونے والے مناظرے میں بھی آپ صدر اور مفتی مطیع الرحمٰن مناظر تھے جھریا کے تاریخ ساز مناظرے میں بھی آپ کی شرکت قابل ذکر ہے۔

بیعت وارشاد: آپ کو ارادت اجازت وخلافت حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے حاصل تھی جیسا کہ گزرا لیکن آپ نے پیری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا اور نہ ہی آمدنی وکسب مال کا ذریعہ مگر سلسلہ ومسلک کی ترویج واشاعت کا یہ بھی اہم ذریعہ، ایمان وعقائد کی اصلاح کا وسیلہ بھی اس لیے جب کوئی آپ سے ارادت پر مصر ہوتا تو بیعت فرما لیتے اسی وجہ سے آپ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے آپ کی یہ خدمت بھی قابل قدر ہے۔

مسلکی خدمات: آپ کی پوری زندگی خدمت مسلک سے عبارت ہے اسی لیے جب بھی کہیں آپکو مسلکی کام کے لیے بلایا گیا آپ حاضر ہوئے مٹیا برج شیام لال لین کے اندر غالباً ۱۹۹۴ء میں دیوبندیوں نے اپنا ایک مدرسہ تعمیر کیا اور اس میں آئینۂ نماز کا درس شروع کر دیا اس میں لکھا تھا کہ عیدین کی نماز کے بعد معانقہ کرنا بدعت سیئہ ہے عوام میں اختلاف وانتشار پیدا ہوا معاملہ تھانے تک پہنچ گیا وہاں بحث کی نوبت آ گئی علما وعوام اہل سنت نے مفتی صاحب کو بلایا آپ وہاں حاضر ہوئے دیوبندی مولوی آپ سے ڈر گئے اور موقع پر حاضر نہ ہوئے رات گیارہ بجے تک آپ تھانے پر رہے پھر قوم کی مفاہمت فرما کر واپس آئے۔

سماجی خدمات: اصلاح معاشرہ کی تگ ودواور جدوجہد عظیم کار خیر ہے مفتی صاحب علیہ الرحمہ میں سماجی معاملات سدھارنے کا بھی ملکہ تھا اس کے لیے آپ نے علما کی حمایت ومعونت سے اصلاح معاشرہ نام سے تنظیم قائم فرمائی تھی جس کی تاحیات سرپرستی فرماتے رہے لوگوں کے خاندانی اختلافات، جائداد کے نزاعات رفع فرماتے پریشان حال مسلمانوں کو فی سبیل اللہ تعویذات دیتے۔

وصال پر ملال: اسلام کا یہ بطل جلیل صدرالشریعہ کا دلارا، حافظ ملت کا چہیتا، مفتی اعظم کا پیارا یکم ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۰ / مارچ ۱۹۹۹ء بروز سنیچر ساڑھے تین بجے شام کو اہل عالم کی نگاہوں سے روپوش ہوگیا محدث کبیر دام ظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۷) حضرت علامہ مفتی بہاءالمصطفیٰ قادری دام ظلہ

ولادت باسعادت: ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء

جائے ولادت: کاشانۂ امجدی محلہ کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع مئو

تعلیم وتربیت: حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے آپ کو تسمیہ کرایا پھر آپ کی والدہ مکرمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ نے قاعدہ اردو وغیرہ نہایت توجہ ولگن سے پڑھایا جب آپ اردو اور عربی اچھی طرح پڑھنے لگے تو درس نظامی شروع کیا والدہ مکرمہ کے حسب ارشاد حضور حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو دوسال ابتدائی درجات کی تکمیل کے لیے آپ کے برادر کبیر محدث کبیر علامہ ضیاءالمصطفیٰ قادری دام ظلہ کے ساتھ شمس العلوم گھوسی بھیج دیا منتہی اور معیاری درجات کے لیے پھر آپ جامعہ اشرفیہ حاضر ہوئے اور حضور حافظ ملت قدس سرہ کے زیر عنایت شعبان ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔

اساتذہ کرام: آپ کے قابل فخر اساتذہ یہ ہیں۔

(۱) استاذ العلماء جلالۃ العلم علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ۔

(۲) سند العلماء حضرت علامہ عبد الرؤف مصباحی بلیاوی قدس سرہ۔

(۳) صدر الفقہاء حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی اعظمی قدس سرہ۔

(۴) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہ۔

(۵) ممتاز الفقہاء محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ۔

علمی لیاقت: منشی، مولوی، عالم، فاضل، کہنہ مشق مفتی ہونے کے ساتھ آپ ماہر تدریس استاذ ہیں منقولات ومعقولات میں دستگاہ کامل کے حامل ہیں۔

بیعت وخلافت: عارف ربانی ،فقیہ لاثانی ،شبیہ غوث جیلانی مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی ،نوری بریلوی خلف صادق مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہما الرحمہ کے دست پاک پر آپ بیعت ہوئے اور ہمیشہ کے لیے خانوادۂ رضا کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا، الحمدللہ فروری ۱۹۶۸ء سے تاحال آپ اپنے مرشد کے شہر بریلی شریف ہی میں مقیم ہیں خانقاہ وخانوادۂ مرشد کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مسرت کی بات یہ ہے کہ پیر ومرشد نے بیعت فرمانے کے کچھ عرصہ بعد آپ کے حسن عمل وفور علم اور تقویٰ اور طہارت سے خوش ہو کر سلسلے کی اجازت وخلافت سے بھی شادکام فرمادیا اس طرح آپ علم شریعت وطریقت کے سنگم ہیں، درسگاہ کے عظیم مدرس بھی مسند ارشاد کے عظیم شیخ ہیں، مذہب ومسلک کے عظیم داعی بھی ،میدان خطابت کے عظیم شہسوار ہیں، ،بحر فقہ وافتا کے شناور بھی۔

تدریس: آپ نے تدریس کا آغاز اپنے مادر علمی جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے کیا ۱۹۶۸ء میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف سے آپ کو دعوت تدریس آئی آپ نے شیخ ومرشد کے قدموں میں رہنا معراج زندگی تصور کیا اس لیے بلاتا خیر حاضر ہو گئے چار سال بڑی جد وجہد، خلوص وللہیت کے ساتھ درس دیا پھر علامہ

ریحان رضا خاں قادری برکاتی بریلوی کے ایماودعوت پر دارالعلوم منظر اسلام میں منتقل ہوگئے اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ اسی میں علمی ضو پھیلاتے ہوئے گزاری اور ابھی آپ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف میں منصب شیخ الحدیث پر فائز ہیں فالحمدللہ علی ذلک۔

فقہی بصیرت: دیگر علوم وفنون کے ساتھ آپ کو فقہ سے بھی گہرا لگاؤ ہے بلکہ اس فن میں خاصی دسترس حاصل ہے، اسی لیے آپ اشرفیہ مبارکپور کے مجلس شرعی اور جامعۃ الرضا کے شرعی کونسل آف انڈیا کے فقہی سیمیناروں میں بطور خصوص، مدعو ہوتے ہیں، حسب وسعت ان مباحثوں میں حصہ لیتے ہیں۔

نشریاتی خدمت: مذہب ومسلک کی یہ بھی ایک اہم خدمت ہے کہ علمائے اہل سنت کی کتابیں طبع کرائی جائیں اور انھیں پھیلایا جائے تاکہ صحیح عقائد واعمال سے عوام واقف ہوں، آپ نے اسی مقصد کے لیے قادری کتاب گھر اشاعتی ادارہ قائم فرمایا اب اس سے آپ نے اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، صدرالشریعہ اور دیگر اکابر علما کی کتابیں طبع کرائی ہیں، خصوصیت کے ساتھ بہار شریعت جیسی عظیم وضخیم کتاب مکمل تصحیح کے ساتھ چھپا کر قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے۔

آپ کا مقصد زراندوزی کے بجائے خدمت دین ہے، اسی لیے آپ ہمیشہ قوم وملت کی ضرورت کی کتابیں شائع کرنے کی سعی جمیل کرتے ہیں، چنانچہ غیر مقلد وہابی کی بڑھتی تعداد امام اعظم اور دیگر ائمہ کے خلاف ان کی درازی دیکھی تو پریشان ہوئے اور ایسی کتاب کی تلاش شروع کردی جو غیر مقلدوں کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب ہو، بمصداق من جد وجد فقیہ اعظم حضرت علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ کی اس موضوع پر نہایت معرکۃ الآرا کتاب ''فقہ الفقیہ'' آپ کو دستیاب ہوگئی اس کو آپ نے اول فرصت میں طبع کرایا، اس کے آغاز میں رقم طراز ہیں:

''جماعت سلفی (غیر مقلدین) اکثر ائمہ اربعہ بالخصوص امام المسلمین سیدنا امام اعظم (فقہ حنفی) کے خلاف کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں، اہل حدیث کے بعض قلم کار تو اخلاقی حدود و قیود کو بھی پھاند جاتے ہیں، مدت دراز سے اس کے لیے میں کوشاں تھا کہ کوئی ایسی کتاب ہو جس میں سلفیوں کا دندان شکن جواب اور ان کی فقہی بصیرت اور عمل بالحدیث کی پول بھی طشت از بام کردی گئی ہو بحمدہ تعالیٰ تلاش بسیار کے بعد ایسی کتاب دستیاب ہوگئی، فقیہ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی نے قیام پاکستان سے قبل اہل سنت و جماعت، کی گراں قدر خدمات انجام دیں، جس کی استناد وثقاہت پر حضور صدر الشریعہ و صدر الافاضل کی تقریظات شاہد عدل ہیں، نبیرۂ فقیہ اعظم پاکستان کا ممنوع ہوں کہ انھوں نے ہمیں یہ تصنیف ارسال کی، قادری کتاب گھر بریلی شریف کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ ہندوستان میں پہلی بار طبع کرا کر احناف کے ان فرزندوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہے جو سیدنا امام اعظم کی تقلید کو سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں۔

ع............گل آورد سعدی سوئے دوستاں

(تقدیم بر فقہ الفقیہ ص ۱۴/۱، از مفتی بہاء المصطفیٰ قادری)

اسی طرح زراندوز بک سیلر بہار شریعت کو بیشمار اغلاط کے ساتھ شائع کر رہے تھے، بلکہ کچھ بد مذہب اعدائے دین، دیوبندی، وہابی تحریفیں کر کے پھیلا رہے تھے، اس پر صاحب تذکرہ ہی نے خصوصی توجہ فرمائی اور چند اہل بصیرت علما کے تعاون سے مکمل بہار شریعت کو اصلاح کے مراحل سے گزارا، انھیں کتابت کے ساتھ طبع کرایا آج ملک بیرون ملک میں آپ کی مطبوعہ بہار شریعت نگاہ قدر سے دیکھی جاتی ہے، یہ یقیناً آپ کا زریں کارنامہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے سارے دینی کارنامے قبول فرمائے اور طویل عمر سے نوازے، آمین، بجاہ النبی الامین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۸) حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری دام ظلہ

ولادت: جولائی ۱۹۴۳ء

جائے پیدائش: ریاست دادوں علی گڑھ

تربیت: اپنے والد حضرت صدر الشریعہ اور والدہ کریمہ کی خصوصی نگاہ التفات میں پروان چڑھ رہے تھے تقریباً چار سال ایک ماہ کے ہوئے تھے، والد ماجد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا تو والدہ، برادران کبار کے الطاف میں پھلے اور پھولے۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے اپنی ماں سے قاعدہ، عربی، اردو، فارسی، قرآن شریف ناظرہ پڑھا، پھر فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں، فارسی کی پہلی اور دوسری، القراءۃ الراشدۃ اول، آمد نامہ وغیرہ بھی پڑھے، نیز گلستاں، بوستاں، مولانا سعید احمد استاذ شمس العلوم گھوسی سے پڑھا۔

اعلیٰ تعلیم: آپ کی اعلیٰ تعلیم درج ذیل مدارس اسلامیہ میں ہوئی۔

(۱) جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ یوپی۔

(۲) دار العلوم شمس العلوم گھوسی مئو یوپی۔

(۳) جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس یوپی۔

فراغت: آپ نے عالمیت کی تکمیل کے بعد عربی تعلیم ترک کر کے عصری تعلیم انگریزی اور ہندی کی تحصیل شروع کر دی تھی، اس لیے دار العلوم شمس العلوم گھوسی میں تدریس کے زمانے میں جامعہ منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۹۷۸ء میں دستار و سند فضیلت حاصل کی۔

اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذۂ کرام یہ ہیں۔

(۱) آپ کی والدہ مکرمہ محترمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ۔

(۲) حضرت قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ۔

(۳) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ۔

(۴) حضرت مولانا سعید احمد صاحب سابق استاذ شمس العلوم گھوسی مئو۔

(۵) حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری۔

تدریس: آپ کی تدریسی خدمت کا آغاز ہاشمیہ ہائی اسکول ممبئی سے ہوتا ہے، وہاں آپ ۱۹۷۲ء میں ٹیچر مقرر ہوئے، چھ سال تک وہاں عربی، جغرافیہ اور انگلش پڑھایا، دینی و مذہبی علم کی تدریس کا آغاز اپنے مادر علمی شمس العلوم گھوسی سے کیا، اور آج تک اسی میں تعلیمی خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ متعدد فنون کا درس دیتے ہیں، منطق و فلسفہ، فقہ و حدیث سے آپ کا زیادہ لگاؤ ہے، آپ نے ان فنون میں کتاب و شرح بھی لکھی ہیں۔

تقریر و خطابت: آپ ایک ساحر البیان خطیب ہیں، عوام و خواص علما و عوام سبھی کے نزدیک آپ کی تقریر پسند کی جاتی ہے، ملک کے دور دراز مقامات کا سفر فرما کر دین و ملت کی خدمت، لوگوں کی ہدایت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف: آپ صاحب طرز قلم کار ہیں، درج ذیل کتب آپ کی نگارشات سے ہیں۔

(۱) ''تنویر الآثار'' منتخب احادیث کریمہ کا مجموعہ۔

(۲) ''تفہیم الکبریٰ'' شرح کبریٰ۔

(۳) ''تفہیمات'' شرح مرقات۔

بیعت و ارادت: جب آپ بہت ہی کم سن تھے، شیخ لاثانی شبیہ غوث جیلانی شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی قدس سرہ قادری منزل گھوسی تشریف فرما ہوئے، اسی وقت آپ کو سلسلہ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، نوریہ میں داخل فرما لیا تھا۔

خلافت واجازت: پیرومرشد کے نواسہ، قاضی القضاۃ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی بانی جامعۃ الرضا بریلی شریف سے آپ کو خلافت واجازت حاصل ہے، حسب وسعت ارشاد و ہدایت اور اشاعت سلسلہ و مسلک کا کام کررہے ہیں۔

ازدواج: دسمبر ۱۹۶۹ء میں آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد سے نوازا ہے، کل اولادیں دس ہیں، چار اولاد ذکور اور چھ اولاد اناث، انکے اسمائے عالیہ یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی زید مجدہ، آپ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کے باوقار استاذ ہونے کے ساتھ رسالہ سہ ماہی امجدیہ کے ایڈیٹر بھی ہیں ۲۰۰۷ء سے ۲۰۰۸ء کی اکائیوں میں امریکہ کا دورۂ دعوت و تبلیغ فرما کر وہاں رشد و ہدایت کے چراغ جلارہے ہیں۔

(۲) حضرت مولانا عرفان المصطفیٰ قادری ازہری جامعہ ازہر مصر سے فراغت کے بعد سے جامعہ امجدیہ گھوسی میں مصروف تدریس ہیں۔

(۳) حافظ وقاری مولانا ریحان المصطفیٰ قادری۔

(۴) جناب حسان المصطفیٰ قادری۔

(۵) عالمہ روبینہ امجدی۔

(۶) عالمہ شبینہ امجدی۔

(۷) عالمہ صوفیہ امجدی۔

(۸) عالمہ ام سلیم امجدی۔

(۹) عالمہ ام رمان امجدی۔

(۱۰) عالمہ ام الخیر امجدی۔

واضح رہے کہ عالمہ روبینہ امجدی اور عالمہ شبینہ امجدی، کلیۃ البنات الامجدیہ

میں تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

اخلاق و اطوار: آپ نفیس طبیعت کے مالک متواضع منکسر ہیں، مہمان نوازی، حلم و بردباری، خرد نوازی، ملنساری، صلح پسندی، علم دوستی، آپ کے امتیازات ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر قائم و دائم رکھے، آمین۔

(۹) محترمہ عزیزہ خاتون عرف بنو علیہا الرحمہ

محترمہ عزیزہ خاتون صاحبہ صدر الشریعہ کی بڑی صاحبزادی تھیں اس لیے صدر الشریعہ ان سے بڑا لاڈ اور پیار فرماتے رہے، اس کے علاوہ یہ بھی وجہ تھی کہ پیدائش ہی کے وقت ماں کا انتقال ہوگیا تھا تو ان کی مکمل پرورش صدر الشریعہ ہی نے فرمائی تھی، صدر الشریعہ کی اسلامیانہ تربیت کا ان پر گہرا اثر تھا، بچپن سے ہی نہایت نیک پارسا عامل بالشرع پابند صوم وصلوٰۃ تھیں، ابھی شباب کی دہلیز پر قدم رکھا تھا شادی بھی نہ ہوئی تھی کہ دادوں علی گڑھ میں قیام کے دوران سخت بیمار ہوئیں اور اللہ کو پیاری ہوگئیں، مگر آپ کی موت خود حضرت صدر الشریعہ کے نزدیک قابل فخر و رشک ہوئی، حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ کے قلم سے آپ کے وصال کی تفصیل ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں، واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ:

”حضرت مولانا (صدر الشریعہ) کی بنو مرحومہ سے قبل کوئی صاحبزادی نہ تھی، اس لیے آپ (صدر الشریعہ) کو اس بچی کے ساتھ بے حد محبت تھی اور اس لیے بھی کہ یہ بے ماں کی بچی تھی، اس کی والدہ حیات نہ تھیں، یہ صاحبزادی دادوں میں بیمار ہوئیں، مرض نے طوالت اختیار کی، متعدد حکما کا علاج ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، صحت وافاقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، ایک دن بعد نماز فجر حضرت مولانا نے قرآن خوانی کے لیے طلبہ وحاضرین کو روکا، بعد ختم قرآن مجید

آپ نے مجلس کو خطاب فرمایا کہ بنو کی علالت طویل ہوگئی ہے، کوئی علاج کارگر نہیں اور فائدہ کی کوئی صورت نہیں نکل رہی ہے، آج شب میں میں نے خواب دیکھا کہ سرور کونین رحمت عالم روحی فدا گھر میں تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ بنو کو لینے آئے ہیں، سید الانام حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھنا بھی حقیقت میں بلاشبہ آپ ہی کو دیکھنا ہے، اس لیے یہ یقین ہے کہ بنو کی دنیاوی زندگی اب پوری ہوچکی ہے، اور اب اس جہان فانی سے وہ رخصت ہونے والی ہے، مگر وہ بڑی ہی خوش نصیب ہے کہ اسے آقا و مولیٰ رحمت عالم محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لینے کے لیے تشریف لائے اور میں نے خوشی سے آپ کے سپرد کیا اور اجازت دی دعا کے بعد مجلس قرآن خوانی ختم ہوگئی، غالباً اسی دن یا دوسرے دن بنو کا انتقال ہوگیا، اور صدر الشریعہ کی یہ لاڈلی پیاری، پاکباز اور مقدس بیٹی آپ سے جدا ہوگئی، تسلیم و رضا کی منزل میں عظیم صبر و استقامت کے ساتھ آپ نے قضائے الٰہی کو قبول فرمایا، صد ہزار رحمتیں ہوں آپ کی روح پر، آمین''۔ (صدر الشریعہ نمبر ص ۹۰)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عزیزہ خاتون صاحبہ اپنے حسن عمل، عفت و پاکبازی، بلند کرداری، خوش روی کے سبب سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ خدائے پاک عزوجل کے نزدیک بھی ایک پسندیدہ بندی تھیں ان کی زندگی کی تفصیلی حالات حصول زدسترس سے باہر ہے، اسی لیے مذکورہ بالا سطور پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱۰) محترمہ عالمہ سعیدہ خاتون صاحبہ علیہا الرحمہ

آپ باقاعدہ عالمہ تھیں، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جلالین شریف تک خود پڑھایا تھا، فہم وذکاوت، استعداد و صلاحیت میں پختہ تھیں، نماز و روزہ کی

پابند، نیک سعادت اطوار تھیں، حضرت مولانا عبدالشکور مصباحی اعظمی سے آپ کی شادی ہوئی تھی، آپ کے بطن سے چار اولاد ہوئی۔

(۱) حضرت مولانا حافظ محمود اختر قادری۔

(۲) عالی وقار نعیم اختر صاحب۔

(۳) عالی جناب سعید اختر صاحب۔

(۴) محترمہ انجم افشاں صاحبہ۔

یہ بچے چھوٹے ہی تھے کہ آپ مبتلائے علالت ہوکر فردوس آشیاں ہوگئیں، آپ کی قبر مزار صدرالشریعہ کے احاطہ کے باہر جانب شمال کونے پر ہے، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

(۱۱) محترمہ عالمہ عائشہ خاتون صاحبہ دام ظلہا

ولادت: ۱۹۳۵ء۔

جائے ولادت: مرکز عقیدت بریلی شریف، چوں کہ ۱۹۳۵ء میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ بریلی شریف کے اندر مع اہل وعیال رہائش پذیر تھے۔

تعلیم وتربیت: محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ نے اپنی والدہ مکرمہ، محترمہ ہاجرہ علیہا الرحمہ سے بسم اللہ خوانی کی انھیں سے قاعدہ بغدادی، اردو وغیرہ پڑھی، اور فارسی کی پہلی پدر بزرگوار حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے پڑھی، جبکہ گلستاں، بوستاں اپنے بڑے والد حکیم احمد علی مرحوم سے پڑھی، اس کے بعد آپ کا سلسلۂ تعلم بند ہوگیا، البتہ تلاوت قرآن کے ساتھ ترجمہ کنزالایمان کا مطالعہ کرنا آپ کی عادت مستمرہ رہی، جس کے سبب عربی سیکھنے کا شوق برپا ہوا، اور ابتدائی عربی اپنے گھر ہی پر سیکھنا شروع کردیا، چوں کہ آپ کا پورا خانوادہ پشتہا پشت سے علم دین کا سرچشمہ، ماحول ومعاشرہ بھی مذہبی اور علمی تھا اور ہے، سارے بھائی عالم وفاضل

ہیں، بالآخر اپنے بھائی مولانا فداء المصطفیٰ صاحب قبلہ کی مدد سے عربی سیکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

مدرسۃ البنات شمس العلوم گھوسی میں تقرر: حسن اتفاق ۱۹۷۳ء میں دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی شعبۂ نسواں مدرسۃ البنات قائم ہوا، اس میں بحیثیت معلّمہ آپ کا تقرر رہا، عربی اور فارسی پڑھانا معمول بن گیا، نیز اس دوران عربی، فارسی الہ آباد بورڈ سے منشی، مولوی، عالم وغیرہ کا امتحان بھی دیا، غرض عرصۂ دراز تک عربی و فارسی سے شغل ہونے کے سبب ایک بے مثال عالمہ ہوگئیں، آج دنیائے سنیت کی ممتاز ترین دانش گاہ کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی میں معلّمہ اور شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز ہیں، آپ کی تدریس سے سیکڑوں دختران اسلام علم و ادب کی دولت سے سرفراز ہوکر ملک و بیرون ملک میں دین و سنیت کی خدمات میں مصروف ہیں۔

اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ حضرت صدر الشریعہ کی شہزادیوں میں آپ تنہا ہیں، جنھوں نے دینی تعلیم و تربیت، مذہبی تہذیب و ثقیف کے میدان میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، بلکہ عصر حاضر میں آپ ان تمام خواتین اسلام کی سپہ سالار ہیں جو آج نشر علم، ترجمانی مسلک، اشاعت دین، خدمت حق، معلمات کی ٹیمیں تیار کرنے میں سرگرم عمل ہیں، غرض محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ شیخ الحدیث کلیۃ البنات الامجدیہ اپنے والد کی علمی یادگار اور اپنی مادر مشفقہ کی روحانی مسرتوں کا سامان ہیں۔

مولائے کریم ان کا سایہ دراز فرمائے اور ان کا فیضان علمی عام و تام کرے، آمین۔

ازدواج: آپ کی شادی شیخ العلما علامہ غلام جیلانی قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت مولانا غلام ربانی فائق اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی سے ہوئی تھی، ان کا انتقال ہوگیا، وہ بڑے خلیق، خوش مزاج، نیک،

تقویٰ شعار، سادہ لوح ہونے کے ساتھ علم وفضل کے کوہ گراں تھے، محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ نے ایک اطاعت شعار، حق شناس، فرض آشنا بیوی ہونے کی حیثیت سے اپنے شوہر کی اچھی خدمت کی، ان کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزاری، رب قدیر عزاسمہ کے فضل وکرم سے آپ صالح اولاد سے بہرہ ور ہیں، دو اولاد ذکور اور چار اولاد اناث ہیں، اولاد ذکور۔(۱) مولانا فضل معین، مقیم پاکستان۔(۲) مولانا نورانی قادری گھوسی۔

آپ کی تمام اولاد علم دین سے آراستہ ہیں، فالحمدللہ۔

خدمت والدین: محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ اپنے والدین کی پوری حیات تک خدمت گزار، فرماں بردار، اطاعت شعار رہیں، خدمت میں نہایت چاق و چوبند رہنے کے سبب والدین کی نگاہوں میں بہت عزیز تھیں، صدرالشریعہ جب گھر پہ تشریف فرما ہوتے تو مہمانوں کی کثرت، علما کی آمد رہتی، ان کے لیے کھانے کی تیاری، چائے اور دیگر ضیافت کی اشیا کے انتظام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہیں، خصوصاً صدرالشریعہ کے لیے پان لگانے، حقہ تیار کرنے کی خدمت آپ ہی کے حوالے تھی۔

آپ خود فرماتی ہیں:

”خاص طور پر کھانا کھلانے اور پان لگا کر دینے کی ذمہ داری میری رہتی تھی“

(روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور کا ضمیمہ صدرالشریعہ ص ۶)

اس سے واضح ہے کہ آپ ایک نیک خاتون اور باعمل عالمہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید خدمت دین وسنیت کے مواقع عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

تأثراتِ علمائے اسلام

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ

''میرا یہ بچہ (محدث کبیر) آئندہ بہت بڑا عالم ہوگا''۔

(حیات حافظ ملت ص ۱۶۵)

استاذ العلما، جلالۃ العلم

حافظ ملت علامہ عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی

ایک بار مولانا سید عبدالحق اعظمی علیہ الرحمہ سے محدث کبیر کی ذہانت کو سراہتے ہوئے فرمایا ''انہیں تنہا امور عامہ پڑھانے میں اتنی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ سو طلبہ بھی ہوتے تو وہ خوشی نہ ہوتی'' (حیات حافظ ملت ص ۱۶۵)

اکثر حافظ ملت فرمایا کرتے تھے ''میں نے جو کچھ بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفیٰ کو دے دیا'' (حیات حافظ ملت ص ۱۶۵)

اشرفیہ میں تقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''میں مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اپنی جگہ مقرر کرتا ہوں اور آج سے یہی میری ساری کتابوں کا درس دیں گے (سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۵)

ایک بار فرمایا۔ ''میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اشرفیہ کے لیے بلایا ہے ان کی تنخواہ میں زیادہ اضافہ تو نہیں البتہ اپنی تنخواہ دے کر ان کی تنخواہ میں اضافہ کرسکتا ہوں لیکن ان کو یہاں سے جانا نہیں ہے۔

اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ''میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کو اپنی جگہ پر رکھا

ہے" اور یہ بھی فرماتے کہ جتنے امور مجھ سے متعلق ہیں وہ سب میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کے سپرد کردیئے (سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۶)

محدث کبیر فرماتے ہیں:

"مجھے اکثر (حافظ ملت) تنبیہ فرماتے، سنو! اگر علم شربت کی طرح پلانے کا ہوتا تو اس کا گلاس سب سے پہلے میں تم کو دیتا"۔

محدث کبیر جامعہ اشرفیہ بغرض تدریس مبارکپور حاضر ہوئے تو ایک صاحب نے کہا کہ فی الحال ان کو کسی اور ادارے میں بھیج دیا جائے، حافظ ملت نے پرجلال انداز میں فرمایا:

"کیا کہا آپ نے؟ ضیاء المصطفیٰ کو میں نے اشرفیہ کے لیے بلایا ہے وہ یہیں رہیں گے کسی کی مخالفت سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا وہ بڑھتے رہیں گے"۔

الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی کے جشن تاسیس کے موقع پر حافظ ملت نے ابنائے قدیم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آج تک میں نے کوئی کاغذی اخبار واشتہار تو شائع نہیں کیا (مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا البتہ یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندۂ جاوید اخبارات واشتہارات جنھیں ہم نے بڑے اہتمام کے ساتھ خون جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے کاغذی اخبارات واشتہارات پڑھ کر ردی کی ٹوکریوں میں یا گندی نالیوں میں ڈال دیے جاتے یا پھاڑ کر راستوں میں بکھیر دیے جاتے ہیں قدموں کے تلے آکر پامال ہوجاتے ہیں لیکن یہ وہ اخبارات واشتہارات ہیں جو نہ کسی کے پھاڑنے سے پھٹ سکتے ہیں نہ راہوں میں ڈالے جاسکتے ہیں اور نہ بادوباراں کی یورشوں سے معدوم ہوسکتے ہیں، عام کاغذی اخبارات واشتہارات اپنے عارضی وجود کے ساتھ وقتی افادیت ہی کے حامل ہوتے ہیں لیکن یہ میرے شائع کردہ اخبارات

واشتہارات تو اپنے قیمتی وجود سے اور پھر اپنے تلامذہ کے تسلسل وتوسط سے رہتی دنیا تک خلق خدا کے لیے صحیح معلومات کا ذریعہ اور رشد وہدایت کا وسیلہ بنے رہیں گے، فالحمدللہ علی ذالک"۔

(حافظ ملت نمبر ص ۲۱۰/روایت ڈاکٹر شکیل اعظمی گھوسی مئو)

تلمیذ صدرالشریعہ محدث اعظم پاکستان

علامہ سردار احمد گورداسپوری علیہ الرحمہ

محدث اعظم نے اپنے متعدد خطوط میں محدث کبیر کی ذہانت کو سراہتے ہوئے کہا "عزیزم ضیاءالمصطفیٰ صاحب بہت ذہین ہیں" (روایت علامہ حسن علی میلسی دام ظلہ)

تلمیذ صدرالشریعہ، رئیس اڑیسہ

مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی علیہ الرحمہ

صدرالشریعہ مفتی امجد علی صاحب نے خلافت وغیرہ جو کچھ مجھے عطا کیا وہ سب میں نے ان کے صاحبزادے (ضیاءالمصطفیٰ) کو دیا۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف اگست ۲۰۰۵ء جمادی الثانی ورجب ۱۴۲۶ھ ص ۶۳)

(بحوالہ سہ ماہی امجدیہ گھوسی اپریل تا جون ۲۰۰۵ء ص ۴۹)

بجرڈیہہ بنارس میں مشہور غیر مقلد مولوی صفی الرحمٰن مبارک پوری سے مناظرہ کے لیے مجاہد ملت نے محدث کبیر کا انتخاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"آج میں اپنے مذہب کی نمائندگی کے لیے ایک ایسے کم عمر عالم کو مناظر منتخب کرتا ہوں جو جملہ علوم وفنون پر مہارت تامہ خصوصا احادیث پر دستگاہ رکھتا ہے" یعنی محدث کبیر علامہ ضیاءالمصطفیٰ قادری اس پر بعض اکابر نے مزاحمت کی تو مجاہد ملت نے محدث کبیر کی علمی پختگی پر اعتماد واطمینان ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا

''میں جانتا ہوں کہ یہ (علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری) کیا ہیں؟ انشاء اللہ ان کے ذریعہ مناظرہ کامیاب ہوگا'' اور وہی ہوا، فالحمدللہ۔

(روایت مفتی جمال مصطفیٰ قادری دام فضلہ)

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

بانی جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

حضرت موصوف (محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری) حدیث وفقہ میں اپنے عظیم المرتبت باپ کی قابل فخر یادگار ہیں، سند کے ساتھ صحیحین کی سیکڑوں حدیثیں انھیں از بر یاد ہیں، اس وقت اپنے معاصرین میں علمی تبحر، قوت حافظہ، نکتہ رسی، علم وفن کی جامعیت، درس وتدریس اور خطابت ومناظرہ میں وہ اپنا ہمسر نہیں رکھتے، اب تک ہزار علما ان کی درس گاہ سے سند فراغت حاصل کر چکے ہیں، آج کل وہ ترمذی شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، خدائے قدیر اس سلسلے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

(مقدمہ برضیاء النحوص ۴ راز: مولانا عطاء المصطفیٰ محررہ ۱۵ ر ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ)

تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ

محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی

بانی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی

علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب اس زمانے میں مسلک اعلیٰ حضرت کے اہم نقیب ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے والے ہیں۔

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ص ۶۷)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

سابق صدر شعبۂ افتاو ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

''محدث کبیر کا علم حدیث میں کوئی مقابل نہیں، وہ تمام علوم و فنون میں یکتائے روزگار بلکہ منفرد حیثیت کے حامل ہیں''۔

(روایت: حضرت مولانا فخر الدین نظامی صاحب سابق صدر المدرسین فیض العلوم محمد آباد مئو)

قاضی شریعت حضرت مولانا محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ

سابق ناظم تعلیمات دار العلوم اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ

''فی زماننا علامہ (ضیاء المصطفیٰ) کا ہم مثل ملنا ناممکن ہے''۔

(روایت: حضرت مولانا فخر الدین نظامی صاحب سابق صدر المدرسین فیض العلوم محمد آباد مئو)

خطیب یورپ و ایشیا حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی

لندن میں عرس صدر الشریعہ و حضرت نورانی بابا علیہما الرحمہ میں خطاب کے دوران علامہ نے فرمایا:

''برصغیر میں حضور صدر الشریعہ واحد وہ عالم ہیں جن کے بچے، بچیاں عالم اور عالمات ہوئی ہیں، ان میں موجودہ عصر میں حضور محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ، مظہر صدر الشریعہ ہیں''۔

(سہ ماہی امجدیہ جنوری تا مارچ ۲۰۱۰ء ص ۶۶)

خطیب البراہین حضرت علامہ

صوفی نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

شیخ الحدیث دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر یوپی

شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب ایک زبردست علم و فضل والے، مبلغ اسلام وسنیت ہیں، آپ درحقیقت اپنے والد بزرگوار فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے علوم کے سچے وارث ہیں۔

جامع معقول ومنقول علامہ نصیر الدین صاحب قبلہ عزیزی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۲۰۰۳ء میں محدث کبیر اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کو الوداع کہنے کے لیے حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری مولانا جمال مصطفیٰ قادری حضرت حافظ سمیع اللہ امجدی اور راقم سطور نیز کچھ افراد گھوسی سے بنارس تک گئے۔

مبارکپور سے استاذ گرامی حضرت علامہ نصیر الدین صاحب قبلہ جو جامعہ اشرفیہ کے سینئر استاذ، معقولات کے ماہر، ایک عظیم ادارہ کے بانی و مہتمم، سلسلۂ عزیزیہ کے بڑے مبلغ اور پیر ہیں، براہ راست محض محدث کبیر کی زیارت کے لیے بنارس ریلوے اسٹیشن تشریف لائے اور ایسی عقیدت ومحبت، اکرام واحترام کے ساتھ محدث کبیر سے ملاقات کرتے ہوئے دست بوسی وقدم بوسی فرمائی کہ محدث کبیر کی زبان سے بے ساختہ نکلا ارے آپ کیا کر رہے ہیں؟ علامہ نصیر الدین عزیزی دام ظلہ نے جواباً فرمایا کہ ”حضور آج ہم اہل سنت و جماعت کے لیے آپ سے بڑھ کر نعمت کیا ہے؟“۔

آج بھی محدث کبیر اور نصیر ملت دام ظلہما میں ربط وتعلق کا سلسلہ حسب سابق استوار ہے فالحمد للہ علی ذالک۔

رئیس التحریر علامہ یٰسین اختر مصباحی دام فضلہ

بانی دار القلم دہلی

صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے حالات سے واقف، انھیں دیکھنے والے اور ان کا فیضان حاصل کرنے والے علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ صدر الشریعہ کے شاگرد ہندوستان کے اندر حافظ ملت اور پاکستان کے اندر محدث اعظم پاکستان سب سے زیادہ فیضان رساں شاگرد ہوئے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہندو پاک کے اندر جو مدارس اہل سنت ہیں ان میں علمی فیضان جو جاری ہے وہ دبستان امجدی کا فیض جاری ہے اور لگ بھگ ستر، اسّی (۸۰/۷۰) فیصد حصہ اسی فیضان امجدی کا ہے جن کے عرس میں ہم اور آپ یہاں حاضر ہوئے ہیں اور ان کے صاحبزادۂ عظیم المرتبت فرزند ارجمند محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری جو رونق اسٹیج ہیں، جن کی زیارت سے ہم اور آپ مستفید ہو رہے ہیں۔ وہ علمی طور پر صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے آئینہ ہیں، ان کے آئینے کے اندر صدر الشریعہ کے علم وفن کا اچھی طرح مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، محدث کبیر کا علم اور استحضار علم میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پورے ہندو پاک کے اندر نہایت ممتاز ونہایت نمایاں ہے، اس موقعہ پر مجھے ایک بات یاد آئی جو محدث کبیر نے تقریباً پچیس برس پہلے اشرفیہ مبارکپور میں مجھ سے اور مولانا افتخار احمد قادری سے کہی تھی۔ بات چل رہی تھی حدیث اور شرح حدیث کی، ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں ترمذی

شریف کی شرح لکھ دوں تو انور شاہ کشمیری غبار راہ ہو جائے۔

یہ آج سے پچیس سال پہلے کی بات ہے، درمیان میں میں نے سنا، آپ ترمذی شریف کی شرح کا کام شروع کر رہے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ وہ کام کہاں تک پہنچا، اللہ کرے کہ یہ کام جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے اور اہل سنت کا سر بلند ہو سکے۔

مبلغ دعوت اسلامی علامہ عبدالمبین نعمانی قادری

مہتمم دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ مئو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں فضائل وکمالات سے سرفراز فرمایا ہے، میں نے علامہ کو درس گاہ میں بھی دیکھا ہے، اور مناظرہ گاہ میں بھی اور جلسہ گاہ میں تو لوگ دیکھتے ہی رہتے ہیں، سچ پوچھئے تو حضرت علامہ ہر میدان کے شہسوار ہیں، اہل علم، حدیث میں آپ کی مہارت وکمال کے معترف ہیں تو اہل فقہ وفتویٰ آپ کے تفقہ فی الدین کے قائل ہیں، اس پیرانہ سالی میں دین اور مسلک حق کے فروغ واستحکام کے لیے ہر وقت متحرک وفعال اور ملک وبیرون ملک سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا یہ اس عہد میں حضرت علامہ ہی کا خاصہ ہے، تصلب فی الدین میں بھی آپ منفرد ویکتا ہیں، مداہنت فی الدین تو جانتے ہی نہیں، حضرت علامہ کی دینی خدمات میں سرفہرست آپ کی تدریسی خدمات ہیں، ذی علم افراد کی کھیپ پیدا کرنے میں آپ نے

نمایاں کردار ادا کیا ہے، اس معاملے میں بھی آپ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے سچے جانشین ہیں، اس کے بعد حضرت علامہ کی سب سے اہم دینی خدمت دار العلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ بنگال، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی کا قیام ہے، سنگِ بنیاد کے اعتبار سے تو حضرت علامہ نے بیشمار مدارس کی بنیاد ڈالی ہے، لیکن ان دونوں مدارس کے قیام میں آپ کا کردار کلیدی اور بنیادی ہے، آپ کی یہ خدمت دین پاک کی بقا و تحفظ کے لیے نہایت اہمیت کی حامل ہے، ضرورت ہے کہ آپ کے درس حدیث کو محفوظ کیا جائے، اور آپ کے خطبات کو نقل کر کے عام کیا جائے اور دینی اسفار کی تفصیلات قلم بند کی جائیں، تا کہ آپ کی حیات و خدمات کے اہم گوشے محفوظ ہو جائیں اور انھیں بآسانی منصۂ شہود پر لایا جا سکے، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت کی عمر دراز فرمائے، بیش از بیش دینی خدمات کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و آلہ و صحبہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

مفتی نظام الدین صاحب

صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور

انھوں نے مجلس شرعی کے فقہی سیمینار میں تمام مندوبین و علما و اساتذہ اشرفیہ کے سامنے بارہا کہا:

''محدث کبیر مسائل شرعیہ کی تنقیح کے بادشاہ ہیں''۔

(روایت مولانا جمال مصطفیٰ قادری)

امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ

''اس وقت معاصرین میں خصوصاً فن حدیث مع اسماء الرجال اور عموماً جملہ علوم میں آپ کا ہم پایہ ملنا دشوار ترین ہے''۔ (روایت مولانا جمال مصطفیٰ قادری)

حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمہ

مفتی اعظم راجستھان وشیخ الحدیث دار العلوم اسحاقیہ جودھپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد !

ملت اسلامیہ کے ہر دور میں کچھ ایسے متبحر علما گزرے ہیں جو اپنی خداداد علم سے اسلام کی تبلیغ اور اس کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے، اور حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ائمۂ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے جادۂ مستقیم پر گامزن ہو کر شب و روز دین متین کی خدمت میں مصروف عمل رہے، اسی مقصد و مبارک گروہ کے ایک عظیم الشان فرد، اس دور میں عالم اسلام کے عظیم محدث عبقری فقیہ محدث کبیر حضرت علامہ شاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری ہیں، جو بلا شک و ریب جماعت اہل سنت کے ایک عظیم سرمایۂ افتخار ہیں، آپ پر اللہ پاک کا یہ فضل عمیم اور اس کے محبوب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم عمیم ہے، پھر آپ کے والد ماجد فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری برکاتی رضوی قدس سرہ السامی، اور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کا خصوصی علمی و روحانی فیضان ہے کہ حضرت محدث کبیر درس و تدریس، تقریر و خطابت، تبلیغ و ارشاد اور افتا و مناظرہ، اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں، ہر طرح سے آپ اہل سنت و جماعت کی ایک اہم و عظیم علمی فقہی شخصیت ہیں، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، بحث و مناظرہ اور دیگر تمام علوم و فنون اسلامیہ و فنون مروجہ کے ایک زبردست ممتاز عالم دین ہیں، مسائل کلامیہ و فقہیہ پر گہری نظر و بصیرت رکھتے ہیں، میدان درس

وتدریس و خطابت کے شہ سوار ہیں، احادیث کریمہ سے استنباط مسائل و استخراج احکام میں عصر حاضر میں ممتاز شخصیت کے مالک ہیں، علمائے کرام مفتیان عظام نہایت دقیق ولا ینحل مسائل میں حضرت محدث کبیر سے استفادہ و استفاضہ کرتے رہتے ہیں، اور کثیر التعداد علما، فقہا آپ سے اپنی علمی وفقہی پیاس بجھاتے ہیں، آپ کی زندگی درس وتدریس، افتاو مناظرہ، ارشاد وتبلیغ واشاعت دین متین کے لیے وقف ہے، اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی عمر کو دراز سے دراز تر فرمائے، آپ کو دونوں جہاں میں بلند سے بلند ترقیاں عطا فرمائے، آپ کے علمی وفقہی فیوضات و برکات سے جہان سنیت کو روشن ومنور فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وآلہ افضل الصلات واکمل التحیات۔ (۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی

استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو

ممتاز الفقہا، محدث کبیر حضرت علامہ الحاج ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی دور حاضر کے بلند پایہ متبحر عالم، بالغ نظر فقیہ، مایہ ناز محدث، بے دار مغز دانشور، نکتہ سنج خطیب، فخر روزگار مدرس ومناظر ہیں، آپ کے تعلیمی، تبلیغی، تدریسی کارنامے تقریباً ساٹھ سالہ دور کا احاطہ کرتے ہیں، آپ کے چشمۂ علم علوم نبویہ کے ہزاروں جرعہ خواروں نے فیض پایا، جو ہند و بیرون ہند درس و افتا اور تبلیغ اشاعت دین کا مہتم بالشان فریضہ انجام دے رہے ہیں، علمی کمالات کے علاوہ حضرت حسن تدبیر، فکر صائب، قوت ارادی، عزم راسخ کے پیکر ہیں، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کی اصابت رائے اولوالعزمی، مآل اندیشی، جذبۂ ایثار واخلاص اور بے لوث دینی خدمات کا

روشن آئینہ ہے، اس مقتدر درس گاہ نے قلیل مدت میں ملک و بیرون ملک میں اپنی اہم شناخت قائم کر لی ہے، اور علمی، دینی حلقوں میں وقار و اعتماد حاصل کر چکی ہے۔

حضرت علامہ رضوان احمد صاحب قبلہ شریفی دام ظلہ العالی

استاذ جامعہ شمس العلوم و ناظم اعلیٰ الجامعۃ البرکاتیہ برکات نگر گھوسی

مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان و پاسبان محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مدظلہ العالی مروجہ تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ بالخصوص علم حدیث میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، محدث کبیر جیسے خطابات کے یقیناً مستحق ہیں، آپ کی علمی جلالت ہر ایک کے نزدیک مسلم ہے، ما وشما کا کیا شمار؟ اکابر نے آپ کی علمی لیاقت کی بارہا تعریف کی ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جامعہ فاروقیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ختم بخاری شریف کے لیے آپ کا انتخاب ہوا، اسٹیج پر علما و مشائخ موجود تھے، بالخصوص شمس العلما حضور قاضی شمس الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان بھی تشریف فرما تھے، آپ کی عالمانہ تقریر سن کر پورا مجمع جھوم گیا، اور حضرت شمس العلما علیہ الرحمہ کا حال یہ تھا کہ آپکی بانچھیں کھل گئیں اور بہت زیادہ داد و تحسین اور دعائیہ کلمات سے نوازا، رب قدیر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے، آمین بجاہ حبیبک الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین۔

(محررہ ۱۸ ؍ رجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۲ ؍ جولائی ۲۰۰۸ء)

ادیب شہیر علامہ شمس الہدیٰ صاحب قبلہ

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

محدث کبیر ایک ہمہ گیر شخصیت ہیں، ان کی صدارت میں ایک علمی دبدبہ تھا، اور طلبہ کی ڈسپلین کا معاملہ بہت اچھا تھا، محنت سے پڑھانے والے اساتذہ کا گاہے گاہے ذکر اور ان کی حوصلہ افزائی بھی کرنا ان کا طریقہ تھا، اور حضور حافظ ملت سے ان کو والہانہ جذبہ عقیدت و محبت ہے، جو کم لوگوں میں نظر آتا ہے، اشرفیہ کے بہت سے آڑے موقع پر اس کے تحفظ کے لیے جد و جہد کرنا ان کا شیوہ رہا ہے، اور درس بخاری شریف میں تلامذہ بہر حال ایک محدثانہ شان دیکھتے تھے، اشرفیہ کے کاموں کے لیے اوقات درس کے علاوہ بھی وقت دینے میں دریغ نہیں فرماتے تھے اور اسٹاف میں کوئی بیمار ہو یا تکلیف میں مبتلا ہوتو اس کی خبر گیری فرماتے تھے، اور اساتذہ کے وقار طلبہ کے سامنے مجروح ہونے سے بچاتے تھے، جس کی وجہ سے طلبہ کے مابین عمومی اساتذہ کا احترام رہتا تھا، وہ اگر چہ اپنے تبلیغی دوروں میں مصروف رہتے تھے، مگر اپنے کاموں کے دیکھنے والوں کی رائے کا کافی اہتمام فرماتے تھے، جب بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ جامعہ سے مستعفی ہوئے تو تعلیمی امور کی ذمہ داری محدث کبیر ہی کے سر آئی، لیکن وہ اپنی کثرت مشاغل اور تبلیغی دوروں کے باعث تقریباً ڈیڑھ سال تک ان خدمات کو مجھ فقیر سے لیتے رہے، اور میری اس خارجی محنت پر کافی دعاؤں سے بھی نوازتے، اور حوصلہ افزائی بھی فرماتے رہے، کسی بھی کنارے سے اگر بد مذہب سر اٹھاتا یا مناظرے کا چیلنج دیتا تو فقیہ الہند مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محدث کبیر اس کے سد باب کے لیے سینہ سپر ہو جاتے، جس کی وجہ سے عوام اہل سنت اور مشائخ اہل سنت کی آرزو کے مطابق جامعہ اشرفیہ کی نمائندگی ان بزرگوں کے ذریعہ ہوتی،

تقریباً بارہ سال پہلے فقیہ النفس مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ فقیر کو قصبہ دامدا بنگال اپنی ذاتی کتابیں دے کر مناظرے کے لیے بھیجا، جس میں محدث کبیر کی معیت کا شرف حاصل رہا، محدث کبیر اس مناظرے کے صدر تھے، جب کہ مولانا مطیع الرحمٰن اور میں مناظر کی حیثیت سے تھے، ہم لوگ وہاں پہنچے سنیوں کا اسٹیج لگا تھا، مجمع بہت بڑا دیوبندی علما حاضر نہ ہوئے تو ہم لوگوں نے رد وہابیہ میں ایسی مدلل تقریریں کیں کہ وہاں سنیوں کا بول بالا ہو گیا، محدث کبیر کی خدمت میں میں نے گزارش کی کہ آپ کا تصنیفی کارنامہ بھی سامنے آنا چاہیے، جس کے لیے شرح ترمذی کا انتخاب ہوا، اور اس کام کے لیے عزیزم مولانا عطا محمد صاحب اترولوی کو میں نے متعین بھی کیا، تقریباً تیس صفحے تک تحریری کام بھی ہوا اس کے بعد کثرت مشاغل کے سبب موقوف ہو گیا، فقہ الحدیث کے سوا رجال الحدیث پر بھی ٹھوس گفتگو فرماتے ہیں، جس سے غیر مقلدوں کا دندان شکن جواب دینا آسان ہو جاتا ہے، کاش ان کے دروس بخاری قید تحریر میں لے آئے جاتے تو علم حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ تیار ہو گیا ہوتا، اور محدث کبیر تنخواہ اور ضروریات اساتذہ سے متعلق کافی ہمدردی کا اظہار فرماتے اور کمیٹی اور ذمہ داران ادارہ سے براہ راست خود بات کرتے اور کبھی کبھار تین تین چار چار مہینے تنخواہ نہ آتی اور اساتذہ کے گھر جانے کا وقت آ جاتا تو خود سربراہ اعلیٰ سے کہہ کر قرض دلاتے کہ اساتذہ اپنے گھر جا رہے ہیں، انھیں خرچ کی ضرورت ہے، اور کبھی کبھی خود دیدیتے اللہ تعالیٰ محدث کبیر کا سایۂ فیض قائم رکھے، آمین۔

حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب

آج کے دور میں محدث کبیر صرف محدث کبیر ہی نہیں بلکہ محدث اکبر اور محدث اعظم بھی ہیں، ان کے محدث اعظم ہونے پر آج سے تیس سال پہلے مناظرہ بجرڈیہہ کے موقع پر مجاہد ملت کی صدارت میں علمائے کرام کا اجماع ہو چکا ہے۔

(سہ ماہی امجدیہ جنوری ۲۰۰۸ء ص ۱۷)

شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ فداء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی

سابق استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے علما پیدا کیے شاگرد بنائے اور جانشین صدر الشریعہ محدث کبیر نے آپ کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے علما بھی پیدا کیے اور عالم و عالمات پیدا کرنے کا کارخانہ بھی بنایا۔

(سہ ماہی امجدیہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۸ء)

حضرت علامہ مولانا رجب علی صاحب قبلہ

بلرامپوری دام فیضہ

اگر میں ایک سال تک پڑھاؤں تب بھی اتنا فیضان نہیں مل سکتا ہے جتنا فیضان محدث کبیر کے صرف ایک منٹ کے درس میں ملتا ہے۔

(سہ ماہی امجدیہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۸ء)

حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ صاحب قبلہ فیضی علیہ الرحمہ

سابق صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام

امرڈوبھا سنت کبیر نگر یوپی

ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ الحاج الشاہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم علم حدیث اور فقہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، اسی وجہ سے علمائے اہل سنت انھیں ممتاز الفقہا اور محدث کبیر کے لقب سے یاد کرتے ہیں، آپ ایک زبردست علم وفضل والے اور دیگر علوم شرعیہ میں حد درجہ مہارت رکھنے والے ہیں، اسلام وسنیت کی تبلیغ میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں، آپ ایک بہترین مناظر بھی ہیں، مختلف مناظروں میں آپ نے غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کو شکست فاش دے کر زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا، اللہ تعالیٰ انھیں صحت وعافیت کے ساتھ عمر طویل عطا فرما کر ان کا سایہ اہل سنت کے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے، آمین۔

حضرت مولانا حنیف خاں صاحب قبلہ شیرانی آباد راجستھان

سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت

وارث علوم حضور صدر الشریعہ مظہر جلالۃ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ مولانا شاہ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات دنیائے سنیت کے لیے محتاج تعارف نہیں ہے، اس فقیر قادری، رضوی، برکاتی نے چند بار حضور محدث کبیر کی صحبت بابرکت میں حاضری دی اور آپ کی علمی وفقہی مجلس سے بہت متاثر ہوا۔

آج کے اس دور پرفتن میں آپ کی خدمات جلیلہ کی کوئی مثال نہیں ملتی، ویسے تو حضور صدر الشریعہ کی سبھی اولاد امجاد اپنی خوبیوں میں اپنی مثال آپ ہیں، مگر حضور محدث کبیر گل سرسبد کی اہمیت کے قابل ہیں، آج کے دور پر الحاد میں مسلک اعلیٰ حضرت پر شب خون مارنے کی کوشش کی جارہی ہے، حضور محدث کبیر کی ذات مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے سچے نقیب اور پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت ثابت ہورہی ہے، آپ ہی کی ذات نے دشمنان اعلیٰ حضرت کو منھ توڑ جواب دیا ہے، آپ کو ہرفن میں کمال کی خوبیاں حاصل ہیں، چاہے میدان مناظرہ ہو یا مجلس حدیث یا میدان تصنیف یا میدان خطابت ہو، نیز اس دور جدید کے مسائل کے حل کرنے میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے خدائے پاک حضور محدث کبیر کا سایۂ کرم ہم پر دراز فرمائے اور اہل سنت پر تادیر قائم ودائم رکھے، آمین۔

حضرت علامہ مولانا محمد صدیق حسن صاحب دام ظلہ

بانی ومہتمم دار الفکر المرکز الاسلامی درگاہ روڈ بہرائچ شریف

محدث کبیر نائب قاضیٔ اسلام فی الہند شہزادۂ صدر الشریعہ، علامہ الحاج مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری کو پروردگار عالم نے اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے وطفیل میں ان تمام خوبیوں سے پر فرمادیا ہے، جو ایک عالم ربانی کے اندر ہوتی ہیں، اس دور پرفتن میں اللہ تعالیٰ نے علامہ موصوف سے اس قدر خدمت دین حق لیا ہے، جو بظاہر ایک جماعت سے دشوار ہے علامہ بیک وقت ایک فقیہ، ایک محدث، ایک مفسر، ایک مناظر، ایک مدبر، ایک محقق، ایک عارف، ایک مرشد اور تمام علوم وفنون پر ماہر ذات کا نام ہے، جس کی بنا پر اکابرین اہل حق نے انھیں نائب قاضیٔ اسلام فی الہند کے منصب سے نوازا ہے۔ ’’ھٰذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء‘‘۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

مفکر ملت حضرت علامہ محمد معین الدین
وحضرت علامہ محمد عارف صاحبان دام ظلہما

دار العلوم مصباحیہ خیاری مسجد بہرائچ شریف یوپی

محدث کبیر جماعت اہل سنت کی امانت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بے مثال ترجمان ہیں اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے عشق کی حد تک محبت رکھتے ہیں وہ کبھی بھی مسلک و مذہب کا سودا نہیں کرتے عصر حاضر میں بلاشبہہ اپنی مثال آپ ہیں، خرد نوازی، حلم، بردباری کے بادشاہ ہیں، جولائی ۲۰۱۳ء کو میرے دار العلوم مصباحیہ خیاری مسجد بہرائچ شریف کے سالانہ جشن دستار فضیلت و امام احمد رضا کانفرنس میں رونق افروز ہوئے، ختم بخاری شریف اپنے زبان فیض ترجمان سے کرایا؛ در میں نے عرض کیا کہ حضور دار العلوم مصباحیہ کی سرپرستی قبول فرمائیں، حضور والا نے بطیّب خاطر قبول فرمایا جس کا برسر عام اسٹیج پر اعلان ہوا، محدث کبیر نے ادارے کو گراں قدر دعاؤں سے نوازا، غرض وہ جامع کمال شخصیت ہیں، مولائے کریم ان کا سایہ دراز فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا فروغ احمد صاحب قبلہ اعظمی

صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

قدرت نے محدث کبیر کو بڑی فیاضی سے اضافی خوبیوں کے ساتھ کئی اہم ذاتی خوبیوں اور نعمتوں سے نوازا ہے، انتہا درجے کی ذہانت، حاضر جوابی، غیر

معمولی علمی استحضار ورسوخ، عالمانہ وضع داری ،تدبرودوراندیشی ،مضبوط قوت ارادی آپ کی نمایاں صفات ہیں، فقہ وحدیث میں اپنے والد گرامی کے سچے جانشین اور دور حاضر میں امت کے لیے مینارۂ ہدایت ہیں، اکابرین وقت بھی پیچیدہ دینی اور علمی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، آپ کا وجود اس دور میں ایک عظیم نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت کی حفاظت فرمائے ، اور ہم میں تادیر باقی رکھے، آمین۔

حضرت مولانا ممتاز عالم صاحب قبلہ مصباحی

صدرالمدرسین جامعہ شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یوپی

محدث کبیر، سلطان الاساتذہ حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ بے شمار لیاقتوں اور صلاحیتوں کے مالک اور بے پناہ اوصاف ومحاسن کے جامع ہیں، آپ نامور محدث، لاجواب فقیہ، بلند پایہ متکلم ومناظر، تحقیق وتدقیق کے امام، جرح وتعدیل اور تنقیح وتنقید کے بادشاہ، بالغ نظر مفتی، عظیم خطیب، اعلیٰ مدبرومنتظم، غیر معمولی مدرس ،شریعت وطریقت کے جامع مرشد ہونے کے ساتھ دین متین کے زبردست مبلغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ناقابل تسخیر ترجمان بھی ہیں، آپ کی زبان قانونی اور ادبی ہے، لب ولہجہ پاکیزہ ہے، آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے جملے نپے تلے ہوتے ہیں، آپ کا علمی دبدبہ ایسا کہ فقہی وعلمی مذکرات کے دوران اعاظم واکابر آپ کی موجودگی میں اپنی رائے ظاہر کرنے میں تکلف کریں، اور جب آپ کی رائے آجائے تو اپنے موقف کو تبدیل کرنے پر مجبور ہوجائیں الغرض آپ موجودہ دور میں شعور غزالی اور فکر رازی کے امین ہیں یوں تو آپ کے علمی وفنی وملی کارنامے بہت ہیں مگر شہرستان علم وفضل طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ اور امجدی رضوی مسجد

(زیر تعمیر) روشن اور قابل ذکر کارنامے ہیں۔

حضرت مفتی شمشاد احمد اعظمی مصباحی دام فیضہ

استاذ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ گھوسی مئو یوپی

آپ (محدث کبیر) اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے یورپ وایشیا، افریقہ وامریکہ تک خوب اچھی طرح جانے اور پہچانے جاتے ہیں، آپ میدان تدریس کے شہسوار بھی ہیں، اقلیم خطابت کے تاجدار بھی ہیں، فقہ وحدیث میں یکتائے روزگار بھی ہیں، جماعت اہل سنت کے ایک حاضر جواب بھاری بھر کم مناظر اور متکلم بھی ہیں۔ (سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۴۹)

نیز مفتی صاحب نے ایڈیٹر سہ ماہی امجدیہ کے نام ایک خط میں درج ذیل گراں قدر تاثر لکھا:

حضور محدث کبیر ایک ایسے بافیض بزرگ ہیں جن کے معتقدین ومریدین پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور علمی اعتبار سے ایک ایسے یگانۂ روزگار محقق اور یکتائے زمانہ محدث، کہ جب بھی کسی مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں یا بولتے ہیں تو اس کے تمام مخفی گوشوں کو روشن کرتے ہوئے تحقیق کا حق ادا کردیتے ہیں، آپ کے فتاوے، متعدد مناظرے اور اشرفیہ کی شرعی مجالس اس پر شاہد عدل ہیں جامعہ اشرفیہ کے مسند تدریس سے ہزاروں علما و مدرسین، سیکڑوں مفتیان کرام و محققین کو پیدا کرنے والی عبقری شخصیت، تقویٰ وطہارت، کردار وعمل اور زبان وقلم کے اعتبار سے بھی اس درجہ محتاط ہے کہ اس وصف احتیاط میں موجودہ دور کے علما میں دور دور تک کوئی ان کا شریک نظر نہیں آتا۔

جامعہ امجدیہ اور جامعہ اشرفیہ کے معیار تعلیم وتربیت کو قابل تقلید بنانے والی اس عظیم اور نابغۂ روزگار ہستی کے کلیدی کردار کو فراموش کرنا کسی کے لیے آسان نہ

ہوگا، مستقبل کا مؤرخ جب مذکورہ اداروں کی تاریخ عروج وارتقا رقم کرے گا تو جب تک حضور محدث کبیر کی خدمات جلیلہ کے ساتھ انصاف کا تقاضا پورا نہ کردے اس کی یہ تاریخ نامکمل اور غیر معتبر سمجھی جائے گی۔

اللہ رب العزت حضور محدث کبیر کا ظل عاطفت ہم اہل سنت پر تادیر قائم رکھے اور انھیں حاسدین ومخالفین کی ریشہ دوانیوں سے بچائے۔

سہ ماہی امجدیہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایسے مضامین نظر نہیں آئے جن سے کسی عالم کی عزت وحرمت کو ٹھیس پہنچے، یہ بڑی خوش آئند بات ہے، مستقبل میں بھی ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے، رہ گئے بعض وہ بکاؤ قلم کار وایڈیٹر جن کا قلم ان دنوں ایک مست شرابی کی طرح چل رہا ہے اور بڑی سے بڑی شخصیات کی حرمت وناموس کو آن واحد میں پامال کرتا ہوا آگے بڑھا جارہا ہے تو ایسے محروموں کے لیے اگر ہو سکے تو دعائے اصلاح وہدایت کی جائے تاکہ اپنے آقاؤں اور محسنوں کا حق پہچانیں یا پھر ان کو ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز ہی کر دیا جائے، ان کو منھ لگانے کی چنداں ضرورت نہیں کیوں کہ یہ سماج کے وہ شرپسند عناصر اور وقت کے ایسے ضمیر فروش قلم کار ہیں جو مال ودولت اور جھوٹی شان وشوکت کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

(سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۵ء ص ۶۲/۶۳)

رئیس الخطبا حضرت مولانا نورالحسن صاحب نوری

صدر المدرسین جامعہ غوثیہ تیغیہ رسول آباد

سلطان الاساتذہ محدث کبیر مفتی الشاہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہ محتاج تعارف نہیں، ہندوپاک کے ممتاز علما میں آپ کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے، آپ عالم باعمل، فاضل بے بدل ہونے کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کی عبقری

ذات والاصفات فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی کے نامور فرزند اور سچے جانشین ہیں، اور علم و فضل کے روشن ستارہ ہیں، تمام علوم وفنون پر محدث کبیر کامل دسترس رکھتے ہیں، مگر خاص طور سے علوم حدیث وفقہ پر آپ کے فکر کی رسائی قابل ستائش اور حیران کن ہے (محررہ ۲۶ ربیع النور ۱۴۲۶ھ)

شہزادۂ محدث کبیر حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری دام فضلہ

ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی مئو

ممتاز الفقہا والمحدثین حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سرزمین ہند میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کی علمی و عملی یادگار ہیں، آپ علما کے جھرمٹ میں ایک شان رکھتے ہیں، آپ کے متعلق بارہا جلالۃ العلم، استاذ العلما، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"حضرت صدر الشریعہ نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا تھا، وہ سب میں نے ضیاء المصطفیٰ کو دے دیا"۔

آپ فقہ وحدیث میں کافی دسترس اور مہارت کاملہ رکھتے ہیں، آپ کے تبحر علمی اور جلالت شان کا یہ عالم ہے کہ جب مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ کی آغوش، فخر العلما استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے خالی ہوگئی، تو حضور حافظ ملت نے آپ کو بلالیا اور اپنی حیات طیبہ ہی میں پڑھانے کے لیے اہم کتب عطا فرمادیں۔

(ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر ۱۹۹۵ء ص ۱۵۸)

حضرت مولانا عبد الحمید صاحب قبلہ پامر نوری رضوی

خلیفہ مفتی اعظم ڈربن ساؤتھ افریقہ

درحقیقت حضور مفتی اعظم ہند شبیہ غوث اعظم سرکار مصطفیٰ رضا خاں قادری، نوری قدس سرہ کی زیارت کے بعد کوئی اپنی نظروں میں جچتا نہیں ہے، اس کے باوجود محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام فیضہ العالی سے میں اس لیے قریب ہوا کہ میں نے دیکھا آپ بے لوث خدمت دین اور تقویٰ میں مرشدی سیدی مفتی اعظم قدس سرہ کے مظہر وآئینہ ہیں، آپ اپنے آرام وعیش کی پرواہ کیے بغیر ہمہ وقت خدمت ملت کے لیے تیار نظر آتے ہیں، ساتھ ہی انکساری وخوش مزاجی، خوش طبعی آپ کی فطرت ثانیہ ہے، سب سے اہم اور قابل ذکر یہ ہے کہ آپ کے دل میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے بے پناہ محبت ہے، ان کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں نہایت شیفتگی ووارفتگی کے ساتھ کرتے ہیں، جو ان کی سچی الفت کا عکاس ہے، ان کی تقریر موثر الفاظ وجمل سے مرصع ہوتی ہے، اسی لیے ان کی تقریر کی سماعت کے لیے دل کھنچے چلے جاتے ہیں، مسئلہ شرعی اس اچھوتے اور دلکش انداز میں سمجھاتے ہیں کہ بڑی آسانی سے نہاں خانۂ ذہن میں آجاتا ہے۔

حاصل یہ کہ عصر حاضر میں حضور تاج الشریعہ اور محدث کبیر کی طرح باتقویٰ کسی کو نہ پایا، وضو وغسل سفر وحضر، خلوت وجلوت ہر وقت ہر عمل میں انہیں پیکر اتقا پایا، گیارہ سال تک میں نے انہیں بہت قریب سے بڑے غور سے دیکھا، ہر معاملے میں مطابق شرع پایا، ہر کام منظم طریقے پر اس کے وقت کے اندر کرتے دیکھا، فالحمد للہ علی ذلک۔ (۲۳؍اگست ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم انصاری برکاتی

استاذ دارالعلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد

حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی کی ذات بابرکات ہمہ جہت خوبیوں اور گوناگوں خصوصیتوں کی حامل ہے، یہ جماعت اہل سنت کے علمی وقار، رشد وہدایت

کے روشن مینار، علم وفضل میں یکتائے روزگار، دنیائے سنیت کے سرمایۂ افتخار ہیں، ان کا مقام علم اتنا بلند وبالا وارفع واعلیٰ ہے کہ جس نے بھی جس زاویۂ نگاہ سے دیکھا، باکمال پایا، قوت ذہانت، زور استدلال، علمی استحضار اور تمام مروجہ علوم و فنون پر ان کا درک کامل، ان کو بلند مقام پر فائز کرتا ہے، فقیہانہ اور محدثانہ عظمت ان کی پہچان ہے۔ (محررہ ۱۰ر مئی ۲۰۰۵ء)

حضرت مولانا مشتاق احمد رضوی

بانی وسرپرست فیض القرآن سلیم پور نزد کلیر شریف، ضلع ہری دوار، اتراکھنڈ

سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہا، سید المناظرین، محدث کبیر حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم القدسیہ علم وعمل کے وہ جبل شامخ ہیں جس کو ماضی وحال کی باطل وتند آندھیاں بھی متزلزل نہ کرسکیں اور جس نے اس کوہ ہمالہ سے ٹکرانے کی جرأت کی مبہوت ومقہور ہوکر ذلت ورسوائی کی بھینٹ چڑھ گیا اس پرفتن اور صلح کلیت پسند دور میں حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر دامت برکاتہما علینا کے دامن سے وابستگی حفاظت ایمان وعقیدہ اور اصلاح عمل کا ذریعہ ہے۔

حضرت مولانا ظہیر عالم نوری

بانی وسرپرست مدرسہ باب العلوم عثمانیہ مظفر نگر نگینہ، بجنور، یوپی

حضرت العلام، علامۃ الزماں، فرید الآواں، منبع العرفان، راس العلما وتاج الفضلا، جامع کمالات صوریہ ومعنویہ حضور محدث اعظم علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دام ظلہ کی ذات ایسی ہمہ گیر ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے جمیع ذرائع کی جامع بن کر ہر میدان میں نمایاں نظر آتی ہے۔ میدان مناظرہ ہوخواہ

تقریری کانفرنس تدریسی خدمات کی انجام دہی یا فتاویٰ نویسی، تحقیق و تدقیق کا معاملہ ہو یا جرح و تعدیل اور یہیں تک محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بالغ نظری، نکتہ بینی، حکمت عملی کا ایسا انمول تحفہ عنایت فرمایا کہ عہد رواں کے علما میں بعد تاج الشریعہ نظر نہیں آتا۔

رب تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کائنات جل شانہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی اس گراں قدر نعمت کے فیضان علمی سے عوام و خواص کو تا دیر مستفید و مستنیر فرمائے، آمین۔

محمد افتخار الحسن رضوی امجدی

نجیب آباد بجنور یوپی

باسمہ تعالی و تقدس

استاذی سیدی سندی حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دام فیوضہ علینا دنیائے سنیت کی وہ عبقری شخصیت ہیں جن کے ضیاء علم سے ہزار ہا ہزار طالبان علوم نبویہ نے اپنے دلوں کو روشن کر کے خدمت دین و مسلک انجام دی اور سامان آخرت جمع کیا، حضرت کا علمی فیضان ہنوز جاری ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت فرما کر اس سلسلہ کو دراز تر فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا وصال احمد اعظمی گھوسوی

استاذ جامعہ غوثیہ تیغیہ رسول آباد سلطانپور

سلطان الاساتذہ، رئیس المناظرین غزالی دوراں، رازی زماں، ممتاز الفقہا، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری امجدی دام فضلہ، ایک بلند پایہ عالم دین، راسخ العلم مدرس، جلیل القدر محدث، عدیم المثال مناظر، بالغ نظر

مفتی، بے مثل فقیہ، عظیم مفکر،، ممتاز دانشور، اعلیٰ منتظم، باشعور قائد، نکتہ رس خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی حلیم الطبع، رحم دل، خوش مزاج، کرم گستر اور متواضع طبیعت کے حامل ہیں، حضرت کی قابل رشک شخصیت، خلوص و للّٰہیت کا روشن مینار ہے، آپ کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع شریعت کے انوار سے درخشاں و تابناک نظر آتا ہے، ماضی قریب کے نامور محدث جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے محبوب ترین اور ممتاز تلامذہ میں آپ شمار کیے جاتے ہیں، حضرت ممدوح کی حیرت انگیز صلاحیت، علمی جلالت، فقہی عظمت، محدثانہ بصیرت، فنی مہارت، فکری صلاحیت، دینی خدمت کا ایک جہاں معترف ہے، آپ دور حاضر کے امیر المومنین فی الحدیث کہے جانے کے مستحق ہیں، میری زبان و قلم شان توصیف بیان کرنے سے عاجز ہے۔

وصف رخسارۂ خورشید زخفاش مپرس
کہ دریں آئینہ صاحب نظر ان حیرانند

(سہ ماہی امجدیہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ص ۴۸)

مولانا حافظ الحاج عبدالمجید قادری مصباحی

استاذ جامعہ تیغیہ رسول آباد

محدث کبیر ممتاز الفقہا والمحدثین اسلامیات میں یکتائے روزگار، ایک منفرد المثال مفکر و مدبر ہیں، وہ پرکھنے والی آنکھ اور دردمند دل رکھتے ہیں، علم و فضل کے ساتھ ساتھ محدث کبیر فضائل و اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال ہیں، علم و عمل کے تاجور اور زہد و ورع میں بلند مرتبہ رکھتے ہیں، علمائے اسلام نے آپ کی علمی جلالت پر اتفاق کیا ہے۔ (محررہ ۸؍ مئی ۲۰۰۵ء)

حضرت مولانا نظام الدین صاحب قبلہ قادری دام ظلہ

امام وخطیب جیلانی مسجد لیریپے لسوتھوافریقہ

آج سے تقریباً سات سال پہلے میں مدینۃ العلما گھوسی کے ایک عظیم ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ میں برادرعزیز مولانا وصال احمد سلمہ کے ہمراہ حاضر ہوا، جامعہ امجدیہ، یہ حضور محدث کبیر صاحب قبلہ کی جیتی جاگتی کرامت ہے، جو آج پورے ہندوستان میں علم وفن کے اعتبار سے ایک امتیازی مقام کا حامل ہے، یہاں متعدد علما سے ملاقات ہوئی، جامعہ کے صحن میں داخل ہوتے ہی، حضرت علامہ مفتی محمد ابوالحسن صاحب قادری پر میری نظر پڑی، مولانا وصال احمد سلمہ نے ان کا تعارف کرایا، چند لمحات کے لیے یہ ملاقات رہی، پھر موصوف ۲۰۰۵ء میں دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ بغرض تدریس آئے، یہاں تفصیلی ملاقات ہوئی، کچھ مسائل پر تبادلۂ خیال کی نوبت آئی، توان کی شخصیت کی کامل تصویر سامنے آئی۔

مطالعہ میں وسعت، علم میں گیرائی، حدیث وفقہ پر اچھی نظر کے حامل، نہایت متواضع مہمان نواز، ہنس مکھ اور خوش خلق طبیعت میں پاکیزگی اور صالحیت رکھتے ہیں، مفتی موصوف دارالعلوم اشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور کے فاضل ہیں، اور ایک عرصہ تک جامعہ امجدیہ گھوسی میں عظیم مدرس اور مفتی کے عہدے پر فائز رہے، طلبہ میں آپ کی تدریس بہت مقبول تھی، اور بہت سے فضلاء آپ کے دامن تربیت سے وابستہ رہ کر ہندو بیرون ہند میں دین وسنیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، مفتی صاحب نے برسوں کی غواصی اور غوطہ زنی، کتب بینی اور ورق گردانی نیز شب بیداری کے ذریعہ ایک ایسا بیش بہا علمی شاہکار اور درشہوار ''امجدالاحادیث'' کی شکل میں دنیا کو دیا ہے، جس سے بندگان خدا تا صبح قیامت نفع اٹھاتے رہیں گے، ان کی تحریری سرگرمیاں قابل تحسین ہیں، جواں عمری ہی

میں درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، علم کا بحر ذخار ہیں، جس میں بڑی گیرائی ہے، اور بقول شخصے۔

کہہ رہا موج دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

استاذ گرامی ممتاز الفقہا حضور محدث کبیر صاحب قبلہ کی سوانح حیات جو زیر ترتیب ہے، مفتی صاحب کی رشحات قلم میں زبردست اہمیت کی حامل ہوگی، حضور محدث کبیر صاحب قبلہ کے تیس ہزار سے زائد تلامذہ میں آپ ہی کو ترتیب سوانح کا شرف حاصل ہوا، خلوص دل سے ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، حضور محدث کبیر صاحب قبلہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، آج حضرت کا نام ہی دنیا کے گوشے گوشے میں سنیت کی پہچان بن چکا ہے، آپ علم وعمل کے وہ جبل اعظم ہیں، جن کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا، ممتاز الفقہا کے ہزار سے زائد فتاوے قرطاس سے مزین ہو کر الماری کی زینت بنے ہوئے ہیں، خدا کرے وہ دن بھی آئے جب ممتاز الفقہا کے فتاوے کتابی شکل میں ہماری آنکھوں کو جلا بخشے۔

ایک سال قبل اپنے چچا جناب نثار احمد صاحب کریمی سے گفتگو کے درمیان حضور محدث کبیر صاحب کا تذکرہ آیا اور محدث کبیر سے متعلق بات چلی، چچا مرحوم نے کہا میں نے بہت سی منقبتیں علامہ کے متعلق کہی ہیں، لیکن یہ منقبت مجھے خود بے حد پسند ہے، یہ کہتے ہوئے انھوں نے پوری منقبت مجھے عنایت فرمائی، چند اشعار تبرکاً نذر ناظرین ہیں، ملاحظہ ہو:

امیر بزم معرفت فراز چرخ آگہی
وہ ایک مرد باصفا وہ ایک مومن جری
پکار اٹھا ہر ایک گل یہ کہہ اٹھی ہر اک کلی
بہار باغ امجدی محدث کبیر ہیں

ادا، ادا میں بانکپن نفس نفس میں زندگی
لبوں پہ ذکر مصطفیٰ جبیں پہ نقش بندگی
بہر قدم بہر نفس خیال سنت نبی
میری نگاہ میں ولی محدث کبیر ہیں

مزاج نرم اس قدر چمن ہو جیسے پھول کا
مگر اصول کے لیے ہمالیہ اصول کا
جو کوئی مرتکب ہوا اہانت رسول کا
تو ذوالفقار حیدری محدث کبیر ہیں

ہے جس کے خوف سے جہان نجدیت دھواں دھواں
ڈری ہوئی ہیں جس کی ضو سے ظلمتوں کی آندھیاں
ہے جس کے دم سے بزم علم وفن میں نور کا سماں
وہی ضیائے قادری محدث کبیر ہیں

زباں میں زور امجدی قلم میں قوت رضا
نگاہ نکتہ بیں میں جلوۂ بصیرت رضا
برائے سینۂ عدو بہ فیض ہمت رضا
رضا کے نیزے کی انی محدث کبیر ہیں

نگاہ ہو تو در بدر کی ٹھوکریں نہ کھایئے
تلاش مرد حق پرست ہو تو پاس آیئے
نثار ان کے رو برو ادب سے سر جھکایئے
کہ رہنمائے دیں یہی محدث کبیر ہیں

مفتی صاحب کے اصرار پر یہ سطور زیر تحریر اس نیت سے آئے کہ حضرت محدث کبیر کی گداگری حاصل ہو جائے اور ان کے مداحین میں میرا بھی نام

آجائے، رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب کے صدقے مفتی صاحب کو اس زریں کارنامے پر جزائے خیر عطا فرمائے، علم وفضل میں زیادتی وکمال اور صحت وعافیت نیز سلامتی کے ساتھ عمر میں برکت دے، آمین۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

مولانا کوثر امام قادری

دارالعلوم قدوسیہ پرسونی بازار مہراج گنج، یوپی

ایڈیٹر سہ ماہی امجدیہ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

اگر بار خاطر نہ ہو تو ایک بات عرض کروں عالم اسلام کے ممتاز ترین شخصیت یادگار سلف، سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہا، حضور محدث کبیر کی مبارک زندگی ہم اہل سنت کے لیے رب تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک گراں قدر نعمت عظمیٰ ہے، آپ کے کلمات و بیانات، گفتگو ومباحثہ، مناظرہ وخطاب، مواعظ وتقاریر، افادۂ عوام وخواص کے لیے سبب عظیم ہوتے ہیں۔

(سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۶ء ص ۷۱/ربط باہم)

حضرت علامہ شاہ فیصل قادری گونڈوی

خلیفہ حضرت علامہ مفتی سید اصغر امام قادری دام ظلہما، لینیز یا ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیران ہے جہاں کہ کیا کیا کہے تجھے

ہو حلقۂ یاراں تو ریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اہل ایمان، اطاعت خداوندی واتباع اسوۂ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ذریعہ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات جلیلہ جمیلہ کے حسین پرتو ہو جاتے ہیں، پھر جن کا ایمان جتنا مضبوط ہوتا ہے ان پر ان صفات کا اتنا ہی پکا اور گہرا رنگ چڑھتا ہے اور وہ خدا کی یاد بن جاتے ہیں، جس کے رخ روشن کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے، ان کا کوئی کام اپنے لیے نہیں بلکہ ان کے پیارے خالق و مالک کی پیاری پیاری مخلوق کے لیے ہوتا ہے، وہ خدمت خلق و حق سے مست و سرشار رہتے ہیں، اپنے محبوب کی رضا کے لیے تن من دھن کی تج دیتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ وہ جتنی زیادہ قربانی دیتے ہیں، اتنی ہی ان کو دم بدم لحہ بہ لحہ نئی جان اور نئی شان ملتی رہتی ہے۔

ایسی ہی ایک روحانی اور ایمانی شخصیت کا نظارہ ہماری موجودہ دنیا بھی شرق سے لے کر غرب تک شمال سے جنوب تک گزشتہ کئی دہائیوں سے کر رہی ہے اللہ کی عطا اور اس کے پیارے رسول کا صدقہ کہ زمانہ ان کے مختلف حسین کارناموں اور چومکھی سرگرمیوں کی وجہ سے انہیں مختلف حسین ناموں اور القاب سے یاد کرنے پر مجبور ہے کوئی انہیں سلطان الاساتذہ کہہ کے پکار رہا ہے تو کوئی رئیس المتکلمین کہتا نظر آ رہا ہے، ممتاز الفقہا، محدث کبیر، شہنشاہ کشور تبلیغ و مناظرہ وغیرہ خدا جانے کیا کیا کہا جا رہا ہے اور کیا کیا کہا جائے گا، ان کا ذکر زندہ و پائندہ رہے گا۔

رفیق گرامی عالم باعمل وسیع النظر مفتی، صاحب تصانیف کثیرہ مبارکہ حضرت مفتی محمد ابوالحسن قادری مصباحی بہرائچی مدظلہ العالی نے فون پر بتایا کہ وہ حضرت محدث کبیر صاحب قبلہ کی سوانح مبارکہ کی تالیف کا دستر خوان بچھا چکے ہیں، اس قادری فقیر کو بھی دعوت دی، اپنے لیے سامان حیات سمجھ کر اپنے آقایان مملکت قادریہ کا دامن تھام کر بالخصوص اپنے پیر و مرشد حضرت علامہ مفتی سید اصغر امام قادری امجھری دامت فیوضہم القدسیہ کے وسیلے سے شہنشاہ امجھر قطب الاقطاب حضرت سیدنا محمد القادری البغدادی ثم الامجھری علیہ وعلیٰ مشائخہ الکرام رحمہم اللہ کی

خاک در والا کو چومتا ہوا چند ٹوٹے پھوٹے کلمات حقیقت وعقیدت کی سوغات لے کر بارگاہ عالی حضرت محدث کبیر میں حاضر آیا۔

شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدارا

(۱۵رشعبان المعظم ۱۴۲۹ھ، ۱۶راگست ۲۰۰۸ء شنبہ شب برأت مبارکہ)

مولانا انیس عالم سیوانی

فاضل صدام یونیورسٹی عراق

محدث کبیر ہر فن مولیٰ اور ہر میدان کے شہ سوار نظر آتے ہیں، جماعت اہل سنت کے باوقار پیشوا، ملت اسلامیہ کے قائد، ناموس رسالت کے پاسبان، علوم و معارف کے بحر ذخار، حکمت ودانائی کے بحر ناپیدا کنار۔

اور لکھتے ہیں:

''محدث کبیر صدر الشریعہ کے سچے جانشین ہیں، اپنے والد ماجد کے علمی وراثتوں کے حقیقی وارث وامین ہیں، اسلامیات میں یکتائے روزگار، جماعت علما کے گوہر نایاب، عالم اسلام کی ممتاز اور عبقری شخصیت ہیں''۔ (ملخصا، سہ ماہی امجدیہ اپریل تا جون ۲۰۰۵ء)

حضرت علامہ مسیح احمد صاحب قبلہ

صدر المدرسین جامعہ انوار القرآن بلرامپور یوپی

۷۸۶/۹۲

استاذ گرامی ممتاز الفقہا، سلطان المناظرین، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی کی عبقری شخصیت علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں، وہ فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے جانشین اور آقائے نعمت حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ رشید ہیں، برصغیر کی عظیم یونیورسٹی مبارکپور میں شیخ

الحدیث اور پرنسپل کے عہدے پر عرصے دراز تک متمکن رہے، ہزاروں تشنگان علوم دینیہ کو آبشار علم سے فیضیاب فرمایا، خادم کو مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ میں چھ سال تک ان سے اکتساب علم کا شرف حاصل رہا، فن نحو، بلاغت، منطق، فلسفہ، مناظرہ اور حدیث کا سبق پڑھا، ہر فن میں میں نے ان کو کامل واکمل پایا، انداز تفہیم و تدریس ایسا کہ دقیق سے دقیق مسائل کو طلبہ کے ذہن وفکر میں اتار دینے کا ملکہ تھا، درمیان تدریس کوئی طالب علم سوال کرتا تو اس کی ہمت افزائی کرتے ہوئے تشفی بخش جواب عنایت فرما کر سلسلۂ تدریس جاری رکھتے، کبھی کبھی آقائے نعمت سیدی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے احوال واقوال زریں کو بطور استشہاد پیش فرما کر تربیت بلیغ فرماتے، بلاشبہ آپ علوم شرعیہ کے جامع خصوصاً علم حدیث میں مرتبۂ کمال پر فائز ہیں، تفقہ فی الدین میں اپنے والد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے مظہر اتم ہیں، عصر حاضر کے علما آپ کے تبحر علمی کے معترف ہیں، آپ اگر ایک طرف مسند تدریس کے تاجدار ہیں تو دوسری طرف آسمان خطابت کے آفتاب و ماہتاب بھی ہیں، ان کی ضیا سے یورپ وافریقہ وایشیا کے ہزاروں انسانوں کے قلوب روشن ومنور ہو رہے ہیں، یہ سب سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیضان کرم ہے (۱۱ر شعبان ۱۴۲۹ھ ۱۲ر اگست ۲۰۰۸ء)

مبلغ اسلام حضرت علامہ بدر القادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

دی ہیگ ہالینڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی عہد حاضر میں حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضور حافظ ملت کے علمی اور روحانی

سچے جانشین ہیں، اوران کے علم وفضل کا مقابل اس دور میں ڈھونڈ نکالنا دشوار ہے، اپنے علم وتقویٰ، تفقہ اور خدمات دینی کی بنیاد پر حضرت کا مقام اس وقت اتنا بلند ہے کہ ہم دنیا کے جس گوشے سے دیکھیں علمائے عصر میں حضرت کو ممتاز پاتے ہیں۔

جس طرح حضورتاج الشریعہ بریلی کی سرزمین پر سیدنا اعلیٰ حضرت کے سچے جانشین ہیں اسی طریقے سے حضرت محدث کبیر بھی حضور صدرالشریعہ کے سچے جانشین اور وارث ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فیضان کرم کو ہم سب پر جاری وساری رکھے ،ان کے علمی اور دینی خدمات کے علاوہ جامعۃ البنات (کلیۃ البنات الامجدیہ) کی بنیاد جوانہوں نے رکھی یقیناً وہ وقت کی بڑی اہم ضرورت تھی جس کی پزیرائی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ پوری سنی دنیا میں کی گئی اور اسی کے نشان قدم پر ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں جامعات البنات قائم ہورہے ہیں اس کا سہرا یقیناً محدث کبیر کی دوراندیشی اور فراست مومنانہ کے سر ہے اللہ ان کا سایہ دراز فرمائے۔آمین۔

(۹/شعبان ۱۴۲۹ھ،۱۰/اگست ۲۰۰۸ء)

ضیغم اہل سنت حضرت علامہ حسن علی قادری رضوی دام ظلہ

میلسی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محدث کبیر فقیہ شہیر، استاذ الاساتذہ، علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی قادری رضوی امجدی مصطفوی عزیزی دامت برکاتہم اہل سنت و جماعت کے صف اول کے ممتاز علما میں سے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا ظل ہمایوں صبح قیامت تک اہل

سنت پر قائم فرمائے، وہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ فقیہ اعظم علامہ ابو العلا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نامور ایسے فرزند جلیل ہیں جو علم و فضل میں زہد و تقویٰ میں اتباع سنت و شریعت میں اپنے عظیم المرتبت والد گرامی کے مظہر اتم ہیں فقیر سگ بارگاہ رضوی حسن علی کے لیے صد ہزار روحانی مسرتوں کا باعث ہے، کہ علامہ محدث کبیر اصول شرعیہ کے جملہ مسائل میں حضور پرنور مجدد اعظم فقیہ افخم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک حق پر ہیں، ان کی تدریسی تعلیم اور تبلیغی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے، وہ فن تدریس کے بادشاہ ہیں، میدان مناظرہ کے شہ سوار مذاہب باطلہ روافض و خوارج بالخصوص دور حاضر کے عظیم فتنوں وہابیوں، دیوبندیوں، نجدیوں، مودودیوں جملہ اہل ارتداد کا رد بلیغ ان کی نوک زباں پر ہے، ان کے تلامذہ نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، ہماری آئندہ نسلوں کو ان کے اتباع اور ان کے نقش قدم پر چلنے سے ہر گام و ہر مقام پر فتح و نصرت کامیابی و کامرانی کا مژدہ جانفزا ملے گا۔

ماشاءاللہ محدث کبیر نے طاہر القادری پاکستانی ندوہ کے بانی کو لرزہ براندام و درماندہ بنا کر رکھ دیا، اسے شکست فاش دی ان کی اولاد امجاد بھی ماشاءاللہ نسل در نسل عالم و فاضل ہیں، یہاں مفتی عطاء المصطفیٰ صاحب سے اکثر کراچی میں ملاقات ہوتی رہتی ہے، تصلب دینی اور غیرت ایمانی میں اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر ہیں، اسی طرح امجدی خانوادے کے دیگر افراد عالم و فاضل ہیں، یہ حضور صدر الشریعہ کی روشن کرامت ہے، کہ ان کی اولاد میں تیسری، چوتھی، پانچویں نسل تک عالم و فاضل ہو رہے ہیں، برادر معظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے معلوم ہوا کہ ابتدائی کتابیں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بڑی محنت سے علامہ ضیاء المصطفیٰ دامت برکاتہم کو پڑھائیں اور انھوں نے محنت شاقہ سے پڑھا۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بھی فرماتے تھے:

"میں نے جو کچھ استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے پڑھا جو کچھ حاصل کیا، وہ سب مولانا ضیاء المصطفیٰ کو دے دیا"۔

حضور صدر الشریعہ کے نام حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو خطوط لکھا کرتے تھے ان خطوط کی کاپیاں مجھے مفتی شریف الحق سے ملیں، ان میں حضور محدث اعظم پاکستان مولانا ضیاء المصطفیٰ، مولانا فداء المصطفیٰ اور مولانا قاری رضاء المصطفیٰ (بابو میاں) مولانا عبد المصطفیٰ ازہری کو بہت سلام اور پیار لکھا کرتے، کئی بار مولانا ضیاء المصطفیٰ کی ذہانت کو سراہا کہ عزیزم مولانا ضیاء المصطفیٰ بہت ذہین ہیں۔

حالاں کہ حضور محدث اعظم پاکستان نے ان کو ۱۹۴۸ء سے پہلے ایام صغر سنی میں دیکھا ہوگا تو وہ ایام طفولیت کی بات تھی۔ ع

گود میں عالم شباب عہد شباب کچھ نہ پوچھ

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کا ظل ہمایوں دراز فرمائے، ان کو سلامت و باکرامت رکھے ان کے وجود سے اہل سنت کو بڑی تقویت اور فروغ حاصل ہے، اللہ تعالیٰ علمائے اہل سنت کو ان کے اخلاص کا بدلہ عطا فرمائے۔

فقیر قادری گدائے رضوی، عبد النبی الولی حسن علی میلسی ملتان پاکستان
جامعہ رضویہ قادریہ اہل سنت سنی رضوی جامع مسجد علامہ اقبال روڈ میلسی
۶۱۲۰۰ / ملتان پاکستان، فون نمبر ۷۰۲۳ ۷۰۷ ۳۰۱ ۔ (۰۰۹۲)

(۶ / شعبان ۱۴۲۹ھ ۷ / اگست ۲۰۰۸ء)

علم بردار سنیت حضرت علامہ

قاری مبین احمد صاحب اشرفی بہرائچی دام ظلہ

بانی و مہتمم دار العلوم سمنانیہ، ویریلم، ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ممتاز الفقہا، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی علمی شخصیت اور ذات گرامی فی زمانہ نہایت نمایاں شخصیت ہے، وہ جب علمی گفتگو فرماتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ والد ماجد حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت کے علمی فیضان کا سر چشمہ ہیں۔

اس دور میں اگر حضرت علامہ صاحب قبلہ کو دیکھا جائے تو ایک محدث کبیر ہونے کے ساتھ ایک فقیہ کبیر نیز خطیب کبیر بھی ہیں، حضرت محدث کبیر نے اپنے علوم دینیہ کو ہزاروں کے سینے میں پہنچا کر مفتی اور فقیہ بنا دیا، اور انھیں فقیہوں میں ایک شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد ابو الحسن صاحب بہرائچی ہیں، جو دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ کے شعبۂ افتا میں صدر و مفتی کی حیثیت سے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت محدث کبیر صاحب قبلہ کے علمی فیضان کو جاری وساری رکھے، اور حضرت کا سایہ امت مسلمہ پر تادیر قائم رکھے، آمین۔

(۵/شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ ۶/اگست ۲۰۰۸ء روز چہار شنبہ)

وسیع المناقب حضرت شاہ محبوب مینا صاحب دامت برکاتہم

سجادہ نشین آستانہ عالیہ مینائیہ وسربراہ اعلیٰ دار العلوم امیر العلوم مینائیہ گونڈہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی وقار مفتی محمد ابو الحسن صاحب!

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی سے اس قدر متاثر ہوں کہ اپنے واردات قلبی کو حقیقی الفاظ ومعانی کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں، میری سمجھ کے مطابق وہ نہ صرف ایک متبحر عالم ہیں، بلکہ عارف باللہ ہیں، یہ راز سربستہ مجھ پر اس وقت کھلا کہ ۲۲؍مارچ ۱۹۹۹ء بروز پیر کو میرے دارالعلوم مینائیہ کا سالانہ اجلاس تھا، اس میں علامہ صاحب مدعو تھے، جب کہ ۲۰؍مارچ سنیچر شام کو ان کے بھائی مفتی ثناء المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ کا انتقال ہوگیا، تو ۲۱؍مارچ کو رات ۱۲؍بجے تک ان کی تجہیز وتکفین میں مشغول رہے، تدفین ودعا وغیرہ سے فارغ ہوتے ہی محض ایفائے عہد کے لیے فوراً گونڈہ کو روانہ ہوگئے اور ہزاروں کلو میٹر چل کر ہمارے جلسے میں شریک ہوئے، ایفائے عہد کا اتنا پاس واہتمام ہم نے علامہ صاحب ہی میں پایا اور ظاہر ہے کہ وعدہ وفائی کا ایسا پاس ولحاظ اسی سے متصور ہوسکتا ہے جس کو عرفان الٰہی حاصل ہو، اس لیے اسی دن سے ان کی محبت ہمارے رگ وپے میں رچ بس گئی، اب تو میں ان کا ایسا دل دادہ ہوں کہ ان کی ذات کے آگے کوئی اور جچتا ہی نہیں، سچ ہے۔ ع

بہت روئے گی میرے بعد میری شام تنہائی

(۶؍شعبان ۱۴۲۹ھ.....۷؍اگست ۲۰۰۸ء)

سلطان الخطباء حضرت علامہ مفتی محمد امان الرب صاحب قبلہ دام ظلہ

صدر شعبہ افتا دارالعلوم امیر العلوم مینائیہ گونڈہ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیکر محاسن حضرت علامہ مفتی محمد ابو الحسن صاحب دام بالفضل کے اس فقیر سے محدث کبیر ممتاز الفقہا حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مدظلہ کی

ذات اقدس کے بارے میں تاثرات طلب کرنے پر فقیر عرض گزار ہے کہ حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ العالی اسم بامسمی ہیں، واقعی آپ مصطفیٰ جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ ضیا ہیں، جس سے کائنات اہل سنت ضیا بار و مشک بار ہے، جس سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ شاید آپ نے نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں، آپ کی ذات ایفائے عہد، حسن اخلاق، توقیر اکابر، ترحیم اصاغر میں ضرب المثل ہے، آپ حضور صدر الشریعہ فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے علم و تقویٰ کے سچے جانشین و مظہر ہیں، عام لوگوں کا رجحان یہ ہے کہ اس قحط الرجال کے دور میں جو مرد میدان اٹھ جاتا ہے، اس کا میدان سنسان ہو جاتا ہے، مگر محدث کبیر اپنے باپ کے میدان حدیث و فقہ میں ماہر شہ سوار کی طرح تیز گام نظر آرہے ہیں، اس قرب قیامت کے ماحول میں محدث کبیر کی ذات اس شعر کے مصداق اتم ہے۔

یہ غنیمت ہے کہ فروزاں ہیں ابھی چند چراغ
اٹھتے ہوئے بازار سے اور کیا چاہتے ہو

(۴؍شعبان ۱۴۲۹ھ........۵؍اگست ۲۰۰۸ء)

حضرت علامہ مفتی محمد آل مصطفیٰ نوری گونڈوی علیہ الرحمہ

خلیفۂ تاج الشریعہ دام ظلہ
صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم غوث اعظم پور بندر گجرات انڈیا

باسمہ تعالیٰ و تقدس

ممتاز الفقہا محدث کبیر، استاذی الکریم حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب

قبلہ قادری دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ہمہ جہتی ،اعلی صفاتی اصاغرنوازی کا حسین مرقع ہے ۔ناچیز برسوں سے انہیں قریب سے سمجھنے کا موقع پاتا رہا دور طالب علمی سے لے کر اس وقت تک بارہا دیکھنے اور استفادہ کرنے کا موقع دستیاب رہا ہے۔

حضرت اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں تعلیم وتربیت ،وعظ وتقریر، ردوابطال، تبلیغ وارشاد، عائلی ،قومی ،ملی ہر جہت میں اس لمبی عمر کے اندر کوشاں رہتے ہیں، آپ کی ذات ہم تمام سنیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے اور وہ یقیناً ان علما سے ہیں جن پر ''العلماء ورثة الانبیاء'' کا اطلاق صادق آتا ہے.بہتوں نے آپ کے شیریں وصافی چشمۂ علم سے اپنی پیاس بجھائی آپ کے نورعلم سے دل تاریک کو منور کیا اور نہ جانے کتنے کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے تا دیر آپ کا سایہ بصحت وسلامت ہم اہل سنت پر قائم رکھے ایک طرف علما کی لاتعداد جماعت نے آپ سے جہاں استفادہ کیا اور کر رہے ہیں وہیں بے شمار سنی عوام آپ کی پرتاثیر مدلل وعظ وتقریر سے فائدہ اٹھاتی رہی ہے یہی وجہ ہیکہ آپ ہندو بیرون ہند کی ایک ممتاز ومعروف شخصیت ہیں، اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ کے علم وفضل میں روزافزوں ترقی عطا فرمائے اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔ (۹رشعبان ۱۴۲۹ھ ۱۰راگست ۲۰۰۸ء)

حضرت علامہ مفتی انوار احمد صاحب قبلہ دام ظلہ

خلیفہ حضرت بدرالعلما علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم القدسیہ اپنے والد کے علوم کے سچے وارث ہیں بلکہ

تقوی وطہارت میں بھی اپنے والد کے جانشین ہیں اس مسلک اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے علم برداراور محافظ و معاون ہیں ،آج پوری دنیائے سنیت میں بدعقیدوں میں زلزلہ برپا کرنے والی آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔

غربائے اہل سنت کے ایمان وعقیدہ اورعمل کے بہترین مصلح ومحافظ کی حیثیت سے آپ کی ذات بابرکات ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ کا سایہ تادیر اہل سنت پر قائم ودائم رکھے آمین۔

(۱۹/اگست ۲۰۰۸ء ۱۸/شعبان ۱۴۲۹ھ)

حضرت علامہ مفتی عبدالعزیز صاحب حنفی قادری

خلیفہ حضور تاج الشریعہ دام ظلہما

مفتی ومدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی پاکستان

۹۲/۷۸۶

حضرت محدث کبیر دامت برکاتہم القدسیہ جب پاکستان تشریف لاتے ہیں تو ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے ہمارے لیے ان کی ذات گرامی یادگار سلف اور بہت ہی اعلیٰ مقام کی حامل ہے اس لیے بھی کہ وہ مصنف بہار شریعت حضرت صدرالشریعہ ،بدرالطریقہ کے فرزندار جمند ہیں اور اس وقت عالم اسلام میں فن حدیث کے حوالے سے ان کا مقام بہت ہی اعلیٰ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ احادیث مبارکہ ،اسناد،راویوں کے احوال اورفن اسمائے رجال میں آپ ید طولیٰ رکھتے ہیں احادیث کریمہ کا متن مع سند روانی کے ساتھ بغیر دیکھے پڑھتے چلے جاتے ہیں اس سے ان کے حافظے اور قوت یادداشت کا پتہ چلتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں عمدہ حافظہ عطا فرمایا ہے ذہانت وفطانت کا پتہ ان کے بیان سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے میں ناچیز ہیچ مداں ان کی ذات گرامی کے علمی مقام کا احاطہ نہیں

کر سکتا ان کی ذات ان کی علمی شخصیت کہیں بلند و بالا ہے۔

جب احادیث کریمہ کی تشریح فرماتے ہیں تو ہر پہلو سے سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں ابھی جلد ہی حضرت والا پاکستان تشریف لائے تھے اس موقع پر دار العلوم امجدیہ میں ختم بخاری شریف کا جلسہ منعقد ہوا، حضرت محدث کبیر نے اس میں صحیح بخاری کی آخری حدیث کا اختتامی درس دیا کم وبیش دو گھنٹے تقریر فرمائی ،ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے یہ پورا درس آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ کے حوالوں سے مزین تھا اور ہر ایک سامع کا دل یہی چاہتا تھا کہ حضرت اور بیان فرمائیں طبیعت کو سیری نہیں ہو رہی تھی انداز بیان عالمانہ، محدثانہ اور انتہائی دل نشیں تھا، ہر بات سامعین کے قلب وجگر میں اترتی چلی جارہی تھی اس بیان سے ان کی وسعت علمی کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا وہ واقعی محدث کبیر کہلانے کا حق رکھتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس دور میں انکے پایہ کا کوئی عالم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کا سایہ تادیر اہل سنت کے سروں پر قائم ودائم رکھے ان کو عمر مدید عطا فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے ہمیں تادیر مستفیض ومتمتع ہونے کا موقع عنایت فرمائے۔

عبد العزیز حنفی قادری بانی ومہتمم مدرسہ وقار العلوم اورنگی ٹاؤن وامام وخطیب جامع مسجد فاروق اعظم کراچی، پاکستان۔

حضرت مولانا محمود رضا صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

مہتمم جامعہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ، یوپی

ممتاز الفقہاء سلطان الاساتذہ حضرت علامہ شاہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ عصر حاضر کی اس شخصیت کا نام ہے جو تقوی، طہارت، خشیت الٰہی، درس وتدریس، تحقیق ومناظرہ میں نابغۂ روزگار ہے۔

حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری نان پاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوی "ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ" پر حضرت محدث کبیر مدظلہ نے جو ایک مختصر تقریظ لکھی ہے، وہ قابل دید ہی نہیں قابل فکر وتقلید بھی ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں طالب علمی کے دوران اگر چہ فقیر درجۂ خامسہ میں تھا مگر حضرت کے درس حدیث میں کبھی کبھی شامل ہوتا رہا اس طرح ناچیز کو حضرت سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

میں حضرت کی جلالت علمی بالخصوص ان کی خردنوازی سے بے پناہ متاثر ہوں ایک بار غالباً ۲۰۰۳ء میں مفتی نانپارہ قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت دام ظلہ نانپارہ کے ایک پروگرام میں تشریف لایا تو میں نے اپنے ادارے میں تھوڑی دیر کے لیے زحمت قدوم کی درخواست پیش کی حضرت نے بڑی خندہ پیشانی سے منظور فرمائی اور جامعہ میں تشریف لائے طلبہ اور استاذ کے سامنے ایمان وعقیدہ کے تعلق سے ایک فکر انگیز نصیحت آمیز تقریر فرمائی پھر حضرت مفتی نان پارہ علیہ الرحمہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور میرے ساتھ نہایت شفقت اور محبت اور خردنوازی کا مظاہرہ فرمایا خدا کرے حضرت کا سایہ ہم چھوٹوں پر تادیر قائم رہے آمین

(۱۸/اگست ۲۰۰۸ء ۱۷/ شعبان ۱۴۲۹ھ)

حضرت حافظ وقاری عبدالقادر صاحب قبلہ دام ظلہ

مہتمم دارالعلوم حنفیہ قلابہ ممبئی

ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ العالی اپنی زندگی کے ہر پہلو کے اعتبار سے قابل تعریف وصد آفریں ہیں ان کا ہر کارنامہ بے مثل وبے مثال ہے ان کی تدریس، ان کی تقریر ان کا

مناظرہ، ان کا خطاب اپنی مثال آپ ہے کوئی ان کا نظیر و ہم پایہ نظر نہیں آتا آج ان کا ہر شاگرد بھی ممتاز اور قوم کے لیے نہایت معتبر ہادی تصور کیا جاتا ہے بلاشبہہ وہ آج اہل سنت و جماعت کے لیے قابل فخر ہیں مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان و نقیب ہیں بے بدل مصلح و ہادی ہیں مولائے کریم ان کے کارناموں کو قبول فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم رکھے آمین۔

(۲۸؍اگست ۲۰۰۸ء، جمعرات)

مولانا فضل الرحمٰن برکاتی

پرانی بستی، مبارکپور

آپ کو درس نظامیہ کے جملہ فنون پر مہارت تامہ حاصل ہے، خصوصاً فن حدیث میں ایسا ملکہ ہے کہ علمی حلقوں میں آپ محدث کبیر کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں، علمی صلاحیت اور تحقیقی امور میں اکابر علما نے بھی آپ کا لوہا مانا۔

چنانچہ امریکی خلابازوں نے چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کیا بریلی شریف میں اس کی شرعی تحقیق کا کام آپ کے سپرد کیا گیا، اس سے آپ کی علمی لیاقت اور تحقیقی قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (بحر العلوم نمبر ص ۳۹۳)

حضرت علامہ جاہ محمد مشہودی صاحب قبلہ نظام آباد دکن

محدث کبیر دام ظلہ العالی نے ۲۰۰۴ء کے ماہ ربیع الاول کی تین تاریخیں اہل نظام آباد دکن کو عطا فرمائیں اس پر علامہ جاہ محمد مشہودی رقم طراز ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے دیوانوں نے ۲؍سال سے عید سعید ربیع الاول کے حسین و پر بہار موقع پر ۱۲؍روزہ جلسہ ہائے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آغاز کیا اس

سال اسی موقع پر۔ پر آشوب حالات سے آگاہ کرتے ہوئے عالم اسلام کی عبقری شخصیت شہزادۂ صدر شریعت، رہبر اہل سنت، پیر طریقت خلیفہ وتلمیذ حافظ ملت استاذ العلما ممتاز الفقہا شارح ترمذی حضور محدث کبیر علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری اعظمی بانی جامعہ امجدیہ گھوسی کی بارگاہ میں عرضی پیش کی اور حضور نے ہم غلاموں پر کرم فرماتے ہوئے ۳؍تاریخیں عطا فرمادیں اہل نظام آباد مسرت وشادمانی سے چور ہوگئے کہ پہلی بار نظام آباد میں ایک ایسی شخصیت جلوہ گر ہو رہی ہے جو محدث کبیر ہے۔

پھر بشکل نظم یوں تاثر قلم بند کرتے ہیں:

اہل سنت کی کرن حضرت ضیاء المصطفیٰ
نازش اہل چمن حضرت ضیاء المصطفیٰ
عشق وعرفاں کے سمندر علم کے جبل عظیم
عظمت دین حسن حضرت ضیاء المصطفیٰ
پر توے صدر الشریعہ، نائب احمد رضا
مفتیٔ اعظم کی پھبن حضرت ضیاء المصطفیٰ
مسلک احمد رضا کی آبرو ہے ان کی ذات
ہیں بلاشبہہ چمن حضرت ضیاء المصطفیٰ
آپ کی سیرت میں پنہاں سنت شاہ رسل
رہبر اہل سنن حضرت ضیاء المصطفیٰ
اے مشہودی یہ حقیقت اہل عالم سے کہو
ہیں سراپا انجمن حضرت ضیاء المصطفیٰ

(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۶۶)

حضرت علامہ مفتی عبدالنبی حمیدی صاحب

امیر دعوت اسلامی ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس فقیر کو امریکہ میں حضرت محدث کبیر صاحب قبلہ کی صحبت ملی اور محدث کبیر کے بیانات سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر خصوصی خطاب سننے کا موقع ملا۔

میں نے حضرت کو علوم دینیہ کا بحر بیکراں پایا اور جس انداز سے حضرت نے سرکار کے فضائل پر گفتگو فرمائی بے شک اس زمانے میں انہیں کا حصہ ہے۔ اور چھوٹوں پر شفقت اور حوصلہ افزائی بھی آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو ہے مجھے ایک جلسے میں پھولوں کا وہ ہار عطا فرمایا جو آپ کو استقبال کے طور پر پہنایا گیا تھا اور اس کے علاوہ عرس اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہرارے میں ہر سال منعقد ہوتا ہے اس میں بھی حضرت کی زیارت اور بیان سننے کا شرف نصیب ہوا۔

اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام پر محدث کبیر کے بیان نے اہل علم کو حیران کردیا جس انداز کی باریکیاں اور نکات آپ نے بیان فرمائے وہ پہلے پڑھنے یا سننے میں نہیں آئے تھے بالمجموع یہ کہا جاسکتا ہے کہ محدث کبیر اس دور میں اہل سنت وجماعت کے عظیم سرمایہ ہیں اللہ رب العزت ان کی عمر اور فیوض وبرکات کو خوب طول عطا فرمائے اور ان کے روحانی فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ التحیۃ والتسلیم.

(۲۲/اگست ۲۰۰۸ء ۲۱/شعبان ۱۴۲۹ھ بروز جمعہ)

حضرت علامہ اقبال مصباحی دام ظلہ

امام مسجد نور الاسلام بولٹن یو کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذ گرامی حضور محدث کبیر مدظلہ العالی کو میں نے جامعہ اشرفیہ میں تین سال دیکھا پھر جب میں یو کے آ گیا اور حضرت کا یہاں آنا شروع ہوا تو مزید قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا، آپ کو میں نے ایک محقق، محدث اور عالم صادق پایا آپ کے اخلاص حلم عفو و درگزر، عدم طمع اور استقامت علی الحق سے میں بہت متاثر ہوا۔

عالی وقار حضرت حافظ محمد نثار گور.جی

بلیکبن یو کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور محدث کبیر مدظلہ آپ یو کے شہر بلیکبن میں جب بھی تشریف لاتے احقر کے گھر تشریف لاکر قیام فرماتے، آپ نے کسی بھی خواتین سے بے حجاب ملاقات نہ کی، آپ نے کبھی بھی مجھ سے نہ نذرانہ مانگا نہ ہی ادارے کا چندہ، آپ کی شفقت، خورد نوازی، عدم طمع اور مختلف علوم وفنون میں مہارت اور استحضار علم سے میں بہت متاثر ہوا۔

حضرت مولانا قاری نثار احمد صاحب مینائی دام ظلہ

صدر المدرسین دار العلوم امیر العلوم مینائیہ گونڈہ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذ گرامی محدث کبیر ،فقیہ شہیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ بلند پایہ علمی و عملی شخصیت ہیں ، بلاشبہ وہ فقہ میں مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے مظہر ،علم حدیث میں حضور حافظ ملت قدس سرہ کے آئینہ ہیں ، جلال علم و دانش کے ساتھ نہایت شفیق و کریم استاذ ہیں ، میں نے اپنے عہد طالب علمی میں جامعہ اشرفیہ کے اندر حضرت محدث کبیر دام ظلہ سے بڑھ کر کسی کو مہربان نہ پایا میں نے وہاں محسوس کیا کہ ان کے اندر ایسی روحانی ، مقناطیسی ، تسخیری قوت ہے جس کے سبب طلبہ اپنے آپ ان کے گرویدہ اور ان کے قرب کے خواہاں و متلاشی نظر آتے تھے ۔

یقیناً محدث کبیر خدائے تعالیٰ کی عظیم نشانی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن معجزہ ہیں ، طلبہ و عوام کی اس قدر کشش ان کے معجزہ ہونے کی عظیم دلیل ہے ، ع.....

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(۶ رشعبان ۱۴۲۹ھ.......۷ راگست ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا افتخار احمد قادری مصباحی

استاذ دار العلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ

محدث کبیر روشن ذہن ، اور زبردست قوت حافظہ کے مالک ، حیرت انگیز

استدلالی قوت تعجب آگیں استشہاد کے شہسوار اور عظیم نکتہ آفریں محدث، تجربہ کار ناقد ہیں، رجال حدیث کی تعدیل و جرح میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں، قرآن و حدیث کے علوم میں پختہ کار اور راسخ ہیں، حنفی فقہ کے عظیم فقہی جزئیات و اصول کے حافظ ہیں، ایسے کامیاب مناظر کہ گمراہ فرقوں کے معارضین کا عمدہ اور خاموش کن رد فرماتے ہیں۔ (ترجمہ از عربی سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا نومبر ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا صدر الوریٰ صاحب مصباحی زید فضلہ

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ ان علمائے اعلام میں سے ایک ہیں جو گوناگوں خوبیوں اور کمالات کے مالک ہیں، تدریس، تقریر، تصنیف، تالیف، انشا پردازی، دعوت و ارشاد، بحث و مناظرہ میں آپ کی ہمہ گیری وجامعیت خاص طور پر قابل ذکر ہے، آپ کی ذکاوت و دقت نظر کا عالم یہ ہے کہ کتنی باتیں آپ اپنی خداداد ذہانت سے ارشاد فرمادیتے ہیں، اور جب کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس وقت یہ رائے قائم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ یہ حضرت کی وسعت مطالعہ ہے یا توارد ذہنی اور حاضر دماغی کا حال یہ ہے کہ مسلسل شب بیداری اور عدیم الفرصتی کے باوجود مروجہ علوم وفنون میں کسی قسم کا کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو فی البدیہہ جواب دیتے ہیں۔ (سہ ماہی امجدیہ اپریل، مئی، جون ۲۰۰۴ء ص ۲۳)

حضرت مولانا قیصر علی مصباحی زید مجدہ

الہدیٰ فاؤنڈیشن لینیز یا ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلطان المناظرین عمدۃ المحققین رئیس الفقہا، استاذ گرامی حضرت علامہ ضیاء

المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دام ظلہ العالی ہندوستان کے ان عالموں، مصنفوں اور محدثوں میں سے ہیں، جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے، جن کی تدریس وتقریر سے ہندوستان کے ہی نہیں عالم اسلام کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہورہے ہیں، حضور محدث کبیر ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب مدرس اور شفیق استاذ، علمی شگفتہ بیان مقرر، دندان شکن جواب دہ مناظر، شریعت کے پاسدار، راہ طریقت کے مجاہد، علم ہیئت وتوقیت کے ماہر بھی ہیں،

حضور محدث کبیر صاحب قبلہ کی خطابت کے خصائص سے ہے کہ ان کی تقریر جملہ محاسن وعظ کا مرقع ہوتی ہے اس میں تجلی جلال وجمال خدانمایاں ہوتی ہے تحفظ ناموس مصطفیٰ بھی، تعظیم صحابہ وخلفائے راشدین کی تاکید ہوتی ہے اکرام ائمہ وتابعین کی ترغیب بھی، فقہ حنفی کی روشن تائید ہوتی ہے فقہا کی جلیل الشان خدمات کا ذکر بھی، نقوش پائے مصطفیٰ کا تذکرہ ہوتا ہے عقیدت کا اظہار بھی۔ غرض آپ کا ہر خطاب ہدایت ورہنمائی کا روشن چراغ ہے گمراہوں کی ہدایت کا آبشار بھی، علم وعرفان کا گوہر آبدار ہے تحقیق وطلب کا درشہوار بھی، امام احمد رضا کا روحانی کرم ہے، صدر الشریعہ کا علمی فیضان بھی۔

مختصر یہ کہ حضور محدث کبیر نے اپنے علمی وفکری کمال سے مذہب ومسلک کی وہ گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جن کی داستانیں افق آسماں پر رقم ہوچکی ہیں ان کی نوک زبان وقلم سے نکلا ہوا ایک ایک فقرہ کوثر وتسنیم بن کر بہہ رہا ہے آج ان کے محاسن کا چراغ کشوردل کے شبستانوں میں جل رہا ہے محبوب رب العلمین کی محبت ہی ان کا سرمایہ حیات ہے اس سے آپ کو کھلی عداوت ہے جس کو رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت ونفرت ہے۔ اس شعر کے آپ مصداق کامل ہیں:

بہت سادہ سا اپنا اصول دوستی کوثر
جوان سے بے تعلق ہے ہمارا ہو نہیں سکتا

آج مورخہ ۲۳؍ اگست ۲۰۰۸ء شب اتوار علم وہنر کے تاج ور مفکر وقت حضرت مفتی محمد ابوالحسن صاحب قبلہ کے حکم پر حضور محدث کبیر کی شخصیت سے متعلق یہ ناقص تاثر محض اس لیے قلم بند کر دیا کہ فقیر قیصر علی مصباحی بھی اس قدسی صفت شخصیت کی بارگاہ فیض رسا سے دائمی پھوار حاصل کر لے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

حضرت حافظ انصاف صاحب و مولانا عمران رضا صاحب

جامعہ تاج الشریعہ نمنہارا، نواب گنج علی آباد، بہرائچ شریف، یوپی

استاذ العلما افقہ الفقہاء تاج الصوفیا محدث کبیر علامہ شاہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نادر روزگار عالم، بے مثال مفکر و خطیب، بے نظیر محقق و داعی ہیں علم و عمل فکر و فن تقوی و طہارت زہد و ورع کے پیکر ہیں وہ سراپا قابل تعریف ہیں ایک جہاں ان کے فضل و بزرگی کا مداح و معترف ہے آج بڑے مدارس و جامعات میں ان کے خوشہ چیں بلند و بالا مناصب پر قائم ہیں ان کے تلامذہ میں مدارس کے علما ہیں خانقاہوں کے مشائخ ہیں مساجد کے ائمہ ہیں دار التصنیف کے مصنف ہیں دار الافتا کے مفتی ہیں دار القضا کے قاضی ہیں غرض کہ ہر میدان میں ان کا فیضان محسوس کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم و دائم رکھے اشرار کے شر حساد کے حسد سے انہیں محفوظ رکھے آمین۔ (ا؍ شعبان ۱۴۲۹ھ ۲؍ اگست ۲۰۰۸ء بروز شنبہ)

مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب قبلہ

خلف رشید رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، ہوسٹن امریکہ

حضرت محدث کبیر متنوع اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں اور آپ کی

ذہانت، تدریس، تقریر، تفقہ فی الدین اور فتوی نویسی میں نابغۂ روزگار ہے۔
(سہ ماہی امجدیہ از جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء)

حضرت مولانا مفتی ابرار احمد صاحب

صدر المدرسین دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج بستی یوپی

ممتاز الفقہا حضور محدث کبیر دام ظلہ کی ذات ستودہ صفات اپنی گوناگوں اور جامع الکمالات اوصاف ومحاسن کے سبب دنیائے سنیت میں متعارف ہے بالخصوص اپنی وسیع الخیالی ظرف نگاہی علم وفن کی جامعیت اور فقہ وحدیث سے کامل واقفیت کے باعث اپنی علمی شناخت رکھتے ہیں سخن آموزی کی منزلیں طے کرنے کے بعد آپ نے اپنی حیات مسعود کو دینی خدمات کے لیے وقف کر دیا اور بے شمار کارہائے گراں مایہ انجام دے رہے ہیں جن میں ہوڑہ کلکتہ میں دار العلوم ضیاء الاسلام ہوڑہ کا قیام پچاس سالہ تدریسی وتقریری خدمات قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا قاری فرید احمد صاحب لسوڈھو

اشرفیہ مبارک پور میں عرصہ طالب علمی سے لے کر آج تک علامہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ میری نظر حقیر میں محدث کبیر ہیں اور ایک بے مثال مدرس بھی آپ بے مثال مقرر ہیں بے مثال علامہ ہیں آپ یادگار حافظ ملت بھی اور آپ آبروئے سنیت بھی ہیں آپ کی موجودگی اہل سنت وجماعت کے لیے بے پناہ وزن کی حیثیت رکھتی ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے دفاع کے لیے ایک آہنی دیوار بھی ہیں آپ واقعی وارث الانبیاء نائب الرسول ہیں اور بلا شک وتردد آپ کرامت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ۔ (۳؍ اگست ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا محمد یونس رضا امجدی قادری

استاذ جامعہ مجیدیہ الہ آباد، یوپی

سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہاء محدث کبیر شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت فیوضہم و برکاتہم بلاشبہہ عصر حاضر کی نادر روز گار ہستی ہیں، مذہب اسلام کی عبقری شخصیت ہیں معقولات و منقولات ہیں دستگاہ کامل رکھتے ہیں ساتھ ہی روحانیت کے عظیم شہسوار ہیں حضور والا کے زیر سرپرستی مشہور و معروف دانشگاہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کے اندر عہد طلب علم میں میری قلبی خواہش تھی کہ حضور والا سے درس حدیث کا شرف حاصل ہو ایک عرصۂ دراز تک یہ تمنا انگڑائی لیتی رہی یہاں تک کہ اگست ۲۰۰۳ء میں حضرت محدث کبیر اشرفیہ سے دست بردار ہو گئے اور اپنے قائم کردہ ادارہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ کو عروج آشنا کرنے میں مصروف ہو گئے بخاری شریف، ترمذی شریف اور شرح معانی الآثار کی تدریس شروع فرمائی اس طرح بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنے کا مجھے شرف مل گیا حضور والا کی تدریس سے میں بے پناہ متاثر ہوا ان کی تدریس حدیث مجھے سب سے ممتاز اور جداگانہ محسوس ہوئی جب نفس حدیث کا سلیس ترجمہ فرماتے، استخراج مسائل فرماتے، سند کی قوت و ضعف سے متعلق بحث کرتے طرق روایات بیان کرتے، مسلک حنفی نہایت اچھوتے انداز میں ثابت فرماتے، اپنے مسلک کی تائید میں متعدد احادیث کریمہ اصل متن کے ساتھ سناتے اور فرقہ باطلہ کا رد کامل کرتے، حدیث کی ایسی زوردار ولولہ خیز تقریر فرماتے تو لگتا کوئی سحاب باراں ہے جو تشنہ لبوں کو سیراب کرنے کے لیے امنڈ پڑا ہے ان کی خصوصیات تدریس کو دیکھ کر میرا خیال ہے کہ آپ عصر حاضر میں بے مثال محدث ہیں اور جامع الصفات معلم ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا ظل

ہمایوں اہل سنت پر دراز رکھے، آمین۔

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی

حضرت علامہ موصوف (محدث کبیر) زبردست محقق اور مستند وذمہ دار عالم ہیں۔
(ماہ نامہ جام نور دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۴۳)

مبلغ اسلام حضرت علامہ نظام الدین صاحب قبلہ مصباحی گجراتی

بولٹن انگلینڈ یوکے
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور محدث کبیر کی خدمات سرزمین برطانیہ پر:

کا سلطان الاساتذہ رئیس المناظرین ممتاز الفقہاء حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی مدظلہ العالی ایک بلند پایہ عالم دین راسخ العلم مدرس جلیل القدر محدث خطیب المثال مناظر بالغ نظر مفتی بے مثال فقیہ عظیم مفکر اعلی منتظم نکتہ رس خطیب ہونے کے ساتھ انتہائی جلیل الطبع خوش مزاج متواضع طبیعت کے حامل ہیں حضرت کے خدمات دینیہ کا سلسلہ صرف ہند نہیں بلکہ بر صغیر افریقہ امریکہ یورپ دنیا کے مختلف خطوں تک وسیع ہے آپ برطانیہ مسلسل کئی سال آتے رہے ان سالوں میں آپ نے علما و عوام اہل سنت کی مختلف اعتبار سے دینی و شرعی رہنمائی فرمائی تدریس کے ذریعہ بھی رہنمائی فرمائی، چنانچہ ۲۰۰۴ء آپ نے نوجوانوں کی گزارش پر شمائل ترمذی کا غوثیہ مسجد ماؤنٹن جہاں کے خطیب مولانا محسن رضوی ہیں وہاں درس دیا، آپ اردو میں درس دیتے اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہوتا رہا، تقریباً مکمل کتاب کا درس، چار روز کئی کئی گھنٹوں کی نشست میں مکمل ہوا اگر کوئی اس کی ضبط تحریر کرے تو اچھی

خاصی شرح ہوسکتی ہے، راقم سطور محمد نظام الدین مصباحی نے بھی تمام دروس میں شرکت کی اور بہت فیض اٹھایا، نوجوانوں نے اس سے بہت اچھا تاثر لیا اور آپ کی علمی اور تدریسی صلاحیتوں کا لوہا مانا، تقریر کے ذریعہ خدمات، تقریر کا عوام خواص یکساں فائدہ اٹھاتے اس لیے دین کی خدمت کا ایک اہم ذریعہ تقریر بھی ہے حضور محدث کبیر علمائے ہند میں اس اعتبار سے بھی ممتاز ہیں کہ آپ کی تقریر میں آیات اور احادیث کا زیادہ تر مواد ہوتا ہے مختلف عناوین پر آپ کو سیکڑوں احادیث حفظ ہیں اس لیے دنیا آپ کو محدث کبیر کے لقب سے جانتی اور پہچانتی ہے آپ نے برطانیہ میں اپنی تقاریر سے لوگوں کے عقائد کو مضبوط کرنے نیز اخلاق و کردار کو سنوارنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے آپ کی خطابات سے جہاں لوگوں کے عقائد مضبوط ہوئے وہیں سے لوگوں میں نیکیاں کرنے کا جذبہ اور گناہوں سے بچنے کا جذبہ بھی پیدا ہوا، بیعت وارشاد سے بھی آپ نے دین کی خدمت انجام دیں چنانچہ حضور محدث کبیر کی ذات والا صفات مقناطیسیت اپنے اندر رکھتی ہے آپ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوکر کئی نوجوان جو یوکے کے پیدا شدہ ہیں آپ کے مرید ہوئے آپ سے مرید ہونے سے پہلے ان میں وہ مسلک کی پختگی نہیں تھی لیکن آپ سے مرید ہونے کے بعد وہ مسلک امام احمد رضا کے سچے حامی و ناشر نظر آتے ہیں، اوقات صلوٰۃ میں لوگوں کی رہنمائی کی، برطانیہ میں نصف صدی سے مسلمان رہتے ہیں مگر اوقات صلوٰۃ مثلاً عشا عصر اور سحر میں کافی اختلاف نظر آتے ہیں جب حضور محدث کبیر یہاں تشریف لائے تو آپ نے یہاں کے اوقات صلوٰۃ میں علم توقیت اور شرعی اصولوں کے میزان پر جانچا اور پرکھا تو آپ نے محسوس کیا کہ جو مساجد میں ٹائم ٹیبل چھپے ہوئے ہیں ان میں کافی سقم ہے تو آپ نے بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کے سلسلے میں بھرپور رہنمائی فرمائی اور ٹائم بھی استخراج کر

کے دیا جس پر کافی لوگ اب عمل کر رہے ہیں۔

آپ کے اخلاق:

ہم لوگوں نے آپ کو خلوت میں جلوت میں سفر میں حضر میں ایک بار نہیں بار ہا دیکھا اور حضرت کے اخلاق حسنہ سے کافی ہم متاثر ہوئے آپ کے اخلاق میں جو نمایاں پہلو نظر آئے اس میں سے چند ایک کو میں ذکر کرتا ہوں نمبر ایک استغنا، نفس کا گہنہ بالخصوص علما کا زیور ہے، مستغنی عن الناس بھی حق پسند حق گو اور سچا عالم دین ہوتا ہے یہ وصف حضرت میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے، آپ جب سے برطانیہ تشریف لاتے ہیں ان سالوں میں نہ لوگوں سے نہ نذرانہ مانگا نہ ہی اپنے ادارے کے لیے چندہ ہاں اگر کوئی خوشی سے مدرسہ کی خدمت کر دے تو قبول فرمالیا، اگر کوئی آپ کی ذات کے لیے کوئی نذرانہ پیش کرتا تو بہت اصرار کے بعد اپ اس کو قبول فرمالیتے اگر کوئی تعویذ لے کر نذر دینے کی کوشش کرتا تو آپ ہرگز قبول نہ فرماتے یو کے میں کتنے ہندوستانی علما ہیں اگر کوئی دعوت دیتا تو ٹھیک ہے مگر یہ نہیں کہ زبردستی دعوت کر کے جمعہ یا کوئی اور پروگرام رکھوالیا جائے جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کئی حضرات نے آپ کو ایک یا دو بار آپ کو اپنی مسجد میں بلایا ہوگا یا کچھ نے کبھی دعوت بھی نہیں دی ہوگی مگر کبھی بھی آپ نے ان کے بارے میں نہ شکوہ کیا نہ شکایت بلکہ اگر کبھی ملاقات ہوگئی تو پیشانی پر بل نہ لا کر خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے ملاقات کی نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں نے یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا نہ کبھی تقریر کا کرایہ مانگا اور نہ نذرانہ اگر کسی نے نذر پیش کر دی تو ٹھیک ورنہ آپ نے کبھی بھی نہ اس کی خواہش رکھی نہ مطالبہ کیا کئی بار کئی جلسوں میں آپ کو نذر نہیں پیش کی گئی لیکن پھر بھی آپ دوسری مرتبہ بھی بلانے پر وہاں تشریف لے گئے یہ ہے آپ کی شان استغنا جو آج کل علما میں کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

عفوودرگزراورحلم:

عفو ودرگز راورحلم آپ میں بدرجہ اتم ہم نے محسوس کیا اگر آپ کوکسی نے تکلیف بھی پہنچائی تو آپ نے اس کودرگزرفرمایا، ہاں دینی معاملات میں آپ نے ضرور سختی فرمایا آپ بڑی عمر کے حضرات کا احترام کرتے اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے چنانچہ یوکے میں موجود ایک بزرگ عالم دین حضرت علامہ محمد حنیف صاحب رضوی جو انڈیا راجستھان کے رہنے والے ہیں حال بولٹن میں رہتے ہیں اگر دوران تقریر آجاتے تو آپ اپنی تقریر روک کران کا استقبال کرتے کبھی بھی آپ نے کسی عالم دین یا کسی دارالعلوم یا ادارہ کی بدگوئی نہیں کی یا تو خاموشی اختیار کی یا ذکر خیر کیا آپ سے عرض کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کے علما میں جو بعض اختلافات ہیں ان کو ختم ہونا چاہیے آپ فرماتے ہیں شریعت کے اصولوں کے مطابق اختلافات ختم کرنے کے لیے میں ہروقت تیار ہوں۔

مجلسی خدمات:

نماز عشا کے بعد یا مغرب کے بعد طعام سے فارغ ہوکر اچھی تعداد میں علما اورعوام جمع ہوتے اہل مجلس مختلف عناوین پر آپ سے سوالات کرتے اورآپ ان کی شرعی اصولوں کی روشنی میں جوابات دیتے۔

نیز بعض دفعہ کوئی عالم دین حدیث یا فقہ کی کتاب لے کر حاضر ہوجاتے اور وہ آپ سے احادیث یا فقہ کا درس لیتے آپ سے کئی علما نے بخاری شریف کی کچھ حدیثیں پڑھ کر سند حدیث حاصل کی، مثلاً پاکستان کے مشہور خطیب اورمناظر شیر اہل سنت حضرت علامہ سید عرفان صاحب مشہدی مدظلہ العالی نے آپ کو بریڈفورڈ اپنے یہاں خصوصی دعوت دی اور بخاری شریف کا درس لیا اور سند حدیث بھی حاصل کیا۔

نیز ان کے علاوہ دیگر علمانے بھی آپ سے سند حدیث حاصل کی ہے، مختصر یہ کہ آپ کے یہ جو برطانیہ میں اسفار ہوئے ہیں محض دین کے لیے تھے دنیا کے لیے نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے حاسدین کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

حضرت مولانا عبد الصمد قادری امجدی

استاذ جامعہ رضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ، ضلع مہوتری، نیپال

پیر طریقت، رہبر شریعت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت قاطع شرک و بدعت، حامی سنت، سلطان الاساتذہ، رئیس المناظرین، عمدۃ المتکلمین، بقیۃ السلف، فقید المثال محدث، بالغ نظر مورخ، فقیہ ابن فقیہ، مولانا استاذی الکریم الشاہ الحاج، حافظ الاحادیث علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری اطال اللہ عمرہ۔

حضور محدث کبیر نائب قاضی القضاۃ فی الہند سنیت کی جان، حقانیت کی پہچان، اور مسلک اعلیٰ حضرت کی شان ہیں، محدث کبیر پر انگلی اٹھانا مسلک اعلیٰ حضرت پر انگلی اٹھانا ہے، حضور محدث کبیر کو گالی دینا اپنے اسلاف کو برا بھلا کہنا ہے، ان سے بیزار ہونا مسلک اعلیٰ حضرت سے دور ہونا ہے، حضور محدث کبیر کی ذات بابرکت دام ظلہ علینا نہ ہوتی تو اہل سنت کا بڑا خسارہ ہوتا ان سے بغاوت و عداوت کرنا اپنے لیے محرومی و تباہی کمانا ہے، قابل تعریف اور قابل لائق ستائش ہیں استاذ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابو الحسن مصباحی جن کے نوک قلم سے حضور محدث کبیر کی حیات و خدمات پر ایک مفصل کتاب وجود میں آئی، میں استاذ محترم مفتی صاحب کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔

حضرت علامہ مفتی اشرف رضا صاحب امجدی

پرنسپل مدرسہ قادریہ رشیدیہ جلیشور ضلع مہوتری، نیپال

سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہا، محدث کبیر علامہ شاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دامت فیوضہم علینا کی ذات محتاج تعارف نہیں، آپ علم وعرفان کے نیر تاباں، فکر ونظر کے بے تاج بادشاہ، فضل وکمال کے بحر بے کراں، اور زہد وتقوی کے قد آور سلطان ہیں، اس دور قحط الرجال میں آپ کی شخصیت کئی وجوہ سے ممتاز وفائق الاقران ہے، آپ ایک عدیم المثال محدث، باکمال فقیہ، عظیم مناظر، اور بے نظیر متکلم ہیں یقیناً آپ گونا گوں خوبیوں کے جامع ہیں، جب آپ کرسی خطابت پر جلوہ فگن ہوتے ہیں تو اقلیم سخن کے حکمراں نظر آتے ہیں مسند تدریس پر رونق افروز ہوتے ہیں تو فقہ وحدیث اور حکمت وفلسفہ کی گتھیاں سلجھاتے دکھائی دیتے ہیں، آپ ہی جیسوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ع........وہ ایک شخص نہیں مستقل ادارہ ہے

حضرت علامہ مفتی اشرف القادری

امانت شرعیہ خانقاہ قادری غنیمی شریف جلیشور، نیپال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ونبیہ العظیم

سلطان المتکلمین فی زمانہ وامام الحنفیہ فی عصرہ

علامہ ضیاء المصطفیٰ ابن صدر الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کا علم وفضل

وہ علمائے کرام جن پر امت مرحومہ کو ناز ہے اور وہ حاملین شریعت جن پر ملت

محمدیہ کو فخر ہے ان نفوس زکیہ میں سے ایک نفس زکی عالم ربانی ،فقیہ النفس علامہ ضیاء المصطفیٰ زید مجدہ وشرفہ ہیں ،ابھی آپ دارالعلوم امجدیہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ یوپی کی زیب وزینت ہیں ،مجالس علما وفقہا میں آپ صدر مجلس اور درس گاہ علم وفن کی شمع فروزاں ہیں ،اہل علم وفضل واہل فکرونظر آپ کو خوب جانتے اور پہچانتے اور مانتے ہیں ،اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی نے دربار غوثیت میں عرض کی۔

عدو بددین مذہب والے حاسد

تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کو بددین ، بد مذہب نے نہیں پہچانا ہم عصر اہل مذہب حاسدین نے حسد وعناد کی وجہ سے نہیں پہچانا اسی طرح علامہ موصوف کے دشمن بد مذہب تو ہیں ہی ،اہل مذہب میں سے بعض حسد میں یا از راہ شخصیت پرستی علامہ موصوف کے مخالف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو فضائل علامہ میں نظر عالی عطا فرمائے علامہ موصوف کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ان کا رخ پر نور ورخ گرہ گیر آرائش مشاطہ سے بے نیاز ہے، بقول علامہ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ۔

وصف ترا گر کنند ور نہ کنند اہل فضل

حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

علامہ موصوف میرے استاذ گرامی ہیں وہ ہر فن میں علامہ ہیں ، ہندوستان میں سب سے بڑے عالم یعنی علامہ ازہری اختر رضا قادری بریلی شریف ہیں ،اور علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری گھوسی یوپی ہیں ،میزان علم وعقل سے اتر کر ان حضرات کی مخالفت اہل ابصار وبصائر کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے۔

شیر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد جیش صاحب قبلہ صدیقی نوری

سربراہ اعلیٰ جامعہ حنفیہ غوثیہ جنکپور، نیپال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

شہزادۂ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ محدث کبیر حضرت علامہ مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب نائب قاضی القضاۃ فی الہند دامت برکاتہم القدسیہ اطال اللہ عمرہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں آپ دنیائے سنیت کے مایہ ناز عبقری شخصیت عالمی شہرت یافتہ، ممتاز عالم دین، باکمال خطیب، بلند پایہ فقیہ، جامع علوم وفنون، مفکر اسلام، مناظر اہل سنت، صاحب تدریس وافتا ہونے کے ساتھ شیخ طریقت بھی ہیں۔

جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی تشریف لے جانے پر اس بلندی پر پہنچ گیا کہ وہاں کے سارے ادارے پست نظر آنے لگے، طلبہ کا رخ اب آپ کی طرف ہے، علامہ موصوف نے زبان وقلم کی خداداد صلاحیتوں سے قوم وملت کی جو ہند وبیرون ہند خدمات جلیلہ انجام دی ہیں یقیناً وہ لائق صد داد وتحسین ہیں اور لوگوں کے لیے درس عبرت ہیں، مجھے بہت خوشی ہے کہ اس معظم ومحترم ہستی کے حالات زندگی تحریر میں لائے جارہے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ وطفیل میں آپ کے مراتب کو بلند سے بلندتر فرمائے، آمین۔

بجاہ النبی الکریم الامین علیہ افضل الصلوات واکرم التسلیمات والحمد للہ رب العالمین۔

مولانا شرافت حسین صاحب قادری امجدی

ہنس پور ضلع دھنوسا نیپال

ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، رئیس المناظرین، قائد اہل سنت، حضور محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی فکر رازی اور شعور غزالی کے امین ہیں، عصر حاضر کے مستند و معتمد محقق و مدبر، مفسر و محدث اور ذمہ دار عالم دین ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کے مایہ ناز باوقار مبلغ ہیں، ہر میدان کے شہسوار ہیں، اقلیم خطابت کے تاجدار ہیں، وہ محدث کبیر ہی نہیں بلکہ محدث اعظم ہیں، اس زمانے میں ان کا ہمسر نظر نہیں آتا، ان کو تمام علوم و فنون پر کامل عبور اور مہارت تامہ نیز دسترس حاصل ہے، خاص کر علم حدیث میں یکتائے روزگار اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں، ان کے اندر حضور حافظ ملت قدس سرہ کے علمی کردار، حضور مجاہد ملت کے جلال، حضور صدر الشریعہ کے کمال، حضور مفتی اعظم ہند کے تقویٰ و طہارت اور حضور سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے علم کا عکس جمیل نظر آتا ہے۔

حضرت مولانا نعیم الاسلام قادری

کریم الدین پور بگہی گھوسی مئو

یہاں (گھوسی) کی خاک نے ایسے افراد کو جنم دیا جو بذات خود علم کی ایک لائبریری اور فکر و فن کے ایسے پاور ہاؤس تھے، جہاں سے علم و ادب کی روشنی سپلائی ہوئی علامہ غلام نقش بند گھوسوی ثم لکھنوی، حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی حکیم امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت، خیر الاذکیا علامہ غلام یزدانی اعظمی، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی، شارح بخاری فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی سید المحدثین والمفسرین علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، فخر المحدثین علامہ

عبدالمصطفیٰ اعظمی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی وہ شخصیتیں ہیں جو افق گھوسی پر علم وادب کا آفتاب علم تاب بن کر چمکیں اور درس وتدریس، تقریر وتحریر کے ذریعہ پوری دنیا کے طالبان علوم کے افکار ونظریات کو منور و درخشاں کیا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ کل بھی جاری رہے گا۔ (نگارشات ص ۱۲)

حضرت مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی

پروفیسر دلاص یونیورسٹی کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ

آفاق میں پھیلی ان کی ''ضیا''

جہان علم ودانش، فقہ وبصیرت، درس وافتا اور تقویٰ وطہارت کا ایک معتبر نام ہے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری۔ آپ کی مثالی شخصیت ملک وبیرون ملک میں اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی، خدائے بخشندہ نے انھیں جو عظمت و کرامت بخشی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے، سچ پوچھیں تو ایسی شخصیتیں صدیوں میں جنم لیتی ہیں اور اپنے فضل وکمال کی ضیا بخشیوں سے پوری صدی کو روشن ومنور کر دیا کرتی ہیں۔

اس ایک شخص میں پنہاں ہیں خوبیاں کیا کیا
ہزار لوگ ملیں گے مگر کہاں یہ شخص!

یہ ایک تلخ بات ہے مگر ہے حقیقت لگتی، سو کہے دیتے ہیں کہ ہم میں ایسے افراد کی تعداد کچھ کم نہیں جو عمل کی سوکھتی ہوئی رگ کو اپنے عمل سے سینچنا نہیں جانتے، محض اپنے آباواجداد کی شہرت و بزرگی کی آڑ لے کر خود کو متعارف کرانا اور سماج

میں مقام بنانا چاہتے ہیں۔لیکن حضرت محدث کبیر کی شخصیت اس سے یکسر مختلف ہے،آپ کی ذات گرامی کو جس چیز نے بام شہرت اور مینارۂ عظمت پر فائز کر رکھا ہے میں نہیں کہتا کہ اس میں آپ کی شرافت پدری کا ایک ذرا حصہ نہیں تاہم ان کے علم وعمل،فقہ وبصیرت، زہد وورع اور تقویٰ وطہارت کا اس میں زیادہ دخل ہے،لہٰذا محض بزرگوں کے نام سے اپنے مستقبل کو روشن کرنے والے حضرات کو ان بزرگوں کے نام کو روشن کرنے والے اعمال کو بھی اختیار کرنے کی جد وجہد کرنی چاہیے اور ایسے لوگوں کے لیے محدث کبیر کی بے غبار شخصیت بطور خاص نمونۂ عمل ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ استاذ گرامی قدر حضرت مفتی محمد ابوالحسن صاحب قبلہ حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی کی حیات وخدمات کو انسائیکلو پیڈیائی طور پر تفصیل تمام کے تمام حیطہ بیان میں لا رہے ہیں،تو میں نے چاہا کہ دو چند بے ربط سے جملے لے کر میں بھی ثنا گران محدث کبیر میں شامل ہولوں، چوں کہ ان کی کتاب محدث کبیر کی حیات وخدمات کے استیعابانہ جائزے پر مشتمل ہے، اس لیے میں نے اس کی خاطر ایک نئی جہت کا انتخاب کیا ہے کہ شاید اس سے محدث کبیر کی شخصیت پر ایک منفرد انداز سے روشنی پڑے، تاہم اس کے لیے آپ کو آن لائن (Online) ہونے کی زحمت کرنا پڑے گی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ، مفتی صاحب کی اس سعی محمود کو اپنے کریمانہ قبول سے نوازے اور دونوں جہان میں سرخرو فرمائے۔

یہ ایک سچائی ہے کہ جس طرح محدث کبیر کی علمی وجاہت وجلالت، فقہی تیقن و بصیرت، مناظراتی دبدبہ وہیبت اور بزرگانہ عظمت وکرامت کے چرچے ہائے خیر لوگوں کی زبانوں پر تیر رہے ہیں،اور کروڑوں دل ان کے نام پر دھڑک رہے ہیں، یوں ہی سائنسی تکنیک کی بدولت ہواؤں کے دوش پر بھی ان کی رفعت شان

کے ترانے گائے جا رہے ہیں، ان کے ذکر خیر کی دھومیں مچی ہوئی ہیں اور ان کے الفاظ و بیان کی فسوں طرازیاں پوری تب و تاب کے ساتھ جلوۂ صد رنگ کا نقشہ پیش کر رہی ہیں، اس مناسبت سے ذیل میں کچھ ایسی پارٹیکلر سائٹوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے جو محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ کی ضیاؤں سے معمور ہیں، ان میں کہیں آپ کو ان کے خطابات کی گمک محسوس ہوگی تو کہیں ان کی تحریروں کی دھنک اور کہیں ان کے تاثرات کی جلوہ سامانی ہوگی تو کہیں ان کے سیرت و کردار کی دل لبھاتی کہانی۔

وہ کہتے ہیں نا کہ نور و ضیا کو حیطہ قید میں نہیں لایا جا سکتا یوں ہی سطح نیٹ پر آنے کے بعد انسان کی شخصیت کا تعارف بھی کسی کے احاطے سے وراہو جاتا ہے، پھر اسے مٹھیوں میں بند کرنا خواب ہو جاتا ہے، وہ ہواؤں کے دوش پر تیرتا ہوا کل آفاق میں پھیل جاتا ہے، پھر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا، دنیا جہان کے جس خطے سے چاہیں انگلی کے اک اشارے سے اس حیات بخش روشنی سے مستنیر ہو لیں، جیسے کہ کوئی آفتاب جو اپنے نور کی خیرات سے کسی کو محروم نہ کرے، یوں ہی آج محدث کبیر کے افکار و بیانات سے دنیا بھر میں استفادہ عام ہے، اور دن گزرنے کے ساتھ اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

یوں تو حضرت محدث کبیر کے معتقدین نے ملک و بیرون ملک کی بے پایاں خدمات کے اعتراف میں آپ سے معنون، مکمل و مستقل ایک سائٹ ہی لانچ کر دی ہے جو اپنے اندر آپ کی سوانح و حیات و خدمات کے حوالے سے وافر مواد سنبھالے ہوئے ہے، علاوہ ازیں صدر الشریعہ اور حافظ ملت علیہما الرحمہ کی حیات مقدسہ کی جھلکیوں کے ساتھ ملک کے ممتاز و معروف ادارہ ''جامعہ امجدیہ رضویہ'' پر بھی روشنی ڈالتی ہے، ذیل کے لنک (Link) پر اس سائٹ کی وزٹ کی جا سکتی ہے:

http://www.ziaulmustafa.com/

اس ویب سائٹ پر حضرت محدث کبیر کی ضیا بار شخصیت کے تقریباً بیشتر گوشوں کو مستندانہ اور بڑے ہی ماہرانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے، اس سائٹ کے علاوہ ذیل کی متعدد سائٹوں پر جزوی طور پر محدث کبیر کے خطابات و خدمات کی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں، تفصیل میں نہ جا کر صرف ان کے لنکس کی نشاندہی پر اکتفا کیا جا رہا ہے:

http//clearislamguide.com/2008/0
6/25/biogrophy-zia-ul-mustafa/

اس سائٹ پر شرح وبسط کے ساتھ محدث کبیر کی سوانح حیات اور آپ کی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

http/www.ahlesunnat.biz/speeches
/ziaulmustafa/htm

اس سائٹ پر محدث کبیر کی دو مدلل اور پر مغز تقریریں اہل حدیث کی حقیقت (حصہ اول، دوم) کے نام سے سماعت کی جا سکتی ہے۔

http://ukgeocities.com/gn7862005/
alahazrat-speach.html

اس سائٹ پر امام احمد رضا کے حوالے سے محدث کبیر کے کئی ایک بیانات شنیدنی ہیں۔

http://www.ahlesunnat.net/live/previous
2005.htm

یہ سائٹ بھی محدث کبیر کے کئی خطابات و بیانات سے مالا مال ہے۔

http://www.islamiacademy.org/htmt/

audio/speach/speach.htm

اس سائٹ پر حجۃ الاسلام حضرت حامد رضا علیہ الرحمہ کی یاد میں کے عنوان پر محدث کبیر کا ایک تاریخی خطاب آپ کی سماعت کا منتظر ہے۔

http://www.yanabi.com/forum.messageview.cfm?catid=88&threadid=43013&forumid=1

اس سائٹ پر محدث کبیر کا ''ختم قرآن'' کے حوالے سے ایک تاریخ ساز خطاب نیز آپ کی پرسوز دعائیں موجود ہیں، ذیل کے سائٹ بھی حضرت کے کچھ بیانات سے مالا مال ہیں:

http://www.alahazrat.net/media/speaker/hazratallama/maulana-zia-ul-mustafa/14/

رضا اکیڈمی ممبئی کے ویب سائٹ سے بھی حضرت کی کچھ یادیں وابستہ ہیں، اس کی وزٹ بھی ہونی چاہیے۔

http://www.razaacademy.com/ulmas.html

حضرت کے کچھ بیانات ذیل کے سائٹ پر بھی سماعت کیے جاسکتے ہیں:

http://www.muslims.ws/alahazrat_files/alahazrat.htm

یوٹیوب (Youtube) جو دنیا کا سب سے زیادہ دیکھا جانے والا ویڈیو پلییر ہے اس میں بھی حضرت کے بیانات ذیل کے لنکس پر دستیاب ہیں۔

http://www.youtube.com/watch?v=abev3p09dg8

http://www.sunniport.com/masabih/showthread.php?p=12783

یہ سائٹ ایک دل چسپ تاریخی دستاویز کی حامل ہے اس میں کچھ غلط فہمیوں

کے حوالے سے حضرت محدث کبیر و حضور ازہری میاں قبلہ اور ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب کے درمیان کوئی ۱۹۹۳ء میں ڈربن میں ہونے والے مقابلے کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں، موقع میسر ہوتو اس کی وزٹ کرنا نہ بھولیں اس مباحثے کی تفہیم میں یہ سائٹ خاصی ماعون ثابت ہوگی۔

http://www.raza.org.za/deviant%20sects%20&
%20scholars/deviant_
tahirul_background%20of%20Events.htm

محدث کبیر کی کتاب مشینی ذبیحہ کا انگریزی ترجمہ (The Law Of Shariah Concering "MECHANICAL SLAUGHTER" پڑھنے کے لیے یہ لنکس دیکھے جاسکتے ہیں اور اس سے نیٹ پر اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے:

http://www.nooremadinah.net/englishbooks/
englishbooks.asp

http://www.ummah.net/al_adaab/fiqh/mechanical
slaughter.html

http://www.dawateislami.net/library/writer.aspx?
wrtid=wrt-45

http://haram.wordpress.com/about/
the-issue-of-halaal-
meat/the-law-of-shariah-regarding-mechanical-
slaughter/

http://www.geocitief.com/~abdulwahid/muslim
articales/slaughter.htmi
http://www.islamicmission.net/

حلال گوشت کی تحقیق ہی کے حوالے سے محدث کبیر کی انگلش میں مترجمہ ایک تحریر اس سائٹ پر بھی ضیا بار ہے:

http://www.azhar.jp/info/halal-eng/halal7.html

یقیناً اس کے علاوہ اور بھی بہت سی سائٹیں محدث کبیر کی برکات کی خوشبوؤں سے مہک رہی ہوں گی جو عجلت کے باعث میری دسترس میں آنے سے رہ گئی ہوں گی تاہم جو مذکور ہوئے اس میں اتنا کچھ مواد موجود ہے جو آپ کو تادیر مسحور لذت علم رکھے گا یہی کیا کم ہے کہ کوئی دنیا کے جس کونے سے جب چاہے ضیائے امجد سے اپنے قلب ونظر کی تیرگی مٹالے اور اپنی تشنگی علم ومعرفت بجھالے۔

اس موقع پر اس حقیقت کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ اتنے لنکس پر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی ضیا باریوں کے باوصف مجھے ڈھونڈے سے بھی کہیں کسی لنک پر حضرت کی کوئی تصویر نہیں ملی، میں نے ''گوگل'' میں ''یاہو'' سمیت سارے ہی سرچ انجن چھان ڈالے مگر کمال ہے کہ بیرون ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ کے اسفار بے شمار کے باوجود ویڈیو تو دور رہی حضرت کا کہیں کوئی فوٹو تک نظر افروز نہیں ہوا، تصویر اور ویڈیو وغیرہ کو ضرورت اور لازمہ زندگی سمجھ بیٹھنے والے کہاں بیٹھ گئے، آیئے اور ذرا دیکھیں بلاشبہ انسان اگر ان سے بچنا چاہے تو بتوفیق الٰہی بچ سکتا ہے، جب کہ دوسری طرف اسی انٹرنیٹ پر جبہ ودستار کے ساتھ سج دھج کر اپنے کچھ ایسے دینی پیشوا حضرات جلوہ آرا ہیں جن کے تقویٰ وطہارت کی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور خیر سے یہ وہی حضرات ہیں جو تصویر کے عدم جواز میں پیش پیش ہیں،

خدا خیر کرے

بڑھی ہی جاتی ہے طولانی شب دیجور
کہاں ہے نور تجلّی کہاں گیا ماہتاب

مجھے اتنی عجلت میں یہ سطریں وجود پذیر کرنا پڑی ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، کاش اس کے لیے فرصت کے لمحات میسر آتے اور میں جی بھر کے اپنے موضوع سے وفا کرپاتا خیر کسی کے مشہور زمانے شعر کو ذرا سی ترمیم کے ساتھ بمعذرت روح شاعر میں حضرت محدث کبیر کی آفاقی شخصیت کی بارگاہ میں بطور نذرانۂ عقیدت پیش کررہا ہوں۔

آفاق میں اب پھیل گئی تیری ضیا یوں
پیغام صبا جیسے کہ گھر گھر میں ہو دے آئی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسلام کے اس مرد جلیل کو جگ جگ سلامت رکھے اس کے فیوض و برکات سے اک زمانہ کو متمتع فرمائے اور اس کے علم وفکر، فقہ وافتا اور تقویٰ و طہارت کے سچے وارثین پیدا فرمائے، آمین، یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

حضرت مولانا احمد نذیر صاحب قادری برکاتی زیدمجدہ

الرضا اسلامک فاؤنڈیشن، پی، ایم برگ، نٹال، ساؤتھ افریقہ

ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ ایک بے نظیر دانشور اور بزرگ ترین شخصیت ہیں انہیں اللہ نے وہ عقل وفہم عطا کی ہے جس کے درک تک بڑے بڑے عاقلوں کی رسائی نہیں ہے، آج اپنے بلند کارناموں، مذہب ومسلک کی نمایاں خدمات کی وجہ سے پورے اہل سنت وجماعت کے لیے نہایت قابل فخر ہیں، بلاریب وتردد محدث کبیر حضور اعلیٰ

حضرت، مفتی اعظم، صدرالشریعہ وحافظ ملت علیہم الرحمہ کے مظہر علم وعمل بلکہ ان کی کرامت ہیں، ہر سال حضرت ہمارے ملک ساؤتھ افریقہ کم از کم ایک دوبار تشریف لاتے ہیں۔ آمد کی خبر سنتے ہی عوام وخواص میں مسرت کی لہر دوڑ پڑتی ہے ایک بڑی تعداد میں علما اور پبلک استقبال وزیارت کے لیے ایئرپورٹ پر پہنچ جاتے ہیں قیام کے پورے اوقات تک لوگ مثل پروانہ انہیں گھیرے رہتے یہ فقیر بھی اس موقع پر حاضر ہوکر اکتساب فیض کیا کرتا ہے ساؤتھ افریقہ میں حضرت کی آمد سے دین وسنیت کے بڑے کارنامے انجام پائے ہیں بہت سے صلح کلی متصلب سنی اور بدعمل نیک عمل اور برگشتہ راہ، ہدایت یاب ہوگئے حضرت کا نورانی چہرہ، نورانی گفتار، نورانی بیان اہل سنت وجماعت کے لیے بڑا جذب آفریں ہے۔ مولائے کریم ان کی ذات ستودہ صفات کو اسی طرح تادیر ہم گداؤں کے لیے چشمۂ برکات رکھے، آمین۔

حضرت مولانا غلام انور صاحب قادری زیدمجدہ

استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

اہل سنت وجماعت کے آسمان علم وفضل کا نیر تاباں، میدان عمل کا غازی، زبان وبیان کا تاجور، خطابت ومناظرہ کا شہسوار، درس وتدریس کا سلطان، آقائے نعمت استاذ محترم، جانشین صدرالشریعہ حضور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہ کی ذات بابرکات ان علمائے کرام کی صف اول میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے جنہوں نے قوم مسلم کو نہ صرف تمام خطرات سے آگاہ کیا بلکہ انہیں دینی، دنیاوی، شرعی اور ملی تحفظ فراہم کیا اور ہر موڑ پر ان کا ساتھ دیا اور جن کی بنیاد پر مسلمانوں کا اقوام عالم پر رعب ودبدبہ کسی قدر قائم ہے جنہوں نے جہد مسلسل سے قوم مسلم کو وقار بخشا ہے، آپ کی ذات بابرکات کئی دہائیوں

سے امت مسلمہ کی قیادت صالحہ کا فریضہ انجام دے رہی ہے آپ نے ترویج سنیت وفلاح انسانیت کے میدان میں عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔
آپ کے عظیم کارناموں میں طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ (برائے طلبہ) وکلیۃ البنات الامجدیہ (برائے طالبات) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔
(سالنامہ ضیائے امجد شمارہ نمبر ۱۱ رجنوری ۲۰۰۹ء ص ۷)

حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی

صدر المدرسین وصدر شعبہ افتادار الاسلام علیمیہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور
حضور محدث کبیر صاحب کی شخصیت اہل سنت و جماعت کے لیے نہایت قیمتی سرمایہ ہے، اللہ عزوجل ان کا سایہ ہم سنیوں کے سروں پر تا دیر قائم رکھے، آمین۔
(سہ ماہی امجدیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۷۱ رربط باہم)

حضرت مولانا عبد المبین خاں صاحب مصباحی

استاذ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

اللہ رب العزت کا بے کراں احسان ہے کہ اس نے اپنے رسول رحمت کے طفیل اس خاکدان گیتی کو وارثین انبیاء کے وجود سے منور فرمایا اور دیکھتے دیکھتے آفاق عالم پر پوری طرح سے چھا گئے انہیں شہرت یافتہ مردان کار میں سے سلطان الاساتذہ ممتاز الفقہاء محدث کبیر مفتی علامہ ضیاء المصطفیٰ دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات مقدسہ ہے جو محتاج تعارف نہیں وہ اپنے مجاہدانہ عمل، محدثانہ شان، قائدانہ فکر، فقیہانہ شعور، معلمانہ بصیرت، مشفقانہ انداز، کریمانہ سلوک، ادیبانہ طرز بیان، مدبرانہ اسلوب، عالمانہ وقار، صوفیانہ طور وطریق ہر ایک میں منفرد وممتاز ہیں المختصر وہ جامع الصفات شخصیت اور قافلہ سالار جہان سنیت ہیں

آج وہ اہل عالم کے لیے بلا ریب نمونۂ عمل بلکہ قابل صد افتخار ہیں۔

مولانا آل مصطفیٰ صاحب مصباحی

استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی مئو

معقولات و منقولات میں عبور حاصل ہونے کی وجہ سے (محدث کبیر) اشرفیہ کے کامیاب مدرس رہے، چند سال کے بعد شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے، آپ ایک کامیاب مناظر بھی ہیں، ۱۹۶۸ء میں غیر مقلدوں سے آپ نے بہت ہی کامیاب مناظرہ کیا، آپ ایک کامیاب خطیب بھی ہیں، ہند و بیرون کی اہم کانفرنسوں میں مدعو کیے جاتے ہیں، علما بھی آپ کی علمی تقریر کے مداح ہیں، آپ ایک ماہر مفتی بھی ہیں، فقیر راقم الحروف کے فتاویٰ کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام آپ ہی انجام دیتے ہیں، فن حدیث آپ کا خاص فن ہے، اور یہی وجہ ہے کہ علما نے آپ کو محدث کبیر کا خطاب دیا۔

(سوانح صدر الشریعہ ص ۱۲۸/۱۲۹)

مولانا محمد طیب حسین صاحب امجدی سمستی پور

استاذ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی

اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندے سے اپنے دین متین کا بہت بڑا کام لینا چاہتا ہے تو اس کی شخصیت کو اسی اعتبار سے محاسن و کمالات سے آراستہ فرماتا ہے اس کے علم، اعمال، اخلاق و کردار کو مضبوط سے مضبوط تر بنا دیتا ہے اور یہ شان ہو جاتی ہے کہ مخلوق کے درمیان اس کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

اللہ جل شانہ نے استاذنا المعظم محدث کبیر سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی والنورانی کو اپنی رحمتوں سے

مالا مال کیا ہے اور بے حساب نعمتوں سے نوازا بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کا بیش بہا خزانہ عطا فرمایا ہے۔

آپ ایک بلند پایہ عالم دین، راسخ العلم، بے مثال مدرس، جلیل القدر فقیہ، عظیم محدث، بے نظیر مناظر، کہنہ مشق مفتی، اور نکتہ آفریں خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست قوت حافظہ کے مالک اور تجربہ کار ناقد ہیں علمائے اسلام نے آپ کی تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے آپ کے کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ دارالعلوم ضیاء الاسلام ہاوڑہ کلکتہ، طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی کا قیام ہے۔

ہندوستان میں آپ کی تدریسی خدمت بہت ہی نمایاں ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے درس سے فیض یافتہ لوگوں میں کشور فقہ و افتا کے تاجدار ہیں، تو میدان دعوت و تبلیغ کے شہسوار بھی، بڑے بڑے محدثین ہیں تو بلند پایہ محققین بھی، بے باک مناظرین بھی ہیں تو بے مثال مقرر بھی، آپ نے جس طرح سے عالمی سطح پر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا ہے وہ بھی اس دور میں آپ ہی کا حصہ ہے اسی لیے آپ محدث کبیر ہونے کے ساتھ ساتھ مبلغ و داعی کبیر بھی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ آپ کا سایہ تمام مسلمانان عالم پر تا قیامت قائم و دائم رکھے، آمین۔

(۱۵؍جمادی الاول ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۷؍مارچ ۲۰۱۴ء)

عالی وقار الحاج ڈاکٹر لائق علی صاحب

شہر گونڈہ یوپی

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بہت بڑے محافظ اور سنیت کے پاسبان ہیں، ان کے والد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید وخلیفہ، نیز عقیدت کیش تھے، محدث کبیر بھی اپنے والد گرامی کے اس طریقے پر قائم ودائم ہیں، خانوادۂ رضا سے اپنا تعلق اسی طرح استوار کر رکھا ہے، جو صدرالشریعہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھا، یہی وجہ ہے کہ آج حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری دام ظلہ اور محدث کبیر کے درمیان بہت گہرے تعلقات ہیں، حاصل یہ کہ محدث کبیر علم، عمل، تقویٰ میں بے مثال ہیں، میں ان سے بے پناہ متاثر ہوں، حضور محدث کبیر مجھ سے بھی بہت محبت فرماتے ہیں ہمارے گونڈہ شہر ہو کر کہیں جاتے ہیں تو وقت میں گنجائش ہونے پر مجھے ضرور یاد فرماتے ہیں اور میزبانی کے شرف سے نوازتے ہیں، اللہ ان کا سایہ دراز رکھے، اور حاسدوں کے ظلم وحسد سے محفوظ رکھے آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت محدث کبیر کی پاکیزہ زندگی
مفتی عبدالوکیل علیہ الرحمہ کی زبانی

قصبہ گھوسی کے نامور علما میں مفتی عبدالوکیل اعظمی علیہ الرحمہ کا نام جلی حرفوں میں ہے ان کی تدریسی خدمات ہندوستان سے لے کر زمبابوے، ڈربن ساؤتھ افریقہ تک پھیلی ہوئی ہیں، عالمانہ وقار، خوش کلامی، حسن معاملگی، خودداری کے مالک تھے ان کی طبیعت میں استغنا اور بے نیازی کا وصف غالب تھا اس لیے بے ضرورت کسی کے پاس زیادہ نشست وبرخاست، آمد ورفت نہیں رکھتے تھے لیکن اپنی اس سرشت کے برخلاف محدث کبیر دام ظلہ العالی سے انھیں غایت درجہ محبت تھی، ان سے ملنا، ان کے پاس بیٹھنا، ان کے ساتھ ہم کلامی بہت پسند کرتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خود انھوں نے اپنے داماد حضرت مولانا قاری نظام الدین

صاحب قادری اصدق خطیب و امام جامع مسجد لیری بے لسوٹھو اور اپنی اہلیہ اور بچیوں سے متعدد بار بیان کیا، جو ان کی زبانی اس طرح ہے:

''پہلے میں علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری سے زیادہ قریب نہ تھا اور نہ ان سے کوئی قلبی رجحان و میلان رکھتا تھا مگر ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ محلّہ کریم الدین پور گھوسی کی جامع مسجد سے علامہ صاحب نکل کر جارہے ہیں اور ان کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں وہ آپ کے سر پر اپنی چادر تطہیر و تقدیس کے ایک حصے کا سایہ کیے ہوئے ہیں اور پیچھے پیچھے بہت سے اخیار چل رہے ہیں۔

اس خواب سے علامہ کی عفت پیکر زندگی کا نقش اور ان کی حیات طاہرہ کا تقدس میرے لوح قلب پر جم گیا ان کی عظمت و پاکیزگی رفعت و بزرگی کا سکہ میرے جہان فکر دماغ پر قائم ہو گیا اس لیے مجھے علامہ صاحب سے وارفتگی و شیفتگی کی حد تک محبت ہو گئی''۔ (روایت مولانا نظام الدین صاحب قادری اصدق)

اس کے بعد تا حیات حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا قلب حضرت محدث کبیر سے حسن عقیدت کا آبشار رہا حضرت مولانا نظام الدین اصدق قادری دام ظلہ کے مطابق حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے ممبئی سے گھوسی کے لیے جو آخری سفر حیات کیا وہ محدث کبیر سے ان کی سچی عقیدت کا واضح عکاس و آئینہ دار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ ممبئی میں زیر علاج تھے افاقہ ہوا تو گھوسی کے لیے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے ساتھ میں ان کی اہلیہ اور ان کی بعض بچیاں بھی تھیں حسن اتفاق حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی بھی اسی ٹرین سے ایک دوسرے کوچ میں تشریف فرما سفر کر رہے تھے، مفتی صاحب کو معلوم ہو گیا تو ہر اسٹیشن پر جیسے ٹرین رکتی بڑی تیزی سے مفتی صاحب اپنے کوچ سے محدث کبیر کے کوچ میں پہنچ جاتے اور ان کے برتھ پر ان کے ساتھ بیٹھ کر محو گفتگو ہو جاتے یہ

سلسلہ جاری رہا کبھی کبھار عجلت میں پا پیادہ ہی چلے جاتے حتی کہ مئو پہنچنے سے آدھا گھنٹہ پہلے حضرت مفتی صاحب کا وصال ہوگیا اس آخری سفر میں اتنی بے قراری جیسے بار بار ملنا ان کی محبت کا کھلا ثبوت ہے محسوس یہ ہوتا ہے کہ انھیں ہونے والے حادثہ وصال سے واقفیت بھی ہو چکی تھی ،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث کبیر دام ظلہ کی زندگی کا ہر ورق روشن وشفاف ہے۔

اسی طرح ان کے بھائی شاعر اسلام عالی وقار نثار کریمی مرحوم بھی آپ کے بڑے مخلص محبّ اور گرویدہ رہے متعدد منقبتیں آپ کی شان میں اور آپ کے ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ کے سنگ بنیاد کے وقت تہنیت کے کلام تحریر فرمائے اور آج ان کے خلف صادق حضرت مولانا وصال اعظمی مدرسہ دارالعلوم تیغیہ رسول آباد سلطانپور اس محبت کے امین ہیں، مولائے کریم یہ رشتۂ محبت قائم رکھے، آمین۔

سلسلۂ مدح ومناقب

(۱) شاعر اسلام جناب اقبال احمد صاحب گھوسوی

اے کہ تو نور نگاہ حضرت امجد علی
فاتح عرب وعجم تو فاتح عالم توئی

اے ضیا تو نخوت باطل شکستہ کردۂ
سرخمیدہ اند پیش تو بتان آزری

ترجمان مسلک احمد رضا خاں زندہ باد
بہر نجدی دیوبندی تیغ براں زندہ باد

شہر باطل از تو شد شہر خموشاں زندہ باد
بہر صدف اہل سنت ابر نیساں زندہ باد

اے فقیہ وعالم دیں مفتیٔ عالی وقار
از رخ زیبائے تو حسن عمل است آشکار

کارہائے تو نمایاں اند دلکش، شاہکار
ظلمت باطل ز نور علم تو شد تار تار

قلعۂ باطل ببیں از خوف تو پامال است
پیش تو علمائے دیوبندی را ابتر حال است

در بزرگیٔ تو شہ والا چہ قیل وقال است
گیر دست من کہ خاک پائے تو اقبال است

(۲) شاعر اسلام

حضرت مولانا وصال احمد صاحب اعظمی دام مجدہ

حامی دین شاہ ہدیٰ آپ ہیں
بالیقین عاشق مصطفیٰ آپ ہیں

آپ کے علم سے ہے منور جہاں
شمع علم نبی کی ضیا آپ ہیں

مرکز اہلسنت سے مژدہ ملا
نائب شاہ اختر رضا آپ ہیں

علم وحکمت کے ہیں آپ کوہ گراں
دین کے معتبر پیشوا آپ ہیں

مسلک شاہ احمد رضاخان کے
پاسبان جری باخدا آپ ہیں

بھاگے نجدی نہ کیوں آپ کے خوف سے
ہے پتہ اس کو شیر رضا آپ ہیں

پر تو حافظ دین وملت کہوں
اپنے استاذ کی اک عطا آپ ہیں

آپ کا ہے ثنا خواں وصال اعظمی
ہو عنایت کہ بحر سخا آپ ہیں

(۳) حضرت مولانا نظام الدین صاحب قبلہ قادری

مقیم حال لسوٹھو افریقہ

پیکر صدق وصفا ہیں میرے علامہ ضیا
جاں نثار مصطفیٰ ہیں میرے علامہ ضیا

دشمنان سرور کون ومکاں کے واسطے
نیزۂ احمد رضا ہیں میرے علامہ ضیا

حافظ ملت کے قول وفعل کا عکس جمیل
اور ضیائے بوالعلی ہیں میرے علامہ ضیا

اک مفکر اک مدبر اک محدث اک فقیہ
اور بھی اس کے سوا ہیں میرے علامہ ضیا

مسلک احمد رضا کے ہیں نقیب وجاں نثار
عاشق احمد رضا ہیں میرے علامہ ضیا

جس کا ثانی تو نظر آتا نہیں ہے دہر میں
ایسے مرد باصفا ہیں میرے علامہ ضیا

اک نظام قادری ہی کیا سبھی ہیں معترف
افتخار اولیا ہیں میرے علامہ ضیا

(۴) شاعر اسلام عالی وقار جمیل اختر صاحب گھوسوی

وارث دین پیمبر ہیں ضیاء المصطفیٰ
علم وحکمت کے سمندر ہیں ضیاء المصطفیٰ

اعلیٰ حضرت کے چہیتے امجدی گلشن کے پھول
مفتی اعظم کے دلبر ہیں ضیاء المصطفیٰ

آپ کی تعمیری خدمت قوم پر احسان ہے
دور حاضر کے سکندر ہیں ضیاء المصطفیٰ

حضرت صدر الشریعہ کے پسر شیر رضا
ضرب موسیٰ عزم حیدر ہیں ضیاء المصطفیٰ

اہل حق کے واسطے تو اک شگفتہ پھول ہیں
سینۂ نجدی پہ خنجر ہیں ضیاء المصطفیٰ

چاہے جتنی خاک ڈالیں آئینے پہ آندھیاں
مثل سورج کے منور ہیں ضیاء المصطفیٰ

آپ کو سونے سے تولیں حق نہ ہو پھر بھی ادا
آپ وہ انمول گوہر ہیں ضیاء المصطفیٰ

آپ کی علمی بصیرت پر جمیل اختر نثار
اہل حق کے سچے رہبر ہیں ضیاء المصطفیٰ

(۵) شاعر اسلام

حضرت مفتی شمشاد احمد صاحب اعظمی مصباحی

علامۂ زماں ہیں محدث کبیر ہیں
دریائے فکر و فن کی یہ موج کثیر ہیں
فقہ و حدیث میں یہ نہایت ہیں عالی شان
پیچیدہ مسئلوں کی یہ شرح منیر ہیں
ہر سو جہاں میں دین کے روشن کیے چراغ
ہر علم و فن میں آج یہ اپنی نظیر ہیں
باطل شکن خطیب ہیں، مفتی ہیں حق نگار
لاکھوں بھٹکنے والوں کے رہبر و پیر ہیں
مذہب کے پاسبان ہیں ملت کے رہنما
سالار کارواں ہیں جماعت کے میر ہیں
محتاط اس قدر ہیں کہ شبہات سے بچیں
اسلاف کی جہاں میں یہ سچی نظیر ہیں
مسلک کی ترجمانی ہے بس مقصد حیات
دنیائے سنیت کے اعلیٰ سفیر ہیں
مخلص ہیں غم گسار ہیں انسانیت نواز
پر لطف پر جلال ہیں روشن ضمیر ہیں
شمشاد پر بھی نگہ شفاعت ہو حشر میں
اعمال کچھ نہیں ہیں معاصی کثیر ہیں

(۶) شاعر اسلام حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب

مصباحی لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور

فضل وحکمت کے دبستاں ہیں ضیاء المصطفیٰ
فکر و دانش کے گلستاں ہیں ضیاء المصطفیٰ
جہل کے صحرا میں روشن ہیں کیے علمی چراغ
بالیقیں شمع شبستاں ہیں ضیاء المصطفیٰ
جن کے علم وفضل پہ تھا حافظ ملت کو ناز
فکر وفن کے ماہ تاباں ہیں ضیاء المصطفیٰ
اک محدث اک مناظر اک فقیہ بے مثال
حامل اوصاف خوباں ہیں ضیاء المصطفیٰ
امجدی رضوی عزیزی کا ہے سنگم ان کی ذات
مرکز فیض بزرگاں ہیں ضیاء المصطفیٰ
آپ کی تقریر میں ضوئے حدیث پاک ہے
وہ خطیب اہل ایماں ہیں ضیاء المصطفیٰ
گرمی حسن عمل سے ہے عبارت زندگی
زہد کی شمع فروزاں ہیں ضیاء المصطفیٰ
آپ کی ذات گرامی ہے بہار سنیت
دین وملت کے نگہباں ہیں ضیاء المصطفیٰ
مسلک احمد رضا کے ہیں محافظ پاسباں
ترجمان عشق وعرفاں ہیں ضیاء المصطفیٰ

(۷) شاعر اسلام

عزت مآب نثار کریمی صاحب گھوسوی مرحوم

امیر بزم معرفت فراز چرخ آگہی
وہ مرد باصفا وہ مومن جری
پکار اٹھا ہر ایک گل یہ کہہ اٹھی ہر اک کلی
بہار باغ امجدی محدث کبیر ہیں

ادا ادا میں بانک پن نفس نفس میں زندگی
لبوں پہ ذکر مصطفیٰ جبیں پہ نقش بندگی
بہر قدم بہر نفس خیال سنت نبی
میری نگاہ میں ولی محدث کبیر ہیں

مزاج نرم اس قدر چمن ہو جیسے پھول کا
مگر اصول کے لیے ہمالیہ اصول کا
جو کوئی مرتکب ہوا اہانت رسول کا
تو ذوالفقار حیدری محدث کبیر ہیں

ہے جس کے خوف سے جہان نجدیت دھواں دھواں
ڈری ہوئی ہیں جس کی ضو سے ظلمتوں کی آندھیاں
ہے جس کے دم سے بزم علم وفن میں نور کا سماں
وہی ضیائے قادری محدث کبیر ہیں

زباں میں زور امجدی قلم میں قوت رضا
نگاہ نکتہ بیں میں جلوہ بصیرت رضا
برائے سینۂ عدو بہ فیض ہمت رضا

رضا کے نیزے کی انی محدث کبیر ہیں

ہزار حکمتیں چھپی ہوئی ہیں بات بات میں
تمام خوبیاں سمٹ گئی ہیں ایک ذات میں
وہی ہے کر وفر ہر اک منزل حیات میں
کہ مرد مومن جری محدث کبیر ہیں

نگاہ ہو تو در بدر کی ٹھوکریں نہ کھائیے
تلاش مرد حق پرست ہو تو پاس آئیے
نثار ان کے رو برو ادب سے سر جھکائیے
کہ رہنمائے دیں یہی محدث کبیر ہیں

(۸) شاعر اسلام

حضرت مولانا جاہ محمد مشہودی نظام آبادی دکن

اہل سنت کی کرن حضرت ضیاء المصطفیٰ
نازش اہل چمن حضرت ضیاء المصطفیٰ

عشق و عرفاں کے سمندر علم کے جبل عظیم
عظمت دین حسن حضرت ضیاء المصطفیٰ

پر تو صدر الشریعہ، نائب احمد رضا
مفتی اعظم کی پھبن حضرت ضیاء المصطفیٰ

مسلک احمد رضا کی آبرو ہے ان کی ذات
ہیں بلاشبہہ چمن حضرت ضیاء المصطفیٰ

دین کے غدار و تمہاری خیر اب بالکل نہیں
ہیں بالیقیں باطل شکن حضرت ضیاء المصطفیٰ

آپ کی سیرت میں پنہاں سنت شاہ رسل
رہبر اہل سنن حضرت ضیاء المصطفیٰ
اے مشہودی یہ حقیقت اہل عالم سے کہو
ہیں سراپا انجمن حضرت ضیاء المصطفیٰ

(۹) از مولانا محمد ابوالحسن احسن قادری مصباحی غفرلہ

استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی مئو

مذہب شاہ دنا کے پاسباں حضرت ضیا
گلشن احمد رضا کے باغباں حضرت ضیا
فضل و تقویٰ فکر و دانش اور حزم و اتقا
رفعت و عظمت علا کے آسماں حضرت ضیا
بالیقیں رازی غزالی اور جنید و بایزید
اپنے موجودہ زماں کے بے گماں حضرت ضیا
مالک عرش و سماں سرکار اعظم مصطفیٰ
کہ یقیناً معجزہ اور عز و شاں حضرت ضیا
عالم و مفتی محدث نائب قاضی القضاۃ
اہل سنت کے امیر کارواں حضرت ضیا
دشمنان مصطفیٰ کے واسطے تیر و سناں
صاحب ایماں کی خاطر جانفشاں حضرت ضیا
بندۂ مقبول ہونے پر ہے یہ روشن دلیل
مومنوں کے دل میں رکھتے آشیاں حضرت ضیا
خانداں سے پا کے اپنے ورثۂ عشق نبی
عصر حاضر کے امام عاشقاں حضرت ضیا

آج جس کی ذات پر ہے سنیت کو فخر و ناز
پیشوائے اہل سنت عالی شاں حضرت ضیا
علم میں گنگ وجمن ہیں فضل میں عرش وسماں
زہد و تقویٰ میں امام صوفیا حضرت ضیا
ذرۂ خاک رضا احسن کو یہ اذعان ہے
جلوۂ علم شہنشاہ جہاں حضرت ضیا

(۱۰)از محمد ابوالحسن احسن قادری مصباحی غفرلہ

مظہر شان رسالت ہیں ضیاء المصطفیٰ
پیکر لطف و عنایت ہیں ضیاء المصطفیٰ
آفتاب علم وحکمت شمعۂ رشد وہدیٰ
تاجدار اہل سنت ہیں ضیاء المصطفیٰ
نائب غوث الوریٰ ہیں جلوۂ احمد رضا
پاسبان دین و سنت ہیں ضیاء المصطفیٰ
رہ پہ کتنے آگئے بس دیکھ کر گم گشتہ راہ
رکھتے وہ نورانی صورت ہیں ضیاء المصطفیٰ
مسلک غوث و رضا خواجہ کے سچے ترجماں
نائب صدر شریعت ہیں ضیاء المصطفیٰ
شوکت علمی ہے ایسی اور فقہی دبدبہ
سب پہ چھائی رہتی ہیبت ہیں ضیاء المصطفیٰ
فکر و فضل زہد و تقویٰ عشق سرکار ہدیٰ
سب میں رکھتے آپ کثرت ہیں ضیاء المصطفیٰ

دعوت و افتا قضا درس و قلم تقریر سے
کرتے ہردم دیں کی خدمت ہیں ضیاء المصطفیٰ
ناز احسن کو ہے اپنے قسمت بیدار پر
اس پہ رکھتے ظل الفت ہیں ضیاء المصطفیٰ

(۱۱) از محمد ابوالحسن احسن قادری مصباحی غفرلہ

ذوالمکارم والمعالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
یعنی رکھتے شان عالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
کہہ دیا زمبابوے میں تاج شرع نے برملا
عصر حاضر کے غزالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
کہتے ہیں ارباب دانش دیکھ کر خدمات دیں
صاحب درجات عالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
رہ پہ کتنے آگئے برگشتہ سن کر کے خطاب
رکھتے وہ شیریں مقالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
فہم و علم و زہد وتقویٰ اور ہر وصف کمال
میں نمونہ اور مثالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
استقامت حق بیانی جرأت و بے باکی میں
جلوۂ شان بلالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
اک نگاہ قہر سے دیکھا جسے وہ مٹ گیا
وہ ولی پر جلالی ہیں ضیاء المصطفیٰ
کردو احسن پہ کرم لطف وعنایت کی نظر
بوالحسن در پہ سوالی ہیں ضیاء المصطفیٰ

(۱۲) از محمد ابوالحسن احسنؔ قادری مصباحی غفرلہ

جو ہیں رشک ماہ واختر مصدر فکر و نظر
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جو ہیں اپنے عہد میں ممتاز اور یکتا فقیہ
جو ہیں فکر و فہم میں تدبیر میں یکتا نبیہ
جو ہیں اپنی شکل میں صورت میں بھی یکتا وجیہ
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جو ہیں سلطان زماں تقریر میں تدریس میں
جو ہیں رازی بے گماں تفسیر میں تحدیث میں
جو ہیں عکس بوالعلا اللہ کی تقدیس میں
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جو مفسر جو مفکر اور محدث ہیں کبیر
جو محقق جو مقرر اور مدرس ہیں شہیر
جو مدبر جو محرر ہیں مناظر بے نظیر
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جن کے فیض درس سے کتنے ہوئے لعل و گہر
اک نگاہ لطف سے کتنے ہوئے ہیں باہنر
جن کے علمی ضو سے کتنے ہو گئے رشک قمر
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جن کے علم و آگہی کا آج ہے سکہ رواں
جن کے فیض درس کا ہے ہر طرف دریا رواں

جن کے ہیں شاگرد ہر سو کارواں در کارواں
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

منقبت میں پیش جن کی ہیں یہ الفاظ و جمل
عہد میں جن کا نہیں ہے کوئی ثانی اور بدل
سرنگوں رہتے ہیں جن کے سامنے اہل دول
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

ہیں بقول حافظ ملت جو مقبول رسول
ہوتا ہے مقصود جن کا صرف ارضائے رسول
جو ہیں سچے عاشق اسلاف و شیدائے رسول
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

ذات جن کی ہے یقیناً انجمن در انجمن
فیض سے جن کی ہے جاری علم کے گنگ و جمن
جو ہیں سرتاپا یقیناً نعمت اہل سنن
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

وسعت ظرفی میں جو ہیں بے نظیر بے مثال
حسن اخلاق و مروت میں ہیں بے شک باکمال
کابرأعن کابرٍ ہیں صاحب جود و نوال
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

زندگی ہے جن کی بے شک قابل صد افتخار
حق نگاری صاف گوئی جن کا ہے روشن شعار
جن پہ نازاں ہیں جہاں کے صاحب عز و وقار
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جو اشداء علی الکفار کی تصویر ہیں
یعنی اعدائے نبی کے واسطے شمشیر ہیں
اور مومن کے لیے جو تحفۂ تبشیر ہیں
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

ہیں پدر کے جن کے مرشد حضرت احمد رضا
اور مرشد جن کے خود ہیں حضرت ابن رضا
خانوادہ جن کا پورا ہے فدائے شہ رضا
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

مسلک احمد رضا کو کر دیا ہے جس نے عام
مذہب حق کو عطا ہے کر دیا جس نے قوام
جن کی ذات پاک کے مرہون ہیں سب خاص وعام
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جو ہیں غواص طریقت اور شریعت کے امیں
جو کہ ناموس نبی کے پاسباں ہیں بالیقیں
جو ہیں بیشک واقف اسرار قرآن مبیں
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

سنت نبوی کی جن کا ہر عمل تفصیل ہے
جن سے کتنے معہد و تنظیم کی تشکیل ہے
جن کی حکمت کتنے معتل کی کھلی تعلیل ہے
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

نام سے جن کے ہیں تھراتے وہابی نیچری
بھاگتے ہیں سامنے سے جن کے اشرار وغوی

ہیں جو سرّ لابیہ نائب امجد علی

وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

ملت بیضا کی خدمت جن کا نصب العین ہے

اور سنت کی اشاعت میں ہی جن کو چین ہے

اہل سنت کی اعانت جن کا مقصد عین ہے

وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

افقہ و اعلم ہے جن کی ذات اپنے عہد میں

اطہر و اتقیٰ ہے جن کی ذات اپنے عہد میں

اطیب و ازکی ہے جن کی ذات اپنے عہد میں

وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جن کی دیکھو ہر جگہ پہ دین کی خدمات ہیں

جن کے علم و آگہی کی ہر طرف برکات ہیں

جن کے دل میں نشر دیں کے ہر گھڑی جذبات ہیں

وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

علم صدر و شیخ کے حاصل جنھیں بحرین ہیں

جو طریقت، معرفت کے مجمع البحرین ہیں

قائم جن سے جامعہ و کلیہ نہرین ہیں

وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

ہند پاکستان ہو افریقہ یا برطانیہ

ہوں مدارس یا مساجد یا کوئی ہو جامعہ

ہر جا ہیں موجود جن کے کارہائے عالیہ

وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

جو ہیں علم و فضل کے تابندہ خورشید سما
جن کے علمی ضو کے آگے ماند خود مہر سما
جن کے در سے ہو گئے ہیں مثل احسن پرضیا
وہ ضیاء المصطفیٰ ہیں جلوۂ خیر البشر

نذرانۂ عقیدت بخدمت ممتاز الفقہا حضور محدث کبیر حضرت علامہ الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مدظلہ العالی

(از: شکیل کریمی گھوسی مئو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو کام کرے ہر دم اسلام کی نصرت کا
شہزادہ ہے شہزادہ وہ صدرشریعت کا
پائی ہے خلافت جب اولاد پیمبر سے
اندازہ بھلا کیا ہو علامہ کی عظمت کا
جو کچھ دیا امجد نے علامہ کو دے ڈالا
یہ جملہ مسلمانو ہے حافظ ملت کا
سرکار دوعالم کا شیدائی ہے شیدائی
ہے پاس جسے ہر دم فرمان نبوت کا
امجد کی ضیاء ہے وہ روشن ہے جہاں اس سے
وہ باعمل عالم ہے پابند ہے سنت کا
علامہ کی کاوش سے ہم لوگوں نے پایا ہے
امجدیہ ہے اک ثمرہ علامہ کی محنت کا

دیکھو نہ حقارت سے وارث ہیں نبی کے یہ
رستہ یہ دکھاتے ہیں حق اور صداقت کا
ہر لمحہ ستاتی ہے پاؤں کی معذوری
طالب ہے شکیل اب تو اک چشم عنایت کا

درشان سرکار محدث کبیر حضرت علامہ الحاج ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری گھوسی مئو بانی جامعہ وکلیہ

(از سمیع خان بہرائچی بنٹھوا سراوستی)

رہنمائے قوم وملت ہیں ضیاء المصطفیٰ
آبروئے اہل سنت ہیں ضیاء المصطفیٰ
دلبر صدرالشریعہ ھند کے شیر ببر
رہبر درس اخوت ہیں ضیاء المصطفیٰ
کیوں نہ چمکیں مثل مہ شہزادۂ امجد علی
پر تو راہ شریعت ہیں ضیاء المصطفیٰ
عالم ومفتی محدث اور شارح ترمذی
بحر فکر وعلم وحکمت ہیں ضیاء المصطفیٰ
لب پہ نام مصطفیٰ ہاتھوں میں دامان رضا
عاشق آقائے نعمت ہیں ضیاء المصطفیٰ
اے سمیع ہو خوبیٔ موصوف کس طرح بیاں
ایکتائے عز وعظمت ہیں ضیاء المصطفیٰ

معراج احمد القادری بارہ بنکوی

پیکر رشد و ہدایت ہیں ضیاء المصطفیٰ
رہبر راہ شریعت ہیں ضیاء المصطفیٰ
واقف راز طریقت ہیں ضیاء المصطفیٰ
علم کی جاہ وجلالت ہیں ضیاء المصطفیٰ
سیکڑوں نے جس سے پائی ہے ضیائے علم دیں
وہ حسیں نورانی طلعت ہیں ضیاء المصطفیٰ
دیکھ کر طرز خطابت کہتے ہیں سب خاص وعام
با خدا بحر بلاغت ہیں ضیاء المصطفیٰ
جس کے آگے جھکتے ہیں علم وادب کے شہسوار
وہ بلند پایہ عمارت ہیں ضیاء المصطفیٰ
سالکوں کو جس کے پینے سے ملی راہ طلب
وہ شراب نور وحدت ہیں ضیاء المصطفیٰ
مسلک احمد رضا کی پاسبانی کے لیے
پیشوائے اہل سنت ہیں ضیاء المصطفیٰ
جس کی ہیبت سے لرزتے ہیں عدوِ دین سب
وہ نرالی شان وشوکت ہیں ضیاء المصطفیٰ
روز روشن کی طرح ظاہر ہے سب پر دوستو!
نائب صدرشریعت ہیں ضیاء المصطفیٰ
بدعقیدوں کا جہاں چلتا نہیں دجل وفریب
راہ حق کی وہ عدالت ہیں ضیاء المصطفیٰ

تاابد مہکے گا ہرگز چھو نہیں سکتی خزاں
وہ گلاب وگل کی نکہت ہیں ضیاء المصطفیٰ
عاشقان اعلیٰ حضرت کا ہے قول متفق
آبروئے اہل سنت ہیں ضیاء المصطفیٰ
بچہ بچہ بولتا ہے قادری معراج یہ
قوم وملت کی ضرورت ہیں ضیاء المصطفیٰ

شاعر اسلام
مولانا انقلاب اشرفی صاحب
نانپارہ، بہرائچ شریف

تاجدار اہل سنت ہیں ضیاء المصطفیٰ
پاسبان دین وملت ہیں ضیاء المصطفیٰ
عالم وقاری ومفتی ومحدث وفقیہ
لائق تعریف ومدحت ہیں ضیاء المصطفیٰ
آپ کے جیسا مناظر اب کوئی دکھتا نہیں
اہل حق کی شان وشوکت ہیں ضیاء المصطفیٰ
خانقاہوں، مدرسوں کے بالیقیں عز ووقار
محفلوں کی زیب وزینت ہیں ضیاء المصطفیٰ
غوث وخواجہ کے فدائی اعلیٰ حضرت کے غلام
صوفیوں کے دل کی راحت ہیں ضیاء المصطفیٰ
کس کو کہتے ہیں تصوف جانتے ہیں خوب تر
حامی اہل طریقت ہیں ضیاء المصطفیٰ

ولولہ اسلام کا ہے آپ کی تقریر میں
عامل علم شریعت ہیں ضیاء المصطفیٰ
آپ کو اللہ نے بخشی ہے نباضی کی شان
بحر شان سر حکمت ہیں ضیاء المصطفیٰ
آپ کے فتووں کی ہر جانب عجب اک دھوم ہے
اک حوالہ در عبارت ہیں ضیاء المصطفیٰ
میں یہی کہتا رہوں گا ہر کسی سے انقلاب
پیشوائے اہل سنت ہیں ضیاء المصطفیٰ

شاعر اسلام: شاداب احمد امجدی گھوسوی

عالم اسلام کے رہبر ہیں علامہ ضیا
بحر علم وفن کا اک گوہر ہیں علامہ ضیا
اہل باطل کے لیے اک ڈر ہیں علامہ ضیا
بحر صلح کلیت خنجر ہیں علامہ ضیا
سن کے جس کا نام بھاگے ہیں وہابی پیشوا
بالمقابل خشت کے پتھر ہیں علامہ ضیا
علم کے گر چاند ہیں اختر رضا خاں ازہری
آسمان علم کے اختر ہیں علامہ ضیا
حافظ ملت نے جس پر تھا چلایا آپ کو
آج بھی اس راہ کے رہبر ہیں علامہ ضیا
ان کی شاگردی پر فخر وناز ہے شاداب کو
پیار اور شفقت کا اک پیکر ہیں علامہ ضیا